بسم الله الرحمن الرحيم

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی

حواشی و تعلیقات



مقالہ نگار:

فیض رسول انصاری

نگرانِ کار:

ڈاکٹر سعادت سعید

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی
حواشی و تعلیقات



نام: فیض رسول انصاری

رجسٹریشن نمبر

009		GCU		Ph.D		U		2006

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی

حواشی و تعلیقات

یہ مقالہ پی ایچ۔ڈی کی تکمیل کے سلسلے میں جی سی یونیورسٹی، لاہور کو
سند عطا کیے جانے کے لیے پیش کیا گیا۔

پی ایچ۔ڈی

مضمون

اُردو

نام: فیض رسول انصاری

رجسٹریشن نمبر

009		GCU		Ph.D		U		2006

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

تصدیق برائے تکمیل مقالہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ زیرِ نظر مقالہ بعنوان

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی: حواشی و تعلیقات

فیض رسول انصاری رجسٹریشن نمبر 009-GCU-PH.D-U-2006 نے

پی ایچ۔ڈی کی سند کے حصول لئے میری زیرِ نگرانی مکمل کیا۔

تاریخ: ۲۲۔ستمبر 2010

نگران:

Saadat

ڈاکٹر سعادت سعید

شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

بتوسط:

Saadat

ڈاکٹر سعادت سعید

صدر شعبہ اُردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

DR. M. SHAFIQUE AJAMI
Chairperson,
Deptt. of Urdu,
G.C. University, LHR.

کنٹرولر امتحانات:

جی سی یونیورسٹی، لاہور

اقرار نامہ

میں فیض رسول انصاری رجسٹریشن نمبر 009-GCU-PH.D-U-2006 اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ میں پیش کیا جانے والا مواد بعنوان

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی: حواشی و تعلیقات

میری ذاتی کاوش ہے اور یہ کام پاکستان یا پاکستان سے باہر کسی بھی تحقیقی یا تعلیمی ادارے کی طرف سے شائع، طبع یا پیش نہیں کیا گیا۔

دستخط مقالہ نگار:

فیض رسول انصاری

تاریخ: ۲۲-ستمبر 2010

انتساب

افسانہ، ناول اور خاکہ نگاری کے

روشن حوالے

لطیف مصوّر

کے نام

فہرست

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی: حواشی و تعلیقات

دیباچہ

دیباچہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور سے ایم۔اے اور ایم فل کا امتحان پاس کرنے کے بعد پی ایچ۔ڈی (اُردو) میں داخلہ ملنا میرے لئے خوش قسمتی اور اعزاز کی بات ہے۔ جب موضوع کے متعلق ڈاکٹر سہیل احمد خاں صاحب (جو اُس وقت چیئر مین وصدر شعبہ اُردو تھے) سے بات ہوئی تو وہ شفقت آمیز لہجے میں کہنے لگے:

''مقالات حافظ محمود شیرانی'' حواشی و تعلیقات پر کام کرو۔

میں نے کہا:

''جی سر۔''

جب مواد کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام نہ صرف اہم بلکہ مشکل اور محنت طلب بھی ہے۔ اِسی دوران ڈاکٹر وحید قریشی صاحب میرے نگران مقالہ مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب اور دیگر شفیق اور قابل احترام اساتذہ اکرام کی راہنمائی سے میری یہ مشکل کافی حد تک آسان ہوگئی۔

حافظ محمود شیرانی کو اُردو ادب کا پہلا محقق اور متنی نقاد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ بلند پایہ عالم، عالی مرتبت استاد، جید مورخ، صاحبِ طرز مصنف، منفرد شاعر، صاحبِ فکر دانشور ہونے کے ساتھ ساتھ سکہ، کتبہ، مُہر، تصویر، روشنائی، قدیم کاغذ، آرائش، علم الخط اور نقش ونگار کی بھی بھرپور شناسائی اور علم وادب پر بھی گہری دسترس رکھتے تھے۔

حافظ محمود شیرانی کے مقالات مختلف ادبی پرچوں مثلاً اورینٹل کالج میگزین، مخزن، ماہ نو، فنون صحیفہ، کارواں، سات رنگ اور ہندوستانی میں بکھرے ہوئے تھے جنھیں جناب مظہر محمود شیرانی (نبیرۂ حافظ محمود شیرانی) نے یکجا کر کے اِس اہم تاریخی، تحقیقی، تنقیدی اور لسانی کام کو دس جلدوں کی صورت میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

زیرِ نظر مقالہ بعنوان ''مقالاتِ حافظ محمود شیرانی: حواشی و تعلیقات'' میں مظہر محمود شیرانی کے مرتب کردہ ''مقالاتِ حافظ محمود شیرانی'' کی حصہ اُردو سے متعلقہ چار جلدوں پر حواشی و تعلیقات درج کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اِن چار جلدوں میں سے جلد اوّل اور دوم میں اُردو زبان اور اُس کے آغاز وارتقاء سے متعلق مضامین پر بحث کی گئی ہے، جب کہ جلد سوم میں اُردو کے کلاسیکی ادب پر پانچ اہم مقالے شامل ہیں۔ اس طرح جلد نہم میں بارہ (۱۲) مقالات ایسے ہیں جن کا تعلق تصانیف، شخصیات، تنقید وتبصرہ اور متفرقات (تحقیق وتنقید) سے ہے۔ مجموعی طور پر یہ اڑتیس (۳۸) مقالات ہیں جو کل بارہ سو ستتر

(١٢٧٧) صفحات پر مشتمل ہیں۔ جب ان مقالات کو پڑھتے ہیں تو مولانا حافظ محمود شیرانی کی شخصیت کے ساتھ ساتھ ان کی کاوشوں کے بے بہا اور گراں مایہ موتی جابجا نظر آتے ہیں، جس کی بدولت اُردو میں تحقیق کی عمارت استوار ہوئی۔

موضوع کے انتخاب کے بعد جب مقالہ لکھنے کا وقت آیا تو ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کی ہدایات کی روشنی میں کام شروع کیا۔ مثلاً پہلی جلد، پہلا مضمون ''ریختہ'' اور اِس پورے مضمون میں ترتیب سے آنے والے بحث طلب امور الگ نوٹ کر کے اِن پر حواشی و تعلیقات کا کام شروع کر دیا۔ اِسی طرح جلد دوم، سوم اور جلد نہم میں آنے والے وضاحت طلب حوالے، ان کی تفصیل لکھی گئی۔ مثلاً اگر محمد حسین آزاد کا نام آیا تو ساتھ اُس کی تصانیف کا بھی ذکر کیا گیا۔

حواشی و تعلیقات لکھنے کا کام جاری و ساری تھا کہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی جانب سے نئے قوائد و ضوابط کا اعلان ہوا جس کی رُو سے یہ شرط عائد ہوگئی کہ پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ تین سو صفحات اور ایک لاکھ الفاظ پر مشتمل ہونا چاہئے۔ اِس تبدیلی سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جتنا بھی کام ہوا تھا، سارا نئے سرے سے ترتیب دینا پڑا جس پر بہت وقت صرف ہوا اور کمپوزنگ نئے سرے سے کرانا پڑی۔ اِس موقعے پر بھی ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے علالت کے باوجود اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور نئی ہدایات صادر فرمائیں۔

مقالے کی تکمیل کے دوران میں نہ صرف مجھے بلکہ دنیائے ادب کو ایک عظیم سانحے سے دوچار ہونا پڑا۔ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب انتقال فرما گئے۔ کچھ عرصہ بعد اُن کی جگہ محترم جناب ڈاکٹر سعادت سعید صاحب (چیئرمین و صدر شعبہ اُردو، جی۔سی یو، لاہور) کی زیرِ نگرانی کام کرنے کا موقع ملا جن کی بے پناہ شفقت اور محبت نے میری حوصلہ افزائی کی۔ جب میں نے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کی بتائی ہوئی نئی ابواب بندی کا ذکر ڈاکٹر سعادت سعید صاحب سے کیا تو انہوں نے یہ تجویز پسند فرمائی، کیونکہ مقالے کو جاری رکھنے کے لیے ایچ ای سی (HEC) کی جاری کردہ ہدایات پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری تھا۔ بعد جب ڈاکٹر سعادت سعید صاحب کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہنے اور کام کرنے کا موقع ملا تو ان کے علمی تبحر کا اندازہ بھی ہوا اور یہ تسلی بھی ہوئی کہ میرے مقالے کے حوالے سے ان سے بہتر انتخاب ممکن نہ تھا۔

اِس طرح زیرِ نظر مقالے کے لئے جو ابواب بندی ہوئی وہ کچھ اِس طرح ہے:

١۔ شخصیات/افراد
٢۔ مقامات/اماکن
٣۔ کتب/رسائل و جرائد

چاروں جلدوں میں بیان کردہ شخصیات، مقامات اور کتب کو اکٹھا کر کے حروفِ تہجی کے اعتبار سے ہر ایک کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔

مقالے میں ابواب کی تقسیم کچھ اِس طرح کی گئی ہے کہ پہلے باب بعنوان ''حافظ محمود شیرانی کی سوانح اور ادبی تعارف'' میں اختصار سے کام لیا گیا ہے کیونکہ حافظ شیرانی کے پوتے مظہر محمود شیرانی نے ''حافظ محمود شیرانی اور اُن کی علمی و ادبی خدمات'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کر کے پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ مقالہ مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور سے ١٩٩٣ء میں دو جلدوں میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ اس مقالے میں حافظ محمود شیرانی کے متعلق جس قدر اور

جس اہمیت کی حامل معلومات درج کی گئی ہیں، اس کا ثانی ملنا محال ہے۔ اس لیے طوالت سے گریز کرتے ہوئے حافظ محمود شیرانی کے سوانحی حالات اور علمی وادبی کمالات کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرا باب ''شخصیات / افراد'' پر مشتمل ہے جن کی تعداد سترہ سو نو (۱۷۰۹) بنتی ہے۔ اِن شخصیات میں انبیاء، صوفیاء، شاہانِ برصغیر، زبان وادب سے وابستہ افراد اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی نمایاں شخصیات کا ذکر ہے۔ جب کہ ایسی شخصیات جن کا ذکر شیرانی نے حواشی میں کیا ہے یا پیش لفظ / مقدمہ، دیباچہ، مرتب (مظہر محمود شیرانی) کی جانب سے پیش کیے جانے والے حواشی، جلد نہم میں آنے والے دو مضامین مثلاً (الف) داستان پشاور (شہر آشوب) میں آنے والے کرداروں (ص ۱۴۳) (ب) ''ملا دو پیازہ اور جعفر زٹلی کی مروجہ سوانح عمریوں کا جائزہ اور تنقید'' میں تاجران کتب کے نام (ص ۲۸۱۔۲۸۴) وغیرہ کو مقالے کا حصہ نہیں بنایا گیا کیونکہ ان میں بعض غیر معروف اور غیر اہم افراد بھی درج ہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخصیت کے نام کے ساتھ ولدیت بھی درج ہے۔ وہ شخصیت جن کا مختصر ترین تعارف (پیدائش ووفات) حافظ شیرانی نے بیان کر دیا ہے، تو ایسی شخصیات کا ذکر حواشی وتعلیقات میں نہیں کیا گیا۔ شخصیات کا تعارف بیان کرتے ہوئے تاریخ پیدائش ووفات درج کرنے کی کوشش تو کی گئی ہے، البتہ اگر کسی کے بارے میں اِس کا پتہ نہیں چل سکا تو اُس کا عہد یا کسی مشہور معاصر شخصیت کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

تیسرا باب ''مقامات / اماکن'' پر مشتمل ہے جن کی تعداد تین سو چھیاسٹھ (۳۶۶) کے قریب ہے۔ اِس باب میں نہ صرف برصغیر پاک وہند کے مشہور مقامات کا ذکر ملتا ہے بلکہ دنیا بھر کے مشہور مقامات کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں آنے والے بعض ''مواضع (دیہات)'' جن کی تفصیل نہیں مل سکی، مجھے اُس کا افسوس ہے اور دوسرے باب کی طرح یہاں بھی صرف وضاحت طلب مقامات کا تعارف کرایا گیا ہے۔

چوتھا باب جو ''کتب / رسائل وجرائد'' پر مشتمل ہے اس میں چھ سو تینتیس (۶۳۳) کتب کا پتہ چلا ہے جن کا تعلق تاریخ، سیاست، مذہب، تفسیر قرآن، مقدس کتب، لغت اور دیگر موضوعات سے ہے۔ اِس باب میں بھی وضاحت طلب کتب، جن کی تفصیل دستیاب ہو سکی بیان کی گئی ہے۔

''مقالات شیرانی'' میں بعض مقامات، شخصیات اور کتب ایسی ہیں جن کا ذکر چاروں جلدوں میں بار بار کیا گیا ہے۔ مثلاً ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' جلد سوم میں مولانا محمد حسین آزاد کا نام تقریباً ایک سو پچیس (۱۲۵) مرتبہ آیا ہے لہٰذا ہم نے حواشی وتعلیقات میں صرف ایک مرتبہ ہی حوالہ دیا ہے۔ یہی اُصول شخصیات، مقامات اور کتب میں اپنایا گیا ہے۔ خوفِ طوالت سے واقعات وسانحات کا ذکر متعلقہ شخصیت، مقام یا کتب کے حوالے میں ہی کر دیا گیا ہے۔

ایک تجی بات جو میں یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے ایک موضوع پر ڈھیروں کتب کے مطالعہ کا موقع ملا، البتہ مطالعہ واستفادہ کے بعد حوالہ صرف موضوع سے متعلقہ کتاب کا دیا گیا ہے۔ علاوہ بریں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ جن افراد، کتب یا مقامات کے بارے میں بھرپور کوشش کے باوجود مواد نہیں مل سکا، ان کا ذکر حواشی وتعلیقات کی کسی ذیل میں نہیں کیا گیا۔ اسی طرح وہ افراد، کتب یا مقامات جن کے بارے میں کسی قدر تفصیل حافظ محمود شیرانی نے اپنے مقالے کے دوران ہی کر دی ہے، اسے حواشی وتعلیقات میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حواشی وتعلیقات کا مقصد کسی بھی موضوع سے

متعلق ایسے مواد کی تفصیل اور وضاحت ہے جسے مصنف، محقق، نقاد وغیرہ اپنی حدود وقیود کے باعث بیان نہیں کر سکتا، اسے بیان کر دیا جائے۔ جب وضاحت خود صاحب مقالہ نے کر دی ہو تو اس کی وضاحت در وضاحت یا تکرار مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

اس سلسلے میں یہاں اپنی علمی کم مائیگی کا اعتراف کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ پیش نظر مقالہ میں مذکور بعض شخصیات، مقامات اور کتب کے متعلق مواد بسیار کوشش کے تلاش نہ کر سکا جس کا مجھے افسوس ہے۔

میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ مقالہ تکمیل کے مراحل سے گذر کر اختتام پذیر ہوا۔ میرے اساتذۂ کرام ڈاکٹر محمد حسن اختر، پروفیسر حق نواز، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ڈاکٹر سہیل احمد خاں، ڈاکٹر وحید قریشی آج اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن میں اُن کی شفقت و محبت کا سائبان آج بھی محسوس کر رہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِنہیں اپنی جوارِ رحمت میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔

میرے وہ اساتذہ اکرام جو حیات ہیں اور وہ دوست، احباب اور بہن بھائی جن کا تعاون حاصل رہا، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی عمر، رزق، علم اور دینی و دنیاوی دولت میں بے پناہ اضافہ عطا فرمائے۔ طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اِن سب احباب کا الگ الگ شکریہ ادا کرتا تاہم نام لکھنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

جناب محترم ڈاکٹر سعادت سعید صاحب (نگران مقالہ)، ڈاکٹر شفیق عجمی صاحب، ڈاکٹر سید طارق حسین زیدی صاحب، ڈاکٹر محمد خان اشرف، ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب، ڈاکٹر اختر میرٹھی صاحب، ڈاکٹر سعید مرتضیٰ زیدی صاحب، پروفیسر اسرار صاحب، پروفیسر صابر لودھی صاحب، جناب ڈاکٹر سلیم اختر صاحب، ڈاکٹر محمد ہارون قادر صاحب، ڈاکٹر ثاقف نفیس صاحب، ڈاکٹر شعیب صاحب (شرقپور) ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین صاحب، جناب محترم ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی اور ڈاکٹر شائستہ حمید خاں (لیکچرار شعبہ اُردو جی۔سی۔یو، لاہور) دوستوں میں پروفیسر محمد امین خاور (لیکچرار شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، گوجرانوالہ)، محمد احمد خاں (لیکچرار شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، رائیونڈ)، محمد سلیمان بھٹی (ہم جماعت)، ایرک پال (ڈپٹی ڈائریکٹر، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کمیشن، اسلام آباد)، سید عون رضا (ایم۔اے اُردو، فارسی) اور رانا عبدالشکور (ڈپٹی سیکرٹری گورنمنٹ آف دی پنجاب ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ، پنجاب سول سیکرٹریٹ) شامل ہیں۔

قریبی عزیز داروں میں وہ لوگ جن کا تعاون شامل حال رہا؛ ان میں عروج احمد (پنجاب یونیورسٹی)، بہنوں میں نایاب چمن، شاداب ارم (لیکچرار ہسٹری گورنمنٹ ڈگری کالج، برائے خواتین، کنجاہ گجرات)، رباب ثمن (لیکچرار اُردو گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، برائے خواتین، ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ) شامل ہیں۔ میں اپنی شریکِ سفر مہتاب کرن کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جس نے اپنی تمام تر گھریلوں ذمہ داریوں کے باوجود مقالے کی تیاری کے سلسلے میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ میں مَیں اپنی پیاری بیٹیوں زرناب گل، رابعہ بصری اور پیارے بیٹے علی عمر فاروق کا بھی ممنونِ احسان ہوں جن کی معصوم مسکراہٹوں اور دلفریب شرارتوں نے میرا حوصلہ پست نہیں ہونے دیا۔

آخر میں زیرِ نظر تحقیقی مقالے ''مقامات حافظ محمود شیرانی'' حواشی وتعلیقات کی ترتیب کے لئے جو نسخے میرے پیش نظر رہے اُن کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے:

مظہر محمود شیرانی (مرتب):

مقالات حافظ محمود شیرانی، (جلد اوّل، اُردو زبان اور اُس کے آغاز و ارتقا سے متعلق مضامین) لاہور، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، طبع اوّل جنوری ۱۹۶۶، ص ا۔۳۲۰ **(تعداد مقالات: ۱۳)**

مظہر محمود شیرانی (مرتب):

مقالات حافظ محمود شیرانی، (جلد دوم، اُردو زبان اور اُس کے آغاز و ارتقاء سے متعلق مضامین) لاہور، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، جنوری ۱۹۶۶، ص ا۔۴۱۸ **(تعداد مقالات: ۸)**

مظہر محمود شیرانی (مرتب):

مقالات حافظ محمود شیرانی، (جلد سوم، اُردو کے کلاسیکی ادب پر اہم مقالے) لاہور، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، طبع اوّل جولائی ۱۹۶۹، ص ا۔۳۲۵ **(تعداد مقالات: ۵)**

ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی (مرتب):

مقالات حافظ محمود شیرانی، (جلد نہم، تصنیفات، شخصیات، اور متفرق موضوعات سے متعلق مضامین) لاہور، مجلس ترقی ادب کلب روڈ، طبع اوّل جون ۱۹۹۹، ص ۱۱۳۔۱۷۵، ۲۸۰۔۳۲۲، ۳۷۳۔۴۳۸، ۵۲۵۔۵۳۷، ۵۷۸۔۶۰۲، ۶۲۵۔۶۴۵ **(تعداد مقالات: ۱۲)**

زیرِ نظر مقالہ ''مقالاتِ حافظ محمود شیرانی: حواشی وتعلیقات'' اللہ تعالیٰ کے ایک ادنیٰ بندے کی ایک ادنیٰ سی کاوش ہے۔ امید ہے کہ اس میں موجود کوتاہیوں اور لغزشوں کو صرفِ نظر کر کے شرفِ قبولیت بخشا جائے گا۔

فیض رسول انصاری

بابِ اوّل

حافظ محمود شیرانی

سوانح و ادبی تعارف

حافظ محمود شیرانی کو اُردو میں تدوین و تحقیق کا معلم اوّل کہا جاتا ہے۔ وہ ایک بلند پایہ نقاد، مورخ، مدرس اور شاعر بھی تھے۔ حافظ کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''دُنیا میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی سیرت اور شخصیت میں قدرت بے شمار ایسے اوصاف وفضائل جمع کر دیتی ہے کہ ان میں سے ہر صفت تنہا بھی قبول عام وعظمت کی ضامن ہوسکتی ہے۔ پروفیسر شیرانی بھی انہی افراد میں سے تھے۔ اُستاد مرحوم کے کن کن کمالات اور خوبیوں کا شمار کیا جائے۔ وہ بے نظیر اُستاد اور بے مثل مدرس تھے۔ بے عدیل محقق، اعلیٰ پائے کے مورخ اور عالی مرتبہ نقاد۔۔۔۔غرض بہت سی قابلیتیں ان میں ایسی پائی جاتی تھیں۔ جن مین سے ہر ایک پر الگ الگ مقالہ تیار ہوسکتا ہے۔''[۱]

حافظ محمود شیرانی کا تعلق افغانوں کے قبیلہ شیرانی سے تھا۔ محمد اسماعیل خان نے دو شادیاں کیں۔ حافظ محمود شیرانی اُن کی پہلی بیوی سے تھے اور آپ ۵/اکتوبر ۱۸۸۰ء میں ٹونک میں پیدا ہوئے۔ ان کا پہلا نام محمد میکائیل خان تھا۔ حافظ محمود شیرانی کی تاریخ پیدائش کے بارے میں ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی لکھتے ہیں:

''شیرانی صاحب کی ملازمت کے کاغذات میں ان کی تاریخ پیدائش (شاید) ۱۵/اکتوبر سنہ ۱۸۸۱ء درج ہے۔ غالباً کسی تعلیمی ادارے میں داخلے کے وقت تاریخ ولادت بجائے ۵/اکتوبر ۱۸۸۰ء کے ۱۵/اکتوبر ۱۸۸۱ء لکھوائی گئی۔۔۔۔لیکن ہجری تاریخ کی مطابقت سے ۵ اکتوبر ہی درست ہے۔ علاوہ ازیں ان کا یوم ولادت سہ شنبہ لکھا ہے۔ تقویم کے قاعدے سے ۵/اکتوبر ۱۸۸۰ء کو واقعی منگل تھا۔''[۲]

ریاست ٹونک کے دستور کے مطابق محمود شیرانی کی تعلیم کا آغاز ابتدائی قاعدہ پڑھنے کے بعد قرآن پاک حفظ کرنے سے ہوا۔ آپ نے اوائل عمر میں ہی قرآن پاک حفظ کرلیا۔ بعد ازاں مروجہ تعلیم شروع کی جس میں فارسی زبان و ادب کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ حافظ محمود شیرانی کے والد نے بھی ان کی تدریس پر بہت توجہ دی اور اُس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے دو بڑے بھائیوں نے تعلیم میں کوئی خاص دلچسپی نہ لی تھی۔ لہٰذا حافظ گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حکیم سید سعید احمد اسعد کے درس میں پڑھنے کے لئے جانے لگے۔ کیونکہ اُس وقت تک ریاست ٹونک میں کسی انگریزی سکول کا اجراء نہیں ہوا تھا۔ ٹونک میں حافظ شیرانی نے سولہ سترہ سال کی عمر تک تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران ۱۶/مارچ ۱۸۹۷ء کو حافظ شیرانی کا نکاح عالم خاں ولد محراب خاں شیرانی کی دختر سے ہوا۔

انگریزی زبان کی تعلیم کے باقاعدہ حصول کے لئے آپ کو ۱۸۹۷ء میں جودھپور جانا پڑا جہاں سے آپ نے ۱۸۹۸ء

میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور واپس ٹونک آ گئے۔ شیرانی صاحب کے والد نے انہیں مفتی عبداللہ ٹونکی جو اورینٹل کالج لاہور میں استاد تھے، کے حوالے کیا تا کہ وہ شیرانی صاحب کا داخلہ لاہور کے کسی مناسب تعلیمی ادارے میں کروا دیں۔ چنانچہ آپ سینٹرل ماڈل سکول لاہور میں نویں میں داخل ہوئے لیکن ان کی طبیعت ہائی سکول کے طریق تدریس سے لگا نہ کھا سکی اور انہوں نے ۱۸۹۸ء میں منشی اور آئندہ سال منشی عالم کا امتحان پاس کر کے اورینٹل کالج میں منشی فاضل کی کلاس میں داخلہ لے لیا۔

حافظ محمود شیرانی کے والد کی خواہش تھی کہ آپ بیرسٹر بن جائیں اس خواب کی تعبیر کے لئے آپ ۴۔ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لندن پہنچے اور لنکنز اِن (Lincoln's Inn) میں داخلہ لے لیا اور ساتھ ساتھ انگریزی زبان کا مطالعہ بھی جاری رکھا۔ اس دوران لندن میں پڑنے والی سردی نے انہیں بیمار کر دیا بیماری کی شدت اور مایوسی کے عالم میں انہوں نے اپنے والد کو لکھا:

> ''ابا جان! میں اس وقت مایوسی اور ناامیدی کی حالت میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں اور مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ جب یہ عریضہ جناب کی خدمت میں پہنچے، میں اِس دنیا میں ہوں گا، یا اُس دنیا میں ۔۔۔۔ اس وقت میں ایسے مقام پر ہوں جہاں موت کی سرحد بالکل قریب ہے اور زندگی کا ہمسایہ کوسوں دور ہے ۔۔۔۔ میرا تمام سر سُوج رہا ہے۔ چہرہ پر وَرم ہے۔۔۔۔ میں دل میں کیا کیا اُمیدیں لے کر یہاں آیا تھا لیکن کیا خبر تھی کہ یہاں میرا موت سے سامنا ہو گا۔''[۳]

بہر حال ڈاکٹر نے آپ کا آپریشن کر کے کانوں کے پیچھے شگاف دے کر فاسد مادہ نکال دیا اور آپ کو تین ماہ کے مکمل آرام کا مشورہ دیا۔ طویل بیماری کی وجہ سے نہ صرف تعلیمی سرگرمیاں تعطل کا شکار ہوئیں بلکہ آپ کو علاج کے گرانقدر اخراجات بھی برداشت کرنا پڑے۔ مارچ ۱۹۰۵ء تک زخم مندمل نہ ہوئے تھے لیکن آپ اپریل کی کلاس میں شامل ہوئے۔ اس دوران آپ انگریزی زبان پر دسترس کے حصول کی کوشش بھی کرتے رہے۔

آپ پوری یکسوئی سے امتحانات کی تیاری میں مصروف تھے اور اپنے والد صاحب کو خط و کتابت کے ذریعے اپنے تعلیمی مشاغل سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اِسی دوران عبداللہ المامون سہروردی نے انگلستان میں پین اسلامک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی تو حافظ محمود شیرانی نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی۔ ۳ر اپریل ۱۹۰۶ء کو حافظ محمود شیرانی کا ولایت میں پہلا امتحان تھا اور وہ کچھ گھبرا رہے تھے کیونکہ لاطینی اصطلاحات نے انہیں پریشان کر رکھا تھا۔ بہر حال خدا کا نام لے کر امتحان میں شرکت کی اور بفضل خدا کامیاب قرار پائے۔ کامیابی کے احساس نے ان کے اعتماد کو مزید اجاگر کر دیا۔ تاہم اس دوران انہیں ایک ناگہانی صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ ۲۹ر جولائی ۱۹۰۶ء کو آپ کے والد حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے اور حافظ محمود شیرانی کو فوراً وطن لوٹنا پڑا۔

والد صاحب کی وفات کے بعد ہی بھائیوں میں جائیداد کی تقسیم پر تنازعات شروع ہو گئے۔ حافظ محمود شیرانی نے سب کو سمجھایا لیکن بات عدالتوں تک جا پہنچی۔ حافظ محمود شیرانی نے لندن واپسی کا ارادہ کیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ تعلیمی اخراجات کے لئے کچھ رقم کا انتظام ہو جائے۔ آپ کے بھائی مسعود خان نے چرب زبانی سے کام لیتے ہوئے پیسوں کی فراہمی کی یقین دہانی کروائی۔ حافظ محمود شیرانی اپنے چھوٹے بھائی سات سالہ مشہود خان کو بھائیوں کی غلط صحبت سے بچانے کے لئے اپنے ساتھ لندن لے آئے۔ ان وجوہات کی بنا پر حافظ محمود شیرانی کی اکتوبر کی ٹرم ضائع ہو گئی اور وہ بعد ازاں مارچ ۱۹۰۷ء کی ٹرم

میں شامل ہوئے اور کانسٹیٹوشنل لاء (Constitutional Law) اور لیگل ہسٹری (Legal History) کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اب دو پرچے دو باقی رہ گئے تھے۔

حافظ محمود شیرانی نے حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ پین اسلامک سوسائٹی میں شرکت شروع کی اور جلد ہی اس کے سیکرٹری بن گئے۔ حافظ محمود شیرانی نے دسمبر ۱۹۰۷ء میں ایک اور پرچے کا امتحان دے کر کامیابی حاصل کی جس کے بعد صرف ایک پرچہ باقی تھا اور انہیں اپنے اخراجات کے لئے رقم درکار تھی۔ اس موقع پر آپ کا بھائی مسعود خان انکاری ہو گیا۔ پریشانی کے عالم میں ٹہلتے ہوئے ایک کباڑیئے کی دکان پر جا نکلے اور عادتاً کتابیں الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے کہ ایک نادر کتاب ہاتھ لگی۔ آپ نے قیمت ادا کی اور کتاب لے کر مشہور کمپنی ''فرم لوزک اینڈ کمپنی'' پہنچے جو نایاب کتب خریدنے میں دلچسپی رکھتی تھی۔ اس فرم نے معقول معاوضہ دے کر حافظ محمود شیرانی سے کتاب خرید لی۔ یہ واقعہ کمپنی سے حافظ محمود شیرانی کے تعارف کا باعث بنا۔ پھر پروفیسر آرنلڈ کے توسط سے معاوضے پر ترجمے کا کام بھی ملا اور اس طرح ان کی گزر اوقات ہونے لگی۔ اسی دوران حافظ محمود شیرانی نے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس لائبریری میں اسلامی تاریخ پر تحقیقی کام شروع کر دیا۔

آپ نے پروفیسر آرنلڈ کی زیرنگرانی عربی زبان و ادب کا مطالعہ کیا اور مزید کامیابیاں حاصل کیں۔ انہی دنوں حافظ محمود شیرانی نے ڈاکٹر ہنری سٹب (Dr. Henny Stubbe) کی کتاب رسول اکرم ﷺ (An Account of the rise and prgoress of Mahometanism the life of Mahomet) گمنامی کے پردوں سے نکال کر مرتب کی اور اس پر ایک تحقیقی دیباچہ لکھا۔ بقول ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی:

''اس کتاب کی اشاعت کو پین اسلامک سوسائٹی والے سلسلے کی ایک کڑی سمجھنا چاہئے۔ علاوہ ازیں یہ واحد کام ہے جو حافظ محمود شیرانی نے انگریزی زبان میں انجام دیا۔''[۹]

۱۹۱۳ء کے آغاز پر فرم لوزک نے حافظ محمود شیرانی کو فرم کا حصہ دار بنا دیا اور انہیں قیام ہندوستان کے لئے کہا تاکہ وہ وہاں سے کتابیں، سکے، تصویریں، مورتیاں وغیرہ خرید کر لندن روانہ کریں۔ ہندوستان پہنچ کر آپ ان اشیاء کی فراہمی میں مشغول تھے کہ جنگ عظیم چھڑ گئی اور ڈاک کی فراہمی معطل ہونے سے حافظ محمود شیرانی کا لندن سے رابطہ منقطع ہو گیا۔

۲۲ دسمبر ۱۹۱۴ء کو حافظ محمود شیرانی کے یہاں دوسرا بیٹا حامد پیدا ہوا جو تین ماہ کی عمر میں وفات پا گیا۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۷ء کو حافظ محمود شیرانی کی والدہ کا انتقال ہوا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۸ء کو حافظ محمود شیرانی کے ہاں بچی تولد ہوئی جو ۹ برس کی عمر میں دار فانی سے کوچ کر گئی۔ ۱۹۱۹ء میں ایک اور بچی پیدا ہوئی لیکن وہ بھی چند ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکی۔ حافظ محمود شیرانی نے ان تمام صدمات کو خندہ پیشانی اور صبر و تحمل سے برداشت کیا۔

حافظ محمود شیرانی کے سات آٹھ سال بیکاری میں گزرے اس دوران انہوں نے کچھ علمی مضامین لکھے جن میں پہلا مضمون ''قابوس نامہ'' اور دوسرا ''دقیقی'' تھا جو رسالہ مخزن میں قسط وار شائع ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے کچھ منظومات رقم کیں۔ مولوی عبدالحق کے سہ ماہی ''اُردو'' میں آپ نے ٹھوس علمی و ادبی مضامین بھیجنے شروع کیے اور اس سلسلہ کا پہلا مضمون ''شاہ نامہ کی نظم کے اسباب اور زمانہ'' تھا جو جولائی ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا اور یہیں سے ہندوستان بھر میں ان کی علمی شہرت پھیلنے کا آغاز ہوا۔

حافظ محمود شیرانی شعر و سخن سے بھی لگاؤ رکھتے تھے۔ قیام ٹونک اور لاہور کے دوران انہوں نے کچھ نظمیں کہی تھیں، لیکن شائع کروانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ لندن میں ان کی ملاقات شیخ عبدالقادر سے ہوئی تو انہوں نے شیخ صاحب کو نظمیں دکھائیں جو انہیں پسند آئیں اور کچھ نظموں کو انہوں نے ''مخزن'' میں اشاعت کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ جنوری ۱۹۰۵ء کے پرچے میں ''غلستان'' اور مارچ کے شمارے میں ''ٹیپو سلطان'' شائع ہوئی۔ ان نظموں کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔

عالمگیر جنگ کے خاتمے پر آپ نے لندن واپسی کا ارادہ کیا مگر وطن کی محبت آڑے آئی اور یہ احساس جاگزیں ہوا کہ قیمتی اور تاریخی نوادرات دوسرے ملک کو بھیجنا درست نہیں۔ چنانچہ آپ نے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اہل خانہ کے ساتھ مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۲۱ء میں شیخ عبدالقادر نے اسلامیہ کالج (ریلوے روڈ، لاہور) میں بطور لیکچرار ملازمت دلوادی۔ دورانِ ملازمت ان کے دو تحقیقی کارنامے منظر عام پر آئے جن میں سے ایک ''تنقید شعر العجم'' اور دوسرا ''پنجاب میں اُردو'' ہے۔

''اورینٹل کالج میگزین'' میں آپ نے علم عروض، علم مسکوکات، کتب نصاب اور تفسیر وغیرہ کے موضوعات پر بھی مضامین لکھے۔ انکے متفرق مضامین میں پروفیسر محمد حبیب کے ''ترجمہ خزائن الفتوح'' چند بردائی کی ''پرتھی راج راسا'' اور مولانا محمد حسین آزاد کی ''آب حیات'' پر تنقیدی مضامین معرکے کی چیزیں ہیں۔

۱۹۳۳ء میں حافظ محمود شیرانی کا مرتب کردہ مہر قدرت اللہ خان قاسم کا تذکرہ ''مجموعہ نغز'' پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے شائع ہوا۔ حافظ محمود شیرانی اکثر پرانی کتابوں کی تلاش میں دور دراز کا سفر کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے گجرات، جے پور اور احمد آباد کے کتب خانوں کا مشاہدہ کیا، بمبئی میں پروفیسر نجیب اشرف ندوی کے مجموعے ملاحظہ کیے اور بڑودہ شہر میں جامع مسجد کی لائبریری دیکھی۔ حافظ محمود شیرانی کو مخطوطات، کتب اور سکوں سے بہت محبت تھی۔ وہ اپنے بچوں کی طرح ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ٹونک آ گئے۔ مئی ۱۹۴۲ء میں دہلی گئے اور ''تنقید شعر العجم''، ''تنقید پرتھی راج راسا'' اور ''خالق باری'' کی طباعت اور چند دیگر امور نمٹا کر واپس ٹونک آ گئے۔

۱۹۴۳ء میں آپ نے ناسازی طبیعت کی بنا پر انجمن کے تحت عزیز کام سے معذرت کی اور ندی کے کنارے مستقل قیام کرنے کے ارادے سے بڑی جھونپڑی بنوالی۔ اکتوبر کے وسط میں ٹونک میں بخار کی وبا پھیلی۔ آپ بھی اس کی لپیٹ میں آئے اور بہت کمزور ہو گئے۔ چنانچہ وسط فروری ۱۹۴۴ء میں گھر واپس آ گئے اور اپنے نامکمل مضامین کی طرف توجہ کی۔ تاہم ماہ اپریل ۱۹۴۵ء میں ان کے دمے کے دوروں میں شدت آ گئی۔ حافظ محمود شیرانی کو اپنے نوادرات، مسکوکات اور دیگر اشیاء کی فکر لاحق ہوئی۔ بہ حسرت و یاس انہوں نے ۲۳ ہزار روپے کے عوض اپنے سکوں کو فروخت کیا جو پٹنہ کے ایک مارواڑی سیٹھ رادھا کرشنا جالان نے حاصل کیے۔ حافظ محمود شیرانی دن بدن کمزور اور بے چین ہو رہے تھے۔ ۱۵ر فروری ۱۹۴۶ء کو ڈاکٹر ڈھیائی نے ان کا معائنہ کیا اور آرام کا مشورہ دیا لیکن اسی رات حافظ محمود شیرانی کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ دوسرے روز سرائے مسجد کے احاطے میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور ان کی وصیت کے مطابق انہیں ندی کنارے سپرد خاک کیا گیا۔

حافظ محمود شیرانی کو اردو ادب و تحقیق کی نامور شخصیات نہ صرف تحقیقی حوالے سے معتبر ترین ذریعہ سمجھتی ہیں بلکہ ان کی تحریروں کی مدد سے تحقیق کے آداب سیکھنے کی بھی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔

حافظ محمود شیرانی اگر چہ پٹھان نژاد تھے لیکن ان کے رنگ و روپ پر آبائی جنم بھومی کا اثر نمایاں تھا اور انہیں دیکھ کر جنوبی ہند کے باشندے کا گمان گزرتا تھا۔ گھر میں سادہ قمیض پاجامہ اور گرگابی پہنتے، مگر باہر نکلتے وقت ہمیشہ انگریزی لباس زیب تن ہوتا۔ خوراک بالکل سادہ کھاتے مگر عزیزوں اور دوستوں کی خاطر تواضع انواع واقسام کے کھانوں سے کر کے خوش ہوتے۔ مذہبی اعتبار سے حافظ محمود شیرانی غیور مسلمان اور اکابر اسلام کی عظمت کے معترف تھے۔ حافظ محمود شیرانی دوستوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے مگر اپنے دکھ کسی کو نہیں سناتے تھے۔

حافظ محمود شیرانی کی زبان راجستھانی تھی مگر اُردو زبان سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ ان کا تمام تر علمی و تحقیقی کام اُردو زبان میں ہے۔ حافظ محمود شیرانی کا اُردو تلفظ اہل دہلی کی مانند تھا۔ آپ فارسی زبان و ادب سے بھی بے حد لگاؤ رکھتے تھے۔ فارسی خطاطی کے ماہر تسلیم کیے جاتے تھے۔ شعر و شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے۔ لندن میں سکونت کے زمانے سے ہی انہیں نوادرات جمع کرنے کا شوق تھا۔ قلمی کتابوں اور آثار قدیمہ کی شناخت کے بارے میں ان کی نگاہ اس قدر تجربہ کار اور شناسا تھی کہ وہ انباروں کے اوپر سے نظر ڈال کر اپنے مطلب کی چیز نکال لیتے تھے۔ اس حوالے سے اگر یہ کہا جائے کہ وہ اُردو کے واحد محقق ہیں جنھیں تحقیقات پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی اور وہ سکہ شناسی، مہر شناسی، تصویر شناسی، کتب شناسی، قدیم کاغذ، روشنائی، صفحات کی آرائش و نگار اور علم خط کے زبردست ماہر تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ تحقیق کے اُصولوں کی روشنی میں دیکھیں تو حافظ محمود شیرانی ایسے محقق دکھائی دیتے ہیں جو کسی ماہر وکیل کی طرح مفروضہ تیار کر کے دلائل اکٹھے کرتے اور درجہ بدرجہ صداقت ثابت کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ محض یہی نہیں وہ اپنے تلاش کردہ حقائق میں بھی تحقیق کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔

حافظ محمود شیرانی نے درج ذیل تحقیقی کام سرانجام دیے:

مجموعہ نغز: (پنجاب یونیورسٹی لاہور، طبع اوّل ۱۹۳۳ء)

''مجموعہ نغز'' جسے مصنف قدرت اللہ قاسم نے ۱۲۲۱ھ میں مکمل کیا۔ اس کا ایک خطی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود تھا۔ حافظ محمود شیرانی نے تحقیق کے ذریعے ثابت کیا کہ یہ قدیم ترین نسخہ ہے اور خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

خالق باری: (انجمن ترقی اُردو (ہند)، دہلی، ۱۹۴۴ء)

خالق باری کی ترتیب میں بھی حافظ محمود شیرانی نے بہت تحقیق سے کام لیا ہے۔ جب انہوں نے حافظ محمود شیرانی نے خالق باری کی تدوین پر قلم اٹھایا تو اس سے ملتی جلتی تقریباً دو (۲) درجن دیگر کتب کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں اور مختلف کتب ولغات کا بھی مطالعہ کیا ان کے اس عمل سے ظاہر ہے کہ تدوین متن آسان کام نہیں ہے بلکہ اس کا حق صرف صاحب نظر اور اہل علم وقلم ہی ادا کر سکتے ہیں۔

فردوسی پر چار مقالے: (انجمن ترقی اُردو (ہند)، دہلی، ۱۹۴۲ء)

حافظ محمود شیرانی کا ایک خاص کارنامہ فردوسی پر لکھے گئے ان کے چار تحقیقی مقالے ہیں۔ ان چاروں مقالات کو عبدالحی نے مرتب کر کے شائع کیا۔

(الف) اس ضمن میں پہلا مقالہ ''شاہنامہ کی نظم کے اسباب اور زمانہ'' کے نام سے ''رسالہ اُردو'' اورنگ آباد نے شائع کیا اس مقالے میں حافظ محمود شیرانی نے ثابت کیا ہے کہ شاہنامہ جس ترتیب میں موجود ہے اس ترتیب میں رقم نہیں ہوا تھا۔ نیز اس کا ماخذ قدیم پہلوی کتاب ''داستان منیزہ وبیزن'' ہے اور یہ کہ شاہنامہ ۳۵ برس میں مکمل ہوا۔

(ب) حافظ محمود شیرانی کا دوسرا مقالہ فردوسی کی طرف منسوب ہجو یہ اشعار کی تحقیق کے متعلق ہے۔ اس مقالے میں انہوں نے روایت کردہ واقعہ کو تاریخی تحقیق سے غلط ثابت کیا ہے۔

(ج) تیسرا مقالہ ''فردوسی کا مذہب'' ہے اس میں حافظ محمود شیرانی نے ماہر قانون دان کی طرح بحث کی ہے۔

(د) چوتھا مقالہ ''یوسف زلیخا'' کے قصے کا فردوسی کی طرف انتساب رد کرنے کے سلسلے میں ہے۔

پنجاب میں اُردو: (انجمن ترقی اُردو اسلامیہ کالج لاہور، طبع اوّل ۱۹۲۸ء)

اُردو زبان کی ابتداء، صورت پذیری اور نشو ونما کے بارے میں پیش کی جانے والی مختلف تحقیقی و نزاعی آراء میں سب سے زیادہ مقبولیت حافظ محمود شیرانی کے نظریئے کو حاصل ہے۔ جو ''پنجاب میں اُردو'' کے نام سے موسوم ہے۔ حافظ محمود شیرانی فرماتے ہیں کہ پنجاب میں عہد سلاطین کے دوران اُردو زبان کے بنیادی خطوط استوار ہوئے۔ اپنے نظریئے کے ثبوت کے طور پر وہ اس علاقے کے مختلف شعراء کا کلام پیش کرتے ہیں جس میں پنجابی، فارسی اور مقامی زبانوں کے باہم اشتراک سے ایک نئی زبان جنم لیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ حافظ محمود شیرانی کا یہ نظریہ مخالفت کے باوجود بے حد مقبول ہوا۔

تنقید آبِ حیات:

حافظ محمود شیرانی نے محمد حسین آزاد کی معرکتہ آراء تصنیف ''آبِ حیات'' پر بھی تنقید کی اور اسے غیر مستفید کتاب قرار دیا اور اس میں فاسق غلطیوں کی نشاندہی کی۔ آپ نے ''آبِ حیات'' اور ''مجموعہ نغز'' کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے بتایا کہ آزاد نے کن مقامات پر ''مجموعہ نغز'' کی خوشہ چینی کی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے مقالات حافظ محمود شیرانی جلد سوم، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور۔

تنقید شعر العجم: (انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی، ۱۹۴۲ء)

تاریخی تنقید کے سلسلے میں حافظ محمود شیرانی کا اولین مضمون ''شعر العجم پر تنقید'' کے عنوان سے ''رسالہ اُردو'' اورنگ آباد میں شائع ہوا۔ بعد ازاں اس عنوان سے ان کی کتاب منظر عام پر آئی۔ آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ ''شعر العجم'' فارسی زبان و ادب کی تاریخ پر اولین کتاب نہیں ہے نیز یہ کہ سن اور تاریخ کے حوالے سے علامہ شبلی نعمانی سے اکثر مقامات پر غلطیاں ہوئی ہیں۔ تدوین متن میں بھی غلطیاں ہیں کیونکہ علامہ شبلی نعمانی ماخذ دیکھے بغیر حوالے دیتے ہیں۔

تنقید دیوان ذوق:

حافظ محمود شیرانی کا یہ مقالہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ذوق کے سوانح سے متعلق ہے۔ جب کہ دوسرا اور تیسرا حصہ تصحیح و تحقیق متن سے متعلق ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ فرمائیں مقالات حافظ محمود شیرانی جلد سوم، مرتبہ مظہر محمود شیرانی۔

پرتھی راج پرسا: (انجمن ترقی اُردو (ہند)، دہلی، ۱۹۴۳ء)

حافظ محمود شیرانی نے تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ پرتھی راج پرسا ایک مجہول تصنیف ہے جو عہد اکبری میں وجود میں آئی۔

☆ مقالات حافظ محمود شیرانی (جلد اوّل تا دہم) مرتبہ مظہر محمود شیرانی مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۶ء تا ۱۹۹۹ء۔

تصنیفات کے غلط انتسابات کی تردید:

حافظ محمود شیرانی کا ایک نمایاں تحقیقی کارنامہ تصنیفات کے غلط انتسابات کی تردید اور ان کے اصل مصنف کا تعین ہے اس سلسلے میں آپ کے چار کارنامے بے حد نمایاں ہیں:

(الف) ''مثنوی یوسف زلیخا'' کا فردوسی کی طرف غلط انتساب

(ب) شیخ فرید الدین عطار سے منسوب غلط تصانیف کی نشاندہی

(ج) دیوان معینی کے اصل مصنف کا تعین

(د) ''قصہ چہار درویش'' کے امیر خسرو سے تعلق کی تردید

حافظ محمود شیرانی کے تحقیقی کارناموں کو دیکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی بھی مقام سے سرسری نہیں گزرتے اور تحقیق و تجزیے کے مراحل طے کرتے ہوئے جذباتیت سے دور رہتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے ناموں سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ تحقیق و تنقید سے کام لیتے ہوئے ٹھوس شواہد سامنے لاتے ہیں اور مضبوط دلائل کے ذریعے بحث کرتے ہیں۔ ان کی تحقیق محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مجموعی طورر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حافظ محمود شیرانی کی تحقیقی شخصیت راہ ہدایت کی ایسی شمع ہے جس نے اپنے بعد آنے والی نسلوں کی راہنمائی کے لئے کافی سامان اکٹھا کر دیا ہے۔ اس تاریخ ساز شخصیت کے لئے سب سے بڑا خراج تحسین یہی ہے کہ ہم تحقیق کی اس روایت کے حامل بن جائیں جن کے بنانے میں ان کا زبردست ہاتھ ہے۔ یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جدید دور کا کوئی محقق یا نقاد ہندوستان یا پاکستان میں ایسا نہیں ہے جس کو حافظ محمود شیرانی کی تحقیق، تنقید اور تدقیق سے راہنمائی نہ ملی ہو۔

حواشی

۱ۓ سید عبداللہ، ڈاکٹر، کتاب خانہ شیرانی کے نوادر، مشمولہ: اورینٹل کالج میگزین، شیرانی نمبر، فروری ۱۹۴۷ء

۲ۓ شیرانی، ڈاکٹر مظہر محمود، ''حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۳ء، ص ۳۲

۳ۓ شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مکاتیب حافظ محمود شیرانی''، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۸

۴ۓ شیرانی، ڈاکٹر مظہر محمود، ''حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات''، ص ۵۳

باب دوم

شخصیات/افراد

آبرو، شاہ مبارک:

شیخ نجم الدین عرف شاہ مبارک آبرو اُردو کے مشہور شاعر سراج الدین علی خاں آرزو کے رشتے دار اور شاگرد تھے۔ ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۴ء کے قریب گوالیار میں پیدا ہوئے۔ شروع میں شاہی ملازمت اختیار کی لیکن آخر میں دنیا داری چھوڑ کر قلندر مشرب ہو گئے۔ ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ ۱۱۴۶ھ / ۱۷۳۳ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔ ایہام گو شعرا میں سرفہرست تھے۔

(ڈاکٹر تبسم کاشمیری، اُردو ادب کی تاریخ (ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۷۰۔۲۷۴)

آتش، خواجہ حیدر علی:

اُردو کے ممتاز صاحب دیوان شاعر جن کا نام خواجہ حیدر علی، آتش تخلص اور باپ کا نام خواجہ علی بخش تھا۔ آپ ۱۷۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب خواجہ عبداللہ احرار تک پہنچتا ہے۔ بزرگوں کا وطن بغداد تھا جو تلاش معاش کے سلسلے میں پہلے دہلی پھر لکھنؤ آ گئے۔ ابھی جوان بھی نہ ہونے پائے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے مزاج میں آوارگی، بانکپن اور شوریدہ پن پیدا ہو گیا۔ دربار میں جا کر نہ غزلیں سنائیں نہ اُن کی تعریف میں قصیدے کہے۔ ایک بیٹا تھا جس کا نام محمد علی اور جوش تخلص رکھتا تھا۔[۱] شاگردوں کی تعداد بہت ہے جن میں اکثر باکمال شاعر ہوئے۔ اِن میں سے نواب مرزا شوق، پنڈت دیا شنکر نسیم، واجد علی شاہ اختر، میر دوست علی خلیل وغیرہ مشہور ہیں۔ ناسخ کی وفات سے نو سال بعد ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء میں فوت ہوئے۔[۲]

[۱] ("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱، ص ۱۰۔۱۲)

[۲] (ڈاکٹر تبسم کاشمیری، "اُردو ادب کی تاریخ" (ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک)، ص ۵۹۳)

آدمؑ:

ابوالبشر (یا ابو محمد) ملقب بہ صفی اللہ، مجتبائے اوّل، مسجودِ ملائک، خلیفۃ اللہ فی الارض اور پہلے نبی تھے۔ آدم کا قالب خشک گارے کی کالی مٹی سے تیار کیا گیا تھا جو ہر طرح کا تطور قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور پھر پختہ ہونے پر اس میں اللہ کی حکمت سے جان پھونک دی گئی۔[۱] خلقت آدم کی غرض و غایت آدم اور نسل آدم کے ذریعے سے جہانبانی اور وظیفہ خلافت کا ادا کرنا تھا۔ آدم و حوّا جنت میں رہتے تھے مگر شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے اِن پر برہنگی ہو گئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے اُنہیں زمین پر اتار دیا۔ آدمؑ جنت سے نکل کر کس ملک میں پہنچے؟ اِس کے بارے میں قرآن و حدیث خاموش ہیں۔ عام روایت یہ ہے کہ وہ سراندیپ (لنکا) میں اتارے گئے اور حوا جدے میں۔ پھر آدمؑ عرب میں آئے اور عرفات میں حوّا سے ملاقات ہوئی۔ پھر وہ زمین پر ایک مدت تک رہے، اِن کی اولاد ہوئی۔ اِن کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا ذکر بالتصریح قرآن کریم میں آیا ہے۔[۲]

۱؎ (نگہت نذیر"حیات انبیائے کرامؑ بزبان قرآن لاہور: فیروز سنز، ۲۰۰۰ء، ص ۹۔۱۹)
۲؎ (''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد اول، لاہور: دانشگاہ پنجاب، طبع اوّل، ۱۹۶۴ء، جلد ۱، ص ۲۲۔۲۶)

آرزو، سراج الدین علی خاں:

آرزو سراج الدین علی خاں (۱۶۸۷ء۔۱۷۵۶ء) اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ حسام الدین تھا۔ آباؤ اجداد کا وطن گوالیار تھا۔ لکھنؤ میں فوت ہوئے۔ خاں آرزو نہ صرف شاعری اور ادب میں اعلیٰ مقام کے حامل ہیں، بلکہ ایک مورخ، زبان شناس، لغت نویس، ادبی نقاد اور شعر وادب کے شارح کے حوالے سے بھی اپنی پہچان رکھتے ہیں۔

(ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ''اُردو ادب کی تاریخ'' (ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک)، ص ۱۴۸۔۱۶۰)

آزاد بلگرامی:

میر غلام علی آزاد بلگرامی، بلگرام میں ۲۵ صفر ۱۱۱۶ھ/ ۲۹ جون ۱۷۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید نوح تھا۔ درسی کتب میر طفیل محمد اتروی بلگرامی سے اور اپنے نانا میر عبدالجلیل بلگرامی سے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بلند پایہ شاعر تھے۔ ''حسان الہند'' کا خطاب علمائے مکہ نے عطا فرمایا تھا۔ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد زندگی کے بقیہ ۴۸ سال دکن میں گزارے۔ آخر کار ۲۱/ ذی العقدۃ ۱۲۰۰ھ/ ۱۵ ستمبر ۱۷۷۶ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کو خلد آباد دکن، احاطہ درگاہ امیر حسن سجزی دہلوی میں مقبرے کے اندر دفن کیا گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد اول، ص ۱۰۴۔۱۰۶)

آزاد، محمد حسین:

محمد حسین آزاد ۱۸ ذوالحجہ/ ۱۰ جون ۱۸۳۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی محمد باقر نے ۱۸۳۶ء میں شمالی ہندوستان کا سب سے پہلا ہفتہ وار اخبار ''اُردو اخبار'' نکالا۔ ۱۸۴۵ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی کالج میں داخلہ لیا اور دوران تعلیم صحافت میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ ۱۸۵۴ء میں آزاد کے استاد ''استاد ذوق'' نے رحلت فرمائی۔ ۱۸۵۷ء میں آپ کے والد مولوی باقر کو بغاوت کے سلسلے میں مسٹر ٹیلر کی جان نہ بچانے کے الزام میں شہید کر دیا گیا۔ ۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۸ء تک مختلف مقامات پر ملازمت کرتے رہے۔ ۱۸۷۲ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ اِس دوران بیرون ممالک کی سیاحت بھی کی۔ ۱۸۸۷ء میں تعلیمی خدمات کے اعتراف میں شمس العلما کا خطاب ملا۔ ۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے پنشن منظور ہوئی۔ ۹ محرم ۱۳۳۸ھ/ ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو لاہور میں وفات پائی۔ قصص ہند، نیرنگ خیال، آب حیات، دربار اکبری اور سخن دان فارس آزاد کی مشہور تصانیف ہیں۔

(پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید، مرتبہ: ''راوی آزاد نمبر'' (منتخب مضامین)، لاہور: شعبہ اُردو جی۔سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۸۔۹)

آشفتہ، بھورے خاں:

عظیم الدین خاں آشفتہ، اِن کی عرفیت بھورے خاں تھی اور پیشہ سپاہ گری، یہ پٹھان النسل اور مائل کے شاگرد تھے۔ مہدی علی خاں کے مشاعروں میں حاضر ہوا کرتے تھے لیکن بعد ازاں چشتیہ فرقے کے درویش ہو گئے اور نظم لکھنی چھوڑ دی۔

ذریعہ معاش تجارت تھی۔طبقات سخن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۲۲۱ھ میں زندہ تھے۔گلشن بے خار از نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، محمدی مائل جہاں آباد کے رہنے والے سید تھے۔شاہ نصیر دہلوی کے استاد اور مولوی قدرت اللہ اکبری آبادی کے شاگرد تھے۔
(اسپرنگر،''یادگار شعرائے لکھنؤ''،مترجم:طفیل احمد،الہ آباد:ہندوستانی اکیڈیمی،۱۹۴۳ء،ص۱۰)

آشفتہ، مرزا رضا قلی بیگ:

فکر علائق سے وارستہ، جن کا مرزا رضا قلی خاں نام اور تخلص آشفتہ تھا۔آپ عارف اللہ شاہ ملول کے شاگرد تھے۔
(سعادت خاں ناصر،''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''،مرتبہ:مشفق خواجہ،
لاہور:مجلس ترقی ادب،کلب روڈ،طبع اوّل ۱۹۷۰ء،ص۲۰۶)

آصف جاہ، نظام الملک، بہادر، فتح جنگ:

نواب آصف جاہ کا نانا شاہجہان بادشاہ کا وزیر اعظم سعد اللہ خاں تھا اور اُس کا دادا عابد خاں سمرقند کا رہنے والا اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں سے تھا۔عابد خاں شاہجہان کے عہد میں ہندوستان آیا۔عابد خاں کے بیٹے میر شہاب الدین کے ہاں ۱۰۸۲ھ/۱۶۷۱ء میں آصف جاہ پیدا ہوا جس کا اصل نام میر قمر الدین ہے۔عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں ''چین قلیچ خاں، شاہ عالم نے''خاں دوراں بہادر'' اور جہاندار شاہ نے ''نظام الملک بہادر فتح'' جنگ کے خطابات سے نوازا۔ ۱۰ فروری ۱۷۲۲ء کو وہ وزارت کی خلعت سے سرفراز ہوا۔آخرکار ۴ جمادی الاخر ۱۱۶۱ھ/۲۱ مئی ۱۷۴۸ء کو تیس سال تک دکن کے چھ صوبوں پر حکومت کی جو اپنے عالی قدر بادشاہوں کی سلطنت میں شامل رہے۔
(صمصام الدولہ شاہنواز خاں،''مآثر الامرا''،جلد سوم،مترجم:پروفیسر محمد ایوب قادری،
لاہور:اُردو سائنس بورڈ،طبع اوّل ۲۰۰۷ء،ص۔۵۲۸۔۵۳۲)

آصف جاہ، نظام الملک، فتح جنگ:

شاہ دکن، آصف جاہ ۱۸/اگست ۱۸۶۶ء کو عالم وجود میں جلوہ افروز ہوئے اور ۲۶/فروری ۱۸۶۹ء کو مسند آرا سلطنت ہوئے۔آپ نواب قمر الدین آصف جاہ اوّل کے وارث و جانشین تھے جو اورنگ عالمگیر کی فوج میں ایک سربرآوردہ آفیسر تھے۔سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق سے ملتا ہے۔
(لالہ سری رام،''تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ خمخانۂ جاوید''،دہلی:مخزن پریس،بار اوّل ۱۹۰۸ء،ص۸۷)

آصف خاں ثانی میر بخشی:

مرزا غیاث الدین علی قزوینی کا خطاب ہے۔آقا ملا کا بیٹا اور آصف خاں جعفر بیگ کا بھتیجا تھا۔اکبر کے عہد میں بخشی گیری کے عہدے پر فائز ہوا۔فتح گجرات میں بہت بہادر دکھائی اور عباس خاں کا خطاب پایا۔۹۹۱ھ/۱۵۷۳ء میں بمقام گجرات فوت ہوا۔
(نظامی بدایونی،مرتبہ:''قاموس المشاہیر''،جلد اوّل،پٹنہ،خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری،اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء،ص۱۱)

آصف خاں:

آصف خاں کا اصل نام ابوالحسن تھا۔ اعتقاد خاں اور یمین الدولہ کے خطابات سے ممتاز تھا۔ عہد جہانگیری میں ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱ء میں وزیر مقرر ہوا۔ وزیر اعتماد الدولہ کا لڑکا اور نور جہاں کا بھائی تھا۔ ارجمند بانو المعروف ممتاز محل کا باپ اور شاہجہان کا سُسر تھا۔ ۷۰ برس کی عمر میں ۱۷ر شعبان ۱۰۵۱ھ/۱۰ نومبر ۱۶۴۱ء کو انتقال ہوا۔ آصف خاں کی زیر نگرانی ملا فرید یعنی فرید ابراہیم دہلوی (م ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۲۹ء) نے شاہجہان کا زائچہ مرتب کیا جس کا نام ''کارنامہ صاحبقران ثانی زیج شاہجہانی'' ہے۔ مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ بادشاہ کی تخت نشینی (۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۸ء) کے موقع پر آصف خاں نے اس بات کا اظہار کیا کہ اِس سال سے نئے دور کا آغاز کیا جائے اور اس کا نام تاریخ الٰہی شاہجہانی رکھا جائے بادشاہ نے تجویز منظور کی کہ یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار مقالوں پر مشتمل ہو۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، جلد۴، فارسی ادب دوم، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ص۶۹۵)

آفاق، میر فرید الدین:

میر فرید الدین آفاق بن بہاؤ الدین، ساکن جلال آباد جو دہلی اور سہارن پور کے درمیان ہے۔ فراق کے شاگرد تھے اور قاسم کے دوست تھے۔

(اسپرنگر، ''یادگار شعرائے لکھنؤ''، مترجم: طفیل احمد، الہ آباد: ہندوستانی اکیڈیمی، ۱۹۴۳ء، ص۱۷)

آمنہ بی بی:

نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ آپ کے والد وھب بن عبدالمناف بن زہرۃ القریشی تھے اور والدہ برۃ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار، آپ کی شادی عبداللہ ابن عبدالمطلب کے ساتھ ہوئی۔ نبی پاک ﷺ کی پیدائش سے پہلے عبداللہ انتقال فرما گئے۔ جب تک بی بی آمنہ زندہ رہیں نبی کریم ﷺ نے انہیں کی زیر نگرانی پرورش پائی جب رسول اللہ ﷺ چھ سال کے تھے تو بی بی آمنہ نے مدینے سے واپس آتے ہوئے جہاں وہ رسول پاک ﷺ کے رشتہ داروں سے ملنے گئیں تھیں۔ مکے اور مدینے کے درمیان الابوہ کے مقام پر وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱، ص۲۳۵۔۲۳۶)

آہی:

آہی؛ سلطان سلیم اوّل (سلطنت عثمانیہ کا نواں سلطان از ۹۱۸ھ/ ۱۵۱۲ء۔ ۹۲۶ھ/ ۱۵۲۰ء) کے زمانے کا ایک ترکی شاعر جس کا اصل نام بکلوحسن یعنی ''خال والاحسن'' تھا۔ اور آہی تخلص اپنے والد سیدی خواجہ کے انتقال کے بعد آہی قسطنطنیہ آیا اور علمی مشاغل اختیار کیے۔ اس نے بروسہ میں بایزید پاشا کے مدرسے میں مدرس کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آخر کار شہر قرہ فریہ (Berrhoea) میں مدرس کی جگہ لینی پڑی اور یہیں ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اُس نے دو نامکمل منظومات چھوڑی ہیں۔ آہی نے ''شیریں و پرویز'' اور ''حسن و دل'' مثالیہ نظمیں لکھیں۔ موخر الذکر جو نثر میں لکھی گئی اور اِس میں جابجا اشعار کا استعمال کیا گیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱، ص۳۰۹)

ابراہیمؑ، خلیل اللہ:

خلیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے مشہور و معروف نبی، خانہ کعبہ کے بانی، دین حنیف کے ہادی اور سلسلہ اسماعیلی و اسرائیلی انبیا کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تارح کے احوال قرآن مجید میں بالصراحت مذکور ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اقلیم بابل کے مقام کوثا میں پیدا ہوئے۔ جب آپ نے رحلت فرمائی تو انہیں حبرون میں مکفیلۃ کے غار میں دفن کیا گیا۔ اِس مقام کو اب الخلیل کہتے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ آپ کے بیٹے تھے۔

(مولانا محمد عبدالرحمٰن، ''سیرت انبیائے کرام''، جلد۱، لاہور: ادارہ اسلامیات، انارکلی، اکتوبر ۱۹۹۰ء، ص ۱۶۷۔۲۲۶)

ابراہیم بن ادہم بلخی، شیخ:

مشہور صوفی بزرگ اور عابد و زاہد (م مابین ۱۶۰ھ/۷۷۶ء۔۱۶۶ھ/۷۸۳ء)۔ ابراہیم بن ادھم بن منصور بن یزید بن جابر (ابواسحاق) مکے میں پیدا ہوئے۔ صوفی مشرب اختیار کرنے کے بعد وہ وطن چھوڑ کر شام چلے گئے اور اپنی وفات تک وہیں محنت مزدوری پر گزارہ کرتے رہے۔ ابراہیم کے تصوف اختیار کرنے کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ بلخ کے شہزادے تھے لیکن دنیوی شان و شوکت چھوڑ کر زہد و تقویٰ کا راستہ اختیار کیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱، ص ۳۵۴۔۳۵۷)

ابراہیم حسین انصاری:

حاجی ابراہیم حسین عربی کے عالم فاضل تھے۔ پانی پت کے رہنے والے تھے۔ جب حالیؔ اِن کے شاگرد ہوئے تو یہ اُسی دور میں تحصیل علم کے بعد مجتہد بن کر واپس آئے تھے۔ حالی نے اِن سے عربی سیکھی اور صرف و نحو کی کچھ ابتدائی کتب بھی پڑھیں۔

(صالحہ عابد حسین، ''یادگارِ حالی''، لاہور: آئینہ ادب، چوک مینار انارکلی، ۱۹۶۶ء، ص ۲۷)

ابراہیم سلطان:

سلطان ابراہیم بن مسعود بن سلطان محمود اپنے بھائی فرخ زاد بن مسعود کی وفات کے بعد ۹/ ذی القعد ۴۴۳ھ کو تخت نشین ہوا۔ وہ عادل و زاہد اور تدبر میں مشہور تھا۔ ہر سال خود ایک قرآن پاک لکھ کر مکہ معظمہ بھیجتا تھا۔ ۴۸۱ھ/۱۰۸۸ء میں فوت ہوا تھا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، ترتیب و ترجمہ: محمد ایوب قادری، جلد اوّل لاہور، اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۲۰۰۸، ص ۹۰۔۹۱)

ابراہیم عادل شاہ:

سلاطین عادل شاہی میں ابراہیم عادل شاہ کا چوتھا نمبر تھا۔ عادل شاہ نے ۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء میں انتقال کیا۔ اس کی وفات پر اِس کا کم سن بھتیجا ابراہیم عادل شاہ ثانی مشہور خاتون چاند بی بی کی زیرِ نگرانی تخت نشین ہوا۔ سنتالیس برس تک خود مختار حکومت کرنے کے بعد ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۶ء میں فوت ہوا۔ یہ بادشاہ علما و فضلا کا قدر دان تھا۔ اِس نے فنِ موسیقی پر کتاب لکھی

جس کا نام "نورس" تھا۔ اِس کے عہد میں مختلف علوم و فنون کو ترقی نصیب ہوئی۔

("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، چھٹی جلد، اُردو ادب حصہ اوّل، ص ۴۴۹ و متعدد مقامات)

ابراہیم علی خاں:

ابراہیم علی خاں کے والد کا نام نواب احمد بخش خاں (متوفی ۱۸۲۷) تھا۔ نواب ابراہیم علی خاں، شمس الدین احمد خاں (۱۸۳۵ء) اور نواب امین الدین احمد خاں (متوفی ۱۸۶۹ء) کے بھائی تھے۔

(طاہرہ بانو حجاب، "خاندان لوہارو"، اسلام آباد: فیروز سنز، طبع اوّل ۲۰۰۲ء، ص ۲۳۔۳۵)

ابراہیم قطب شاہ:

سلطان قلی قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ کا چھٹا بیٹا تھا۔ ۹۳۶ھ/ ۱۵۲۹ء میں پیدا ہوا۔ والد کی وفات کے بعد اُس کا بڑا بھائی جمشید قلی تخت نشین ہوا تو اِسے گرفتار کرنا چاہا لیکن ابراہیم قلی قطب شاہ نے راجہ رام راج والی بیجاپور کے ہاں پناہ لی۔ جمشید قلی کی وفات کے بعد اُس کا سات سالہ بیٹا سبحان قلی حکمران ہوا لیکن ایک گروہ نے سبحان قلی کو قید کر کے ابراہیم کو بیجاپور سے بلا کر بادشاہ بنا دیا۔ ۱۲ر رجب ۹۵۷ھ/ ۲۸ر جولائی ۱۵۵۰ء کو رسم تاج پوشی عمل میں آئی اپنے عہد میں بہت سی عمارتیں تعمیر کروائیں مثلاً سنگین حصار قلعہ گولکنڈہ، قلاب حسین ساگر وغیرہ۔ ابراہیم ۳۲ سال کی کامیاب حکومت کے بعد ۲۱ر ربیع الثانی ۹۸۸ھ/ ۵ر جون ۱۵۸۰ء میں ۵۱ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد اوّل، ص ۲۰)

ابراہیم قوام فاروقی:

شیخ ابراہیم قوام فاروقی کا نام دورِ اوّل کے مشہور فرہنگ نویسوں میں شامل ہے۔ ابراہیم، سید شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری کے نام پر اپنی مشہور فرہنگ کا نام "شرف نامہ منیری" رکھا۔

("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ۳۹۷)

ابراہیم لودھی:

ہندوستان کے لودھی خاندان کا سب سے آخری فرمانروا جو ۱۵۱۰ء میں تخت نشین ہوا اور آگرے میں تقریباً سولہ سال حکومت کرنے کے بعد اپریل ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے میدان میں بابر کے ہاتھوں شکست کھا کر مارا گیا۔ وہ تند خو اور سخت گیر تھا۔ امرا اُس سے منحرف ہو گئے تھے اور انہوں نے بابر کو اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱، ص ۳۷۵۔۳۷۶)

ابن ملجم:

عبدالرحمٰن ابن ملجم (م ۶۶۰ھ) ایک خارجی جس نے جامع مسجد کوفہ میں حضرت علیؓ کو مہلک زخم لگائے۔ یہ سانحہ ۴۰ھ میں پیش آیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قتل میں ایک خارجی عورت وطام کی ترغیب بھی شامل تھی۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد اوّل، ص ۲۶)

ابوالحسن:

ابوالحسن ایک شاعر تھا۔ دیوان انوری کی شرح لکھی جو شرح دیوان انور کے نام سے مشہور ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۳۱)

ابوالحسن علی، سید:

سنن اور علل کے مصنف گزرے ہیں۔ ۳۷۰ھ / ۹۹۰ء میں وفات پائی۔

(عبدالحلیم شرر، ''دل گداز''، مرتبہ: ڈاکٹر عثمان فاروق، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۶، ص ۳۵۹)

ابوالفضل:

ابوالفضل دربار اکبری کے نورتنوں میں شامل تھا اور شیخ مبارک کا بیٹا تھا۔ ۹۵۷ھ / ۱۵۵۱ء کے آغاز میں پیدا ہوا۔ ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء میں اپنے بڑے بھائی فیضی کی وساطت سے دربار اکبری میں ملازم ہوا۔ ترقی کرتے ہوئے وزارت عظمیٰ کے عہدے پر فائز ہوا۔ دکن کی مہم سے واپسی پر ۴ ربیع الاوّل ۱۰۱۱ھ / ۲۲ راگست ۱۶۰۲ء کو ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(ڈاکٹر ظہور الدین احمد، ''ابوالفضل، احوال و آثار''، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۷۵ء، متعدد مصفحات)

ابواللیث سمرقندی:

نصر بن محمد احمد بن ابراہیم المعروف بہ امام الہدیٰ، چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی کا حنفی عالم، مفتی اور متعدد کتب کا مصنف (م مابین ۳۷۳ھ / ۹۸۳ء و ۳۹۳ھ / ۱۰۰۲ء) جس نے علوم اسلامیہ کی متعدد شاخوں میں بڑی کامیابی سے قلم اٹھایا۔ اُس کی تصانیف کو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک قبول عام حاصل ہوا۔ خزانۃ الفقہ، المقدمہ فی الصلوٰۃ، تنبیہ الغافلین اور بستان عارفین اِن کی مشہور تصانیف ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱، ص ۹۰۴)

ابوبکر یا ابی بکر صدیقؓ حضرت:

عبداللہ بن ابی قحافہ، رسول اکرم ﷺ کے سب سے بڑے صحابی، مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور آپ ﷺ کے پہلے جانشین اور خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی کنیت ''ابوبکر'' سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد قبیلہ قریش کی شاخ تیم کے ابوقحافہ (عثمان) بن عامر سے تھے۔ یہ لوگ خون بہا اور تاوان کی رقوم متعین کرتے تھے۔ آپ کی والدہ اس برداری کی ام الخیر سلمیٰ بنت صخر تھیں۔ آپ نے پانچ شادیاں کیں۔ حضرت ابوبکر کے والد اور والدہ دونوں صحابی تھے۔ آپ کے خاندان کی چار پشتوں نے عہد رسالت دیکھا۔ آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر اور دولت مند تھے۔ آپ عرب قبائل کے انساب کے بھی ماہر تھے۔ رشتے میں حضور پاک ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت مدینہ کے وقت آپ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر کا عہد خلافت (۱۱ھ / ۶۲۳ء تا ۱۳ھ / ۶۳۴ء) دو سال تین ماہ گیارہ روز تک رہا۔ ابو بکرؓ پندرہ روز علیل رہ کر ۲۲ رجمادی الآخر / ۲۳ راگست ۶۳۴ء کو فوت ہوئے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے پہلو میں دفن کیے

گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا سنِ ولادت حدود ۵۷۱ء۔۵۷۲ء ہے۔ آپؓ نبی پاک ﷺ سے اڑھائی برس چھوٹے تھے۔

(عبدالحلیم شرر، ''ثانی اثنین یعنی خلیفہ اوّل حضرت صدیق اکبرؓ کے مختصر جامع حالات زندگی''، کراچی: مکتبہ اہلسنت و جماعت، ۱۹۸۴ء، متعدد صفحات)

ابوطالب:

ابوطالب عبدمناف بن عبدالمطلب ہاشمی القریشی، رسول پاک ﷺ کے عم محترم اور حضرت علیؓ کے والد حدود ۸۵ق ھ/ ۵۴۰ء میں مکے میں پیدا ہوئے اور ۳ق ھ/ ۶۲۰ء میں وہیں فوت ہوئے۔ سلسلہ نسب ددھیال اور ننھیال کی طرف سے قریش کے دو نامور موروثوں پر پہنچتا ہے۔ یعنی قصیٰ اور مخزوم، خطابت و شعر میں بھی ابوطالب کا ایک مقام ہے۔ اُن کی طرف سے ایک چھوٹا سا دیوان بھی منسوب ہے۔ یعنی دیوان شیخ الاباطح ابی طالب جو چار سو اکیس اشعار پر مشتمل ہے۔ جب نبی پاک ﷺ کی عمر آٹھ سال تھی تو آپ نے ابوطالب کے زیر سایہ پرورش پائی۔ حضرت خدیجہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے نکاح کا خطبہ بھی ابوطالب نے پڑھایا تھا۔ ابوطالب نبی پاک ﷺ کے ساتھ تین سال تک شعبِ ابی طالب میں بھی محصور رہے۔ ابوطالب نے دو شادیاں کیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱، ص ۸۳۴۔۸۳۶)

ابوسعید مرزا:

سلطان ابوسعید مرزا بن سلطان محمد مرزا بن میراں شاہ بن تیمور لنگ۔ پیدائش ۱۴۲۷ء بمطابق ۸۳۰۔ ۲۵ برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ۱۸ سال تک حکومت کی۔ ماوراالنہر، بدخشاں، کابل، غزنیں، قندھار اور حدود ہندوستان پر تصرف کیا۔ ۲۵ رجب ۸/۸۷۳ فروری ۱۴۶۹ کو فوت ہوا۔ گیارہ بیٹے چھوڑے درویشوں اور گوشہ نشینوں سے اظہار عقیدت رکھتا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۴۹)

ابونصر فراہی:

بہرام شاہ بن تاج الدین حاکم سیستان کے زمانے میں موجود تھا۔ ''نصاب الصبیان'' تصوف کی اصل نام بدرالدین تھا۔ مقام فرخ ملک بجستان وطن تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل ص ۶۰)

اٹل نارنولی، سید:

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ میر جعفر زٹلی کے بھائی ہیں۔ اگر چہ سگے بھائی نہیں تو روحانی ضروری ہیں۔ اِن کا اور میر جعفر کا مذاق ایک ہی رنگ کا ہے۔ اور زٹل اور اٹل میں فرق نہیں پایا جاتا۔ دونوں ہم عصر تھے۔

(پروفیسر سیدہ جعفر و پروفیسر گیان چند جین، ''تاریخ ادب اُردو'' (۱۷۰۰ء تک) جلد پنجم، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۱۹۹۸ء، ص ۷۳۔۷۶)

اٹل، میر عبدالجلیل بلگرامی:

میر عبدالجلیل بلگرامی نے اپنے کلام ریختہ میں اٹل تخلص کیا اور جعفرزٹلی سے روحانی فیض حاصل کرنے کا اعلان کیا۔ اُردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۶۳)

اثیرالدین:

اخسکتی یا اخسکت جو صوبہ فرغانہ میں ایک شہر ہے۔ وہاں کا باشندہ تھا نہایت اچھا شاعر اور خاقانی کا ہم عصر تھا۔ ۶۰۸ھ/۱۲۱۱ء میں وفات پائی۔ اِس کی زندگی کا زیادہ حصہ اتابک کے دربار میں گزرا۔ ارسلان شاہ خلف طغرل یلدگز اور قزل ارسلان کے زمانے میں بہت مقام پایا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۶۱)

احسان، عبدالرحمٰن خاں:

عبدالرحمان خاں نام اور احسان تخلص تھا۔ شاہ عالم بادشاہ کے عہد حکومت کے شعرائے کرام میں سے ہیں۔ کئی برس تک مرزا ایزد بخش بہادر کی سرکار میں عہدہ مختاری پر فائز رہے۔ باوجود پیرانہ سالی کے اکثر وبیشتر مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔
(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، گلشن بے خار، مترجم: حمیدہ خاتون، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۱۹۹۸ء، ص ۲۷)

احسن اللہ لاہوری:

احسن اللہ لاہوری کے والد خواجہ ابوالحسن اکبر کے عہد میں خراسان سے ہندوستان آئے اور شہزادہ دانیال کے وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء میں فوت ہوئے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب حصہ دوم، ص ۴۲۴)

احسن اللہ، حکیم:

حکیم احسن اللہ خاں (م ۱۸۷۳ء) کے آباؤ اجداد ہرات سے کشمیر اور یہاں سے دہلی آئے والد کا نام محمد عزیز اللہ تھا، جو نامور طبیب تھے۔ حکیم احسن اللہ خاں نواب احمد بخش خاں اور نواب جھجھر کے ہاں بھی ملازمت کی۔ بہادر شاہ کے بھی طبیب خاص رہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں خفیہ طور پر انگریزوں کے طرفدار رہے۔ اندور میں وفات پائی۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۶۳)

احسن مارہروی:

سید علی احسن مارہروی یکم نومبر ۱۸۷۶ کو پیدا ہوئے۔ شاعری میں داغ کے شاگرد تھے۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۴ء تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے انٹرسیکشن میں اُردو کے لیکچرار رہے۔ ۱۹۳۴ء میں یونیورسٹی میں شعبہ اُردو کے لئے لیکچرار منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں ریٹائر ہوگئے۔ ۳۰ اگست ۱۹۴۰ء کو انتقال کر گئے اُن کی مرتبہ ''کلیات ولی'' بہت مشہور ہے۔ دوسرا کارنامہ ''تاریخ نثر اُردو'' بنام تاریخی ''نمونہ منشورات'' ہے یہ کتاب ۱۳۴۹/۱۹۳۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شائع ہوئی۔ اِس کتاب میں

نمونوں اور تبصروں کے ذریعے اُردو نثر کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔
(ڈاکٹر گیان چند، ''اُردو کی ادبی تاریخیں''، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۰ء، ص ۲۱۱)

احسن، احسن اللہ:

شیریں کلام، نیک سیرت، احسن اللہ احسن، میاں محمد امان مرحوم جو کہ برہان العاشقین مولانا محمد فخر الدین کے خلیفہ کے مرید تھے۔ نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ احسن، قدرت اللہ قاسم کے شاگرد رشید تھے اور ہم عصر بھی۔
(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اُردو''، جلد دوم، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۵، طبع چہارم، ص ۲۶۵۔۲۶۶)

احسن، محمد احسن:

محمد احسن نام اور احسن تخلص، آبرو کے ہم صحبتوں میں سے تھے۔ وارفتگی اور حسن پرستی طبیعت میں تھی۔ ۱۱۶۰ھ میں فوت ہوئے۔
(ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی، ''دلّی کا دبستان شاعری''، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۶ء، ص ۱۴۴)

احمد بخش خاں، نواب:

نواب احمد بخش خاں نے اپنی سپاہیانہ زندگی کا آغاز مرہٹہ فوج سے کیا۔ مہاراجہ الور کی معرفت لارڈ لیک (کمانڈر انچیف) کے ایجنٹ مقرر ہوئے۔ نواب نے قدم قدم پر بہادری اور جرات کا ثبوت پیش کیا۔ مہاراجہ الور نے ضلع گوڑگاؤں، پونا، فیروز پور جھرکہ، سنکارا، بچھور اور لوہارو کے دیہات بطور جاگیر انہیں بخش دیئے۔ اکتوبر ۱۸۲۷ء میں نواب احمد بخش خاں کا انتقال ہوا۔
(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص ۲۳)

احمد بیگ خان:

محمد شریف نور جہاں کے بھائی کا لڑکا تھا۔ جہانگیر کے عہد میں بنگال میں رہا۔ شاہجہان کی بغاوت میں مدد کی۔ بعد ازاں شاہجہان نے ملتان، ٹھٹھہ اور سیوستان کا گورنر مقرر کیا۔ اودھ میں جائیس اور امیٹھی کی جاگیر ملی اور وہیں فوت ہوا۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۶۷)

احمد خاں:

تیمور شاہ (عہد ۱۷۷۳ء۔ ۱۷۹۳ء) کے اراکین سلطنت کا ایک اہم رُکن جسے بادشاہ نے ۱۷۸۶ء میں سندھ کی بغاوت ختم کرنے کے لئے بھیجا۔ ۱۷۹۵ء میں شاہ زمان نے قلعہ روہتاس فتح کرنے کے لئے بھیجا جس میں احمد خاں کامیاب ہوا۔
(محمد شفیع صابر، ''تاریخ صوبہ سرحد''، پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۸۶ء، ص ۳۸۱۔۳۸۵)

احمد دکنی، شیخ:

شیخ احمد گجرات کا رہنے والا تھا۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ھ۔ ۱۰۲۰ھ) نے اُسے اپنے دربار میں بلایا۔ اس طرح احمد، محمد قلی کا درباری شاعر بن گیا احمد، شاہ وجیہہ الدین علوی (وفات ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء) کا مرید تھا اور خلافت بھی انہی

سے ملی تھی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ٦٦)

احمد سرہندی:

امامِ ربانی، مجدد الف ثانی، ابوالبرکات بدر الدین شیخ احمد نقشبندی، عہد اکبر و جہانگیر کے بہت بڑے مایہ ناز عالم دین، فقیہ، مذہبی و سیاسی مصلح، الحاد و زندقہ کے استیصال اور اتباع شریعت کے داعی، احیائے سنت اور اقامت دین کے پرچارک اور تصوف کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بانی مخدوم شیخ عبدالاحد کے صاحبزادے ہیں جو شیخ عبدالقدوسؒ گنگوہی کے مرید اور خود بھی ایک صاحب علم بزرگ تھے۔ ولادت ۱۴رشوال ۹۷۱ھ / ۱۵٦۴ء مولد سرہند اور سلسلہ نسب حضرت فاروق اعظم سے ملتا ہے۔ والد سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ، رہتاس، جونپور، آگرہ (اکبرآباد) اور لاہور میں اسلام کا نور پھیلاتے رہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مرید تھے۔ آپ کی شخصیت اسلامی ہندوستان کی تاریخ تصوف میں یگانہ ہے۔ سرہند ہی میں ۲۸رصفر ۱۰۳۴ھ / ۱۰ردسمبر ۱٦۲۴ء کو انتقال ہوا۔ آپ نے اپنے خیالات کی ترجمانی اپنی تصانیف المبدا والمعاد، معارف الادنیہ اور مکاشفات غیبیہ میں کی ہے۔

(شیر محمد گریوال، ''اسلامیانِ ہند کا شاندار ماضی''، لاہور: اسلامک بک سروس، ۱۹۸۹ء، ص ۱۴۱۔۱۴۸)

احمد شاہ بہادر:

احمد شاہ بہادر مجاہد الدین ابونصر، محمد شاہ مغل شہنشاہ دہلی کا بیٹا اور جانشین جو ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء میں پیدا ہوا۔ اُس کے عہد میں عنانِ حکومت عملی طور پر صفدر جنگ نواب اودھ کے ہاتھ میں رہی جسے نئے شہنشاہ کا وزیر اعلیٰ بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔ احمد شاہ بذات خود ایک نااہل حکمران تھا جو عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ ۱۱٦۷ھ / ۱۷۵۴ء میں اسے قید کر کے آنکھیں نکلوا دی گئیں۔ ۱۱۸۹ھ / ۱۷۷۵ء میں وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۱۳۰۔۱۳۱)

احمد شاہ درانی یا ابدالی:

احمد شاہ درّانی یا ابدالی (۱۱۳٦ھ / ۱۷۲۴ء۔۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۳ء) افغانستان کے سدّوزئی خاندان کا پہلا حکمران اور درانی سلطنت کا بانی جو افغانوں کے ابدالی قبیلے کی پوپل زئی برادری کی ایک شاخ سدوزئی کا فرد تھا۔ ملتان میں پیدا ہوا۔ جمادی الآخر ۱۱٦۰ھ / جون ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کو قزلباش سازشیوں نے خراسان میں قتل کر ڈالا اِس واقعے سے احمد خاں اور افغان سپاہیوں کو قندھار کی طرف کوچ کرنے کا خیال پیدا ہوا راستے میں انہوں نے احمد خاں کو اپنا سردار منتخب کر لیا اور اُسے احمد شاہ کا لقب دیا۔ احمد شاہ نے ''دُرِّ دُرّان'' یعنی موتیوں کا موتی لقب اختیار کیا اور اُس دن سے ابدالی دَرّانی کہلانے لگے۔ احمد شاہ کی تاج پوشی کی رسم قندھار میں ادا ہوئی۔ احمد شاہ نے ہندوستان پر ۱۷۴۸ء سے ۱۷٦۹ء تک نو مرتبہ حملہ کیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو نادر شاہ کی مشرقی مملکت کا وارث سمجھتا تھا۔ دسمبر ۱۷۵٦ء میں وہ لاہور پہنچا اور بغیر کسی مزاحمت کے دہلی تک جا پہنچا۔ جنوری ۱۷۵۷ء کو دارالخلافہ میں داخل ہوا اور شہر میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ واپس جانے سے پہلے اُس نے محمد شاہ مرحوم شہنشاہ دہلی کی لڑکی حضرت بیگم سے شادی کر لی اور بیٹے تیمور کو بادشاہ عالمگیر ثانی کی بیٹی زہرہ بیگم سے بیاہ دیا۔

ہندوستان میں مرہٹوں اور سکھوں کی سرکوبی کی۔ احمد شاہ درانی کی وفات کے وقت اُس کی سلطنت قریب قریب دریائے آمو سے لے کر دریائے سندھ تک اور تبت سے خراسان تک پھیل چکی تھی۔ اِس میں کشمیر، پشاور، ملتان، سندھ، بلوچستان، ایران خراسان، ہرات، قندھار کابل اور بلخ کے علاقے شامل تھے۔

(ڈاکٹر گنڈا سنگھ، ''احمد شاہ ابدالی''، مترجم: رئیس احمد جعفری، کراچی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ۱۹۷۷ء، متعدد صفحات)

احمد کھٹو:

شیخ احمد کھٹو کا لقب شہاب الدین تھا۔ شیخ احمد کھٹو ۷۳۸ھ میں پیدا ہوئے ایک سو گیارہ سال کی عمر پا کر ۸۴۹ھ میں فوت ہوئے۔ کھٹو ایک گاؤں کا نام ہے جو اجمیر شریف کے قریب واقع ہے۔ آباؤ اجداد کا تعلق دہلی سے تھا۔ جب دہلی میں زبر دست طوفان آیا تو آپ نجیب مناج سے مولانا صدر الدین سے ہوتے ہوئے شیخ اسحاق مغربی تک آئے جنہوں نے اپنی فرزندی میں رکھ کر پرورش کی اور اِس کا نام شیخ احمد رکھا۔ اصل نام ملک نصیر الدین تھا۔ شیخ اسحاق مغربی سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔ اہل گجرات آپ کو گنج بخش کہہ کر پکارتے تھے۔ احمد آباد کا سنگ بنیاد ۸۱۳ھ میں آپ ہی کے دست مبارک سے رکھوایا گیا تھا۔

(مفتی غلام سرور لاہوری، ''خزینۃ الاصفیا''، مترجم: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۳ء، ص ۲۹۵۔۳۰۰)

احمد نظام شاہ بن نظام الملک:

احمد نظام شاہ بن نظام الملک دکن کے نظام شاہی خاندان کا بانی تھا۔ اِس کا باپ سلطان محمود شاہ بہمنی کا وزیرِ اعظم تھا۔ ۸۹۱ھ/۱۴۰۶ء میں اپنے والد کے قتل کی خبر سُن کر فوراً واپس جا کر اپنے باپ کا لقب اختیار کیا۔ احمد نظام شاہ اپنی جنگی کارناموں کی وجہ سے ایک خطرناک ہستی سمجھا جاتا تھا۔ احمد نگر شہر کی بنیاد ۹۰۰ھ/۱۴۹۵ء میں رکھی جو دو برس میں مکمل ہو گیا۔ احمد نگر کا پہلا نظام شاہی بادشاہ ہوا۔ ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۴۳)

احمد نہروانی شیخ:

شیخ احمد نہروانی بدایونی (م ۶۶۱ھ) شیخ حمید الدین ناگوری کے مرید تھے۔ آپ صاحب کشف و کرامات میں مشہور ہوئے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی آپ کی شان میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ احمد کا استغراق اور اُن کی مشغولی دس صوفیوں کے برابر ہے۔ شیخ احمد نہروانی کپڑا بننے کا کام کرتے تھے۔

(حامد بن فضل اللہ جمالی، ''سیر العارفین''، مترجم و مرتب: محمد ایوب قادری، ص ۲۱۵۔۲۱۶)

احمد یسوی خواجہ:

خواجہ احمد یسوی (م ۵۶۲/۱۱۶۶ء) ایک مشہور صوفی شاعر اور درویشی سلسلے کے بانی تھے۔ عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ اگر چہ انہیں ''پیر ترکستان'' کا لقب دیا گیا لیکن اُن کی شہرت اور اثر کا دائرہ کار صرف ترکستان تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اِس سے بھی وسیع تر رقبے میں آباد مختلف ترک قبیلوں کے درمیان تقریباً نو سو سال تک قائم رہا۔ احمد یسوی کا تعلق سلسلہ خواجگان سے تھا یہی وجہ ہے کہ اُنہیں خواجہ احمد یسوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ ترکستان کے شہر سیرام میں پیدا ہوئے۔ احمد

شیخ ابراہیم کے بیٹے تھے۔ والد کے انتقال کے بعد اپنی بڑی بہن کے ساتھ پیپی چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ یہ شہر ارغوز خان کا دارالحکومت تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲، ص ۱۵۷۔۱۵۸)

احمد ﷺ:

حضرت محمد ﷺ عرب کے نہایت معزز خاندان قریش سے تھے۔ جو خانہ کعبہ کا کلید بردار تھا۔ آپ ﷺ کے دادا کا نام عبدالمطلب تھا۔ حضرت محمد ﷺ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا۔ اور والدہ کا نام بی بی آمنہ تھا۔ ۵۷۰ء مطابق ۱۲/ربیع الاوّل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ ہنوز بطن مادر میں تھے کہ آپ ﷺ کے والد نے رحلت فرمائی اور صغیر سنی میں والدہ نے بھی انتقال کیا۔ آپ ﷺ کی پرورش اور تربیت آپ کے چچا جناب ابو طالب نے کی۔ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے شادی کی۔ آپ ﷺ خلوت میں غارحرا تشریف لے جاتے اور خدا کی یاد میں مصروف رہتے۔ سب سے پہلی وحی یہیں نازل ہوئی۔ چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا جس سے کفار آپ ﷺ کے دشمن ہو گئے۔ جب کفار مکہ کے ظلم وستم حد سے بڑھ گئے تو آپ ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ ہجرت کا واقعہ ۲۰/جون ۶۲۲ء کو ہوا اور مسلمانوں کو سنہ ہجری اسی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ ہجرت کے دسویں سال حجتہ الوداع واقع ہوا اور آپ مکے تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے مسلمانوں سے خطاب کیا اور مذہب اسلام کا خلاصہ بیان فرمایا۔ ۱۲/ربیع الاوّل ۱۱ھ/۶۳۲ء کو ۶۳ برس کی عمر میں آپ ﷺ نے دارفانی سے پردہ فرمایا۔ اسلام سے پہلے عرب جو ایک جاہل قوم تھی۔ نور اسلام سے اُن کے دِل و دماغ روشن ہو گئے۔

(''مقالات سیرت''، لاہور: سیرت کانفرنس کمیٹی، ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات)

اختر لونی، جنرل:

لارڈ ہیسٹنگز (۱۸۱۳ء۔۱۸۲۳ء) جو ہندوستان کا گورنر جنرل بھی تھا اور انگریزی فوج کا کمانڈر انچیف بھی۔ جنرل اختر لونی نیپال کی مہم میں اِسی لارڈ کے ماتحت تھا۔ اختر لونی نے ۱۰ مئی ۱۸۱۵ کو ملاؤں پر قبضہ کیا اور امر سنگھ کو شکست ہوئی۔

(باری، ''کمپنی کی حکومت''، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۶ء، ص ۲۶۶۔۲۶۸)

اخفش:

چونکہ اِس کی آنکھیں بہت چھوٹی تھیں۔ اِس لئے اخفش کہلاتا تھا۔ اصل نام ابوالحسن سعید تھا۔ مشہور مصنف اور علم صرف کا زبردست عالم تھا۔ ۸۳۰ء میں وفات پائی۔ اِس نام کے تین آدمی تھے۔ تینوں مصنف تھے۔ اخفش اصغر نے ۸۴۵ء میں وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۱، ص ۴۷)

اخی سراج، پروانہ شیخ:

اخی سراج (م ۱۳۵۷ء) بنگال کے ممتاز صوفی بزرگ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے خلیفہ جنہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں گزارا۔ مولانا فخر الدین زرادی اور مولانا رکن الدین اندر پتی سے علوم ظاہری کی تکمیل

کی اِن کا مزار سعد اللہ پور میں مرجع خاص و عام ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۷۳)

ادریسؑ:

حضرت ادریسؑ ایک قدیم پیغمبر جن کا ذکر قرآن پاک میں دو مرتبہ آیا ہے۔ جائے پیدائش مصر کا ایک قریہ ''صنف'' بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت شیث سے ابتدائی علم حاصل کیا۔

(مولانا محمد عبدالرحمٰن، ''سیرت انبیائے کرام''، ص ۵۳۔۵۹)

اردشیر:

ایران قدیم کے فرمانرواؤں کا مشہور نام اسلامی روایات میں صرف اس نام کے آخری دور کے ساسانی بادشاہوں کا ذکر آتا ہے۔ یعنی اردشیر اوّل (۲۲۶ھ تا ۲۴۱ھ)، اردشیر ثانی (۳۷۹ھ تا ۳۸۳ھ) اردشیر ثالث (۶۲۸ھ تا ۶۲۹ھ)۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۳۲۰)

ارزقی:

حکیم ابوالحاسن یا ابوبکر زین الدین بن اسماعیل الوراق، ہرات کا مشہور فارسی شاعر تھا۔ ارزقی کے والد کا نام اسمٰعیل الورّاق تھا جو فردوسی کے ہم عصر اور دوست تھے۔ اِس کے ابتدائی کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ اِس کی شاعری کا زمانہ کم و بیش چالیس سال رہا۔ ارزقی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ انصاری حروی (م ۴۸۱ھ) کا مرید تھا۔ ارزقی ۴۷۳ھ/۱۰۸۱ء تک زندہ تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۴۹۳۔۴۹۹)

ارسلان بن مسعود شاہ:

ارسلان شاہ بن مسعود بن ابراہیم غزنوی غالباً ۴۷۶ھ میں پیدا ہوا۔ والد کی وفات کے بعد ارسلان کا بڑا بھائی شیر زاد تخت نشین ہوا مگر ارسلان شاہ نے شیر زاد کو قتل کر دیا اور دوسرے بھائیوں کو بھی قتل یا قید کر دیا۔ لیکن ایک بھائی بہرام شاہ بچ نکلا۔ ملک ارسلان غزنی میں ''السلطان الاعظم، سلطان الدولہ'' کے لقب سے ۶ رشوال ۵۰۹ھ / ۲۲ رفروری ۱۱۱۶ء کو تخت نشین ہوا۔ دو سال حکومت کرنے کے بعد اپنے بھائی بہرام شاہ کے ہاتھوں جمادی الاخر ۵۱۲ھ ۱۱۱۸ء میں قتل ہوا اور غزنی ہی میں اپنے والد مسعود سوم کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ا طبع اوّل، ص ۷۲۔۷۴)

ارسلان شاہ، ملک:

سلطان مسعود غزنوی سوم کا بیٹا تھا اپنے بھائی شیر زاد کو ۵۰۹ھ / ۱۱۱۵ء میں قتل کر کے خود تخت نشین ہوا تھا اور اپنے تمام بھائیوں کو قید کر لیا، صرف بہرام شاہ خراسان کو بھاگ گیا۔ وہاں اُس نے اپنے چچا سے مدد چاہی۔ سنجر نے ۵۱۲ھ / ۱۱۱۸ء میں غزنی پر حملہ کر کے ارسلان شاہ کو شکست دی اور قید کر کے اِسے مروا ڈالا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۷۷)

اسپرنگر:

اسپرنگر اصل میں طبیب تھے اور بنگال میں اسسٹنٹ سرجن کی خدمت پر مامور تھے عربی زبان وادب کے عالم ہونے کی وجہ سے فارسی اور اُردو میں بھی شغف پیدا ہو گیا تھا۔ اِسی وجہ سے وہ ۱۸۴۵ء میں دہلی کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اسپرنگر نے دہلی ورینکلر سوسائٹی کے معتمد اور روح رواں کی حیثیت سے اُردو کی بڑی خدمت کی۔ انگریزی کتب کا اُردو میں ترجمہ کرایا۔ ۱۸۴۸ء میں اسپرنگر نے شاہان اودھ کے کتب خانوں میں اُردو ادب کی بہت سی نایاب کتب سے اُردو دنیا کو روشناس کرایا۔ ۱۸۵۰ء سے اسپرنگر کلکتہ میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے معتمد اور فورٹ ولیم کالج کے ممتحن کی حیثیت سے مشرقی علوم اور اُردو کی خدمت کرتے رہے۔ اُن کا انتقال ۱۹ دسمبر ۱۸۹۳ء میں برن (سوئٹزرلینڈ) میں ہوا۔

(ڈاکٹر رضیہ نور محمد، ''اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، لاہور، مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۸۵ء، ص ۱۲۲۔۱۲۳)

اسحاقؑ:

حضرت ابراہیمؑ کے صاحبزادے اور بنی اسرائیل کے جد امجد حضرت اسحٰقؑ حضرت اسماعیلؑ سے عمر میں تیرہ چودہ برس چھوٹے تھے جن کی پیدائش کی بشارت حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی بیوی سارہ کو پیرانہ سالی میں ملی۔ حضرت اسحٰقؑ کی پیدائش و ولادت جبرون (الخلیل) میں ہوئی۔ جہاں مصر سے واپسی پر حضرت ابراہیمؑ نے امامت اختیار کر لی تھی۔ حضرت اسحاقؑ کی شادی چالیس سال کی عمر میں حضرت رفقا کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے بیس سال بعد عیصو (عیص) اور یعقوب پیدا ہوئے۔ بڑی طویل عمر پائی۔ حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(مولانا محمد عبدالرحمٰن، ''سیرت انبیائے کرام''، ص ۲۵۵۔۲۶۱)

اسحاق کاکو، شیخ:

شیخ اسحاق کاکو المتوفی ۹۹۶ھ / ۱۵۸۸ء اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل تھے آپ بڑے صوفی مشرب متوکل اور تمام علوم وفنون کے ماہر تھے۔ تمام عمر درس وتدریس میں گزاری وفات کے بعد آپ کا مزار نخاس ہی میں بنایا گیا جوانی میں شکار کے بہت دلدادہ تھے۔ کاکو آپ کے والد بزرگوار کا نام ہے۔

(محمد طفیل (مدیر)، مشمولہ: نقوش (لاہور نمبر)، لاہور، حصہ اوّل، شمارہ ۲، ۹ رفروری ۱۹۶۲ء، ص ۴۶۳۔۴۶۴)

اسحاق مغربی، شیخ:

شیخ اسحاق مغربی، شیخ مغربی کے خلیفہ بھی تھے اور جلیس مجلس بھی۔ اپنے مرشد کی وفات کے بعد چار دن تک مزار پر مقیم رہے۔ مرشد کے اشارے پر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ اجمیر شریف آئے اور یہاں مزار پر قیام کیا۔ قصبہ کھٹو کے علاقہ میں جانے کا اشارہ ہوا۔ یہاں آکر آپ نے خلق خدا کو روحانیت سے مالامال کیا۔ آپ نے ۷۷۶ھ میں وفات پائی۔

(مفتی غلام سرور قادری لاہوری، ''خزینۃ الاصفیا''، ص ۲۶۵۔۲۶۶)

اسدی:

ابو نصر علی بن احمد نام اسدی تخلص اور وطن طوس ہے۔ اِسکے والد ابو نصر احمد بن منصور کا تخلص بھی اسدی تھا۔ جو غزنوی دور میں منظوم مناظرے لکھنے کی وجہ سے مشہور ہوا۔ دوسری جانب علی بن احمد اران کے ایک امیر ابو دلف کے دربار میں متعین تھا۔ ایک وزیر کے مشورے سے اپنا ''گرشاشپ نامہ'' یا ''گشتاسپ نامہ'' نظم کیا۔ جو فردوسی کے شاہنامہ کی طرز میں قدیم ترین مثنوی ہے۔ یہ مثنوی نو ہزار اشعار پر مشتمل ہے جس میں گرشاسپ کو شجاعت کا مجسمہ بتایا ہے۔ اسدی کی ایک اور یادگار تصنیف ''لغت فہرس'' یا فرہنگ اسدی ہے۔ ''لغت فہرس یا فرہنگ اسدی'' جو نادر الفاظ کی ایک فرہنگ ہے اور جسے شعرا کا ایک مختصر سا انسائیکلو پیڈیا بھی کہا جا سکتا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲، ص۶۰۹۔۶۱۰)

اسفندیار:

اسفندیار بن گشتاسپ شاہ کا سپہ سالار تھا۔ جسے رستم نے قتل کیا تھا۔ اِس کا تذکرہ شاہ نامے میں ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص۷۹)

اسلام خاں:

اس نام کی تین شخصیات مشہور ہیں۔

ا۔ اسلام خاں تخلص تھا۔ عالمگیر کے عہد میں پنج ہزاری منصب دار تھا۔ ۱۰۷۴/۱۶۶۳ میں بمقام آگرہ فوت ہوا۔

۲۔ اسلام خاں رومی (ترک) لقب حسین پاشا بن علی پاشا بصرہ کا صوبے دار تھا۔ ۱۰۸۰ھ/۱۶۶۹ میں عہد عالمگیری میں ہندوستان آیا اور منصب پنج ہزاری اور خطاب اسلام خاں سے سرفراز ہوا۔ وہ دکن میں بیجا پور کی لڑائی میں ۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ میں قتل ہوا۔

۳۔ اسلام خاں، خطاب اعتضاد الدولہ، سلیم چشتی کا پوتا، شیخ مبارک کا داماد اور لاڈلی بیگم کا شوہر تھا۔ بنگال کا صوبے دار مقرر ہوا۔ اسلام خاں مشہدی، مشہد کا متوطن تھا۔ اصل نام میر عبدالسلام تھا۔ عہد شاہ جہانی میں بنگال کی صوبے داری کا منصب حاصل ہوا۔ ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء میں فوت ہوا اور اورنگ آباد میں دفن کیا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۱، ص۷۹۔۸۰)

اسماعیل بن برہان نظام شاہ ثانی:

نظام شاہی خاندان کا چھٹا حکمران اسماعیل بن برہان نظام شاہ ثانی (۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء۔۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء) صرف دو برس تک حکومت کی۔ برہان شاہ ثانی نے اپنے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ کے مقابلے میں شکست کھا کر شہنشاہ اکبر کے دامن میں پناہ لی تھی۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے انتقال کے بعد اسماعیل تخت نشین ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص۸۳)

اسماعیل صفوی:

شاہ اسماعیل صفوی بن سلطان حیدر صفوی خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔ جو فارس میں ۱۵۰۰ء میں حکومت کرتا تھا۔ اِس خاندان میں شیخ صفی الدین نے بہت شہرت حاصل کی۔ ۲۵ رجب ۸۹۲ھ/ ۱۷ جولائی ۱۴۸۷ء کو پیدا ہوا تھا۔ ۲۴ سال حکومت کر کے ۱۹ رجب ۹۳۰ھ/ ۲۳ مئی ۱۵۲۴ء میں ۳۸ سال کی عمر میں وفات پائی اور اردبیل میں دفن ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۸۲۔۸۱)

اسماعیل عادل شاہ:

سلطان بیجا پور عرف ابوالفاتح بیجا پور کے تخت پر دکن میں اپنے باپ یوسف عادل شاہ کا جانشین ۱۵۱۰ء / ۹۱۶ھ میں ہوا۔ ۲۵ سال حکومت کرنے کے بعد ۲۷ / اگست ۱۵۳۴ء / ۱۶ رصفر ۹۴۱ھ میں وفات پائی اور مقام گوگی میں اپنے باپ کی قبر کے پاس دفن ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۸۳)

اسماعیل مولوی:

مولانا شاہ اسماعیل شہید ابن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ/ ۲۹ اپریل ۱۷۷۹ء کو پیدا ہوئے۔ قرآن پاک کے علاوہ صرف ونحو کی معمولی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ والد کی وفات کے بعد شاہ عبدالقادر نے تعلیم و تربیت کا ذمہ اٹھایا۔ خداداد استعداد کی بنا پر سولہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہوتے ہی شاہ اسماعیل نے اصلاح وارشاد کا کام شروع کر دیا۔ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء میں سید احمد بریلوی کے مرید ہوئے۔ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد سرحد میں قیام کیا اِس دوران وعظ و تذکرہ، دعوت و اعلام، دفاع و اقدام، تدبیر و سیاست وغیرہ تمام مشاغل میں پیش پیش رہے۔ ۲۴ ر ذوالقعد ۱۲۴۶ھ/ ۶ رمئی ۱۸۳۱ء کو شاہ صاحب نے بالاکوٹ میں شہادت حاصل کی۔ شاہ اسماعیل کی مذہبی تصانیف درج ذیل ہیں۔ ''ردالاشراک'' (روشرک میں آیات واحادیث کا مجموعہ) ''تقویت الایمان'' ''منصب امامت'' (مسئلہ امامت کے متعلق محققانہ رسالہ)، رسالہ ایک روزی (فارسی) (تقویت الایمان پر مولانا فضل الحق خیر آبادی کے اعتراضات کا جواب) رسالہ اصول فقہ، رسالہ منطق وغیرہ۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۷۴۹۔۷۵۳)

اسماعیل:

اسماعیل کا شمار دلی کے غیر دکنی معاصر شعرا میں ہوتا ہے۔ اِن کا تخلص بھی اسماعیل ہی تھا۔ امروہہ کے رہنے والے تھے۔ اِن کی ایک مثنوی ''وفات نامہ'' حضرت فاطمہ (سنہ تصنیف ۱۱۰۵ھ/ ۱۶۹۳ء) دستیاب ہوئی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد اُردو ادب حصہ اوّل، ص ۵۷۰)

اشرف غلام:

حافظ غلام اشرف غزلیات میں کبھی حافظ تخلص کرتے تھے اور کبھی اشرف۔ علم موسیقی میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ طبعیت کے لا اُبالی تھے۔ اِن کے والد متقی و پرہیز گار انسان تھے۔ اِن کے بھائی مولوی نور احمد ممتاز اپنے عہد کے نامور عالم تھے۔
(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، مرتبہ: حافظ محمود شیرانی، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ص ۶۲)

اشرف مولوی:

مرزا محمد اشرف خلف اسلام خاں شہری کا خطاب ہے۔ شاہجہان کے زمانے میں اعتماد خاں کا خطاب ملا۔ عالمگیر کے عہد میں سہ ہزاری کے منصب پر فائز ہوا اور اشرف خاں کا خطاب پایا۔ بیجا پور کی فتح کے پانچ دن کے بعد ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ / ۱۷ ستمبر ۱۶۸۶ء میں وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۸۴)

اشک، خلیل علی خاں:

خلیل علی خاں نام اور اشک تخلص تھا۔ فورٹ ولیم کالج کے مشہور اہل قلم میں سے تھے۔ جہاں اِن کی تقرری ۹، اگست ۱۸۰۱ء کو عمل میں آئی۔ ''واقعات اکبر'' ۱۸۰۹، قصہ گلزار حسین ۱۸۰۴ اور داستان امیر حمزہ اُن کی مشہور تصانیف وتراجم ہیں۔
(حامد حسن قادری، ''داستان تاریخ اُردو''، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، طبع سوم ۱۹۶۶ء، ص ۱۴۱۔۱۴۳)

اصطخری:

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی ایک عربی جغرافیہ نگار تھا۔ جو ۳۴۰ھ / ۹۵۱ء میں زندہ تھا۔ اصطخری کی مشہور تصنیف المسالک والممالک کا نیا ایڈیشن قاہرہ سے چھپا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۸۳۹۔۸۴۰)

اصغر علی خاں، نواب:

صاحبزادہ اصغر علی خاں ولد محمد عبداللہ خاں ظریف رئیس رامپور اور حکیم مومن خاں دہلوی کے شاگرد رشید، عاشقانہ مضامین کے دلدادہ تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں اڑتالیس برس کی عمر میں بمقام میرٹھ انتقال فرمایا۔
(لالہ سری رام، ''تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ خمخانہ جاوید'' ص ۳۲۴)

اصغر علی خاں، نواب:

صاحبزادہ اصغر علی خاں ولد محمد عبداللہ خاں ظریف رئیس رامپور اور حکیم مومن خاں دہلوی کے شاگرد رشید، عاشقانہ مضامین کے دالدہ تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں اڑتالیس برس کی عمر میں بمقام میرٹھ انتقال فرمایا۔

(لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، ص ۳۲۴)

اصغر گونڈوی:

اصغر حسین نام تھا تاریخ پیدائش ۱۸۸۴ ہے۔ فنِ شعر میں امیر اللہ تسلیم کے شاگرد تھے۔ نظم و نثر پر یکساں قدرت تھی۔ ۳۰ نومبر ۱۹۳۶ء کو انتقال ہوا۔ نشاطِ روح اور سرودِ زندگی اُن کے شعری مجموعے ہیں۔

(محمد طفیل (مدیر)، نقوش (لاہور نمبر)، لاہور، ص ۹۲۰)

اعتماد الدولہ:

اعتماد الدولہ خواجہ غیاث پدر نور جہاں بیگم شہنشاہ جہانگیر کا خطاب ہے۔ جو تاتاری النسل تھا۔ اکبر کے زمانہ میں ایران سے ہندوستان آیا۔ عہدِ جہانگیری میں اعتماد الدولہ کا خطاب ملا۔ ۱۶۲۱ء/ ۱۰۳۰ھ میں آگرہ سے کشمیر جاتے ہوئے اعتماد الدولہ فوت ہوا۔ اُس کی لاش آگرہ لائی گئی اور جمنا کے کنارے دفن کی گئی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۸۶)

اعظم، اعظم خاں:

اعظم خاں افغانی نسل کے ہیں اور دلی میں رہتے تھے۔ شاہ محمد نصیر کے شاگرد تھے۔

(اسپرنگر، ''یادگار شعرائے لکھنؤ''، مترجم: طفیل احمد، ص ۲۵)

اعظم، محمد اعظم:

شہنشاہ عالمگیر کا تیسرا بیٹا محمد اعظم تھا۔ ۱۰۶۳ھ/ ۱۶۵۴ء کو پیدا ہوا شہنشاہ عالمگیر کی وفات کے وقت بہادر شاہ (محمد معظم) گجرات میں موجود تھا اِس لئے اعظم کو بادشاہ بنا دیا گیا اِس کی تاج پوشی شالیمار باغ میں بمقام احمد آباد (۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) عمل میں آئی۔ تھوڑے ہی دنوں بعد مع اپنے دونوں لڑکوں بیدار بخت اور والا جاہ اپنے بھائی (محمد معظم) کے خلاف لڑائی میں مارا گیا۔ مقبرہ ہمایوں بمقام دہلی دفن ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۸۶)

افراسیاب:

والیانِ بصرہ کے ایک سلسلے (آلِ افراسیاب) کا بانی یہ ایک مجہول النسب عامل تھا۔ جس نے تقریباً ۱۰۲۱ھ/ ۱۶۱۲ میں مقامی پاشا سے بصرے کی حکومت خرید لی۔ ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء میں ایرانی فوجوں نے بصرے پر حملہ کیا۔ افراسیاب کا بیٹا ''علی'' باپ کا جانشین مقرر ہوا۔ افراسیاب ایرانی روایت کے مطابق تورانیوں کا افسانوی بادشاہ تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۹۰۶)

افسوس، غفور بیگ:

غفور بیگ افسوس اپنے عہد کے معروف شاعر ہدایت اللہ خاں ہدایت کے شاگرد تھے۔ اِن کی عدم موجودگی میں اپنا

کلام حکیم ثناء اللہ خاں فراق اور حکیم قدرت اللہ قاسم کو دکھالیا کرتے تھے۔
(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اردو''، مرتبہ: حافظ محمود شیرانی، ص ۲۶)

افضل:

شاہ محمد افضل قادری نام اور افضل تخلص ہے۔ قطب شاہی دور کے آخری عہد کا شاعر ہے۔ وہ ایک صوفی منش اور مذہبی آدمی تھا۔ اپنے زمانے کے ایک بزرگ میراں شاہ کا مرید اور خلیفہ تھا۔ اس نے ایک مثنوی ''محسن الدین نامہ'' ۱۰۹۸/ ۱۶۸۶ میں لکھی یہ مثنوی ۱۱۸۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ جس میں حضرت محبوب سبحانی کی کرامات اور حضرت بندہ نواز اور اپنے مرشد میراں شاہ کی مدح لکھی ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب، حصہ اوّل، ص ۴۳۰۔۴۳۹)

افغان، فیض اللہ خاں:

احمد شاہ ابدالی کی وفات پر اُس کا دوسرا بیٹا، تیمور مرزا جو تیمور شاہ (عہد ۱۷۷۳ء۔۱۷۹۳ء) کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ فیض اللہ خاں اِسی تیمور شاہ کا خصوصی مشیر کار تھا۔ اپنے عہد میں بڑا مقتدر اور بااختیار شخص تھا۔ بعد ازاں اس نے تیمور شاہ کو ختم کرنے کی سازش تیار کی لیکن تیمور شاہ تو بچ نکلا لیکن فیض اللہ اپنے بیٹے سمیت قتل کر دیا گیا۔
(رائے بہادر گوپال داس، ''تاریخ پشاور''، لاہور: مطبع کوہ نور، سن ندارد، ص ۷۰۔۷۶)

اکبر الہ آبادی:

خان بہادر مولوی سید اکبر حسین جج عدالت خفیفہ الہ آباد، ۱۶ر نومبر ۱۸۴۶ء کو بمقام الہ آباد پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۸ء میں وکالت کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ ۱۸۸۰ء میں منصف، ۱۸۸۸ء میں سب جج اور ۱۸۹۴ء میں جج مقرر ہوئے۔ فن سخن سے خاص لگاؤ تھا۔ مغربی خیالات کو ایشیائی لباس پہنانا، انگریزی الفاظ کو اُردو میں ضم کر دینا اور ظرافت کے پہلو میں تعلیم و تہذیب مغربی کے اثرات کا خاکہ اڑانا اِن کا رنگِ خاص تھا۔ تین دیوان چھوڑے۔ ۲ر ستمبر ۱۹۲۱ء کو وفات پائی۔
(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''اکبر الہ آبادی تحقیقی و تنقیدی جائزہ''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، متعدد صفحات)

اکبر، جلال الدین:

ہمایوں کا بڑا بیٹا، بادشاہ غازی ہندوستان میں خاندانِ مغلیہ کا تیسرا شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر ۹۴۹ھ/ ۱۵ر اکتوبر ۱۵۴۲ء کو امرکوٹ (صوبہ سندھ) کے قلعہ میں پیدا ہوا۔ والدہ کا نام بانو بیگم تھا۔ ۲ر ربیع الثانی ۹۶۴ھ/ ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء کو بارہ سال نو ماہ کی عمر میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ تخت نشینی کے بعد بہت سی بغاوتوں اور سنگین مسائل پر دانشمندی سے قابو پایا۔ اپنی سلطنت کو گجرات، بنگال، کشمیر، سندھ، قندھار تک وسعت دی۔ ۵۱ سال نو ماہ حکومت کرنے کے بعد ۶۴ برس گیارہ ماہ کی عمر میں ۱۳ر جمادی الثانی/ ۱۶ر اکتوبر ۱۶۰۵ء میں اپنے جانشینوں کے لئے ایک وسیع و عریض سلطنت اور مستحکم نظام حکومت دے کر عالم بقا کو سدھارا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۴۰۔۵۱)

البیرونی، ابوریحان:

ابوریحان البیرونی خوارزم میں ۳۶۲ھ/ ۹۷۳ء میں پیدا ہوا۔ ابوریحان شہر سے باہر ایک محلے میں رہتا تھا۔ جو ''بیرون'' کے نام سے موسوم تھا۔ اِسی محلے کی نسبت سے ''البیرونی'' کے لقب سے شہرت پائی۔ شہزادہ مامون اور محمود غزنوی جیسے درباروں میں قدر و منزلت پائی۔ ۴۴۰ھ/۱۰۴۸ء میں وفات پائی۔[۱] البیرونی بیک وقت سیاح، ریاضی دان، ماہر فلکیات جغرافیہ دان، مورخ، معدنیات، طبقات الارض اور خواص الادویہ کا ماہر اور آثار قدیمہ کا عالم تھا۔[۲]

[۱] (شیر محمد گریوال، ''اسلامیانِ ہند کا شاندار ماضی''، لاہور: اسلامک بک سروس، ۱۹۸۹ء، ص ۲۳۔ ۲۸)

[۲] (آزاد، ابوالکلام، ''البیرونی اور جغرافیہ''، کراچی: ادارہ تصنیف و تحقیق، ۱۹۸۰ء، متعدد صفحات)

التمش، سلطان شمس الدین:

شمس الدین التمش (التتمش) دہلی کا بادشاہ تھا۔ سلطان قطب الدین ایبک شاہ دہلی نے اِسے بہ زمانہ طفولیت ایک سوداگر سے خریدا اور شہزادوں کی طرح تعلیم و تربیت کی اور اپنی بیٹی بھی اُس کے نکاح میں دے دی۔ التمش ۶۰۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۲۶ برس کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء میں وفات پائی۔ التمش خُدا ترس اور صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔

(نظام الدین احمد، خواجہ، (مولفہ) ''طبقاتِ اکبری''، جلد اول، (ترجمہ و ترتیب) محمد ایوب قادری، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۰ء، ص ۱۲۰۔ ۱۳۰)

الغ بیک میرزا:

الغ بیک میرزا، مرزا شاہ رُخ بن امیر خوارزم کا بیٹا جس نے چالیس سال سمرقند میں حکومت کی۔ ۸۵۱ھ/ ۱۴۴۷ء میں اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ الغ خاں فنون جنگ کی بہ نسبت علوم کا زیادہ شوقین تھا۔ اِس علم دوست بادشاہ کا اِس کے بیٹے مرزا عبداللطیف نے رمضان ۸۵۳ھ/ ۲۷/ اکتوبر ۱۴۴۹ء میں بے رحمی سے خاتمہ کر دیا لیکن یہ پدر کش ظالم شاہزادہ بھی چھ ماہ سے زیادہ لطف سلطنت کا بار نہ اُٹھا سکا اور اپنے سپاہیوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۹۵)

اللہ داد دھاریوال، میاں:

مولوی عبدالمالک عادل کے شاگرد تھے۔ جونپور کے باشندے اور شاہان شرقی کے زمانے کے مشہور علما میں سے تھے۔ ۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء میں فوت ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۱۰۱)

الیاسؑ، حضرت:

حضرت الیاسؑ ایک نبی تھے۔ قرآن مجید نے آپ کا تذکرہ بہ سلسلہ انبیا کیا ہے اور وہاں یہ نام دو جگہ آیا ہے۔ قرآن پاک میں حضرت الیاس کی رسالت کا اعلان ہے۔ اُنہیں بنی اسرائیل کے اِن انبیا میں شمار کیا گیا ہے جنہوں نے اپنی

پوری زندگی دولت و ثروت اور جاہ وجلال سے بے نیاز ہو کر گزاری۔ آپ کی قوم اللہ تعالیٰ سے برگشتہ ہو کر بت پرستی کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ آپ نے اُنہیں اصنام پرستی سے روکا اور دین حق کی دعوت دی۔ حضرت نوحؑ اور حضرت الیاسؑ کے درمیان ایک ہزار سال کا فرق ہے۔

(خواجہ محمد اسلام، ''قصص الانبیاء''، لاہور: خزینہ علم و ادب، س۔ن، ص۲۳۱۔۲۴۰)

امام حسنؓ:

حضرت امام حسنؓ حضرت فاطمہؓ و مولا علیؓ کے فرزند اکبر، کنیت ابو محمد، اسم مبارک شبرؔ و حسن ہے۔ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ / یکم مارچ ۶۲۵ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سر سے سینے تک اپنے نانا حضرت محمدﷺ سے مشابہ تھے۔ زہد و سخاوت میں بے مثل تھے۔ دروازہ امامت میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد دس روز کم چھ ماہ تک خلیفہ رہے۔ ۴۱ھ میں خلافت چھوڑ کر باقی زندگی مدینہ طیبہ میں یادِ خدا میں بسر کی۔ ۵ ربیع الاوّل ۴۹ھ / ۶۷۰ء کو درجہ شہادت حاصل کیا۔ اڑتالیس برس پانچ ماہ اور بیس یوم کی عمر تھی۔ مزار شریف جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔ حضرت امام حسینؓ آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔

(عبد الحلیم شرر، ''شمع حرم''، مرتبہ: ڈاکٹر عثمان فاروق، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۷ء، ص۲۲۲۔۲۲۴)

امامی:

ہروی رضی الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر المعروف امامی (م۔۱۲۴۸ء) ساتویں صدی ہجری کے مشہور شعرا میں سے تھے۔ انہوں نے غزل گوئی بھی کی اور قصیدہ خوانی بھی۔ اُن کے کلام میں عرفان کی چاشنی بھی ملتی ہے۔

(دکتر محمد معین، ''فرہنگ فارسی''، جلد پنجم، تہران: موسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۵ شمسی، ص۱۷۸)

امر سنگھ:

رانا امر سنگھ جو میواڑ کے رانا پرتاب کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد (۱۵۹۷ء) میں گدی پر بیٹھا۔ جہانگیر نے اپنے عہدِ حکومت میں اِس کی طرف بھرپور توجہ دی اور کئی مہمیں تسخیر میواڑ کے لئے روانہ کیں۔ آخر جلوس جہانگیری کے نویں سال شہزادہ خرم نے اِسے صلح پر مجبور کر دیا اور وہ حاضر ہو کر اپنے بیٹے کرن سنگھ کو دربار میں روانہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ رانا امر سنگھ نے ۱۰۲۹ھ/۱۶۱۹ء کو اودھے پور میں وفات پائی۔

(نور الدین محمد جہانگیر، ''تزکِ جہانگیری'' (حصہ اوّل)، ترجمہ و حواشی: اعجاز الحق قدوسی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۸ء، ص۱۰۲۔۱۰۳)

امیر خاں، نواب امیر الدولہ:

شروع میں جسونت راؤ کا ملازم تھا۔ نومبر ۱۸۱۷ میں اُس نے انگریزوں سے سمجھوتہ کر کے ریاست ٹونک کی بنیاد رکھی۔ نواب امیر خاں کا انتقال ۲۵ رجمادی الآخری ۱۲۵۰ھ / ۲۹ را کتوبر ۱۸۳۴ء کو ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۳، ص۹۷۲)

امیر خسرو:

برصغیر پاک و ہند کے عظیم المرتبت عالم، صوفی، شاعر، موسیقی دان اور متعدد کتب کے مصنف امیر خسرو، جن کا یمین الدولہ لقب، ابوالحسن نام اور ترک اللہ خطاب تھا۔ لیکن امیر خسرو کے نام سے مشہور ہوئے۔ اُن کے والد سیف الدین محمود ترکوں کے قبیلے ہزارہ اور حسین کے سردار تھے۔ جو ماوراالنہر کے ایک شہر کشن سے ہجرت کر کے پہلے کابل کے قصبہ غور پھر سرزمین پاک و ہند میں آ گئے۔ سلطان شمس الدین التمش (۶۰۸ھ/۱۲۱۰ء۔۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء) نے اِن کی قدردانی کی۔ امیر خسرو پٹیالی ضلع یوپی میں ۶۵۱/۱۲۵۳ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے ذہین تھے۔ لہٰذا جلد ہی ابتدائی علوم حاصل کر لیے۔ ۶۷۱ھ/۱۲۷۲ء میں حضرت نظام الدین اولیا کے مرید ہوئے۔ امیر خسرو نے سلطان غیاث الدین بلبن سے لے کر سلطان محمد تغلق تک گیارہ شاہان دہلی کا زمانہ دیکھا اور سات بادشاہوں کی ملازمت اختیار کی۔ پنجاب و بنگال کا سفر بھی کیا جنگوں میں بھی شریک ہوئے۔ ۱۸رشوال ۷۲۵ھ/۲۸رستمبر ۱۳۲۵ء میں انتقال فرمایا۔

(ڈاکٹر وحید مرزا، امیر خسرو، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء، متعدد صفحات)

امیر مینائی:

امیر مینائی کی اولاد میں سے تھے۔ والد کا نام مولوی کرم محمد تھا۔ امیر مینائی ۱۲۲۴ھ کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ واجد علی شاہ کے دربار سے بھی وابستہ رہے۔ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۸/ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو انتقال فرمایا۔ ارشاد السلطان، ہدایت السلطان مراۃ الغیب اور خمخانہ عشق، تذکرہ شعرائے رامپور اور امیر اللغات مشہور تصانیف ہیں۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ، ''سخن ور (نئے اور پرانے)''، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص ۴۴۔۴۵)

امین الدین احمد خاں، نواب:

نواب امین الدین احمد خاں ۱۸۱۴ء میں فیروز پور جھرکہ میں پیدا ہوئے۔ نہایت خوش وضع اور وجیہہ نوجوان تھے۔ پچیس سواروں کا دستہ اِن کا ذاتی محافظ تھا۔ ۱۸۶۲ء میں لارڈ لیک نے سند تہنیت مرحمت کی جس میں اِس امر کی توثیق کی گئی کہ ریاست لوہارو پر اِن کا خاندان نسل در نسل حکومت کرے گا۔ نواب صاحب نے وصولیاتی مالگذاری میں تبدیلی کر کے نقد تشخیص کا نظام رائج کیا جس سے عوام کو فائدہ پہنچا، علم دوست ہونے کی بنا پر زیادہ وقت علمی سرگرمیوں میں گزرتا تھا۔ ستاون برس کی عمر میں ۳۱ دسمبر ۱۸۶۹ء میں فوت ہوئے۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص ۳۴۔۳۵)

امین گجراتی، محمد امین شیخ:

امین کا پورا نام شیخ محمد امین ہے۔ وہ گجرات کا رہنے والا ہے۔ وہ اپنے عہد کے بیشتر شعرا کے برعکس سنی العقیدہ تھا۔ امین کی چار تصانیف کا سراغ ملتا ہے۔ معجزہ نامہ بی بی فاطمہ، تولد نامہ، معراج نامہ، وفات نامہ لیکن مثنوی یوسف زلیخا ہی وہ تصنیف ہے جس پر امین کی شہرت کا دارومدار ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۱۰)

امین:

امین، ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد کا شاعر تھا اور مقیمی کا ہم عصر۔ اُس نے مقیمی کی مثنوی ''چندر بدن مہیار'' کو دیکھ کر ''بہرام و حسن بانو'' کے عشق کا افسانہ ۱۰۴۸ھ/۱۶۳۶ء میں نظم کیا۔ لیکن اِس کی تکمیل نہ کر سکا۔ دولت نے اِسے مکمل کیا۔ امین حنفی مذہب کا پیرو اور شاہ عالم نامی ایک بزرگ کا مرید تھا۔ شاعری کا اچھا ذوق رکھتا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۱۰)

انشا، انشاء اللہ خاں:

انشا پسر ماشاء اللہ خاں المتخلص بہ مصدر، اِن کا وطن مرشد آباد تھا لیکن اِن کے بزرگ نجف کے تھے۔ ہندوستان کے مشہور شعرا میں سے تھے۔ ۱۲۱۵ میں لکھنؤ میں سلیمان شکوہ کی ملازمت میں تھے۔ کئی زبانیں جانتے تھے۔ اُردو کی کلیات کے علاوہ ایک فارسی دیوان بھی چھوڑا۔ کچھ ایسی نظمیں بھی لکھیں جس میں کوئی حرف نقطہ دار نہیں۔

(اسپرنگر، ''یادگار شعرائے لکھنؤ''، مترجم: طفیل احمد، ص ۳۱۔۳۲)

انوری:

احد الدین محمد بن علی بن اسحاق (۵۶۴ھ/۱۱۶۸ء) جس کا شمار شاہان، سلجوقیہ بالخصوص سنجر کے عہد میں فارسی کے عظیم شعرا میں ہوتا ہے۔ ابیورد کے ایک گاؤں بدنہ میں پیدا ہوا۔ شروع شروع میں خاوری تخلص کرتا تھا لیکن بعد میں انوری تخلص رکھ لیا۔ طوس کے مدرسہ منصوریہ میں تعلیم حاصل کی۔ مختلف علوم مثلاً احکام، نجوم، فلسفہ منطق، ہیئت، کلام اور علم موسیقی سے خصوصی لگاؤ تھا۔ انوری کا شمار ایران کے درجہ اوّل کے قصیدہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ تاریخ پیدائش و وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تقریباً ۵۸۳ھ/۱۱۸۷ء میں فوت ہوئے۔

(پروفیسر قاضی فضل حق، ''سخنورانِ ایران''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۶۸۳۔۶۹۲)

انور، امراؤ مرزا:

سید شجاع الدین نام، امراؤ مرزا عرف اور انور تخلص تھا۔ یہ ظہیر کے چھوٹے بھائی اور ذوق کے شاگرد تھے۔ ذوق کی وفات کے بعد غالب کی طرف بھی رجوع کیا۔ نہایت طباع، ذہین اور خوش فکر تھے۔ عالم جوانی میں انتقال کیا۔

(ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ''ذوق سوانح اور انتقاد''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۳ء، ص ۳۰۷)

انیس، میر ببر علی:

میر ببر علی نام، اُردو کے نامور شاعر اور ممتاز مرثیہ گو، نسبتاً سید تھے، میر حسن کے پرپوتے تھے۔ ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱۔۱۸۰۲ء میں میر اُنیس کی فیض آباد میں ولادت ہوئی۔ بچپن ہی سے شعر کہنے شروع کر دیئے تھے۔ شروع شروع میں غزل کہتے تھے اور حزیں تخلص کرتے تھے۔ پھر ناسخ کی تجویز پر اُنیس تخلص اختیار کیا اور اپنے والد میر خلیق کی فرمائش پر غزل کو خیر باد کہہ کر زندگی مرثیہ گوئی کے لئے وقف کر دی۔ اور اِس صنف کو معراج کمال پر پہنچایا۔ ۲۹رشوال ۱۲۹۱ھ/۱۰ر دسمبر ۱۸۷۴ء کو

وفات پائی۔ میر انیس کی عظمت فن اُن کی جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری میں مضمر ہے۔
(پروفیسر گوپی چند نارنگ، مرتبہ: ''انیس شناسی''، لاہور: کلاسیک، ۲۰۰۴ء، متعدد صفحات)

اوباش:

شیخ امیر الزمان نام اور اوباش تخلص تھا۔ غلام ہمدانی مصحفی کے شاگرد تھے۔ اپنے عہد میں خوش گو شاعروں میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ ۱۷۹۳ء میں جوان تھے۔ وطن میں اختلاف ہے۔ کوئی بجنور اور کوئی لکھنو بتاتا ہے۔ فیلن نے انہیں شیخ زادہ لکھا اور دیگر تذکرہ نگاروں نے پیرزادہ۔
(لالہ سری رام، ''تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانہ جاوید''، جلد اول، ص ۵۰۷)

اورنگ زیب عالمگیر:

کنیت ابوالمظفر، نام محی الدین محمد اورنگ زیب المعروف بہ بادشاہ غازی تخت نشینی کے بعد عالمگیر کا لقب اختیار کیا۔ شاہ جہان کا تیسرا بیٹا عالمگیر ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۹ء دوہاڑ گجرات میں پیدا ہوا۔ تخت و تاج کے لئے خون ریز لڑائیوں کے بعد ۱۶۵۸ء میں رسم تاج پوشی ہوئی۔ مغلیہ سلطنت کو وسعت دی اور فتاویٰ عالمگیری تیار کرائی جس میں حنفی مذہب کے مسائل کی چھان بین کی گئی۔ شرعی اصلاحات نافذ کیں۔ اکیانوے سال ۱۳ یوم کی عمر میں پچاس سال دو ماہ حکومت کرنے کے بعد ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۶ء کو فوت ہوا۔

(مولوی عبدالرحمٰن، ''ابوالمظفر محی الدین محمود اورنگ زیب بہادر عالمگیر'' کے مفصل حالات،
حصہ اوّل۔ دوم، لاہور: مطبوعہ مجتبائی پریس، س۔ن، متعدد صفحات)

اویس قرنیؓ:

اویس بن عمر کا سلسلہ نسب قبیلہ قرن بن ردمان بن ناجیۃ بن مراد سے جا ملتا ہے۔ اصل میں اویس قرنی اہل یمن سے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عہد رسالت میں موجود تھے۔ اور غائبانہ اسلام قبول کیا مگر آنحضرت ﷺ سے ملاقات ثابت نہیں۔ اِن کے انداز و اطوار سے مجذوبانہ شان بھی جھلکتی تھی۔ حضرت عمرؓ سے حضرت اویس قرنی کی دو ملاقاتیں ہوئیں۔ ۳۰ تا ۳۲ھ کے درمیان وفات پائی۔ حضرت اویس قرنیؒ، حضرت علیؓ سے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے۔
(رئیس احمد جعفری، ''انوارِ اولیا''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۴ء، ص ۳۰۔۳۳)

ایوبؑ:

ایک نبی کا نام جن کا ذکر قرآن پاک میں چار بار آیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوبؑ بڑے دکھ، درد اور مصیبت میں مبتلا ہوئے مگر انہوں نے صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا اور بارگاہ رب العزت میں بہ الحاح و زاری سے اِس اذیت سے نجات کی دعا کی بالاخر حضرت جبرئیلؑ یہ بشارت لائے کہ آپ ایک کراماتی چشمے کے ذریعے ابتلا سے نجات پائیں گے چنانچہ آپؑ نے اِس چشمے کا پانی پیا اِس میں غسل کیا اور شفایاب ہوئے۔ آپؑ کا مال، جائیداد اور بچے پہلے سے دو چند ہو کر واپس مل گئے۔ اِسی مقام پر جہاں آپ نے زندگی بسر کی تھی۔ تہتر برس کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ حضرت ایوبؑ، حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے۔ حضرت ایوبؑ کی ماں حضرت لوطؑ کی بیٹی تھی۔ روایتوں میں ہے کہ جب

لوگوں کے مختلف گروہ جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے تو وہ ''صبر کرنے والوں'' کے سردار ہوں گے۔ دمشق کے نزدیک نوی میں آپ کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاروی، ''قصص القرآن''، جلد دوم، دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۲ء، ص ۱۷۵۔۱۹۱)

اُمید، قزلباش خاں:

مرزا محمد رضا نام اور اُمید تخلص تھا۔ وطن ہمدان، عہد شباب میں اصفہان آیا۔ عہد عالمگیری میں ہندوستان آیا اور عہد بہادر شاہ میں منصب ہزاری پر مع خطاب قزلباش خاں ممتاز ہوا۔ ۱۱۵۹ء میں فوت ہوا۔ فارسی میں آٹھ ہزار اشعار نظم کیے۔ ہندی میں بھی شعر کہتا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۱، ص ۱۰۵)

بابر، ظہیر الدین:

مغل بادشاہان دہلی کا مورثِ اعلیٰ ظہیر الدین محمد بابر ۶ر محرم ۸۸۸ھ/ ۱۴۸۳ء میں پیدا ہوا۔ اپنے والد (عمر شیخ مرزا) کی وفات کے بعد ۱۴۹۴ء میں حکومت فرغانہ کا مالک بنا۔ کابل پر ۲۲ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۵۲۶ء میں محمد ابراہیم لودھی کو شکست دے کر ہندوستان میں عظیم الشان مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ فتح ہندوستان کے بعد ۵ سال تک زندہ رہا۔ ۱۵۳۰ء/ ۹۳۹ھ، ۴۸ سال کی عمر میں آگرہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔ چھ ماہ کے بعد نعش کو کابل لے جا کر دفن کیا گیا۔ بابر شعری ذوق بھی رکھتا تھا۔ ترکی نثر میں اُس کی عظیم یادگار ''تزک بابری'' ہے جو اُس کی سوانح عمری ہے۔

(ہیرالڈلیم، ''تین عظیم فاتح: ظہیر الدین بابر، سلیمان علی شاہ، ہنری پال''، لاہور: ادب نما، ۱۹۹۰ء، متعدد صفحات)

باتو خاں بن جوجی:

جوجی خاں، چنگیز خاں تارتاری کا سب سے بڑا لڑکا تھا لیکن یہ شہزادہ اپنے باپ سے چند ماہ پہلے ۱۲۲۷ھ میں فوت ہوا۔ اِس کے بعد اِس کا بیٹا باتو خاں جو جوجی (چوچی، جوشی، توشی) کا دوسرا بیٹا تھا۔ چنگیز خاں کی زندگی میں جاگیر کے طور پر خوارزم کے علاقے سے لے کر دریائے والگا کے کنارے بلغار تک اِس کے حصے میں آیا۔ باتو خاں نے ۱۲۵۳ھ/ ۱۶۵۵ء میں وفات پائی۔ یہ مغل شہزادہ فاتح روس بلغاریہ پولینڈ و موری اور اُردوئے معلا (۱۲۲۷ھ۔۱۲۵۵ھ) کا بانی تیرہویں صدی کے اوائل میں پیدا ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۸۴۴۔۸۴۷)

باجن، شیخ بہاؤ الدین:

شیخ بہاؤ الدین باجن، حاجی معز الدین شہید کے صاحبزادے تھے۔ اُن کا سلسلہ نسب عمر بن خطاب تک پہنچتا ہے۔ شاہ باجن نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ گجرات میں گزارا، حج کے لئے گئے تو حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق آخری عمر میں برہان پور میں سکونت اختیار کر لی اور یہیں ۹۱۲ھ/ ۱۵۰۶ء میں فوت ہوئے۔ باجن ہندوی اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، چھٹی جلد اردو ادب اول، ص ۲۱۴)

باجے راؤ:

باجے راؤ اوّل اکتوبر ۱۷۲۰ء میں تخت نشین ہوا۔ اِس کے باپ کا نام بالا جی راؤ بشوا ناتھ پیشوا تھا۔ ۱۱۵۳ھ / ۱۷۴۰ء کو فوت ہوا۔ تین لڑکے چھوڑے۔ بڑا لڑکا بالا جی باجے راؤ اِس کا جانشین ہوا۔ دوسرا رگھوناتھ راؤ اور تیسرا لڑکا شمشیر بہادر تھا۔ باجے راؤ ثانی پیشوا آخری پیشوا رگھوناتھ راؤ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ شیر خوار پیشوا مادھو راؤ جانشین ہوا تھا۔ جو کہ ایک ۱۷۹۵ء میں فوت ہو گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۱۲۰)

باربک شاہ:

باربک شاہ پوربی بن ناصر شاہ اپنے باپ کی جگہ بنگال کے تحت پر ۱۴۵۸ء میں بیٹھا۔ اُس نے سترہ سال حکومت کی اور ۸۷۹/ ۱۴۷۴ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۱۲۰)

بانکہ، محمد عطا بانکا:

محمد عطا اللہ عطا اپنے آپ کو میر جعفر زٹلی کا مقابل کہتا تھا۔ شمشیر زنی میں مہارت رکھتا تھا۔ اِن کی والدہ اعظم شاہی محل سرا میں دو روپے یومیہ پر ملازمہ تھیں۔ آپ آخری عمر میں تارک الدنیا اور تارک اللباس بھی ہو گئے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، مرتبہ: حافظ محمود شیرانی، ص ۳۹۸۔۳۹۹)

بایسنغر مرزا:

اس نام کی تین شخصیتیں ہیں:

(۱) ایک سلطان کا نام جس کا تعلق ایران کے خانوادہ آق قویونلو سے تھا۔ یہ سلطان یعقوب کا بیٹا اور جانشین تھا۔ اُس نے ایک مختصر سی مدت (۸۹۶ھ۔۸۹۷ھ / ۱۴۹۰ء۔۱۴۹۲ء) تک حکومت کی۔

(۲) غیاث الدین، شاہ رخ کا بیٹا اور امیر تیمور کا پوتا (پ ۷۹۷ھ / ۱۳۹۳ء) جو ہرات میں پیدا ہوا جسے اُس کے والد نے ۸۲۰ھ / ۱۴۱۷ء میں دربار کے قاضی القضاۃ کے عہدے پر معمور کیا۔ ۸۳۵ھ / ۱۴۳۱ء میں اُسے استرآباد کا حاکم مقرر کیا گیا۔ نجومیوں نے اُس کے متعلق پیشن گوئی کر دی تھی کہ وہ چالیس سال سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔ لہٰذا وہ تخت پر نہیں بیٹھا بلکہ عیش وعشرت کی زندگی اختیار کی۔ ۸۳۷ھ / ۱۴۳۳ء کو اُس کا انتقال ہوا۔ وہ خود فنکار تھا اور فنکاروں کا مربی تھا۔

(۳) سلطان ابن سفید بن محمد بن میراں شاہ بن تیمور کا پوتا اور سمرقند کے سلطان محمود کا دوسرا بیٹا جو ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء۔۱۴۷۸ء میں پیدا ہوا اور ۹۰۵ھ / ۱۴۹۳ء کو مارا گیا۔ اپنے والد کی زندگی میں وہ بخارا کا حاکم تھا۔ وہ ایک بہادر اور انصاف پسند سلطان تھا۔ وہ ایک فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی مشہور تھا اور عادل تخلص کرتا تھا۔ سمرقند میں اُس کی غزلیں بہت مشہور تھیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۲۱۔۲۲)

بکتر خان:

دربارِ اکبری میں گانے والوں میں بکتر خاں بھی شامل تھے۔ اِن کا شمار نامی گرامی گویوں میں ہوتا تھا۔ اِن کا تعلق گوالیار سے تھا۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہانِ مغلیہ کا ذوقِ موسیقی''، لاہور: شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، نومبر ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۷)

بحر العرفان شاہ:

اِن کا نام حسین اور لقب بحر العرفان ہے۔ اورنگ زیب کے معاصر تھے۔ ۱۱۰۹ھ میں اُنہوں نے ''حسن و دل'' کو منظوم کیا اور ''وصال العاشقین'' اِس کا نام رکھا۔ اس کے خاتمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے پہلے بھی کئی رسالے لکھے گئے مثلاً معراج نامہ، وفات نامہ اور منصور کا قصہ وغیرہ۔

(حکیم سید شمس اللہ قادری لاہوری، ''اُردوئے قدیم''، لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور، ۱۹۲۵ء، ص ۹۶۔۹۷)

بختاور خاں:

بختاور خاں، اورنگ زیب کا منظورِ نظر خواجہ سرا اور خدمت گار خاص جس نے جہانگیر کے عہدِ شاہزادگی ہی میں اُس کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ تیس سال تک اورنگ زیب کی وفاداری سے خدمت کرنے کے بعد ۱۵/ ربیع الاوّل ۱۰۹۶ھ/ ۱۶۸۵ء کو احمد نگر میں وفات پائی۔ بختاور خاں نہایت علم دوست، فنونِ لطیفہ کا سرپرست اور شاعر تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۱۲۶)

بخشی، حسین بخش:

حسین بخش نام تھا۔ اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ پارچہ فروشی کا کام کرتے تھے۔

(میر قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۹۹)

بدر الدین، شیخ:

شیخ بدر الدین اسحاق بن علی بن اسحاق دہلوی، دہلی کے رہنے والے تھے اور دہلی شہر میں مغربی مدرسے میں درس بھی دیا کرتے تھے۔ علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد کچھ علمی مسائل حل کرنے کے لئے بخارا جانا چاہتے تھے کہ ایک عزیز کے ذریعے حضرت بابا فرید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بدر الدین نے حضرت بابا صاحب کا مصفا سینہ اور دلکشا تقریر سُن کر اجودھن ہی میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت بابا نے جب مولانا کی خدمت کو دیکھا اور اِس قابل پایا تو اپنا خادم ہونے کے ساتھ ساتھ داماد اور خلیفہ بھی بنا لیا۔ بدر الدین اسحاق نے ایک منظوم کتاب ''تصریف بدری'' کے نام سے تالیف کی اور ''اسرار الاولیاء'' کے نام سے حضرت بابا فرید کے ملفوظات بھی جمع کیے۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی، ''سیر الاولیا''، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ایڈیشن پنجم ۲۰۰۴ء، ص ۲۹۸۔۳۰۴)

بدھ، گوتم:

بدھ کے والد کا نام راجا شدودھن تھا۔ جو کولین قبیلے کا سردار تھا۔ ہندوستان میں کپل وستو کے مقام پر جو بنارس سے ایک سومیل اتر پورب میں دریائے اونی کے کنارے واقع تھا۔ اِسی ندی کے پار یہی قبیلہ کولین آباد تھا۔ بدھ (سدھارتھ) کی پیدائش ۶۳۴ قبل از مسیح یا ۵۶۸ قبل مسیح میں ہوئی۔ بچپن ہی میں ماموں کی بیٹی سے شادی ہوئی بیٹے کا نام راہل تھا۔ جس دِن بیٹا پیدا ہوا اُسی رات گھر بار کو خیر باد کہا اور غور وفکر اور تپسا میں مصروف ہو گئے بعد ازاں حقانیت اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا لوگ جوق در جوق حلقہ میں داخل ہوئے۔ ۴۸۸ ق۔م میں فوت ہوئے۔

(ڈاکٹر محمد حفیظ سید، ''گوتم بدھ: زندگی اور افکار''، لاہور: آزاد پبلشرز، س۔ن، ص۲۳۔۷۰)

بڈھن شیخ:

بڈھن شیخ جونپوری، سلطان سکندر لودھی کے زمانے کے ایک بزرگ، جن کا مشرب شطاری تھا۔ وہ شیخ عبداللہ شطاری (م۸۹۰ھ/۱۴۸۵ء) کی اولاد میں سے تھے۔ شیخ بڈھن نے شیخ حافظ جونپوری سے رسمی علوم حاصل کیے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے عم بزرگ شیخ رزق اللہ مشتاقی (م۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء) نے اِن سے ذکر کا طریقہ سیکھا۔ شیخ بڈھن نے پانی پت میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہیں۔ شیخ ولی شطاری (م۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) کے مرید وخلیفہ تھے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۲۵۲)

برنی، ضیاء الدین:

مشہور مورخ ضیاء الدین برنی (۶۸۴ھ/۱۲۸۵ء) کے لگ بھگ بلند شہر (بھارت) کے قصبہ برن میں پیدا ہونے کے باعث برنی کہلائے۔ حضرت نظام الدین اولیا سے ارادت تھی۔ سلطان محمد تغلق کے دربار میں رسائی حاصل تھی۔ فیروز شاہ تغلق کے عہد میں گوشہ نشینی کی حالت میں ۷۶۲ھ/۱۳۶۰ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔

(ضیاء الدین برنی، (مولف) ''تاریخ فیروز شاہی''، مترجم: ڈاکٹر سید معین الحق، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۱ء، متعدد صفحات)

برہان الدین جانم، شیخ:

شیخ برہان الدین جانم (م۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء) حضرت شمس العشاق حضرت میراں جی کے فرزند، خلیفہ اور مرید تھے۔ تصوف کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ اپنے والد کی طرح آپ بھی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ دکنی نظم ونثر میں بھی لکھتے تھے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، چھٹی جلد اُردو ادب اوّل، ص۲۶۳۔۲۶۴)

برہان الدین شیخ:

شیخ برہان الدین کے والد کا نام شیخ جمال الدین ہانسوی (۵۸۰ھ۔۶۵۹ھ) تھا۔ آپ بھی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے مرید تھے۔ شیخ برہان الدین کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ آپ خوبصورت اور باکمال بزرگ تھے اور ظاہری اوصاف سے آراستہ اور باطنی خوبیوں سے بھی مالا مال تھے۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خواند، ''سیر الاولیا''، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، ص۳۱۴۔۳۱۸)

برہان الدین، عبداللہ قطب عالم، سید:

ابو محمد کنیت اور برہان الدین نام تھا، عوام میں قطب عالم کے لقب سے مشہور تھے۔ اُچ شریف کے مشہور بزرگ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری اِن کے جدامجد تھے۔ ۷۹۰ھ میں اوچ شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم تربیت سید صدرالدین راجو قتال بخاری کے سایہ عافیت میں ہوئی جن کے حکم سے تبلیغ ارشاد کی غرض سے اوچ سے گجرات (ہند) منتقل ہو گئے جس کی وجہ سے پٹن کا علاقہ تصوف وعرفان کا مرکز بن گیا۔ آپ کا سن وفات ۸۵۷ھ ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۴، ص ۴۶۷۔۴۶۸)

برہما:

برہما ہندو دیو مالا میں تری مورتی میں سے ایک اہم دیوتا تصور کیا جاتا ہے۔ باقی دو وشنو اور شو ہیں۔ ہندوؤں کے خیال کے مطابق برہما تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے۔ برہما کا ایک روز اکیس کروڑ ساٹھ لاکھ برس کے برابر ہے۔ برہما کی پوجا نہیں کی جاتی صرف راجستھان میں پشکر کے مقام پر ایک مندر برہما سے منسوب ہے۔ اس کا رنگ سرخ اور سر چار ہیں۔ اصل میں ابتدا میں یہ پانچ سر تھے مگر پانچویں سر نے شو کی مذمت کی تو شو ہی کی آنکھ کی آگ سے جل گیا تھا۔ اس کے چار بازو ہیں اِس کی بیوی سرسوتی ہے جو علم وعقل اور دانش کی دیوی ہے۔

(سردار دیوی سہائے، "ہندو کلاسیکل ڈکشنری"، لاہور: مطبع خادم التعلیم پنجاب، ۱۸۹۴ء، ص ۵۲۔۵۳)

برام خاں:

برام خاں، خوشحال خاں کا بھائی اور لعل خاں کلاونت کا بیٹا تھا۔ برام خاں عالمگیری عہد کا نامور موسیقار تھا۔ وہ شاہجہان اور عالمگیر کا درباری گویا تھا۔ تخت نشینی کی سالگرہ اور جنم دِن کی تقریبات میں حصہ لیا کرتا تھا۔ برام خاں نے ۱۶۷۲ء میں وفات پائی۔

(پروفیسر محمد اسلم، "سلاطین دہلی وشاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی"، ص ۱۴۸۔۱۵۱)

بسمل، مولوی محمدی:

مولوی محمدی معروف بہ میاں صاحب، انہوں نے اُردو فارسی دیوان اور اُردو میں دو تین چھوٹی مثنویاں فقہی مسائل پر لکھی ہیں۔ صرف ونحو پر ایک کتاب نقشوں کی صورت میں لکھی اور اِس کا نام معارج التصریف رکھا۔

(اسپرنگر، "یادگار شعرائے لکھنو"، ص ۳۴۔۳۵)

بشیر الدین:

بشیر الدین احمد ۴راگست ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کی تحریری سرگرمیوں کا آغاز ۱۴ سال عمر کی میں ہوا۔ علم وادب کا یہ شیدائی دو سال صاحب فراش رہ کر ۱۹۲۸ء میں راہی ملک عدم ہوا۔

(ڈاکٹر نجم الاسلام، مدیر: تحقیق (شعبہ جاتی تحقیقی جملہ)، جام شورو: شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، شمارہ نمبر ۵، متعدد صفحات)

بقاء، بقاء اللہ خاں:

حافظ لطف اللہ خاں خوش نویس اکبر آبادی کے بیٹے تھے۔ فارسی میں مرزا محمد فاخر مکین اور ریختہ میں حاتم کے شاگرد تھے۔ قصیدہ گوئی میں سودا کے حریف تھے۔ میر اور سودا پر بھی چوٹیں کر جاتے تھے۔

(نورالحسن ہاشمی، ''دلی کا دبستان شاعری''، لکھنؤ: اتر پردیش اُردو اکادمی، چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۱)

بکر ماجیت:

اہل ہند کے قدیم مذہبی قصوں میں اِس راجہ کا ذکر آیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ مالوہ و گجرات کا راجہ تھا۔ دارالسلطنت اجین تھا۔ یہ راجہ علم واہل علم کا سرپرست تھا۔ اِس کے دربار کے نورتن مشہور ہیں جن میں دھن ونتری اور کالی داس مشہور گذرے ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۷۲)

بکر ماجیت:

بکر ماجیت کے والد کا نام سمدر گپت تھا اور دادا کا نام چندر گپت اوّل تھا۔ بکر ماجیت دلیر، عادل اور رعایا پرور بادشاہ تھا۔ شا کا قوم کو شکست دے کر برسر اقتدار آیا۔ بکر ماجیت (۳۸۰۔۴۱۳) گپت خاندان کا مشہور و معروف بادشاہ تھا۔

(سردار دیوی سہائے، ''ہندو کلاسیکل ڈکشنری''، ص ۱۰۹)

بلاقی، سید:

سید بلاقی نام اور بلاقی تخلص تھا۔ آپ ایک صوفی منش بزرگ تھے۔ ۱۰۶۵ھ/ ۱۶۵۴ء میں انہوں نے ایک مشہور مثنوی ''معراج نامہ'' لکھی جس میں آنحضرت ﷺ کی معراج کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔

(پروفیسر سیدہ جعفر و پروفیسر گیان چند، ''تاریخ ادب، اُردو ۱۷۰۰ء تک''، جلد چہارم، ص ۵۴۔۶۲)

بلالؓ:

بلالؓ بن رباح جنہیں بعض دفعہ اِن کی والدہ کی نسبت سے ابن حمامۃ بھی کہا جاتا ہے۔ بلالؓ حبشی (افریقی) نژاد تھے۔ مکہ مکرمہ میں قبیلہ بنو جمح کے درمیان مقام سراۃ میں غلام پیدا ہوئے۔ غلام ہونے کی وجہ سے اِن پر سختیاں کی گئیں۔ خاص کر امیہ بن خلف جو بلالؓ کا آقا تھا، نے انہیں بہت ایذائیں پہنچائیں۔ حضرت بلال نے تمام مصائب بڑے صبر سے برداشت کیے اور اسلام کو نہیں چھوڑا۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُنہیں خرید کر آزاد کرایا۔ حضرت بلالؓ تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں انہوں نے اُمیہ بن خلف اور اُن کے بیٹے کو قتل کیا۔[۱]

حضرت بلال کو موذن رسولؐ ہی کی حیثیت سے زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ تاہم وہ آنحضرتؐ کے عصابردار، خازن اور ذاتی خادم بھی تھے اور بعض اوقات آنحضرت کے معاون و پیش کار بھی ہوتے تھے۔ موذن کی حیثیت سے آپؓ کو اُس وقت عروج حاصل ہوا جب مکہ فتح ہوا تو آپؓ نے مکہ کی چھت پر اذان دی۔ آنحضرتؐ کے وصال مبارک کے بعد حضرت

ابوبکر صدیقؓ کے عہد کے علاوہ صرف دو موقعوں پر اذان دی۔ پہلا موقع وہ تھا جب حضرت عمرؓ جابیہ تشریف لے گئے اور دوسرا وہ جب خود بلال مدینہ منورہ کی زیارت کے لئے مدینہ تشریف لائے اور حضرت امام حسینؓ اور حسینؓ نے ان سے اذان دینے کے لئے کہا۔ یہ دونوں موقعے رقت انگیز تھے۔ حضرت بلالؓ کو ان کی زندگی ہی میں بڑی عزت و توقیر حاصل ہوئی۔ ساٹھ برس سے زیادہ عمر پائی۔ اِن کی تاریخ وفات روایتوں میں ۱۷/۶۳۹۔۱۸/۶۴۱۔۲۰/۶۴۲ یا ۲۱/۶۴۳ ہجری بیان کی گئی ہے۔ آپ کا مدفن حلب یا بگمان، دمشق یا داریا بتایا جاتا ہے۔[۲]

[۱] (''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۷۴۵۔۷۴۶)

[۲] (سلیم گیلانی، ''بلالؓ''، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات)

بلبن:

سلطان غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ/ ۱۲۶۶ء۔۶۸۶ھ/۱۲۸۷ء) کا والد اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ بلبن منگولوں کے حملے میں گرفتار ہوا اور بغداد میں خواجہ جمال الدین بصری کے ہاتھ بکا جو اُسے دہلی لے آئے یہاں اُسے التمش نے خرید کر اپنا ذاتی محافظ بنا لیا اور اہم عہدوں پر فائز کیا۔ التمش کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ۶۶۴ میں تخت دہلی پر متمکن ہوا۔ بڑی بڑی بغاوتوں کو ختم کیا۔ بلبن بڑا مدبر، باہمت، ہوش مند اور رعب و جلال والا حکمران تھا۔ اپنے بہادر فرزند کی شہادت کا صدمہ موت کا سبب بنا۔

(ضیاء الدین برنی، (مولف) ''تاریخ فیروز شاہی''، مترجم: ڈاکٹر سید معین الحق، متعدد صفحات)

بلبھدر راسنگھ، مہاراجہ:

ایک راجا تھا جو قدیم راجگان اَوَدھ کی نسل سے تھا۔ ایک لاکھ راجپوت اُس کے محکوم تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو نواب وزیر لکھنؤ کا ہم پلہ سمجھ کر نواب وزیر سے منحرف ہو گیا تھا۔ اِس راجہ کے مغلوب کرنے کے واسطے ۱۷۸۰ء میں ایک فوج روانہ کی گئی۔ آخر کار جب کہ وہ اپنے لشکر میں محصور کر لیا گیا تھا، وہاں سے فرار ہونے کی کوشش میں مارا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۱۳۱)

بلقیس، ملکہ:

قرآن پاک میں اِس کا تذکرہ بغیر نام کے آیا ہے۔ یہ نام توریت سے لیا گیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہم عصر تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ بعد ازاں اِن کے نکاح میں بھی آئیں۔ اس کی قوم سورج کی پوجا کرتی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسے دعوت حق دی لہٰذا بلقیس نے اپنی قوم کے سرداروں سے مشورہ کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لیا جائے لہٰذا بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملنے کے لئے آئیں تو بلقیس کا تخت پہلے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ یہ دیکھ کر بلقیس ایمان لے آئی۔ یہ واقعہ تقریباً ۹۵۰ ق م کا ہے۔ عربوں کا خیال ہے کہ وہ جنوبی عرب کی ملکہ تھی۔ ایتھوپیا کا حکمران اپنے آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے بتاتا ہے۔

(مولانا محمد حفیظ الرحمٰن سیوہاروی، ''قصص القرآن''، جلد دوم ص ۱۲۸۔۱۵۵)

بلھے شاہ:

بلھے شاہ کا اصل نام سید محمد عبداللہ شاہ تھا۔ پنجابی زبان کے مشہور شاعر اور صوفی بزرگ اورنگ زیب عالم گیر کے دور حکومت میں پیدا ہوئے۔ پیدائش وفات میں اختلاف ہے۔۱۶۸۰ھ/۱۰۹۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۵۳ء/۱۱۶۷ھ۔۱۱۶۷ء/ ۱۱۶۸ء میں وفات پائی۔ بلھے شاہ کا جدی وطن علاقہ بہاولپور کا مشہور گاؤں اُچ گیلانیاں تھا۔ اُن کا سلسلہ نسب چودہ واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔ اساتذہ میں اُن کے والد کے علاوہ قصور کے دو علماء، مخدوم غلام محی الدین اور خواجہ غلام مرتضیٰ کے نام لئے جاتے ہیں۔ پیر عنایت شاہ قادری کے مرید ہوئے اور تیس برس اپنے مرشد کی خدمت میں گزارے۔ مرشد کی وفات کے بعد بلھے شاہ قصور چلے آئی اور یہیں وفات پائی۔ عمر بھر شادی نہیں کی تھی۔ بلھے شاہ ایک مقبول عام صوفی شاعر، عابد و زاہد، صاحب جذب و سکر و عشق و محبت و وجد و سماع تھے۔ اور توحید میں بلند مرتبہ کلام پیش کرتے تھے۔ اُن کے پنجابی اشعار معارف و توحید سے پُر ہیں اور خاص و عام کی زبان پر ہیں۔

(ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن، ''پنجابی کے صوفی شاعر''، لاہور: بک ہوم،۲۰۰۴ء،ص ۹۵۔۱۳۴)

بنگش، احمد خاں:

نواب احمد خاں بنگشن والی فرخ آباد ۲ اگست ۱۷۵۰/۱۰ ارمضان ۱۱۶۳ کو حکمران بنا۔ ۲۲ سال تک حکومت کی اور نومبر ۱۷۷۱ء میں وفات پائی۔ نواب فرخ آباد محمد خاں بنگشن کا دوسرا بیٹا تھا۔ صفدر جنگ کے سلطنت پر ناجائز قبضہ ختم کرنے کے بعد حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل ص ۶۸)

بنیامین:

قرآن مجید نے حضرت یوسفؑ کے بیان میں اُن کے اخیافی بھائی کا ذکر تو کیا ہے لیکن اِن کا نام نہیں لیا۔ البتہ تفاسیر و تواریخ میں رد و بدل کے ساتھ اسرائیلی روایات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ بنیامین کی اولاد میں سے ملوک (یا اسرائیلی سردار) بھی ہوئے ہیں۔ جن میں طالوت بن قیس الدباغ اور یشبوشت بن طالوت قابل ذکر ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۹۹۸)

بوعلی قلندر، شیخ شرف الدین:

شیخ شرف الدین بوعلی قلندر (۶۰۵ھ/۱۲۰۸ء۔۷۲۴ھ/۱۳۲۴ء) امام ابوحنیفہ کی اولاد میں سے تھے۔ والد عراق سے ہندوستان آئے۔ بوعلی قلندر کا شمار مجذوب اولیا میں سے ہوتا ہے برصغیر کے اولیا میں اُنہیں جلال و جبروت کا داعی بھی کہا جاسکتا ہے۔ دہلی میں قطب مینار کے پاس درس و تدریس کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ لیکن جب تصوف میں قدم رکھا تو سب کچھ چھوڑ کر جنگل کی راہ لی ریاضت و مشاہدے میں ایسے مشغول ہوئے کہ جذب و سکر کی حالت طاری ہوگئی جو ہمیشہ برقرار رہی۔ حضرت نظام الدین اولیا کے مرید و خلیفہ تھے۔ پانی پت میں پیدا ہوئے اور یہیں انتقال فرمایا۔ تصانیف میں ''مکتوبات بنام اختیار الدین'' میں پند و نصیحت اور اسرار توحید کا ذکر ہے۔ ''حکم نامہ شرف الدین'' میں مسائل تصوف کا بیان ہے۔ دو مثنویاں

"کنز الاسرار" اور "رسالہ عشق" میں توحید و معارف اور عشق کا بیان ہے۔
("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان ہند"، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۱۰۸۔۱۱۰)

بہادر شاہ گجراتی:

بہادر شاہ گجراتی نے شادی آباد عرف منڈو کو ۹۳۷ھ میں ایک لڑائی کے بعد جس میں محمود شاہ خلجی والی مانڈو گرفتار ہوتا ہے فتح کیا۔ بہادر شاہ گجراتی گجرات کا دسواں فرمانروا مظفر شاہ ثانی کا دوسرا بیٹا تھا۔ محمود شاہ کو سلطنت سے محروم کر کے ۱۵رذی القعد ۹۳۲ھ / ۲۰راگست ۱۵۶۱ء کو تخت پر بیٹھا۔ ۲۶رفروری ۱۵۳۱ء/ ۹رشعبان ۹۳۷ھ میں اُس نے مالوہ کو فتح کیا اور وہاں کے بادشاہ سلطان محمود ثانی کو قید کر کے چمپانیر بھیج دیا جو راستے ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے علاوہ احمد نگر، اجین، اور چتوڑ پر اپنا تسلط قائم کیا۔ ہمایوں سے بھی ٹکر لی۔ پرتگیزوں نے دھوکے سے بہادر شاہ گجراتی کو ۳ررمضان ۹۴۳ھ / ۱۴رفروری ۱۵۳۷ء میں سمندر میں ڈبو کر ختم کر دیا اور اُس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ ۱۱ سال حکومت کی۔
("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۵، ص ۱۰۹۔۱۱۰)

بہاری مل:

راجپوت خاندانوں میں شادی کرنے کی ابتدا ہمایوں نے کی اِس طرح اکبر نے بھی راجپوت راجاؤں کی بیٹیاں لیں اور اُن کے باپ، بھائیوں اور اعزہ کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا۔ اکبر نے ۱۵۶۲ء میں امیر (انبیر) (جے پور) کے راجہ بہاری مل کی لڑکی جیا رانی سے شادی کی۔ بہاری مل کا بیٹا بھگوان داس اکبر کے بڑے جرنیلوں میں سے تھا۔ اکبر کا بڑا بیٹا شہزادہ سلیم (جہانگیر) اِسی رانی کے بطن سے ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوا اور اِسی زمانے میں اکبر نے فتح پور سیکری کی بنیاد رکھی۔
(بشیر الدین احمد، "واقعات دار الحکومت دہلی" (حصہ اوّل)، آگرہ:
محمد شمس الدین خاں کے اہتمام سے چھپی، ۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۷ھ، ص ۳۲۹۔۳۳۲)

بہار، ٹیک چند:

لالہ ٹیک چند کھتری دہلوی، سراج الدین علی خاں آرزو کے دوست، صاحب استعداد سخن فہم، نظم و نثر میں استاد کامل اور جملہ محاورات فارسی و علم لغت پر قادر و ماہر تھے۔ محمد شاہ بادشاہ کا زمانہ پایا۔ چنانچہ نادر شاہی یورش کے زمانہ میں موجود تھے۔ بہار عجم مشہور لغت کی کتاب بہار کا ہی کارنامہ ہے۔

(لالہ سری رام، "خمخانہ جاوید"، جلد، ص ۶۱۲)

بہاؤ الدین برناوی، شیخ:

شیخ بہاؤ الدین برناوی، مخدوم شیخ فرید الدین برناوی مہاجر مکہ (متوفی ۹۸۷ھ) کے پوتے اور جانشین ہے۔ شیخ اللہ داد پانی پتی سے تعلیم حاصل کی۔ میراں سید عبد الشکور سے شرح عقائد پڑھی۔ تحصیل علم کے بعد ریاضت و مشاہدہ میں مشغول ہوئے۔ شکار کے شوقین تھے۔ جد امجد کے مکہ مکرمہ جانے کے بعد سب کچھ ترک کر دیا۔ اسی بنا پر خاتم التارکین کہلائے۔ اکبری و جہانگیری امرا اور دونوں سلاطین سے ملاقات بھی کی۔
(حافظ محمود شیرانی، "پنجاب میں اُردو" (حصہ اوّل)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص ۱۸۶۔۱۸۷)

بہاؤالدین زکریا ملتانی:

حضرت شیخ بہاؤ الدین محمد زکریا ملتانی (۵۶۶ھ۔۶۶۱ھ) کے آباؤ اجداد مکہ مکرمہ سے خوارزم آئے اور یہاں سے شہر ملتان میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ سات قراتوں کے ساتھ قرآن پاک حفظ کیا۔ حصول علم کے لئے خراسان اور بخارا کا سفر بھی کیا۔ پانچ برس تک روضہ رُسول کے مجاور رہے۔ بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی نے آپ کو خرقہ خلافت عطا کیا اور عوام کی رشد و ہدایت کے لیے ملتان جانے کا حکم دیا۔ آپ ہندوستان میں سلسلہ سہروردیہ کے پہلے بزرگ تھے۔ ملتان میں پیدا ہوئے اور ملتان ہی میں انتقال فرمایا۔

(مولانا اعجاز الحق قدوسی، ''تذکرہ اولیائے پنجاب''، لاہور: کتب خانہ شان اسلام، س۔ن۔ص ۵۹۔۷۳)

بہرام:

خاندان ساسانی کا چوتھا بادشاہ اور ہرفر کا لڑکا جو ۲۷۳ء میں ایران کے تخت پر بیٹھا۔ رعایا کا پسندیدہ تھا۔ تین سال تین مہینے سلطنت کرنے کے بعد ۲۷۶ء میں فوت ہوا۔

ایک مصنف جس نے بمبئی کے پارسیوں کی تاریخ، الموسوم بہ قصہ سجان ۱۵۹۶ء میں لکھی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۱۴۰)

بہرام شاہ:

ارسلان شاہ بن مسعود بن ابراہیم اپنے باپ کی وفات کے بعد ۶ رشوال ۵۰۹ھ / ۲۲ رفروری ۱۱۱۶ء میں تخت نشین ہوا تو اپنے تمام بھائیوں کو قید کر دیا۔ مگر بہرام شاہ بھاگ کر سلطان سنجر کے پاس خراسان چلا گیا۔ سلطان سنجر اور بہرام سے شکست کھانے کے بعد بہرام (م ۵۵۲ھ) نے ارسلان شاہ کو (۵۱۱ھ۔۵۱۲ھ) میں قتل کروادیا۔ اور خود غزنی کا بادشاہ بنا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد اول، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۲۰۰۸ء، ص ۹۲۔۹۳)

بہزاد، کمال الدین:

کمال الدین بہزاد (۸۴۴ھ/۱۴۳۸ء۔۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء) شہرہ آفاق مصور جس کا نام مانی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ہرات کا رہنے والا تھا۔ ہوش سنبھالا تو دو دبستان خاص طور پر شہرت رکھتے تھے۔ جن میں ایک دبستان عراق دوسرا دبستان وسط ایشیاء، بہزاد نے دونوں دبستانوں سے فیض حاصل کیا۔ لیکن اپنی خُداداد صلاحیتوں کی بنا پر ایک مستقل دبستان کی بنیاد ڈالی جو دبستان ایران کہلاتا ہے۔ بہزاد سلطان حسین بایقرا اور شاہ طہماسپ کے درباروں سے بھی وابستہ رہا۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، ص ۲۸۰)

بہلول لودھی:

سلطان بہلول لودھی دہلی افغانوں کے لودھی خاندان سے تھا۔ اِس کا باپ ملک کالا ابراہیم خاں عرف ملک بہرام کا بیٹا تھا۔ جو گورنر ملتان تھا۔ ۸۵۴ھ / ۱۴۵۰ء میں دہلی پر قبضہ کیا۔ ۲۵ رذی الحجہ / ۱۸ رجنوری ۱۴۵۲ء کو رسم تاج پوشی ادا کی۔ ۳۸ سال ۷ مہینے ۷ دن حکومت کرنے کے بعد ۲ رشعبان ۸۹۴ھ / یکم جولائی ۱۴۸۹ء میں وفات پائی۔ دہلی میں ہی دفن ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۷۸)

بھاکاری مولانا:

مولانا بھاکاری، بھیکن جی یا شیخ بھاکاری (۸۹۰ھ/۱۴۸۵ء۔۹۸۱ھ/ ۱۵۷۳ء) جن کا اصل نام نظام الدین تھا اور شیخ سیف الدین کے فرزند تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال تھے۔ اُصول حدیث میں ''منہج'' اور تصوف میں ''معارف'' اِن کی تصانیف ہیں۔ گرنتھ صاحب میں بھیکن کے نام سے دو شبد راگ درج ہیں۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد اوّل، ص ۲۸۳)

بھتا / بھتہ خازن، ملک:

ملک بھتہ خازن کا تعلق سلطان تغلق شاہ کے عہد سے تھا۔

(ضیاء الدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ، ۱۸۶۲ء، ص ۴۲۴)

بھوج ہاڈا:

رائے سرجن ہاڈا کا بیٹا تھا۔ باپ کے ساتھ ملازمت اکبری میں داخل ہوا۔ مدتوں کنور مان سنگھ کے ساتھ متعین رہا۔ شیخ ابوالفضل کے ساتھ مہم دکن میں بھی معمور ہوا۔ ۴۰ جلوس تک منصب ہزاری سے سرفراز تھا۔ ۱۰۱۶ میں انتقال ہوا۔

(منشی محمد سعید احمد مارہروی، ''امرائے ہنود''، علی گڑھ: ایم۔ اے۔ او کالج بک ڈپو، ۱۹۱۰ء، ص ۹۵)

بی نواسامی:

اصل نام تحقیق نہیں ہوسکا۔ فردوس آرام گاہ محمد شاہ کے زمانے میں ہولی کے موقع پر کچھ لڑائی دنگا ہوا اور ایک جفت فروش، سکرن جوہری کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اِس پر شہر کے جفت فروشوں نے بلوہ کر دیا اور جامع مسجد میں ہجوم کر کے امام کو خطبہ پڑھنے سے روک دیا۔ نواب ظفر خاں روشن الدولہ قمر الدین خاں الملقب بہ طرہ باز خاں نے اُس جوہری کو اپنے مکان میں پناہ دی اور نواب وزیر الملک قمر الدین خاں اعتماد الدولہ جفت فروشوں کے حامی و مددگار بنے۔ آخر اِن دونوں امرائے ذی اقتدار کے مابین سخت ہنگامہ ہوا اور بیسیوں آدمی طرفین سے کام آئے۔

(لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، ص ۶۸۸)

بیان، خواجہ احسن اللہ خاں:

خواجہ احسن اللہ خاں بیان، مظہر کے شاگرد اور فغاں کے ساتھیوں میں سے تھے اِسی طرح ہنگامہ آرا اور فن ندیمی میں طاق اور صاحب دیوان تھے۔ حیدر آباد میں ملازم تھے۔ وہیں انتقال کیا۔

(نور الحسن ہاشمی، ''دلی کا دبستان شاعری''، ص ۳۱۰)

بیدل، مرزا، عبد القادر:

مرزا عبد القادر بیدل ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ والدین چھوٹی عمر میں فوت ہوئے۔ تعلیم و تربیت اُن کے چچا مرزا قلندر بخش نے کی۔ جو فقرا سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ بیدل شاہزادہ اعظم شاہ ابن اورنگ زیب عالمگیر کی فوج میں ملازم ہوئے۔ لیکن جب قصیدہ لکھنے کی فرمائش ہوئی تو مستعفی ہو گئے اور پھر عمر بھر فقر و تصوف اور جذبہ دِل کے اظہار کے لئے

شعر گوئی سے سروکار رکھا۔ طب، علم رمل اور نجوم کے ماہر تھے۔ ایک عارف کامل اور شاعر بے بدل کے لحاظ سے لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ بیدل نے شاہ جہان سے لے کر محمد شاہ رنگیلے تک آٹھ بادشاہوں کو تخت طاؤس پر جلوہ افروز دیکھا۔ اُن کے شاعری اپنے عہد اور ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔ ۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء کو ۷۶ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ غالب نے اِس کا اتباع زیادہ تر مدنظر رکھا۔ تصانیف میں چہار عنصر بیدل، نکات بیدل، رقعات بیدل، اور ایک دیوان فارسی کا چھوڑا ہے۔
(نظامی بدایونی: ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۴۷)

بیربل:

مسخروں کے بادشاہ اور بھانڈوں کے قبلہ گاہ راجہ بیربر کا اصلی نام مہیش داس تھا۔ کالپی کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں معمولی بھانڈوں کی طرح شہر شہر گاؤں کبت اور دوہرے پڑھتے اِس کے بعد رام چند بھٹ کی سرکار میں نوکر ہو گئے۔ اِن کی خوش قسمتی نے کسی موقع پر اکبر بادشاہ کے سامنے پہنچا دیا۔ اور باتوں ہی باتوں میں کچھ کے کچھ ہو گئے۔ اوّل کبت رائے (ملک الشعراء) اور پھر راجہ تبریز کے خطاب سے موصوف ہوئے۔ رفتہ رفتہ اپنے مقرب اور چرب زبانی کی بدولت بادشاہ کے مزاج میں ایسا رسوخ پیدا کیا کہ تمام نورتن اکبری میں کوئی عالیجاہ امیر اور جلیل القدر سردار اُن کے رتبے کو نہ پہنچ سکا۔ ۹۹۳ھ میں اکبر نے باجوڑ کی سرحدی ''پٹھانوں کی تادیب کے واسطے بھیجا لیکن واپس نہ آیا۔[۱]

اکبر کے نورتنوں میں شامل تھا۔ اُس کا نام مہیش درس اور ذات کا بھاٹ تھا۔ ابتدا میں بہت غریب تھا۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت دربار میں حاضر ہوا اور اپنی لطیفہ گوئی اور سخن سنجی سے بادشاہ کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔ اکبر اُسے صاحب دانشور کہا کرتا تھا۔ ہندی کا اچھا شاعر بھی تھا۔ مہم یوسف زئی میں مارا گیا۔ اکبر کو اُس کی موت سے بہت صدمہ پہنچا اور دو دن تک کھانا بھی نہ کھایا۔[۲]

[۱] (منشی محمد سعید احمد مارہروی، ''امرائے ہنود''، ص ۸۶۔۸۸)
[۲] (''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، فیروز سنز، ص ۲۵۸)

بیرم خان:

عبدالرحیم خان خانخاں کا والد نہایت ممتاز سردار، بیرم خاں ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ہندوستان سے ایران کو گیا۔ مبارک خاں لوہانی کے ہاتھوں ۱۴/ رجمادی الثانی ۹۶۸ھ/ ۳۱/ رجنوری ۱۵۶۱ء کو قتل ہوا۔ اُس کی قبر گجرات میں تھی لیکن بعد ازاں اُس کی نعش مشہد بھیجی گئی۔ صاحب دیوان شاعر تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر'' جلد اوّل، ص ۱۴۷)

بیمز:

جے بیمز (۱۸۳۷۔۱۹۰۲ء) مشہور مستشرق انڈین سول سروس میں ملازمت اختیار کر کے ۱۸۵۲ء میں ہندوستان آئے۔ آپ نے ہندوستان کی زبانوں پر تحقیقی کام کیا۔ ۱۸۶۷ء میں ہندی لسانیات Outlines of Indian Philology تصنیف کی۔ (''ڈکشنری آف انڈین بائیوگرافی''، لاہور: بک لینڈ، س۔ن، ص ۳۱۔۳۲) بحوالہ:
(ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، تعلیقات خطبات گارساں دتاسی، لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، طبع اوّل ۱۹۸۷ء، ص ۸۱)

بیہقی:

خواجہ ابوالفضل محمد بن حسن بیہقی (۳۸۵۔۴۷۰) علاقہ بیہقی کے ایک گاؤں حارث آباد میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم نیشا پور میں حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد محمود غزنوی کے دیوان رسائل میں ملازم ہوا۔ قید و بند کی سختیاں بھی برداشت کیں۔ آخری عمر گوشہ عزلت میں گزاری۔ بیہقی کی عمدہ اور مشہور کتاب ''تاریخ بیہقی'' یا ''تاریخ مسعودی'' ہے جس میں دور غزنویہ کے اہم سیاسی حوادث، رسم و رواج اور شعرا و ادبا سے متعلق مفید معلومات ملتی ہیں۔

(ڈاکٹر منظر امام، ''تاریخ ادبیات ایران'' (حصہ نثر)، جلد اوّل، بہار: کتابستان چندواڑہ مظفر پور، ۲۰۰۰ء، ص ۳۲۔۳۶)

بے قرار، میر کاظم حسین:

میر کاظم حسین بے قرار، ہمشیرزادہ نواب سید رضا خاں مختار شاہ عالم ثانی، شاہ نصیر کے شاگرد اور استاد ذوق کے ہم مشق تھے۔ بڑے موزوں طبع اور ذہین نوجوان تھے۔

(لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، ص ۶۸۴)

پادری عماد الدین:

پادر عماد الدین کی ''ہدایت المسلمین'' تاریخ محمدی، عماد الدین ۱۸۶۶ء میں رابرٹ کلارک کے ہاتھوں عیسائی ہوا۔ عماد الدین کو بشپ ملمین نے کلکتہ چرچ میں ایک اہم عہدہ پر ۱۸۶۸ء میں مقرر کیا۔ بعد میں یہ لاہور میں بشپ فرنچ کا چیلن مقرر رہا۔ ۱۸۸۴ء میں آرچ بشپ آف کنٹربری نے اسے ڈی۔ ڈی کی ڈگری عطا کی۔ ۱۹۰۱ء میں مر گیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، جلد چہارم، اُردو ادب، ص ۵۹۳۔۵۹۴)

پائندہ خان:

تیمور شاہ (۱۷۷۳ء۔۱۷۹۳ء) کے اراکین سلطنت میں پائندہ خاں کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اس کے عہد میں پائندہ خان اور مدد خاں نے کشمیر میں ہونے والی بغاوت کو فرو کیا تھا۔ پائندہ خان نے شاہ زمان (۱۷۹۳ء۔۱۸۰۰ء) کو بادشاہ بنانے میں بھرپور اپنا کردار ادا کیا تھا۔ پائندہ خان کو سرفراز خان کے خطاب سے بھی نوازہ گیا۔ پائندہ خان ۱۸۴۰ء میں فوت ہوا۔

(رائے بہادر گوپال داس، ''تاریخ پشاور''، ص ۷۱۔۷۲)

پربین خان:

عہدی اکبری (۹۶۳ء۔۱۰۱۴ء) میں پربین خان پسر نائیک چرچو بین بجانے والوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۸۸)

پرتاب سنگھ، رام پرتاب:

پرتاب سنگھ (رام پرتاب) ابن حکومت رائے بن خوشحال رائے موضع آذر پرگنہ راہوں ضلع جالندھر پنجاب کا رہنے والا تھا اور اُس کا تعلق عہد محمد شاہی سے تھا۔ سنہ ۹ جلوس محمد شاہی مطابق ۱۱۳۹ھ/۱۷۲۶ء میں اُس نے ایک بیاض لکھی جو قدیم

دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، تنقید پر تھی راج راسا، جلد ہفتم،
لاہور: مجلس ترقی ادب کلب روڈ، ۱۹۷۶ء، متعدد صفحات)

پرویز، شاہزادہ:

شاہ جہانگیر کا دوسرا بیٹا تھا۔ کابل میں ۹۹۸ھ/۱۵۹۰ء میں پیدا ہوا۔ پرویز سلطان اور برہان پور میں اڑتیس سال کی عمر میں ۶ صفر ۱۰۳۵ھ/۲۸ اکتوبر ۱۶۲۶ء کو فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۵۰)

پیارا شیخ:

شیخ پیارا، شیخ عارف بن عبدالحق (متوفی ۸۵۸ھ) کے مرید بھی تھے اور خادم بھی شیخ پیارا کی تربیت شیخ عارف کے زیر سایہ ہوئی تھی۔ شیخ پیارا نے ۸۶۵ھ میں انتقال فرمایا۔

(شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ''مراۃ الاسرار''، تحقیق وترجمہ: کپتان واحد بخش سیال، ص ۱۱۶۱)

تاباں:

میر عبدالحئی رضوی نام اور تاباں تخلص تھا۔ دہلی میں پیدا ہوئے۔ حسین وجمیل تھے۔ اِس لئے یوسف ثانی مشہور ہو گئے تھے۔ امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مرزا مظہر جاناں کے مرید تھے۔ فن سخن میں شاہ عالم سے تلمذ تھا۔ لیکن بقول شیفتہ مرزا محمد رفیع سودا سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ۱۷۶۹ء تک زندہ تھے۔ عین عالم شباب میں بمقام دہلی انتقال کیا۔ صاحب دیوان تھے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا ص ۱۵۲)

تاثیر، محسن:

مرزا محسن کا تخلص تاثیر تھا، جو صاحب دیوان شاعر تھے۔ اس کا عہد ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۸ء ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا ص ۱۵۲)

ٹامس / ٹامس روبک:

ٹامس روبک ۱۷۸۱ء میں لنلتھگو شائر میں پیدا ہوئے اور ایڈنبرا میں تعلیم پائی۔ ۱۸۰۱ء کے اوائل میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہو کر ہندوستان آئے۔ فوج میں ۱۸۱۵ء میں کپتان کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اُردو زبان وادب سے خاص شغف تھا۔ ٹامس نے ایک ''لغت جہاز رانی'' لکھی جو ۱۸۱۱ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی اس میں بحریہ اور جہاز رانی کی اصطلاحیں اور الفاظ جمع کیے گئے ہیں۔ اُن کی دوسری کتاب ''ترجمان ہندوستانی'' ہے۔ جس میں قواعد زبان اُردو کے ابتدائی مسائل درج کیے گئے ہیں۔ ۱۸۱۱ء میں ٹامس کا تقرر فورٹ ولیم کالج میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر ہوا۔ ۱۸۱۹ء میں انتقال ہوا اور کلکتے کی پارک اسٹریٹ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(ڈاکٹر رضیہ نور محمد، ''اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، ص ۱۰۶۔۰۸)

تان ترنگ خان:

تان ترنگ خان اپنے عہد کے مشہور ماہر موسیقی تان سین (متوفی ۹۹۸ھ/۱۵۸۹ء) کا بیٹا تھا۔ تان ترنگ خاں کا شمار اپنے عہد کے نامور گویوں میں ہوتا تھا۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی وشاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۸۷)

تان سین:

تان سین کا اصل نام ترلوچن داس بن مکرند پانڈی تھا جو قبیلہ گور برہمن سے تعلق رکھتا تھا۔ تان سین موضع بھیت جو مضافات گوالیار میں ہے۔ ۹۳۱ھ یا ۹۳۸ھ میں حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کی دعا کے اثر سے پیدا ہوا۔ تان سین نے اُس دور کے ماہر اساتذہ سے موسیقی کی تعلیم حاصل کی اور اِس فن میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ بقول ابوالفضل گذشتہ ہزار سال میں اِس کا مثل پیدا نہیں ہوا۔ پہلے راجہ رام چندر والی باندھو کے ہاں ملازم ہوا ۹۷۰ء میں راجا بیر بر اور زین خاں کے کہے دربار اکبر میں جگہ پائی اور فن موسیقی میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج تک اُس کا نام زندہ وجاوید ہے۔ آخر ۹۹۸ھ/ ۲۶؍اپریل ۱۵۸۹ء کو تان سین نے وفات پائی اور حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کے مزار کے پائیں دفن ہوا۔

(مقالات الشعراء، ج ۳، مرتبہ: سید حسام الدین راشدی، بحوالہ: رسالہ ''آج کل''، دہلی، موسیقی نمبر، اگست ۱۹۵۶ء)

تپش، غلام محمد خاں:

منشی غلام محمد خاں تپش سابق ایڈیٹر اودھ اخبار و مالک مشیر قیصر کئی برس تک نواب اکبر علی خاں والی پالوڈی کی مصاحبت میں رہے۔ اُردو فارسی میں عبور حاصل تھا۔ اخبار نویسی میں اچھا نام پایا۔ شعر بھی کہتے تھے۔ ۱۸۹۰ء کے قریب فوت ہوئے۔

(لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، ص ۳۵)

تجلی:

میر حسن تجلی عرف میر حاجی دہلوی، پسر میر حسن کلیم، شاگرد خواہر زادہ میر تقی مرحوم، لیلیٰ مجنوں کا قصہ اُردو میں نظم کیا۔ طبیعت ظریف اور نکتہ سنجی کی طرف مائل تھی۔ اپنے عہد کے مشہور شعرا میں سے تھے۔ شاعری میں کہیں کہیں میر کا پرتو آشکارا ہے۔ دلی میں بیگم کے باغ واقع چاندنی چوک میں رہتے تھے۔

(لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، ص ۳۶)

ترقی، مرزا محمد تقی:

اسد الدولہ آغا محمد تقی نام خاں بہادر فیل جنگ، امیر بافرہنگ فیروزہ معدن نیشاپور اور ترقی تخلص تھا آپ میر سوز کے شاگرد تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، مرتبہ: مشفق خواجہ، ص ۲۱۸)

تسکین:

تسکین تخلص اور نام میر حسین ہے۔ اِن کا سلسلہ نسب فرخ سیر کے وزیر کے قاتل میر حیدر خاں سے ملتا ہے۔ بلند فکر

شخصیت کے مالک تھے۔ مومن سے اصلاح لیتے تھے۔ ۱۲۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶۸ھ میں تسکین نے وفات پائی۔
(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، مترجم: حمیدہ خاتون، ص ۱۱۳)

تفتہ، منشی ہرگوپال:

سخنور ہم پایہ طالب وکلیم، منشی ہرگوپال تفتہ المقلب بہ میرزا تفتہ حضرت غالب کے عزیز ترین شاگرد تھے۔ فارسی میں شعر کہتے تھے۔ ۱۲۱۴ء میں پیدا ہوئے اور عمر کا زیادہ حصہ سکندر آباد نواح دہلی میں گذرا۔ مرزا تفتہ کا لقب غالب نے ہی عطا فرمایا تھا۔ اُردوئے معلیٰ میں اکثر خط اُن کے نام ہیں۔ مرزا کی وفات کے دس سال بعد انتقال کیا۔
(لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، ص ۱۱۵۔۱۱۶)

تقی الدین محمد الحسینی الااوحدی:

متخلص بہ تقی اوحدی، اصفہان میں ۹۷۴ھ/ ۱۵۶۵ء کو پیدا ہوا۔ ۱۰۵۵ھ/ ۱۶۰۶ء میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ ہندوستان آیا۔ ڈیڑھ سال لاہور میں رہ کر آگرہ چلا آیا اور یہیں رہائش اختیار کی۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۶۰۹)

تلسی داس:

تلسی داس ۱۵۳۲ء میں پیدا ہوا۔ ہندوؤں میں بحیثیت ایک مذہبی مصلح اور شاعر کے اِن کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ وہ اکبر بادشاہ اور جہانگیر کے عہد میں گزرے ہیں۔ چتر کوٹ اِن کا وطن تھا۔ ۱۴/ اکتوبر ۱۶۲۳ء کو بمقام بنارس فوت ہوئے وہ رامائن کے مصنف ہیں اِن کے بہت سے گیت اور بھاشا کی نظمیں مشہور ہیں۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر'' جلد اوّل، ص ۷۔۱۵)

تیمور شاہ درانی:

تیمور شاہ دُرّانی کا انتقال ۱۲۰۷ھ/ ۱۷۹۳ء میں ہوا شاہ زمان تخت نشین ہوا، تو تیمور شاہ احمد شاہ ابدالی کا سب سے بڑا بیٹا بجائے اپنے باپ کے کابل و قندھار کے تخت پر ۱۱۸۶ھ/ ۱۷۷۲ء میں جانشین ہوا اور اپنے باپ کے وزیر شاہ ولی خاں کو قتل کر دیا۔ ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۷ شوال ۱۲۰۷ھ/ ۱۷ مئی ۱۷۹۲ء میں فوت ہوا۔ سنتالیس سال کی عمر پائی۔ تیمور شاہ کے بعد اُس کا بیٹا زمان شاہ کابل و قندھار کا بادشاہ بنا۔ محمد شاہ بادشاہ ہرات نے اِسے ۱۸۰۰ء میں اندھا کر کے بالا حصار میں قید کر دیا۔ جب ۱۸۳۹ء میں انگریزوں نے شاہ شجاع کو تخت کابل پر بٹھایا تو افغانوں نے جنوری ۱۸۴۲ء میں زمان شاہ کو اپنا بادشاہ مشتہر کر دیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۵۸۔۱۵۸)

ٹاڈ جیمز:

ٹاڈ جیمز (۱۷۸۲ء۔۱۸۳۵ء) انگلستان میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازم ہو کر ہندوستان آیا۔ پانچ سال گوالیار کی ریزیڈنسی میں گزارے اور راجستھان کے متعلق بڑی معلومات حاصل کیں۔ مغربی ریاستوں کا پولیٹکل

ایجنٹ (۱۸۱۸ء۔۱۸۲۳ء) رہا پھر انگلستان جا کر رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا لائبریرین مقرر ہوا۔ اِسی دوران ''تاریخ راجستھان'' کے نام سے کتاب لکھی۔ مغربی ہند کی سیاحت کے لحاظ سے اِس کا سفرنامہ بھی مشہور ہے۔

(''اُردو انسائیکلو پیڈیا''، جلد اول، ص ۴۰۷)

ٹوڈرمل:

ٹوڈرمل کے وطن کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض نے لاہور کا اور بعض نے لاہرپو (علاقہ اودھ) کا رہنے والا بتایا ہے۔ شروع میں اکبر بادشاہ کے عام منشیوں میں داخل ہوا۔ ترقی کرتے کرتے وزارت کے عہدے پر فائز ہوا۔ ۱۱رمحرم ۹۹۸ھ/ ۱۰ نومبر ۱۵۸۹ء میں ایک کھتری نے قتل کر دیا۔ ٹوڈرمل نے ملک میں مالی اصلاحات کا نفاذ کیا۔ زمین کی پیمائش کروائی اور اِس کی اقسام مقرر کیں۔ روپے میں چالیس دام مقرر کیے۔ ہر جگہ کی آمدنی کے لحاظ سے وہاں جمع بندی کی اور لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ ایک کروڑ دام پر ایک سمجھ دار آدمی کو مقرر کیا اور اِس کا عہدہ کروڑی کے نام سے موسوم کیا۔ اِس کے علاوہ خالص گیارہ ماشے سونے کی اشرفی اور گیارہ ماشے چاندی کے روپے کے سکے ڈھلوائے۔

(صمصام الدولہ شاہنواز خاں، ''ماثر الامراء''، جلد دوم، ص ۸۹)

ٹیپو سلطان:

حیدر علی خاں سلطان میسور کا بیٹا تھا۔ ۱۷۴۹ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کی جگہ دسمبر ۱۷۸۲ میں میسور کا بادشاہ ہوا۔ وہ انگریزوں کے خلاف فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر لڑا۔ ۱۷۹۰ء میں انگریزوں سے شکست کھائی۔ ۱۷۹۹ء میں پھر لڑائی ہوئی اور انگریزوں نے عین اُس کے دارالسلطنت پر حملہ کیا اور اُس نے سرنگاپٹم کے قلعے کو بہادری کے ساتھ بچانے کی کوشش کی جس میں سلطان ٹیپو ۲۸ رذی القعدہ ۱۲۱۳ھ/ ۴ رمئی ۱۷۹۹ء کو بعمر ۵۲ سال شہید ہوئے۔ ٹیپو سلطان کی دو تصانیف ہیں ایک ''فرمان بنام علی راجہ'' دوسری ''فتح نامہ'' ہے۔

(معین الدین عقیل، ''فتح نامہ ٹیپو سلطان''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، متعدد صفحات)

ٹینی سن:

عہدِ وکٹوریہ (۱۸۹۲ء۔۱۹۰۹ء) کا نمائندہ شاعر ٹینی سن جس کا شمار انگریزی کے صفِ اوّل کے شعرا میں ہوتا ہے۔ ٹینی سن لنکن شائر کاونٹی کے مقام پر پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ٹرینٹی کالج کیمرج میں داخلہ لیا۔ شاہکار نظمیں لکھیں۔ ۱۸۵۰ء میں ملکہ وکٹوریہ نے ورڈز ورتھ کی وفات کے بعد اُسے ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ اُس نے اپنی شاعری میں ورڈز ورتھ بائرن اور کیٹس کے ورثہ اور روایت کو اُستادانہ رنگ سے آگے بڑھایا ۱۸۸۴ میں اُسے لارڈ کا درجہ ملا۔ آخری عمر کی نظمیں بہت سادہ ہیں۔

(Drabble, Margaret, "The Oxford Companion to English Literature". Oxford: Oxford University Press, 5th edition, 1995. p970-71)

ثعلبی یا ثعالبی، ابو اسحاق احمد بن محمد:

ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشا پوری (م ۴۲۷ھ/۱۰۳۵ء) مشہور مفسر جس کی تفسیر ''کشف البیان'' مشہور

ہے۔ نیز قصص الانبیا کے باب میں ''عرائس البیان'' لکھی۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۴۳۶)

ثناء اللہ پانی پتی:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شیخ جلال الدین صاحب پانی پتی کی اولاد میں سے تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور سولہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے شاہ محمد عابد سنائی سے بیعت کی پھر اِن کی وفات کے بعد مرزا مظہر جان جاناں سے کسب کمال حاصل کیا۔ تفسیر مظہری (عربی) سات جلدوں میں ہے۔ جو مرزا جاناں کے نام سے منسوب ہے۔ یکم رجب ۱۲۲۵ھ کو وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۱۶۱)

جام نندا والی:

جام نظام الدین جو جام نندا کے نام سے مشہور ہے جام سنجر کے بعد بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانہ میں سندھ کی مملکت میں رونق آ گئی۔ وہ ملتان کے والی سلطان حسین لنگاہ (۸۶۵ھ/ ۶۱-۱۴۶۰ء-۹۰۸ھ/ ۱۵۰۲ء) کا ہم عصر تھا۔ جام نندا کے زمانے میں شاہ بیگ قندھار سے آیا ۸۹۹ھ/ ۹۴-۱۴۹۳ء میں سیوی کا قلعہ فتح کیا۔ جام نندا ساٹھ برس حکومت کرنے کے بعد فوت ہوا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد سوم، ص ۴۹۹-۵۰۰)

جامی:

نور الدین عبدالرحمٰن جامی فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ والد کا نام مولانا محمد اصفہانی تھا۔ ۷ نومبر ۱۴۱۴ء/ ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ کو موضع جام میں جو ہرات کے قریب ہے ولادت ہوئی۔ اِسی مناسبت سے اپنا تخلص جامی رکھا۔ سلطان ابو سعید مرزا اور سلطان حسین مرزا مولانا جامی کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ چوالیس سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ جن میں ''یوسف زلیخا'' اُن کی مشہور مثنوی۔ ہے دوسری ''نفحات الانس'' بھی مقبول عام ہے جس میں علما و مشائخ کے مختصر حالات درج ہیں۔ جامی نے ۸۱ سال کی عمر پائی۔ ۱۸ محرم ۸۹۱ھ/ ۹ نومبر ۱۴۹۲ء میں مدینہ منورہ کی راہ میں انتقال ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۱۶۲-۱۶۱)

جانی، میرزا جان:

میرزا جان نام اور جانی تخلص تھا۔ آپ میرزا مظہر علی کے والد تھے (جو شہنشاہ اورنگزیب کے دربار سے وابستہ تھے اِن کا تعلق بیجاپور کے ایک اعلیٰ خاندان سے تھا)۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۸۹)

جبرئیل:

جبرئیل ایک مقرب و مرسل فرشتے کا نام، جس کے معنی عبرانی میں ''بندہ اللہ'' ہیں۔ چونکہ یہ ہستی اللہ اور پیغمبروں کے

درمیان سفارت اور اللہ کے اوامر و نواہی اور وحی کی تبلیغ پر معمور تھی۔ اِس لئے مسلمانوں میں صوۃ وسلام کے لائق ایک پاک اور مقدس شخصیت جانی جاتی ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۷، ص ۱۰۰)

جدروپ:

جدروپ (اجھد روپ اشرم) ایک مرتاض سنیاسی شہر اجین کے قریب بستی سے دور ایک گوشہ صحرا میں معبود حقیقی کی پرستش میں مشغول رہتا تھا۔ وہ جگہ جو اُس نے اپنے رہنے کے لئے پسند کی تھی ایک پشتہ تھا۔ اُس پشتے میں سوراخ کر کے ایک دروازہ بنالیا گیا۔ تنہا وہ اِس تنگ و تاریک سوراخ میں رہتا تھا۔ بالکل برہنہ صرف ایک کپڑے سے اپنے ستر کو چھپا رکھا تھا۔ آگ، تک نہ جلاتا دِن میں دو بار غسل کرتا۔ اپنے عقیدت مند سے پانچ لقمے لیتا اور بغیر چبائے کھا لیتا۔ لوگوں سے ملنے کا خواہش مند نہیں تھا۔ علم ویدانت (ہندوؤں میں علم تصوف ہے) خوب جانتا تھا۔

(نورالدین محمد جہانگیر، "تزک جہانگیری"، ص ۵۵۴۔۵۵۵)

جرات:

قلندر بخش کا تخلص ہے جو حافظ امان کا بیٹا اور میر جعفر علی حسرت کا شاگرد تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے لیکن کم عمری میں فیض آباد پہنچے۔ مرزا سلیمان شکوہ کے ہاں ملازمت بھی اختیار کی۔ عین شباب میں نابینا ہو گئے مگر رنگین اور پر لطف مضامین ضرور سوچتے تھے۔ انشاؔ و مصحفیؔ اور قتیلؔ اِن کے معاصر تھے۔ تین دیوان چھوڑے۔ ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۰۹ء میں فوت ہوئے۔ جرات کا شمار اُردو کے نامور شعرا میں ہوتا ہے۔

(محمد یحییٰ تنہا، "مرآۃ الشعر"، لاہور: عالمگیر الیکٹرک پریس، س۔ن، ص ۲۸۱۔۲۸۳)

جعفر علی سید:

سید جعفر علی فارسی کے بہت اچھے ادیب اور سخن فہم سمجھے جاتے تھے۔ انہی کے فیض صحبت سے حالیؔ کو نہ صرف فارسی زبان و ادب سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ بلکہ اِن کی طبیعت میں شاعری کا جو فطری مادہ تھا اُسے بھی جلا ملی۔

(صالحہ عابد حسین، "یادگار حالی"، ص ۲۶۔۲۷)

جگ ناتھ کلاونت:

فن موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ شاہجہان کے دربار میں ملازم تھا۔ بادشاہ شاہجہان نے اِسے مہا کبراج کا خطاب عطا کیا تھا۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد ۱، ص ۱۶۸)

جلال الدین بخاری:

جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت (۷۰۷ھ/ ۱۳۰۸ء۔۷۸۵ھ/ ۱۳۸۴ء)، اُچ شریف میں پیدا ہوئے۔ مخدوم جہانیاں لقب ہے۔ اپنے والد سید احمد کبیر کے مرید تھے۔ جہاں گشت اِس لئے کہلاتے ہیں کہ دنیا کی ہر سمت

میں سیر و سیاحت کی جن میں مصر، شام، عراق، بلخ، بخارا، خراسان، بیت المقدس، بغداد، یمن، بحرین، غزنین وغیرہ شامل ہیں۔ علاؤ الدین خلجی سے لے کر فیروز شاہ تغلق تک سات بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ ۷۸ برس عمر پائی۔ تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ مقررنامہ میں بیالیس خطوط شامل ہیں۔
۲۔ اربعین صوفیہ، مکہ مکرمہ میں لکھی۔
۳۔ قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا۔
۴۔ سراج السالکین، مخدوم جہانیاں کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔

(سید صباح الدین عبدالرحمٰن، تذکرہ اولیائے کرام، ص ۲۹۴۔ ۳۳۰)

جلال الدین پانی پتی:

آپ کا اصل نام خواجہ محمد تھا جلال الدین خطاب تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت عثمان غنیؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ نہایت حسین و جمیل اور لباس فاخرہ زیب تن کرتے تھے۔ لیکن جب آپ شیخ شمس الدین کے مرید ہوئے تو اسباب ظاہری سے بے نیاز ہو گئے حضرت شیخ احمد عبدالحق آپ کے مرید تھے لیکن شیخ جلال الدین کی اولاد آج تک شیخ احمد عبدالحق کے سلسلے میں مرید ہوتی ہیں۔ آپ سلطان محمود بن محمد فیروز شاہ (م۔ ۸۱۵) کے ہم عصر تھے۔ شیخ جلال الدین کا مزار پانی پت میں ہے۔

(شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ''مراۃ الاسرار''، تحقیق و ترجمہ: کپتان واحد بخش سیال، ص ۱۰۳۶۔ ۱۰۴۳)

جمال الدین استاجی، مولانا:

جمال الدین استاجی اپنے عہد کے مشہور شاعر تھے۔ تذکروں اور بیاضوں میں اِن کے اشعار ملتے ہیں۔ خاندان تغلق کے معروف فرمانروا، فیروز تغلق (۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء۔ ۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء) کے عہد سے تعلق تھا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، متعدد صفحات)

جمال الدین ہانسوی:

شیخ جمال الدین ہانسوی جنہیں قطب جمال الدین بھی کہتے ہیں۔ آپ امام ابو حنیفہ کی اولاد میں سے تھے اور شیخ فرید الدین گنج شکر کے مرید خاص اور سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ آپ دو کتب کے مصنف بھی ہیں۔ ''ملہمات'' جو صوفیوں کے جامع کلمات کا مجموعہ ہے دوسرا اُن کا فارسی دیوان ہے جس میں اُس وقت کے ہندوستان کے مذہبی و سیاسی افکار، متصوفانہ مضامین، عوامی عقائد اور رسم و رواج کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ولادت ۵۸۰ھ/ ۱۱۸۴ء، وفات در ہانسی ۶۵۹ھ/ ۱۲۶۱ء ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۱۰۰)

جمالی شیخ:

حامد بن فضل اللہ نام تھا۔ دہلی کے کنبوہ خاندان سے نسبت تھی۔ پہلے جلالی پھر جمالی تخلص اختیار کیا۔ مروجہ علوم کی تحصیل دہلی میں کی پھر اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ جمالی نے ایران، عراق اور عرب و عجم

کا سفر بھی کیا۔ مکہ اور مدینے میں قیام کیا۔ شیخ زین الدین خوافی، نور الدین عبدالرحمٰن جامی، مولانا مسعود شیرانی، حسین واعظ کاشفی، قاضی معین اور عبدالغفور لاری جیسے بزرگ اولیا سے ملاقاتیں بھی کیں۔ ظہیر الدین بابر اور ہمایوں کے ساتھ بھی اچھے مراسم تھے۔ سکندر لودھی، جمالی کا معتقد تھا۔ جمالی ۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء میں وفات پا گئے۔ اور دہلی میں حضرت بختیار کاکی کے روضے کے نزدیک دفن ہوئے۔ سیر العارفین، مثنوی مہر و ماہ اور دیوان جمالی مشہور تصانیف ہیں۔

(حامد بن فضل اللہ جمالی، ''سیر العارفین''، مترجم: محمد ایوب قادری، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، ۱۹۷۶ء، متعدد صفحات)

جنید، میاں:

میاں جنید اکبری دور (۹۶۳ھ۔۱۰۱۴ء) کے نامور گانے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ میاں جنید دربار اکبری سے وابستہ تھے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۸۷)

جنیدی:

علی اکبر نام تھا۔ نصیر الدین ہاشمی اور شمس الدین قادری نے اِس کا نام شیخ احمد لکھا ہے۔ سلطان عبداللہ قطب شاہ نے ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱ء میں اِنہیں سرنوبت کے عہدے پر سرفراز کیا تھا۔ بعد ازاں ملازمت چھوڑ کر برہان پور میں مقیم ہو گئے۔ جنیدی کا شمار اُردو کے اُن قدیم شعرا میں ہوتا ہے جنھوں نے منظر نگاری میں اپنا کمال دکھایا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۴۲۶)

جواہر سنگھ:

سورج مل جاٹ بھرت پور کا راجہ تھا۔ باپ کا نام بدن سنگھ تھا۔ ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء سے کچھ سال پہلے تخت نشین ہوا۔ ہندوستان سے احمد شاہ ابدالی کی واپسی کے بعد آگرہ اور اس کے تمام مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار دسمبر ۱۷۶۳ء/۱۱۷۷ھ میں نجیب الدولہ روہیلہ سردار کے ہاتھوں روہیلوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ سورج مل جاٹ کے بعد اُس کا بیٹا جواہر سنگھ ۱۷۶۳ء میں تخت نشین ہوا جو ۱۷۶۳ء میں قتل کر دیا گیا۔ اِس کا جانشین اس کا بھائی راؤ رتن تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۱۷۳۔۲۹۳)

جونا، ملک:

ملک فخر الدین جونا جو بادشاہ بننے کے بعد سلطان محمد شاہ بن تغلق کے نام سے مشہور ہوا۔

(ضیاء الدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، ص ۴۱۳)

جہاندار شاہ:

شاہ عالم کا سب سے بڑا لڑکا جو ۱۷۴۹ء میں پیدا ہوا۔ جہاندار شاہ نے اپنی کافی زندگی انگریزوں کے زیر سایہ گزاری۔ ۲۵ شعبان ۱۲۰۲ھ/۳۱ مئی ۱۷۸۸ء کو ۳۹ سال کی عمر میں وفات پائی اُس کی تصانیف میں سے ایک کتاب موسومہ بیاض عنایت مرشد زادہ موجود ہے جس کا انگریزی ترجمہ کرنیل اسکاٹ نے کیا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۱۸۶۔۱۸۷)

جہانگیر قلی خان:

عہد جہانگیر میں دوہم نام ''جہانگیر قلی خان'' ملتے ہیں۔

۱۔ جہانگیر قلی خاں، خان اعظم مرزا عزیز کوکا کالڑکا تھا۔

۲۔ جہانگیر قلی خان دہلی جسے جہانگیر نے ۱۰۱۶ھ میں صوبیدار بنگال مقرر کیا تھا اور بنگال میں ۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلداوّل، ص ۱۷۷)

جہانگیر:

جہانگیر، اکبر کا بیٹا، حضرت شیخ سلیم چشتی کی دعا سے جو موضع سیکری ضلع آگرہ میں مقیم تھے۔ ۱۷ ربیع الاوّل ۹۷۷ھ / ۳۱ اگست ۱۵۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ اکبر پیار سے اُسے شیخو بابا کہا کرتے تھے۔ نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ شہنشاہ اکبر کے بعد نورالدین جہانگیر کے نام سے ۱۶۰۶ء میں تخت نشین ہوا۔ اُس کے عہد میں زنجیر عدل قائم ہوئی۔ کبوتروں کو نامہ بری سکھائی گئی۔ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ / ۲۸ اکتوبر ۱۶۲۷ء کو فوت ہوئے۔ جہانگیر خوش نویسی، نقاشی، مصوری اور شاعری میں بھی ذوق رکھتے تھے۔ ''تزک جہانگیری'' اُن کی مشہور تصنیف ہے جس میں جہانگیر نے اپنی زندگی اور حکومت کے متعلق یاد داشتیں لکھی ہیں۔

(نورالدین محمد جہانگیر، ''تزک جہانگیری''، جلداوّل، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، متعدد صفحات)

جہاں خان لودھی:

خاں جہاں لودھی افغان النسب تھا لیکن ہندوستان میں اپنی قوم پر فخر وغرور کرتا تھا۔ بہت سی فوجی خدمات اِس سے منسوب ہیں۔ عہد جہانگیری میں پنج ہزاری منصب پر فائز تھا۔ شاہجہان کے عہد میں اُس نے بغاوت کی اور خودمختاری حاصل کرنے کی کوشش میں تھا۔ لیکن شاہی فوج کے ہاتھوں ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۱ء میں اِس کا خاتمہ ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلداوّل، ص ۲۱۰۔۲۰۹)

جھمنا:

آپ نواب حسام الدولہ مرحوم کے خدمت گزاروں میں سے تھے۔ امام بخش بیکس کے مطابق کبھی کبھار شعر کہتے تھے۔

(قدرت اللہ قاسم، مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو، ص ۱۷۸)

جیون:

محبوب عالم عرف شیخ جیون سید میراں بھیک (م۔ ۱۷۱۸ء) چشتی کے مرید تھے۔ محبوب عالم نے محشر نامہ، دردنامہ، خواب نامہ، پیغمبر نامہ اور دُھیر نامہ بی بی فاطمہ خاتون کے نام سے چند رسالے مرتب کیے ہیں۔ جن کا موضوع مذہبیات ہے۔ اِن میں سے دردنامہ کی حیثیت اِس لئے منفرد ہے کہ اِس میں حضور نبی کریم ﷺ کی وفات پر حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ وغیرہ کی زبان سے مرثیے کہے گئے ہیں جو اُردو میں اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۱۷۲۔۱۷۱)

چاند بی بی:

چاند بی بی یا چاند سلطانہ دکن کی مشہور تاریخی خاتون حسین نظام شاہ والی احمد نگر کی بیٹی، مرتضیٰ نظام شاہ کی بہن اور بیجا پور کے علی عادل شاہ کی بیگم تھی۔ ۱۵۸۰ء میں علی عادل شاہ کی وفات کے بعد اِس کا نابالغ بھتیجا ابراہیم عادل شاہ دوم مسند نشین ہوا۔ اِس کی نابالغی کے زمانے میں چاند بی بی بحیثیت سرپرست بیجا پور سلطنت کا کام انجام دیتی رہی جب شہزادہ مراد نے دکن پر لشکر کشی کی تو اُس وقت احمد نگر کو اِسی نے مغلوں کے پنجے سے محفوظ رکھا تھا اور میدانِ جنگ میں خود آ کر فوج کی کمان کی۔ ۱۵۹۹ء/۱۰۰۹ھ میں دوبارہ جب شہزادہ دانیال نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور قلعہ بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو چاند بی بی نے ایک کنویں کو تیزاب سے بھروا کر اِس میں گر کر جان دے دی یہ واقعہ محرم ۱۰۰۹ھ کا ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر'' (جلد اوّل)، ص ۱۸۲۔۳۶۲)

چاند خان:

چاند خان کا شمار عہدِ اکبری (۹۶۳ھ۔۱۰۱۴ھ) کے باکمال گانے والوں میں ہوتا تھا اور دربار سے وابستہ تھے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوقِ موسیقی''، ص ۸۸)

چراغ دہلی، شیخ نصیر الدین محمود:

اِسم گرامی محمود تھا۔ نصیر الدین اور چراغ دہلی لقب تھا۔ آباو اجداد خراسان سے لاہور آئے۔ حضرت کی ولادت (تقریباً ۶۷۵ھ) اودھ میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت والدہ نے کی۔ ۱۸ سال کے مجاہدے اور ریاضت کے بعد حضرت نظام الدین اولیا کے نہ صرف مرید ہوئے۔ بلکہ منظورِ نظر بھی ہوئے۔ مرشد نے وفات کے وقت خرقہ خواجگان اِنہی کو مرحمت فرمایا اور دہلی میں اپنا جانشین مقرر کیا۔ عفو و درگزر کا یہ عالم تھا کہ قلندر تراب کو بھی معاف فرمایا جس نے بے رحمی سے چھری کے پے در پے گیارہ وار کیے تھے۔ تاریخ وصال ۱۸ر رمضان ۷۵۷ھ/۱۶ر ستمبر ۱۳۵۶ء ہے۔ آپ کے ملفوظات ''خیر المجالس'' کے نام سے خواجہ حمید قلندر نے اور مجموعہ ''مفتاح العاشقین'' محب اللہ نے مرتب کیا۔

(ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ''دلّی کے بائیس خواجہ''، لاہور: حامد اینڈ کمپنی، س۔ن، ص ۱۴۶۔۱۵۷)

چرنجی لال، منشی:

منشی چرنجی لال الٰہ آباد کے رہنے والے تھے۔ فلسفہ و ریاضی میں کافی ذوق رکھتے تھے۔ ایک کتاب مصباح المساحت ۱۸۵۴ء میں لکھی۔

(محمد یحییٰ تنہا، ''سیر المصنفین''، لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، سن ندارد، ص ۲۲۹)

چندر بھان:

چندر بھان پٹیالے کا باشندہ تھا۔ اِسے فارسی زبان پر عبور حاصل تھا۔ برہمن تخلص کرتا تھا۔ شاہجہان بادشاہ کے بڑے بیٹے دارالشکوہ کے دربار میں میر منشی رہا تھا۔ گلدستہ تحفۃ الانوار، تحفہ، مجمع الفقراء، چار چمن، منشیات، برہمن جس میں اُس نے اپنے مکتوبات کو جمع کیا ہے۔ اور ایک دیوان فارسی اُس کی تصنیف ہے۔ دارالشکوہ کی وفات کے بعد وہ بنارس چلا گیا تھا اور

وہیں ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۸۳۔۱۸۴)

چندولال:

راجہ چندولال پیدائش ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء رائے نرائن داس کے بیٹے تھے ان کا سلسلہ نسب راجہ ٹوڈرمل سے ملتا ہے۔ ۱۲۱۲ھ میں راجہ بہادر اور ۱۲۲۵ھ میں مہاراجہ اور ۱۲۴۵ھ میں راجہ راجایان کے خطاب پائے۔ ۱۲۴۸ھ میں بعہد نواب ناصر الدولہ وزیرِاعظم مقرر ہوئے نہایت فیاض اور علم دوست انسان تھے۔ ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء میں فوت ہوئے۔ شاعری میں شاداں تخلص تھا اُردو میں شاہ نصیر دہلوی سے تلمذ تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۸۴)

چنگیز خان:

منگول سلطنت کا بانی جو ۱۱۶۷ء میں دریائے اُنان کے دائیں کنارے بمقام دیوان بولاق میں پیدا ہوا۔ دس سال کی عمر میں باپ کا انتقال ہوا۔ چنگیز خان (تموجین) کا بچپن مصائب ومشکلات میں گزرا۔ ۱۲۰۶ء میں چنگیز خاں کے حاکمِ اعلیٰ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اُس نے چین کو اپنا ماتحت کر لیا۔ خوجند، بخارا، سمرقند، بلخ، ارگنج، نیسا، نیشاپور، ہرات، رے اور دیگر ممالک فتح کیے اور دنیا کا فاتح مشہور ہوا۔ ۲۵راگست ۱۲۲۷ء کو انتقال کیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۶۹۱۔۶۹۷)

چھجو، ملک:

والی اودھ ملک چھجو غیاث الدین بلبن (متوفی ۶۸۹ھ) کا بھتیجا تھا۔

(ضیاءالدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، ص ۱۸۱)

حاتم شاہ:

شیخ ظہورالدین شاہ حاتم ولی دکنی کا ہم عصر تھا۔ دہلی میں ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء میں پیدا ہوا۔ سپہ گری پیشہ تھا۔ پہلے رمز تخلص کرتے تھے۔ دہلی میں حاتم ہی صاحب دیوان اُردو شاعر گزرا ہے۔ آخر زمانے میں اُردو کی اصلاح کی طرف خاص توجہ کی تھی۔ یعنی بہت سے غیر مانوس اور غیر فصیح الفاظ ترک کر دیئے تھے۔ چھیانوے سال کی عمر میں ماہ رمضان ۱۲۰۷ھ میں انتقال کیا۔

(ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ''شاہ حاتم: حالات وکلام''، لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۶۴ء، ص ۱۔۳۸)

حافظ خواجہ:

ایران کے مشہور فارسی غزل گو شاعر جن کا نام ولقب شمس الدین محمد ہے۔ اوائل عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور اسی صفت کو اپنا تخلص (حافظ) بنائے رکھا۔ ولادت تقریباً (۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء) میں شیراز میں ہوئی۔ علم دین اور دیگر متعلقہ علوم بھی حاصل کیے۔ آپ کی زندگی شیراز میں بسر ہوئی اور وہیں تقریباً ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء میں انتقال ہوا۔ حافظ کو لسان الغیب کے لقب

سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ شاعری میں مجاز اور حقیقت دونوں کا خوشگوار امتزاج پایا جاتا ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۷، ص۷۹۴۔۷۹۹)

حالیؔ:

مولانا الطاف حسین نام، حالیؔ تخلص، والد کا نام ریزد بخش، سلسلہ نسب عبداللہ انصاری سے جا ملتا ہے۔ ۱۸۳۷ء میں قصبہ پانی پت میں پیدا ہوئے۔ غالب کے نامور شاگردوں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کی بنیاد وجدید مغربی طرز پر قائم کی۔ ۱۹۰۴ء میں انگریز سرکار کی طرف سے اُنہیں شمس العلما کا خطاب ملا۔ اُردو ادب میں شاد، نقاد اور سوانح نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو پانی پت میں فوت ہوئے اور وہیں دفن کیا گیا۔

(عبدالقیوم، "حالیؔ کی اُردو نثر نگاری"، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۴ء، متعدد صفحات)

حامد علی خاں، نواب:

فرمانروائے ریاست رامپور نواب سید حامد علی خاں کی ولادت بمقام لاہپور ۳۱ راگست ۱۸۷۵ء کو ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت زید شہید سے ملتا ہے اور زیدی سادات سے تعلق ہے۔ والد کا نام مشتاق علی خاں بہادر تھا۔ ۱۴ سال کی عمر میں ۲۷ فروری ۱۸۸۹ء کو والد کی وفات کے بعد رسم مسند نشینی ادا ہوئی۔ ملکی اور قومی کاموں کی ترقی میں واصلاح میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ آپ نہایت علم دوست اور مربی وقدردان علم وفن اور فیاض فرمانروا تھے۔ آپ کا ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد۱، ص۱۹۰)

حام:

حضرت نوحؑ کا بیٹا جس کا ذکر قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ نہیں آیا۔ طوفان کے وقت وہ اپنے بھائیوں سام اور یافت کے ساتھ کشتی نوحؑ میں موجود تھا ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اُس کی قبر پر "قم باذن اللہ" پکار کر اُسے کچھ عرصہ کے لئے زندہ کیا اور اُس سے طوفان نوحؑ کا حال سنا۔ حام عالم شباب ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے ساری زمین اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دی تھی۔ حام کو دریائے نیل سے مغرب کا علاقہ (افریقہ) دیا گیا اور وہ "ابوالحبش" کہلایا۔ تورات کی روح سے حام کے چار بیٹے تھے کوشا، مصرایم یا مصرام، فوط اور کنعان، فوط نے اپنے خاندان سمیت سندھ کا رخ کیا۔ چنانچہ سندھی اور ہندی اُس کی اولاد ہیں۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۷، ص۸۴۰)

حبیب الرحمٰن خاں شروانی، نواب:

حبیب الرحمٰن خاں شروانی ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء کو علی گڑھ میں وفات پائی۔ آپ کے بزرگ اکبری اور شاہجہانی عہد میں دہلی سے ترک سکوت کر کے یہاں آباد ہوئے۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی سے بیعت کی۔ اُردو فارسی میں شعر کہتے تھے اور حسرت تخلص اختیار کرتے۔ جامعہ عثمانیہ کے وائس چانسلر بھی رہے۔ ۱۳۴۱/ ۱۹۲۲ء میں نواب صدر یار جنگ بہادر کا خطاب ملا۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد۱، ص۱۹۰۔۱۹۱)

حبیب اللہ، شیخ:

علوم درسیہ کے عالم، مولوی علی اصغر کے ہمعصر اور شاہ عبدالجلیل کے مرید تھے۔ تمام عمر ہدایت و ارشاد میں مشغول رہے۔ ۱۱۴۰ ہجری میں بمقام قنوج وفات پائی اور اپنے باغ میں دفن ہوئے۔ جواہر خمسہ، تذکرۃ الاولیا اور روضۃ النبی آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۱، ص۱۹۱)

حرمین وشریفین:

دو مقدس اور قابل عزت مقامات یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اِن مقامات کا خادم اپنے لئے ''خادم الحرمین'' کا لقب استعمال کرتا ہے۔ حرمین شریفین کی حفاظت ونگہداشت کے لئے پہلے سفید فام خواجہ سرا اور بعد ازاں سیاہ فام خواجہ سراؤں کی تقرری عمل میں لائی جاتی ہے۔ مکہ معظمہ بیت اللہ اور مدینہ منورہ مسجد نبوی اور روضہ رسول کے سبب حرم نبوی کہلاتا ہے۔
(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'': جلد۸، ص۱۱۱۔۱۱۲)

حسن خاں تکریہ:

مآثر الامرا میں حسن خاں تکریہ کا نام ''حسین خاں تکریہ'' لکھا ہے۔ مہدی قاسم خاں کا بھانجا اور داماد تھا۔ محمد بیرم خاں خان خاناں کا رفیق اور نوکر تھا۔ ۹۶۵ھ/ ۱۵۵۷ء میں لاہور کی حکومت وحفاظت اُس کے سپرد ہوئی۔ تین ہزاری منصب پر بھی فائز رہا۔ قلندری بھی اختیار کی۔ اپنی رعایا پر ظلم وستم کی وجہ سے جاگیر بھی ضبط ہوئی۔ نظر بندی کی حالت میں ۹۸۳ھ/ ۱۵۷۵ء میں فوت ہوا۔

(صمصام الدولہ شاہنواز خاں، ''مآثر الامرا''، جلد اوّل، ص۳۸۲۔۳۸۴)

حسن سجزی، امیر:

امیر حسن سجزی کا نام نجم الدین حسن تھا اور ہاشمی الاصل تھے۔ سجزی کو سجستان (سیستان) سے صفتِ نسبتی تھی۔ بدایون میں ۶۵۲/ ۱۲۵۴ میں پیدا ہوئے۔ نشوونما اور تعلیم وتربیت دہلی میں ہوئی۔ علاؤ الدین خلجی کے دربار سے بھی وابستگی تھی۔ دولت آباد میں ۷۳۸ھ/ ۱۳۳۷ء میں انتقال ہوا۔ حسن سجزی گیارہ سال تک حضرت نظام الدین اولیا کی خدمت میں رہے اور جو کچھ سُنا قلمبند کرتے گئے یہی مجموعہ ''فوائد الفواد'' کہلاتا ہے۔ اِس میں حضرت صاحب کی زندگی اور اُن کی تعلیمات نیز سماجی مسائل اور تاریخ سے متعلق معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ ملفوظات ۷۰۷ تا ۷۲۲ تک پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اِس کے علاوہ ایک دیوان بھی چھوڑا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص متعدد مقامات)

حسن شوقی:

حسن نام اور شوقی تخلص تھا۔ وہ دکن کے تین مختلف درباروں یعنی قطب شاہی، عادل شاہی اور نظام شاہی درباروں سے وابستہ رہا۔ چونکہ اُس کی عمر کا زیادہ تر حصہ بیجاپور میں گزرا اِس لئے اِس کا شمار عادل شاہی شعرا میں کیا جاتا ہے۔ احمد نگر

میں ایک مثنوی ''فتح نامہ نظام شاہ یا ظفر نامہ نظام شاہ'' لکھی جس میں جنگ تالی کوٹ کا حال درج ہے۔ دوسری مثنوی بیجا پور میں سلطان محمد عادل شاہ کی شادی کی دعوت کا تفصیلی حال ''میز بانی نامہ عادل شاہ'' لکھا ہے۔ اِس میں اُس عہد کی معاشرتی اور سماجی حالت بھی بیان کی گئی ہے۔

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چھٹی جلد اُردو ادب اوّل، ص ۴۶۵۔۴۶۶)

حسن، سید:

سید حسن غزنی کا رہنے والا تھا۔ سلطان بہرام شاہ غزنی کے زمانے میں شاعر ہوا ہے۔ صاحب دیوان تھا۔ یہ سید الحسینی بھی کہلاتا ہے۔ ۱۱۷۰ء/ ۵۶۵ھ میں مکہ معظّمہ سے آتے ہوئے راستے میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۹۵۔۱۹۶)

حسینؓ (امام حسین):

اسم مبارک شبیر و حسین تھا۔ کنیت ابوعبداللہ اور لقب سید الشہدا ہے ولادت شریف مدینہ منورہ میں ۳ یا ۵ شعبان ۴ھ / جنوری ۶۲۶ء کو ہوئی۔ آپ ناف سے تا بہ قدم حضرت محمد ﷺ کے مشابہ تھے۔ دروازہ امام میں سے تیسرے امام ہیں۔ امیر معاویہ کے بعد جب اُس کا بیٹا یزید تخت نشین ہوا تو اِس کے عہد میں ۱۰ ر محرم ۶۱ ہجری/ ۱۰ ر اکتوبر ۶۸۰ء بروز جمعہ درجہ شہادت حاصل کیا۔ سر مبارک جنت البقیع میں حضرت بی بی فاطمہ کی قبر شریف کے پاس اور جسم مبارک میدان کربلا میں دفن کیا گیا۔

(رئیس احمد جعفری، ''تاریخ دولتِ فاطمیہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۴ء، طبع دوم، متعدد صفحات)

حسین شاہ حقیقت، سید:

شاہ حسین حقیقت ۱۱۸۶ھ / ۱۷۸۲ء میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا تو نانا نے اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ حقیقت قلندر بخش کے شاگرد تھے۔ آخری عمر میں کلکتے میں ریذیڈنٹ کے دفتر میں میر منشی مقرر ہوئے۔ اور بعد میں میر منشی بنا کر کرنل کڑ کے ہمراہ صوبہ مدارس میں بھیج دیئے گئے جہاں چنیا پٹن کے مقام پر انتقال فرمایا۔

(شاہ حسین حقیقت، ''خزینۃ الامثال''، تعارف: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۱۲ء، متعدد صفحات)

حسین شرقی:

سلطان محمود شرقی کے انتقال (۸۶۲ھ / ۱۴۵۷ء) کے بعد سلطان محمود تخت نشین ہوا۔ چھ ماہ کے بعد اُس کا بھائی سلطان حسین برسرِ اقتدار آیا۔ ملک میں عدل و انصاف قائم کرنے کی کوشش کی۔ ۸۷۰ھ / ۶۶۔۱۴۶۵ء میں قلعہ بنارس کی مرمت کرائی۔ ۸۷۱ھ / ۶۷۔۱۴۶۶ء قلعہ گوالیار فتح کیا۔ ۱۴۷۶ء میں بہلول لودھی نے جونپور پر قبضہ کرلیا اور سلطان حسین بنگال کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا۔ اِس طرح جونپور میں شرقی خاندان کا خاتمہ ہوا۔ شکست کے بعد چند سال زندہ رہ کر (۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) میں فوت ہوا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، طبقاتِ اکبری، ص ۲۸۶۔۲۸۹)

حقی، شان الحق:

شان الحق حقی ۱۵ ستمبر ۱۹۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد علاؤ الدین خلجی کے دور حکومت میں ترکستان سے دلی آئے۔ والد کا نام احتشام الدین حقی تھا۔ شان الحق حقی ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۷ء تک مدیر اعلیٰ ''ماہ نو'' کراچی و نگران مطبوعات ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ اشتہارات و مطبوعات و فلم سازی حکومت پاکستان اور رُکن انفارمیشن سروس پاکستان رہے۔ حقی صاحب کی تصانیف میں انتخاب ظفر، نشید حریت، خیابان پاک وغیرہ مشہور کتب ہیں۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ، ''سخن ور (نئے اور پرانے)''، ص ۱۷۱۔۱۹۰)

حلیمہ دائی:

قبیلہ بنو سعد بن بکر کی ایک خاتون جو حضرت نبی کریم ﷺ کی رضائی والدہ تھیں ایک سال قحط کے زمانے میں وہ اپنے قبیلے کی دیگر عورتوں کے ہمراہ مکے آئیں تا کہ دودھ پلانے کے لئے بچے تلاش کریں آخر کار اُس نے نبی کریم ﷺ کو منتخب کیا جن کی برکت سے اُن کے گھر میں جلد ہی خوشحالی نظر آنے لگی۔ حضرت حلیمہ بنت ابی ذوہیب کا خاوند الحارث تھا۔ اِن کا بیٹا عبداللہ آپ ﷺ کا بھائی اور اُنیسہ اور شیما رضاعی بہنیں تھیں۔

(محمد ادریس بھوجیانی، خاندانِ نبوتؐ، ٹوبہ ٹیک سنگھ: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن، ص ۱۱۰۔۱۱۴)

حمید الدین صوفی ناگوری:

شیخ حمید الدین صوفی ناگوری (۵۹۰ھ / ۱۱۹۳ء۔ ۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء) دہلی میں پیدا ہوئے۔ کنیت ابو احمد ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے خلیفہ و مرید تھے۔ دنیوی معاملات میں کبھی کسی سے بات نہیں کرتے تھے۔ اِس لئے خود مرشد نے ''سلطان التارکین'' کے خطاب سے نوازا، حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سے خط و کتابت رہتی تھی۔ ناگور میں فوت ہوئے۔ تصانیف حسب ذیل ہیں۔ ''سرور الصدور'' ملفوظات شیخ حمید الدین جن کے مرتب آپ کے پوتے شیخ فرید الدین تھے۔ یہ ملفوظات آپ کی سوانح عمری کا درجہ رکھتے ہیں۔ ''اصول الطریقہ'' میں بندگانِ خدا کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔ معزور، مشکور اور فانی، تحفۃ الابرار از عزیز الدین صوفی ص ۲۹ میں آپ کی ایک اور تصنیف ''مونس الاوراح'' کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۱۰۶۔۱۰۷)

حمید الدین ناگوری:

اصل نام محمد تھا۔ لیکن حمید الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ تین برس تک قاضی ناگور بھی رہے۔ ملازمت چھوڑ کر بغداد گئے اور شہاب الدین سہروردی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے خلیفہ بھی تھے۔ ۶۴۱ھ / ۱۲۳۴ء میں نمازِ تراویح کے دوران بحالت سجدہ وفات پائی۔ چودہ برس تک مدینہ منورہ میں روضہ نبوی کی مجاوری بھی کی۔ ''طوالع الشموس''، آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

(ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ''دلّی کے بائیس خواجہ''، ص ۷۹۔۸۷)

حمید قلندر، مولانا:

مولانا حمید قلندر کیلو کہری کے رہنے والے تھے والد کا نام مولانا تاج الدین تھا۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔ محمد تغلق کے کہنے پر دہلی چھوڑ کر دولت آباد آئے پھر دہلی واپس چلے گئے۔ نظام الدین اولیاء، شیخ برہان الدین غریب اور حضرت خواجہ نصیر الدین محمود کے اقوال و واقعات جمع کر کے ''خیر المجالس'' نام رکھا۔ یہ ملفوظات فیروز شاہ تغلق کے ابتدائی دور حکومت کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حالات کا بہترین مرقع ہیں۔

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، تیسری جلد فارسی ادب اوّل، ص ۱۶۲۔۱۶۳)

حوا:

حضرت آدمؑ کی بیوی جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم کی بائیں پسلی سے تخلیق ہوئی۔ چونکہ وہ زندہ آدمی سے بنائی گئیں۔ اِس لئے اُن کا نام حوا رکھا گیا۔ اِن کا قران میں ذکر نہیں آیا البتہ زوجہ آدم کا ذکر کئی موقعوں پر آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم کے دو سال بعد فوت ہوئیں اور اُن کے پہلو میں دفن ہوئیں۔

(اُردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز، ص ۴۳۶۔۴۳۷)

حیدر دوغلت، میرزا:

میرزا محمد حیدر، چغتائی منگولوں کے ایک قبیلے دوغلات سے تعلق رکھتا تھا۔ ۹۰۵ھ/۱۴۹۹ء۔۱۵۰۰ء میں تاشقند میں پیدا ہوا۔ والد کی وفات کے بعد اپنے خالہ زاد بھائی بابر (خاندان مغلیہ کا بانی) کے پاس کابل چلا آیا۔ بابر کی ہمراہی میں کئی مہمات میں حصہ لیا۔ ۹۴۸ھ/۱۵۴۱ء میں کشمیر فتح کر کے آزاد سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں باغیوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۴۹)

حیدر علی میر:

میر حیدر علی حیراں دلی میں پیدا ہوئے۔ لکھنو اور فیض آباد میں تربیت پائی سپہ گری پیشہ تھا۔ مگر شاعری سے فطری مناسبت تھی۔ سرب سنگھ دیوانہ سے تلمذ تھا۔ نواب آصف الدولہ کے عہد میں بہار میں مقتول ہوا۔ لطف نے لکھا ہے کہ ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء تک بقید حیات تھے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۳۲۔۲۰۶)

حیدری، سید حیدر بخش:

حیدر بخش نام اور حیدری تخلص تھا۔ دلی کے رہنے والے تھے۔ آباؤ اجداد نجف اشرف سے آئے تھے۔ والد کا نام سید ابوالحسن تھا۔ قیاس ہے کہ حیدری ۱۷۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ فورٹ ولیم کالج میں ۴ر مئی ۱۸۰۱ء میں بطور منشی بھرت ہوئے۔ ۱۸۱۳ء سے پہلے ملازمت سے سبکدوش ہوکر بنارس چلے گئے۔ جہاں ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء میں انتقال ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، آٹھویں جلد، اُردو ادب (سوم)، ص ۷۸)

خافی خاں:

خافی خاں کا اصل نام محمد ہاشم ہے۔ ایرانی الاصل ہے۔ بادشاہ عالم گیر کے عہد کا مشہور مصنف ہے۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۲۰۷)

خاقانی:

خاقانی کا اصل نام بدیل، لقب افضل الدین تھا۔ پھر قصیدہ گوئی میں بلند مرتبہ حاصل ہونے کی بنا پر ''حسان العجم'' کا لقب پایا۔ خاقانی آذر بائیجان کے قریب ایک مشہور شہر شروان میں پیدا ہوا۔ والد کا نام علی ہے والد کی وفات کے بعد چچا مرزا کافی بن عثمان نے سرپرستی کی۔ چنانچہ ہیئت، طب، الٰہیات ایسے علوم کی تحصیل چچا سے ہی ہوئی۔ خاقانی ابوالبصار گنجوی کا داماد تھا۔ شروانشاہ کے دربار میں خاقانی کو خاصی عزت و منزلت حاصل ہوگئی تھی۔ دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ خاقانی نے ایک دیوان چھوڑا۔ دوسری تصنیف مثنوی ''تحفۃ العراقین'' ہے۔ جو مسافرت حج کی سرگزشت ہے۔ خاقانی کی پیدائش ۵۲۰ھ/۱۱۲۶ء اور وفات تبریز میں ۵۹۰ھ/۱۱۹۸ء میں ہوئی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۸، ص ۸۲۱-۸۲۳)

خاکی:

حسن بن محمد خاکی عہد اکبری میں ہندوستان آیا۔ سلطنت میں مختلف عہدوں پر مامور رہا۔ منتخب التواریخ اِس کی تصنیف ہے۔ یہ تاریخ ملا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ سے الگ ہے۔ اکبر کی حکومت ختم ہونے سے پہلے اس نے ۱۶۰۱ء میں جس سال وہ پٹنے کا دیوان مقرر ہوا۔ اِس کتاب کی تصنیف شروع کی تھی۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۹۵)

خان خاناں، عبدالرحیم:

''ہندوستان میں سب سے بڑا خطاب جو دہلی کے شہنشاہوں کی طرف سے اعلیٰ ترین آفسر کو دیا جاتا تھا۔ جن لوگوں نے خان خاناں کے نام سے سب سے زیادہ شہرت پائی اِن میں اکبر کے وزیر بیرم خاں اور اُس کے بیٹے عبدالرحیم نے ''خان خاناں'' کا امتیاز حاصل کیا۔''[1]

''عبدالرحیم خان خاناں بیرم خاں کا لڑکا تھا۔ ۱۴ رصفر ۹۶۴ھ/۱۷ ردسمبر ۱۵۵۶ء کو ولادت ہوئی چار برس کی عمر میں والد قتل ہو گیا۔ جوان ہونے پر اکبر نے فوج میں عہدہ دیا۔ ۱۵۸۹ء میں راجہ ٹوڈرمل کی وفات کے بعد وزیر اعظم ہوا۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور برج بھاشا کا عالم تھا۔ جہانگیر کے عہد میں بھی اکیس سال خدمت کی۔ ۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ کے قریب انتقال ہوا۔ واقعات بابری کا ترکی سے فارسی میں ترجمہ کیا۔''[2]

[1] (''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۸، ص ۸۴۱)
[2] (نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۵۶)

خاں، جہاں بہادر کوکلتاس:

علی مراد نام، سلطان جہاں دار شاہ کا دودھ شریک بھائی تھا۔ بہادر شاہ اوّل کے دورِ حکومت میں ''کوکل تاش خاں'' کا خطاب ملا۔ بہادر شاہ اوّل کے انتقال اور تینوں شہزادوں کے قتل ہو جانے کے بعد جب جہاں دار شاہ بادشاہ بنا تو ''خان جہاں بہادر ظفر جنگ'' کے خطاب اور میر بخشی کے عہدے پر فائز ہوا۔ فرخ سیر کی جنگ میں جو ۱۱۲۳ھ/۱۷۱۲ء میں اکبر آباد کے قریب ہوئی وہ ثابت قدم رہا اور اپنے آقا کے لئے جان دے دی۔

(صمصام الدولہ شاہنواز خاں، ''مآثر الامرا''، جلد اوّل، ص ۵۵۹-۵۶۰)

خضر خواجہ:

ایک مشہور بزرگ شخصیت کا لقب جن کا روایات اور حکایات میں اکثر ذکر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی بیٹھتے وہ جگہ ہری بھری ہو جاتی جب وہ نماز پڑھتے تو سبزہ نمودار ہو کر لہلہانے لگتا۔ اُردو میں الخضر کی نسبت خضر زیادہ مروج ہے۔ اِن کا نام طبیا بن ملکان بتایا جاتا ہے۔ سورۃ الکہف (۱۸: ۶۰ تا ۸۲) میں اِن کا ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ سے خضرؑ کی ملاقات ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت خضر نبی تھے اور بعض کا خیال ہے کہ آپ ولی تھے۔

(''انبیائے کرام انسائیکلوپیڈیا''، ڈاکٹر ذوالفقار کاظم، لاہور: بیت العلوم نابھہ روڈ، ۲۰۰۴ء، ص ۶۳۶-۶۴۴)

خفیہ بیگم:

بارہویں صدی ہجری (نصف آخر) میں اردو شاعرات میں خفیہ بیگم کا نام نمایاں ہے۔ آپ میر سید محمد صابر (جو خود خوش خلق اور خوش گو شاعر تھے) کی والدہ ماجدہ تھیں۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو'' (حصہ اوّل)، ص ۱۲۴)

خلیل:

علی ابراہیم نام اور خلیل تخلص تھا۔ پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ بعد میں شیخ پورہ خاص ضلع مونگیر تھا۔ خلیل کی تعلیم و تربیت مرشد آباد میں ہوئی۔ اُن کے نانا ملا نصیر اپنے زمانے کے فاضل بزرگ تھے۔ خلیل انگریزی دور میں پہلے ۱۱۹۴ھ/ ۱۷۸۱ء میں بنارس کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے پھر گورنر بنا دیئے گئے۔ علی ابراہیم کا سال وفات ۱۲۰۸ھ بتایا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۲-۱۹۳)

خواجگی:

مولانا خواجگی معروف ہستی حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید و خلیفہ تھے۔ مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد اور قاضی شہاب الدین جونپوری کے استاد تھے۔ مولانا خواجگی نے دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ آپ امیر تیمور کے حملے (۸۰۱ھ) سے پہلے دہلی چھوڑ کر کالپی تشریف لے گئے تھے۔ وہیں ۸۱۹ھ میں انتقال فرمایا۔

(شیخ عبدالرحمان چشتی، ''مراۃ الاسرار''، ص ۹۹۷-۹۹۹)

خواجہ محمد بن بدرالدین اسحاق:

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے نواسے تھے۔ خواجہ محمد بن بدرالدین اسحاق نے بچپن سے بڑھاپے تک اپنے نانا جی کی نگرانی میں تربیت پائی اور قرآن پاک بھی حفظ کیا۔ امامت بھی کرواتے تھے۔ آپ میں انکسار اور تواضع کی صفات بھی وجود تھیں۔ علم بیان وصفی اور فن موسیقی کے رموز و اشارات نغمات میں بھی نظیر نہ رکھتے تھے۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خواند، ''سیر الاولیا''، ص۳۳۹۔۳۴۱)

خواص خاں:

سلطان سلیم شاہ کا امیر تھا۔ بہادری اور فنون جنگ میں ممتاز اور نہایت فیاض طبع تھا۔ ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں قتل کر دیا گیا۔ اور دہلی میں سپردِ خاک ہوا۔ دربار جہانگیری کے ایک امیر کا خطاب جو قنوج کا جاگیر دار تھا۔ ۱۵۲۱ء میں بمقام قنوج فوت ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص۲۱۹)

خواند میر، غیاث الدین بن ہمام الدین شیرازی المعروف خواند میر:

میر خواند کے نواسے تھے۔ میر خواند کے والد کچھ عرصہ سلطان محمود مرزا ابن ابوسعید گورگانی کا وزیر رہا ہے۔ خواند میر نے امیر شیر علی نوائی کے عہد میں زندگی گزاری۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص۲۳۰)

خوب چند ذکا:

خوب چند ذکا کے والد کا نام رائے سلامت رائے اور دادا کا نام عجائب رائے تھا۔ قوم کے کایستھ تھے۔ آبائی وطن سکندر آباد تھا۔ لیکن دہلی میں رہتے تھے۔ اُردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ نصیر الدین ناصر عرف کلو دہلوی کے شاگردوں میں سے تھے۔ ذکاء کا سال وفات ۱۸۴۶ء بتایا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص۲۰۳۔۲۰۰)

خوشحال خان:

خوشحال خان اپنے والد لعل خاں کلاونت (متوفی ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء) کے انتقال کے بعد اپنے والد کے منصب پر فائز ہوا۔ اُسے بھی اپنے باپ کی طرح تان سین کے مقام پر کھڑا ہو کر گانا پیش کرنے کا شرف حاصل تھا۔ عالمگیری عہد میں بھی دربار میں منعقد ہونے والی تقریبات میں خوشحال پیش پیش رہتا تھا اور بادشاہ سلامت اسے نوازتے تھے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوقِ موسیقی''، ص۱۳۱۔۱۴۹)

دارا:

ایران کے قدیم بادشاہوں کا لقب۔

دارا اوّل:

اعظم یا گشتاسپ (تقریباً ۵۴۹ـ۴۸۵ ق م) دورِ حکومت ۵۲۱ـ۴۸۵ تخت کے ایک مدعی کو شکست دے کر اپنے چچا زاد بھائی کمبز (کمبوچہ) کے بعد تخت نشین ہوا۔ بغاوتیں فرو کر کے ایک نیا انتظامی ڈھانچہ قائم کیا۔ یہ نظام ایران پر سکندر اعظم کے بعد بھی جاری رہا۔

دارا دوم:

(۴۰۴ ق م) اردشیر اوّل کا بیٹا۔ سوتیلے بھائی زرکیسز دوم کے بعد ۴۲۳ سے ۴۰۴ ق م تک حکمران رہا۔ پھر اردشیر دوم بادشاہ بنا۔

دارا سوم:

(۳۳۰ ق م) ایک خواجہ سرا نے اردشیر سوم اور اُس کے وارث کو قتل کر کے دارا سوم کو تخت پر بٹھایا۔ سکندر اعظم نے اِسے ۳۳۱،۳۳۳ ق م میں شکست دی۔ اِس طرح سکندر اعظم کا سلطنت پر قبضہ ہو گیا۔

(''اُردو انسائیکلو پیڈیا''، جلد اول، ص ۵۸۷)

دارا شکوہ:

دارا شکوہ (۱۶۱۵ء۔۱۶۵۹ء) شاہجہان کا بڑا بیٹا جو اجمیر میں پیدا ہوا۔ طبیعت فلسفے اور تصوف کی طرف مائل تھی۔ عربی، فارسی اور ترکی کے علاوہ ہندی اور سنسکرت کا بھی فاضل تھا۔ عمر کے آخری حصے میں ویدانت سے بھی تعلق پیدا ہوا۔ دارا شکوہ، حضرت میاں میر قادری کے خلیفہ ملا شاہ بدخشی کا مرید اور اِن دونوں بزرگوں کے ملفوظات ''سکینۃ الاولیاء'' کا مرتب تھا۔ انہوں نے ''سفینۃ الاولیاء'' کے نام سے صوفیا کا ایک تذکرہ بھی لکھا۔ بعض ہندو کتب کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ بھگوت گیتا اور یوگ وششت کا ترجمہ اپنی سرپرستی میں کرایا۔ ''مجمع البحرین'' بھی اِس کی مشہور تصنیف ہے۔ صاحب دیوان شاعر تھا اور قادری تخلص کرتا تھا۔ پنجاب اور کابل کا گورنر بھی رہا۔ ۱۶۵۷ء میں والد کی بیماری کے بعد جنگ تخت نشینی میں اورنگ زیب سے شکست کھائی۔ گرفتار ہونے کے بعد قتل کر دیا گیا اور ہمایوں کے مقبرے میں دفن کیا گیا۔

(اُردو انسائیکلو پیڈیا، جلد اول، ص ۵۸۷۔۵۸۸)

دانیال:

شہنشاہ اکبر کا تیسرا بیٹا تھا۔ دانیال نام اِس مناسبت سے رکھا گیا کیونکہ وہ اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کے مجاوروں میں سے شیخ دانیال کے گھر میں ۱۰ر دسمبر ۱۵۷۳ء کو پیدا ہوا تھا۔ ۱۶۰۰ء میں دانیال نے دکن کی مہم میں حصہ لیا اور کامیاب رہا۔ یہ شہزادہ شراب، شکار اور گھوڑے ہاتھی کا بہت شوقین تھا۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے یکم ذی الحجہ ۱۰۱۳ھ/ ۸ر اپریل ۱۶۰۵ء بعمر ۳۳ سال برہان پور میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۲۲۔۲۲۳)

داؤدا ہلچی:

شیخ داؤدا ضعیفی اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں گزرے ہیں۔ مسائل فقہ میں انہوں نے کتاب ''ہدایت ہندی'' کے نام سے لکھی ہے جو ۱۱۰۰ھ میں مکمل ہوئی۔ اِس میں چوبیس باب ہیں جن میں نماز، روزہ، طہارت اور زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

(حکیم سید شمس اللہ قادری، ''اُردوئے قدیم''، ص ۹۶)

داؤدؑ:

حضرت داؤدؑ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبر جو بنی اسرائیل کو ہدایت و راہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے اور جن کا ذکر سولہ مقامات پر نو سورتوں میں وارد ہوا ہے۔ حضرت داؤدؑ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل اور انعام فرمایا تھا۔ پرندوں اور پہاڑوں کو آپؑ کا مطیع بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور اُن کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو پرندوں کی بولیوں کی تعلیم اور فہم عطا کیا تھا۔ لوہے کو جس طرح چاہتے موڑ لیتے، زرّہ سازی کا فن بھی عطا کیا گیا تھا تاکہ اپنے ہاتھوں سے روزی کما سکیں۔ [۱] اللہ تعالیٰ نے اُنھیں خلافت ارضی عطا کر کے لوگوں میں عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیا۔ زبور حضرت داؤدؑ پر نازل کی گئی تھی۔ حضرت داؤدؑ کو اللہ تعالیٰ نے خوش گلو بنایا تھا، چنانچہ لحن داؤدی ضرب المثل بن چکا ہے۔ [۲]

[۱] (مولانا محمد عبدالرحمٰن، ''سیرت انبیائے کرام''، ص ۷۱-۸۵)

[۲] (مولانا شاہ محمد جعفری پھلواروی، ''اسلام اور موسیقی''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۷ء، متعدد صفحات)

دبیر:

مرزا سلامت علی دبیر لکھنوی ایک بلند پایہ اُردو شاعر جنہوں نے کم و بیش ساٹھ برس تک شہدائے کربلا کی شہادت پر انتہائی عقیدت مندانہ مرثیہ گوئی اور مرثیہ خوانی کی۔ وہ مرزا غلام حسین کے بیٹے تھے۔ سلامت علی محلّہ بلی ماراں، دہلی میں ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۲۱۸ھ/۲۹/اگست ۱۸۰۳ء کو پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں ماں باپ کے ساتھ لکھنؤ چلے آئے اور وہیں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی عمر ہی میں شعر و شاعری شروع کر دی تھی۔ نوابان اودھ اور اُن کے خاندان کے افراد اور دربار کے امراء دبیر کو عزت و تحسین کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کلکتہ، کانپور اور معظم آباد بھی گئے۔ لکھنؤ ہی میں ۳۰/محرم ۱۲۹۲ھ/۸/مارچ ۱۸۷۵ء کو انتقال کیا۔ دبیر ایک پرہیز گار متقی کریم النفس جہان نواز اور سنجیدہ و متعین بزرگ تھے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۲۰۸-۲۰۹)

درد:

خواجہ محمد میر نام اور درد تخلص ہے جو کہ خواجہ میر ناصر عندلیب کے فرزند اور میر تقی میر اور سوؔدا کے ہم عصر تھے۔ اپنے عہد کے ملک الشعراء تھے۔ اوّل فوج میں ملازم تھے لیکن والد صاحب کے مشورے سے نوکری چھوڑ دی اور عابدانہ زندگی بسر کی۔ شیخ گلشن یعنی شیخ سعد اللہ کے مرید تھے۔ شاعری میں تصوف کا رنگ غالب ہے۔ ۲۴/صفر ۱۱۹۹ھ/۳/جنوری ۱۷۸۵ء بروز جمعہ انتقال کیا۔ ''نالہ درد''، ''آہ سرد''، ''درد دل''، ''شمع محفل'' اور ''علم الکتاب'' تصانیف میں شامل ہیں۔

(خلیل الرحمٰن داؤدی، دیوانِ درد (اُردو)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم، ۱۹۸۸ء، متعدد صفحات)

دُرگا پرشاد، منشی:

منشی دُرگا پرشاد انیسویں صدی کے وسط میں ایک ممتاز ادیب وتذکرہ نگار ہیں۔ ۲۱رستمبر ۱۸۳۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ تذکرہ وتاریخ کی متعدد تصانیف اِن سے یادگار ہیں۔ ''مطلب غریب'' کے نام سے اپنا دیوان مرتب کیا۔ گلزارِ نسیم اور قصہ لیلیٰ مجنوں کے منتخبات مرتب کیے۔ غریب گلزار کے نام سے خاندان تیموریہ کا شجرہ تیار کیا۔ رسالہ معیشت چمن، گلشن ناز، فارسی گو اور ''چمن انداز'' ریختہ گو شاعرات کا تذکرہ مرتب کیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۲۳۷)

دریا خاں:

نظام الدین (جام نندا) کا میر لشکر تھا اور قلعہ یسوی اسی کے قبضہ میں تھا۔ ۸۹۹/ ۹۴-۱۴۹۳ میں شاہ بیگ نے اِس سے قلعہ چھین لیا۔ جب جام نندا کے بیٹے جام فیروز کا دورِ حکومت آیا تو دریا خاں وزارت کے عہدے پر فائز ہوا۔ دریا خاں جام فیروز کا رشتہ دار بھی تھا۔ دور وزارت میں امور سلطنت میں اس کا خاصا عمل دخل تھا۔ شاہ بیگ نے ۹۲۹/ ۲۳-۱۵۲۲ میں ٹھٹھہ فتح کیا تو دریا خاں جو جام فیروز کی مہمات کا مختار تھا قتل ہوا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری'' (جلد سوم)، ص ۴۹۹-۵۰۱)

دقیقی:

ابو منصور محمد بن احمد (۹۳۱ھ-۹۸۰ھ) چغتائی امراء کے دربار کا مشہور ومعروف شاعر جو رودکی کے بعد دور ساسانی کا سب سے بڑا شاعر تصور کیا جاتا ہے۔ فردوسی سے پہلے منظوم شاہنامہ شروع کیا لیکن ابھی ایک ہزار اشعار لکھے تھے کہ ایک غلام کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(اُردو انسائیکلو پیڈیا، جلد اول، ص ۵۹۹-۶۰۰)

دلشاد پسروری:

دل محمد نام، دلشاد تخلّص اور پسرور (پرسرور) اِن کا تخلّص تھا۔ دلشاد ایک ایسے دورِ انقلاب میں گزرے ہیں جو پنجاب کی تاریخ کا ایک بدترین ورق ہے۔ بارہویں صدی کے نصف دوم کے تمام واقعات اِن کی آنکھوں کے سامنے ہوئے اور اِن واقعات عصری کی جھلک اِن کے کلام میں موجود ہے۔ ۱۱۸۳ میں خرم خان جب دوبارہ صوبے دار بنتا ہے تو بعض دوستوں کی فرمائش پر دلشاد غزل کہتا ہے۔ تیرہویں صدی کے آغاز تک زندہ تھے۔[۱] دلشاد نے ۱۷۷۶ء میں وفات پائی وہ فارسی زبان کا شاعر اور سوانح نگار بھی تھا۔[۲]

[۱] (حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص ۳۱۶-۳۵۶)

[۲] (غلام ربانی عزیز، (تصحیح) دیوان دلشاد پسروری، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۰ء، ص ب)

دو پیازہ، مُلّا:

مُلّا دو پیازہ جس کا نام عبدالمومن تھا، ولی محمد کا بیٹا اور اکبر بادشاہ کا جلیس خاص تھا۔ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی میں نہایت

مشاق تھا۔ راجہ بیربل اِس کا ہم عصر تھا۔ اِن دونوں کی نوک جھوک کے اکثر لطیفے زبان زدِ عام ہیں۔ آخری عمر میں قصبہ ہنڈیا، ضلع آلہٰ آباد پہنچا اور وہیں وفات پائیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۲۲۸)

دولت شاہ:

دولت شاہ علاؤ الدین بختی شاہ سمرقندی کا بیٹا تھا۔ تذکرہ دولت شاہی کا مصنف ہے۔ سلطان حسین مرزا والی ہرات کے زمانے میں گزرا ہے۔ یہ کتاب ۱۴۸۷ء میں مکمل ہوئی اِس میں دس عربی شاعروں اور ایک سو پینتیس فارسی شاعروں کے حالات و نمونہ کلام درج ہیں۔ مراۃ الصفا کے مصنف نے اِس کا سن وفات ۹۰۲ھ / ۱۴۹۴ء لکھا ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۳۰)

دوندے خاں:

دوندے خاں بن حسن خاں بن شہاب الدین خاں روہیلہ سردار تھا۔ حافظ رحمت خاں دوندے خاں کا حقیقی چچا زاد بھائی تھا۔ روہیوں اور بنگش کی مشہور لڑائی کے بعد جو ۱۷۵۱ء میں ہوئی تھی۔ ۱۷۵۴ء میں حافظ رحمت اللہ خاں اور دوندے خاں نے ملک کٹھیر باہم تقسیم کر لیا۔ دوندے خاں کا مقبرہ بسرلی ضلع بدایون میں موجود ہے۔ ۱۷۷۴ء کے قریب میراں پور کٹرہ کی مشہور لڑائی سے کچھ عرصہ قبل دوندے خاں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر، جلد اول، ص ۲۳۰)

ذوق:

شیخ محمد ابراہیم نام ۱۱رذی الحجہ ۱۲۰۴ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ فارسی عربی میں بھی شعر کہتے تھے۔ شاہ نصیر کے شاگرد اور مومن و غالب کے ہم عصر تھے۔ بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی کے استاد تھے۔ غزل گوئی کے علاوہ اُردو قصائد میں بھی سودا کے بعد اُن کا درجہ رکھا گیا ہے۔ خاقانی ہند خطاب تھا۔ ۲۴ رصفر ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۵ء بروز چہار شنبہ انتقال کیا۔ ایک دیوان اور مثنوی جاں سوز یادگار ہے۔

(ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ''ذوق سوانح اور انتقاد''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات)

رابعہ بصریؒ:

آپؒ تین بہنوں کے بعد تولد ہوئیں، اس لیے نام رابعہ رکھا گیا۔ آپ بہت پرہیز گار تھیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ زبانی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ توبہ کے لیے پاکیزہ قلب کے ساتھ اللہ سے مغفرت مانگنی چاہیے۔

(فرید الدین عطار، ''تذکرۃ الاولیا''، لاہور: الفیصل، س۔ن، ص ۴۰، ۵۲)

راجہ جنم جی:

راجہ جنم جی متر کلکتہ کے ایک مشہور امیر خاندان کے رکن تھے اور باوجویکہ اُردو فارسی اِن کی مادری زبان نہ تھی مگر اِس پر بھی دونوں زبانوں کے قابل انشاء پرداز اور شعر و سخن کے دلدادہ تھے۔ آپ مرزا غالب کے ہم عصر اور ہم عہد ہیں۔ راجہ جنم جی متر ۵ /اکتوبر ۱۷۹۶ء میں پیدا ہوئے اور ۲۵ /اگست ۱۸۶۹ء کو وفات پائی۔

کلکتہ کے ایک مشہور امیر خاندان کے رُکن تھے۔ اُردو اور فارسی پر دسترس تھی۔ دونوں زبانوں کے قابل انشاء پرداز اور بالخصوص شعر و سخن کے دلدادہ تھے۔ شعرائے ریختہ کا ایک مختصر سا تذکرہ جس کا نام نسخہ دلکشا ہے اِن سے یادگار ہے۔ حافظ اکرام احمد صاحب سے مشورہ فرماتے تھے۔[۲]

[۱](ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۳۸۷۔۳۹۷)

[۲](لالہ سری رام، ''خمخانہ جاوید''، ص ۲۸۲)

راجہ جے سنگھ:

جے سنگھ ثالث راجہ جے پور کے راجہ جگن سنگھ کا لڑکا تھا۔ جو اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا۔ جے سنگھ کو اُس کے کامدار نے جس کا نام چھوٹا رام تھا سمیت ۱۸۹۱ء یا جنوری ۱۸۳۴ء میں قتل کر دیا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۱۸۰)

راقم:

غلام محمد ہفت اقلیم راقم مشہور تذکرہ ''تذکرہ خوشنویساں'' کے مصنف ہیں۔ مجموعہ نغز کی تالیف سے بارہ تیرہ سال پہلے جب راقم لکھنو نہیں گیا تھا۔ حکیم قدرت اللہ قاسم سے شرح شمسیہ اور حاشیہ میر پڑھتا رہا ہے اور شعر میں بھی اصلاح لی ہے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۲۶۴)

رامچند بگھیلہ:

راجہ رامچند بگھیلہ کا شمار ہندوستان کے مشہور راجوں میں ہوتا تھا۔ ہندوستان کا مشہور گویا تان سین سب سے پہلے اِسی کی سرکار میں ملازم ہوا۔ بعد میں اکبر کے یہاں بلایا گیا۔ راجہ رام چندر ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء میں درباری اکبری میں حاضر ہوا تھا اور بادشاہ نے امرائے خاص کے سلسلہ میں منسلک کیا۔ ۳۷ جلوس اکبری یعنی ۱۰۰۰ھ/ ۱۵۹۱ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۳۵۔۲۳۶)

رام داس اور اُس کا بیٹا سورداس:

عہد اکبری میں تان سین کے استاد بابا رام داس اور اُس کا بیٹا سورداس دھرپد میں یکتائے روزگار تھے۔ بشن پد اُسی کی ایجاد سمجھا جاتا ہے۔ دونوں نے فنِ موسیقی میں بڑا نام پایا۔

(آغا صادق حسین نقوی، ''راگ رنگ''، کوئٹہ: پاکستان پریس، ۱۹۷۲ء، ص ۵۵)

رتن ہاڈا:

راؤ رتن ہاڈا، راؤ بھوج ہاڈا کا لڑکا ہے۔ کچھ عرصہ جہانگیر بادشاہ کے زیرِ عتاب رہا۔ تیسرے سال جلوس جہانگیری میں وہ بادشاہ کے حضور حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اِس پر عنایات فرمائیں اور رانا کے خطاب سے نوازا۔ سربلند رائے (رتن) چوتھے سال جلوس شاہجہانی ۱۰۴۰ھ/ ۳۱۔۱۶۳۰ء میں وفات پائی۔ راجہ بھوج رائے سرجن ہاڈا کا چھوٹا لڑکا تھا۔ کنور مان سنگھ کے ہاں بھی تعینات رہا۔ اڑیسہ کے افغانوں کی لڑائی میں بہت بہادری دکھائی چالیسویں سال جلوس اکبری میں وہ ہزاری منصب پر پہنچا

تھا۔ ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۷ء میں فوت ہوا۔

(صمصام الدولہ شاہنواز خان، ''مآثر الامرا''، جلد دوم، ص ۱۴۲۔۱۴۳)

رحمت اللہ گجراتی، شیخ:

رحمت اللہ بن عزیز اللہ عمری گجراتی معروف عالم دین تھے۔ علم فقہ اور دیگر علوم اپنے والد سے حاصل کیے۔ والد کی وفات کے بعد گدی نشین ہوئے۔ شیخ رحمت اللہ گجراتی، شیخ بہاؤ الدین باجن کے پیرو مرشد بھی تھے۔ شیخ رحمت اللہ ۱۹/ جمادی الاخر ۹۶۷ھ میں عالم بقا کو سدھارے۔

(محمد اسحاق بھٹی، ''فقہائے ہند''، جلد سوم، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۶ء، ص ۱۷۹)

رحمت اللہ:

حافظ رحمت اللہ (حافظ الملک) ایک روہیلہ سردار تھا۔ مرہٹوں سے بچنے کے لئے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت اللہ سے معاہدہ کیا تھا لیکن شجاع بعد ازاں اپنے وعدے سے انحراف کر گیا اور انگریزوں سے مل کر ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۴ء میں حافظ رحمت اللہ سے سخت مقابلہ کیا جس میں حافظ رحمت مارا گیا اُس کا ایک بیٹا بھی قتل ہوا دوسرا قیدی اور تیسرا مفرور ہو گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۱۸۷۔۱۸۸)

رستمی، کمال خان:

رستمی کا نام کمال خان اور والد کا نام اسماعیل خطاط خان تھا۔ بیجاپور کے شاہی دربار میں چھ پشت سے خوشنویسوں کے زمرے میں ملازم تھا۔ خطاط خاں کا خطاب دربار بیجاپور سے ملا تھا۔ رستمی، سلطان محمد عادل شاہ کے دربار کا شاعر تھا۔ اِسے غزل، قصیدہ اور مثنوی میں کمال حاصل تھا۔

(پروفیسر سیدہ جعفر و پروفیسر گیان چند، تاریخ ادب اردو (۱۷۰۰ء تک)، جلد دوم، ص ۵۰۷)

رستم:

رستم فارس کے مشہور پہلوان کا نام ہے۔ یہ نام فارسی لٹریچر میں بکثرت آیا ہے۔ اس رستم کو زابلی بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ زابلستان کا حاکم بھی تھا۔ اِس کے والد کا نام زال کہا جاتا ہے اور داماد کا نام نریمان تھا۔ بہمن کے مقابلے میں جو خاندان کیانی کا ساتواں بادشاہ تھا۔ لاولد مارا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۴۶)

رشید الدین فضل اللہ، ہمدانی، خواجہ:

رشید الدین فضل اللہ (۶۴۵ھ/ ۱۲۴۷ء۔ ۷۱۸ھ/ ۱۳۱۸ء) وطن ہمدان تھا۔ طب میں مہارت حاصل کی تھی۔ اباقا خاں کے عہد میں طبیب دربار مقرر ہوا۔ زندگی میں بہت نشیب وفراز بھی دیکھے۔ رشید الدین اپنے عہد کے باکمال مقلد میں سے تھا۔ جامع التواریخ اِن کی نہایت اہم تصنیف ہے۔

(اُردو انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص ۲۶۶)

رضا قلی خاں ہدایت:

رضا قلی خاں ہدایت بن محمد ہادی اسماعیل کمال معروف ایرانی فاضل و ادیب تھے۔ رضا قلی کے والد نے قاچاریوں کے ممتاز درباریوں میں جگہ پائی۔ رضا قلی خاں ۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوا اور امام رضا کے نام پر رضا قلی نام رکھا گیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ فارس کے نائب السلطنت کی سرپرستی میں سرکاری ملازمت سے وابستہ ہوا۔ شاعری میں اس کا ابتدائی کلام چاکر کے فرضی نام سے شائع ہوا۔ اِس تخلص کو اُس نے جلد ہی بدل کر ہدایت تخلص کیا۔ ۱۸۳۸ء میں اِسے محمد شاہ نے اپنے بیٹے عباس مرزا کا اتالیق مقرر کیا۔ بعد میں وزیر معارف اور رائل کالج (ڈارالفنون) کا ناظم مقرر ہوا۔ پندرہ برس بعد شاہزادہ مظفر الدین ولی عہد کا بھی اتالیق مقرر ہوا۔ تہران میں ۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، ص۳۰۴)

رضی:

رضی تخلص، سیف الدولہ سید رضی خاں بہادر صلابت جنگ، سید صحیح النسب۔ اِن کے آباؤ اجداد امرائے عظیم الشان سے تھے اور خود حکام وقت یعنی کمپنی کی طرف سے عہدہ وکالت پر مامور ہو کر بادشاہ فلک جاہ دہلی کے دربار میں شرف حضوری سے مشرف رہتا تھا۔

(مرزا قادر بخش صابر دہلوی، ''تذکرہ گلستان سخن''، جلد اوّل، مرتبہ: خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، طبع اوّل ۱۹۶۶ء، ص۵۰۰)

رضیہ سلطانہ:

رُکن الدین فیروز شاہ اور رضیہ سلطانہ دونوں بہن بھائی اور التمش کی اولاد تھے۔ التمش کی وفات کے بعد رُکن الدین ۶۳۳ھ / ۱۲۳۶ء کو تخت نشین ہوا جو عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ ۶ ماہ بعد اراکین سلطنت نے ناخوش ہو کر تخت سے اتار دیا۔ ۱۲۳۳ء کو رضیہ سلطانہ اس کی بہن تخت نشین ہوئی۔ ملکہ زیرک اور تیز فہیم تھی۔ اُس نے تمام مخالفتوں کو کچل کر نظم و نسق کی اصلاح کی۔ جب ایک حبشی غلام ملک جمال الدین یاقوت کو جو امیر اخور (مہتم اصطبل شاہی) تھا، امیر الامراء کا منصب دیا تو ترک امراء بگڑ گئے۔ آخر کار ملک التونیہ حاکم بھٹنڈہ کی قیادت میں علم بغاوت بلند ہوا۔ ملک یاقوت مارا گیا ملکہ کو حراست میں لے کر ملک التونیہ کے حوالے کر دیا گیا جس نے ملکہ سے شادی کر لی اور دہلی پر چڑھائی کی آخر کار دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ رضیہ سلطانہ نے تین برس کچھ ماہ حکومت کی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۲۴۸۔۲۵۰)

رفیع حاجب خیرات، مولانا:

مولانا رفیع دہلوی المعروف بہ حاجب خیرات ۷۴۷ھ / ۱۳۴۶ء میں فوت ہوئے۔ معروف فرہنگ نویس مولانا رفیع کا تعلق (۷۲۵ھ / ۱۳۲۵ء۔ ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء) کے عہد سے تھا۔ سلطان محمد تغلق رفیع کی مشہور فرہنگ ''دستور الافاضل'' ۷۴۳ھ میں مکمل ہوئی۔

(تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۳۸۹۔۳۹۰)

رفیق، مرزا اسد بیگ:

قابل لئیق، مرزا اسد بیگ نام اور رفیق تخلص تھا۔ آپ ثناء اللہ خاں فراق کے شاگرد رشید تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص۲۰۰)

رقیہ سلطانہ:

رقیہ سلطانہ بنت ہندال مرزا، شہنشاہ بابر کی پوتی اور ہمایوں کی بھتیجی تھی۔ شہنشاہ اکبر کی سب سے پہلی بیگم تھی لیکن اس کے بطن سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ شاہجہان کے پیدا ہونے پر اکبر نے اِسے اِسی بیگم کی گود میں دیا تا کہ وہ اپنے بیٹے کی طرح اس کی پرورش کرے۔ بمقام آگرہ ۸۴ سال کی عمر میں (۱۰۳۵ھ/ ۱۶۲۶ء) انتقال ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص۲۴۹۔۲۵۰)

رنج وطبیب:

تذکرہ بہارستان ناز از حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی (طبع ۱۳۱۸ھ) مصنف کا اصل نام محمد فصیح الدین اور رنج وطبیب تخلص ہے۔ خاندانی پیشہ طباعت تھا۔ فن طب میں حکیم سعادت علی خاں کے اور فنِ شاعری میں مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ اِن کا خاندان ایک عرصے سے میرٹھ میں آباد تھا۔ اِس لئے خود کو میرٹھی لکھتے تھے ورنہ اِن کا آبائی وطن سکندر آباد ضلع بلند شہر تھا۔ رنج کے والد حکیم مولوی قمر الدین (م۔۱۲۹۹ء/ ۱۸۸۳ھ) مہاراجہ سندھیا کے دربار سے منسلک تھے۔ حکیم فصیح الدین رنج ۱۸۳۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۵ء میں بہ عمر ۴۹ سال وفات پائی۔ رنج اپنے عہد کے ایک عالم فاضل طبیب اور زندہ و خوش ذوق شاعر وادیب تھے۔

(خلیل الرحمٰن داؤدی، (مرتبہ) ''بہارستان ناز'' (تذکرہ شاعرات)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل، ۱۹۶۵ء، متعدد صفحات)

رنجیت سنگھ:

پنجاب کا سکھ راجا تھا۔ والد کا نام مہا سنگھ تھا۔ ۱۷۷۹ء میں سکھوں کے لیڈر کی حیثیت سے عروج حاصل کیا۔ ۲۷ جون ۱۸۲۷ء کو فوت ہوا۔ اِس کی چار رانیاں، سات کنیزیں اِس کی چتا پر جل کر مر گئیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص۲۵۲)

رنگین:

سعادت یار خاں نام، رنگین تخلص، اُردو کے ممتاز شاعر ۱۱۷۰ھ/ ۱۷۵۶ء میں بمقام سرہند پیدا ہوئے اُن کے والد طہماسپ بیگ خاں تورانی نادر شاہ کی فوج کے ساتھ ۱۷۳۹ء میں ہندوستان آئے اور دہلی میں رہائش اختیار کی جہاں اُنہوں نے ہفت ہزاری منصب اور محکم الدولہ اعتضاد جنگ کا خطاب حاصل کیا اور ۱۲۱۷ھ/ ۱۸۰۲ء میں وفات پائی۔ شاعری میں شاہ حاتم، محمد امان نثار اور مصحفی کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔

(ڈاکٹر صابر علی خان، ''سعادت یار خاں رنگین''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۲ء، متعدد مقامات)

رودکی:

ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن حکیم ابن عبدالرحمٰن بن آدم سمرقند کا رہنے والا تھا۔ اہل ایران اُسے استاد شاعران ومقدم ''شعرائے عجم'' کہتے ہیں۔ سمرقند کے علاقہ رودک کے قصبہ میں پیدا ہونے کی وجہ مناسبت سے رودکی تخلص کیا۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا اور قرات کا بھی فن سکھا شعر گوئی کی تو اِس میں بھی کمال حاصل کیا۔ آواز دلکش تھی اِس لئے شاعری کے ساتھ ساتھ موسیقی کی طرف بھی رجوع کیا۔ رودکی اپنے قصائد کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ پیدائش و وفات (۹۴۰ء۔۹۴۱ء) رودک میں ہوئی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''،ص ۳۸۱۔۳۸۵)

روم (رومی):

آپ کا نام محمد، لقب جلال الدین، نسب صدیقی، والد کا نام محمد بہاؤالدین ہے۔ جائے پیدائش بلخ ہے۔ مولانا رومی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ آپ نے بغداد، فجار، شام، زنجان، شیراز اور روم کا سفر بھی کیا۔ شمس الدین بن علی بن ملک داد تبریزی کے مرید تھے۔ آپ کے خلیفہ حسام الدین حسن نے مولانا روم کو''مثنوی معنوی'' لکھنے پر مائل کیا۔ یہ مثنوی آپ کی زندہ وجاوید یادگار ہے جو ۲۶ ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ مولانا کا ایک دیوان ''دیوان شمس تبریزی'' کے نام سے موسوم ہے۔ مولانا روم ۶۰۴ھ/۱۲۰۷ء میں پیدا ہوئے اور ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء میں فوت ہوئے۔

(قاضی تلمذ حسین، ''مولانا جلال الدین رومی''، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۵ء، متعدد صفحات)

رونی، ابوالفرج:

ابوالفرج بن مسعود رونی (وفات ۵۱۰ھ/۱۱۱۶ء) عہد غزنویہ کا نامور شاعر جس کا تعلق سلطان ابراہیم بن مسعود کے دربار سے تھا۔ ابوالفرج رون یا رونہ کا رہنے والا تھا۔ جو ضلع لاہور کا ایک قصبہ تھا۔ بعض تذکرہ نویس اُسے خراسانی اور نیشاپوری بھی بتاتے ہیں۔ رونی مسعود سعد سلمان کا ہم عصر تھا۔ اُس کی قصیدہ گوئی میں تاریخی اشارات بھی ملتے ہیں جس سے غزنوی تاجداروں کے کارناموں پر روشنی پڑتی ہے۔ اُس کے مختصر دیوان میں اشعار کی تعداد ۲۳۰۳ شمار کی گئی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد فارسی ادب اوّل، ص ۱۹۵۔۱۹۹)

ریئو:

چارلس ریئو ایک مشہور مستشرق جس نے برٹش میوزیم لندن کے اسلامی مخطوطات کی فہرست نگاری کے سلسلے میں بڑی قابل قدر خدمت سرانجام دیں۔ سوئٹزر لینڈ کے شہر جینوا میں ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوا اور ابتدائی تعلیم آبائی شہر میں پروفیسر ہمبرٹ سے پائی۔ جو جودساسی کا شاگرد تھا فارسی مخطوطات کی فہرست تین جلدوں اور ایک ضمیمے کی صورت میں مرتب کی۔ ۱۸۸۵ء میں کیمرج یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر مقرر رہا۔ ریئو نے لنڈن میں ۱۹۰۲ء وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹۔۱۰، ص ۴۳۶۔۴۳۷)

رُکن الدین انبہ، ملک:

ملک رُکن الدین انبہ کا تعلق محمد شاہ خلجی کے عہد سے تھا۔

(ضیاء الدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، ص ۲۴۱)

زار، برہان الدین خاں:

زار تخلص اور نام برہان الدین خاں ہے۔ بارگاہ سلطانی کے خادموں میں سے تھے۔ خطِ شکستہ عمدہ لکھتے تھے۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۱۸۷)

زرتشت:

زرتشت (زردشت) فارس میں آتش پرستوں کے مذہب کا بانی تھا۔ اسلامی فتح سے قبل بادشاہان ایران بھی اسی مذہب کے پیرو تھے۔ منوچہر کی نسل سے حکیم فیثا غورث کا شاگرد تھا۔ اور گستاسپ کے عہد میں گذرا ہے۔ اصل نام ابراہیم تھا۔ اسلامی دور شروع ہونے کے بعد بہت سے ایرانی جو زرتشتی مذہب کے پیرو تھے، ہندوستان چلے آئے جو اَب تک بمبئی وغیرہ میں پارسیوں کے نام سے مشہور ہیں۔ ژندواوستا اِس مذہب کی آسمانی کتاب کہی جاتی ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۲۵۷)

زکریاؑ:

انبیائے بنی اسرائیل میں زکریا نام کے دو نبی ہوئے ہیں۔ اِن میں سے ایک زکریا بن برخیا ہیں جو انبیائے تورات میں سے تھے۔ اِن کا ظہور فارس (ایران) کے بادشاہ دارا بن گشتاسب کے عہد میں ہوا۔ اِن کا ذکر قرآن میں تو نہیں آیا۔ البتہ مجموعہ تورات کے صحیفۂ زکریا میں اِن کا ذکر آیا ہے۔ دونوں میں تقریباً چار سو سال کا عرصہ حائل ہے۔

دوسرے حضرت زکریاؑ جو حضرت یحییٰؑ کے والد تھے۔ دونوں انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں اور قرآن میں اِن کا ذکر آیا ہے۔ حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ کے معاصر تھے۔ حضرت زکریاؑ اولاد سلیمانؑ بن داوٗدؑ میں سے تھے۔ حضرت کی شہادت کے سلسلے میں ابن الاثیر نے بیان کیا ہے۔ بعثت مسیحؑ سے جو احکامات تورات منسوخ ہوئے، اِن میں سے ایک بھتیجی سے نکاح بھی تھا۔ بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ ہیرودس اپنی ایک بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ حضرت یحییٰؑ مانع آئے۔ حضرت زکریاؑ بھاگ کر ایک باغ میں پہنچے اور ایک درخت کے تنے میں پناہ لی۔ بادشاہ کے آدمیوں نے درخت کو حضرت زکریا سمیت آرے سے چیر دیا۔ حضرت زکریاؑ بڑھئی کا کام کرتے تھے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۰، ص ۴۷۱-۴۷۳)

زنگی:

عماد الدین زنگی بن قاسم الدولہ آق سنقر بن عبداللہ، موصل کا اتابک اور سلجوقی دور کے ممتاز ترین امراء میں سے تھا۔ اِس کا باپ آق سنقر الحاجب سلطان ملک شاہ کی ملازمت میں ایک غلام تھا جسے ملک شاہ نے حلب کا شہر بطور جاگیر عطا کیا تھا۔ ۴۸۷ھ / ۱۰۹۴ء میں آق سنقر کے قتل کے بعد زنگی کے والد کی جاگیر ضبط کر لی گئی۔ زنگی کی عمر اُس وقت دس برس تھی۔ ۵۲۱ھ /

۱۱۲۷ء میں زنگی کو موصل کا والی مقرر کیا گیا۔ سلطان نے اپنے دونوں بیٹوں الپ آرسلان اور فرخ شاہ کی تعلیم اس کے سپرد کر دی اور اِسی بنا پر اُسے اتابک کا لقب عطا کیا گیا۔ بہت سی فتوحات کیں۔ ۵۴۱ھ/۱۱۴۶ء کو زنگی قتل ہوا۔
(رئیس احمد جعفری، ''تاریخ دولتِ فاطمیہ''، ص ۱۶۸۔۱۷۰)

زیب النساء:

زیب النساء بیگم شہنشاہ عالمگیر کی بیٹی کا نام ہے جو ۱۰ شوال ۱۰۴۸ھ/ ۵ فروری ۱۶۳۹ء کو پیدا ہوئی۔ قرآن پاک کی حافظہ اور خوشنویس تھیں۔ شادی نہیں ہوئی تھی۔ ۱۱۱۳ھ/ ۱۷۰۹ء میں وفات پائی۔ اُس کا مقبرہ کابلی دروازہ دہلی میں ہے۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۵۹)

زین الدین، شیخ:

زین الدین کے نام سے درج ذیل بزرگوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک شیخ زین الدین ابن عبدالعزیز ملیباری (م: ۹۲۸ھ/ ۱۵۲۱ء) تھے۔ دوسرے زین الدین خوافی (م: ۹۴۰ھ/ ۱۵۳۳ء) ہیں۔ ایک زین الدین جن کا وطن حضر موت (عرب) تھا، جو عادل شاہ بیجاپوری کے عہد میں دکن آئے۔ اُن کا سن وفات ۱۱۳۵ھ/ ۱۷۲۲ء ہے اور وہ بیجاپور میں دفن ہیں۔ ایک زین الدین داؤد بن خواجہ حسین شیرازی ہیں جن کے والد کا نام خواجہ حسین ہے۔ محمد تغلق کے زمانہ میں مشائخ کے قافلے کے ساتھ دولت آباد آئے۔ دکن میں ۷۷۱ھ/ ۱۳۶۹ء میں فوت ہوئے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۲۵۱۔۲۵۲)

زینت محل بیگم:

ابوظفر بہادر شاہ کی بیگم کا لقب ہے جو رنگون میں اپنے شوہر کی نظر بندی کے زمانے میں ان کے ساتھ تھیں۔ وہیں انتقال ہوا۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۶۱)

سام:

حضرت نوحؑ کے چہیتے اور پہلے بیٹے جو نہ صرف باپ کی دعائے برکت میں شریک تھے بلکہ اُن کے باپ نے مرتے وقت اپنا جانشین مقرر کیا اور خاص فرائض اُس کے سپرد کیے۔ سام کی اولاد حسن و وجاہت کے معاملے میں بھی ممتاز تھی اور فطرۃ نبوت بھی اِن میں متوارث تھی۔ سام کی بیوی صلیب حضرت نوحؑ کے دوسرے نبیوں کی بیویوں کی طرح قین بن آدم کی نسل سے تھیں۔ عربوں کو ہمیشہ سام کی اولاد بتایا جاتا ہے اور اکثر ایرانیوں، رومیوں اور بعض اوقات یہودیوں کو بھی۔ جب نوحؑ نے اپنے بیٹوں میں زمین تقسیم کی تو اِس کا مرکزی حصہ یعنی دریائے نیل، فرات و دجلہ اور جیحوں سیحوں کا درمیانی علاقہ سام کو دیا۔ خود سام مکہ میں رہتے تھے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۰، ص ۶۱۸۔۶۱۹)

ساہن، ملک:

ملک شاہین ساہن / وفا ملک کا تعلق عہد مبارک شاہ سے تھا۔

(ضیاء الدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، ص ۳۷۹)

سبحان خان:

سبحان خان، بچتر خان کا بھائی تھا۔ سبحان خان کا شمار دربار اکبری کے نامور گویوں میں ہوتا تھا۔ اِن کی طبیعت درویشی کی طرف مائل تھی۔ اِس لئے زیادہ وقت درویشوں کے ساتھ گزرتا تھا۔ اِن کا تعلق گوالیار سے تھا۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی وشاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۱۳۷)

سجان رائے بٹالوی:

بٹالہ گا میں پیدا ہوا۔ کابل، ٹھٹھہ اور پنجور کی سیر و سیاحت کی خاندانی پیشہ منشی گری تھا۔ یہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا مورخ تھا۔ ۱۱۱۰ھ تک شاہی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا۔ ۱۱۰۷ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی اس کی تاریخ قدیم زمانے سے لے کر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ سجان رائے بٹالوی نے ''خلاصۃ التواریخ'' کے پُرمغز دیباچے میں ہندوؤں کے مذہبی اعتقادات اور رسم و رواج کا ذکر ہے۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ، ''ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۶۷ء، ص ۵۹۔۶۳)

سجاد:

سجاد تخلص، میر سجاد تھا۔ اُن کے بزرگوں کا وطن آذر بائیجان ہے لیکن تربیت شاہجہان آباد میں پائی اور شاگردوں میں شاہ نجم الدین آبروؔ کے کیفیت طرز ایہام شاہ صاحب مذکور سے زیادہ ہے۔ میر محمد اکرم خاں ان کے دادا دارالانشائے بادشاہی میں نواب یحییٰ خاں میر منشی کے ہمراہ تھے۔

(میرزا علی لطف، ''گلشن ہند''، لاہور: دارالاشاعت پنجاب، رفاہ عام اسٹیم پریس، ۱۹۰۶ء، ص ۱۵۹)

سراج:

سید سراج الدین اورنگ آبادی کا تخلص سراج تھا۔ اُس نے اپنے دیوان کا انتخاب ۱۱۵۱ھ میں کیا ہے۔ اُس وقت اُس کی عمر ۲۴ سال تھی۔ سید سراج الدین نام ہے۔ اورنگ آباد کے مشائخین سے تھے۔ ۱۱۷۷ھ میں فوت ہوئے۔ سراج دکنی نے اُردو اور فارسی کے دو دیوان اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ ''بوستان خیال'' کے نام سے ایک مثنوی بھی لکھی جو ۱۱۴۳ھ میں مکمل ہوئی۔ اِس کے علاوہ اپنے دواوین کا ایک انتخاب ۱۱۵۱ھ میں مرتب کیا ہے۔ جب یہ انتخاب مکمل ہوا تو اُن کی عمر ۲۴ سال تھی۔ اِس لحاظ سے ۱۱۲۷ھ اُن کا سن ولادت ثابت ہوتا ہے۔

(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''انتخاب زریں اردو غزل''، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص ۵۱)

سراج الدین، ابوالبرکات، شاہ عالم:

ابوالبرکات کنیت، سراج الدین سید محمد نام اور شاہ عالم تخلص تھا۔ ابومحمد برہان الدین قطب عالم کے فرزند تھے اور اپنے والد کی طرح علوم ظاہری و باطنی میں صاحب کمال تھے۔ آپ کی ولدیت ظاہری تھی۔ گجرات کے مشہور بزرگ شیخ احمد کھٹو نے آپ کی تربیت کی۔ شاہ بارک اللہ چشتی نے نبی کریم ﷺ کی ایک بشارت کے تحت سراج الدین قطب عالم کو شاہ عالم کے لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔ ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء میں شاہ کا انتقال ہوا۔

(شہزادہ داراشکوہ قادری، ''سفینۃ الاولیا''، کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۵۵۔۱۵۷)

سراج پروانہ، اخی شیخ:

شیخ سراج الدین عثمان جو'اخی سراج' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید اور خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ تھے۔ مولانا فخر الدین رازی سے علوم ظاہری کی کتب پڑھیں۔ شیخ سراج الدین عثمان ٦٥٦ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔

(عبدالحق محدث دہلوی، شیخ، ''اخبارالاخیار''، مترجمین: مولانا سبحان محمود، مولانا محمد فاضل، کراچی: مدینہ پبلشنگ، س۔ن، ص۱۹۰۔۱۹۱)

سرخوش، محمد افضل:

محمد افضل نام اور سرخوش تخلص تھا۔ ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے ایک معروف شاعر تھے۔ افضل نے اپنے ہم عصر شعراء کا ایک تذکرہ لکھا جس کا تاریخی نام ''کلمات الشعراء'' ہے۔ یہ تذکرہ ۱۰۹۳ھ/ ۱۶۸۲ء میں لکھا گیا۔ ۷۶ سال کی عمر میں ۱۱۲۶ھ/ ۱۷۱۴ء میں انتقال کیا۔ اِس تذکرے کے علاوہ ۴ مثنویاں یعنی حسن وعشق نورعلیٰ نور، ساقی نامہ اور شاہ نامہ محمد اعظم اِسی کی تصنیف ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص۲۶۹)

سرسید احمد خاں:

سرسید احمد خاں ۱۷راکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد ملازمت اختیار کی اور مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مثلاً صدر امین، صدر الصدور اور جج سمال کازکورٹ، اپریل ۱۸۶۹ء میں انگلستان کا سفر اختیار کیا۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بقیہ عمر علی گڑھ کالج کی خدمت میں گزاری اور یہیں ۲۷رمارچ ۱۸۹۸ء میں انتقال کیا۔ اپنی ہنگامہ خیز زندگی میں سیاسی، تعلیمی، مذہبی، ادبی، تحقیقی غرض ہر قسم کے علمی اور قومی مشاغل میں حصہ لیا۔

(ڈاکٹر ثریا حسین، ''سرسید اوران کا عہد''، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۳ء، ص۲۱۰۔۲۱۶)

سر صندل خان:

اکبر کے دربار میں سر صندل بجانے والوں میں سے نمایاں نام سر صندل خان کا ہے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی وشاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص۸۸)

سرگیان خان:

اکبر کے ہاں باکمال گانے والوں میں سرگیان خان کا مقام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی وشاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص۸۸)

سرود خاں:

دربار اکبری کے گانے والوں میں سرود خاں نمایاں مقام رکھتے تھے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی وشاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص۸۸)

سرور، میر محمد خاں:

اصل نام میر محمد خاں تخلص سرور اور اعظم الدولہ خطاب تھا۔ غالب مومن، ذوق اور شیفتہ کے معاصرین میں تھے۔ سرور کے والد کا نام نواب ابوالقاسم مظفر خاں تھا۔ سرور ایک بلند پایہ شاعر، ادیب اور عالم دوست شخص تھے۔ سرور کی وفات کا سال ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء قرار پایا ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۷۱۔۲۷۲)

سرور، رجب علی بیگ:

مرزا رجب علی بیگ کا سن پیدائش ۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء قیاس کیا گیا ہے۔ سرور کے والد مرزا اصغر علی بیگ لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ عربی فارسی اور اُردو پڑھی، موسیقی اور نجوم سے بھی واقفیت تھی۔ بچپن اور جوانی، آصف الدولہ (۱۷۷۵ء۔ ۱۷۹۷ء) اور سعادت علی خاں (۱۷۹۷ء۔۱۸۱۴ء) کے دور میں لکھنؤ میں گزری۔ ۱۸۴۷ء میں واجد علی شاہ کے دربار میں پچاس روپے ماہور تنخواہ پر نوکری بھی کی۔ ۸۶ برس کی عمر میں بنارس میں ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں وفات پائی۔

(ڈاکٹر سید اعجاز حسین، ''مختصر تاریخ ادب اردو''، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، طبع سوم ۱۹۷۱ء، ص ۲۹۷۔۲۹۸)

سرور، میر فیض علی:

میر فیض علی سرور، سید ابراہیم کی اولاد میں سے تھے جو سید شمس الدین کے بھائی ہیں۔ اِن کا مزار دہلی سے دو منزل پر قصبہ اجڑاڑہ میں واقع ہے۔ سرور علم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے لئے اپنے وطن سے اکبر حکیم قدرت اللہ قاسم کے ہاں مستقلاً مقیم ہو گئے تھے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز''، ص ۸۱)

سری رام، لالہ:

لالہ سری رام دہلی کے ایک مشہور خاندان سے تھے جن کا سلسلہ اکبر کے وزیر راجہ ٹوڈرمل سے ملتا ہے۔ اِن کے والد رائے بہادر مدن لال اور عم بزرگوار ماسٹر پیارے لال آشوب تھے، سری رام ۱۸۷۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم دہلی میں پاکر اپنے والد کے ساتھ لاہور آ گئے۔ ۱۸۹۵ء میں ایم۔اے اور منصفی کا امتحان پاس کر کے منصف ہوئے۔ آخر دمہ کی شدت سے ۱۹۰۷ء میں سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو گئے اور باقی عمر علمی مشاغل اور جائیداد کے انتظام میں صرف کی۔

(لالہ سری رام، ''تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ خمخانۂ جاوید''، دہلی: مخزن پریس، بار اوّل ۱۹۰۸ء، ص ۸۷)

سعادت علی:

نواب سعادت علی خاں جن کا لقب یمین الدولہ تھا۔ ۲۱ر جنوری ۱۷۹۸ء/ ۴ر شعبان ۱۲۱۲ھ میں مسند نشین ہوا۔ سترہ برس حکومت کرنے کے بعد ۲۲ر رجب ۱۲۲۹ھ/ ۱۱ر جولائی ۱۸۱۴ء کو فوت ہوا۔ اِس کے بعد اُس کا بیٹا غازی الدین بادشاہ اودھ ہوا۔ سعادت علی خاں کا عہد لکھنوی تہذیب و معاشرت کے عروج اور لکھنو میں نئے دبستان شعر و ادب کے قیام کا زمانہ ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۷۳)

سعد اللہ خاں:

علامہ سعد اللہ خاں وزیر المعروف بہ علامی فہامی ومخاطب بہ مہامی خطاب جملتہ الملک، مغلیہ عہد کے قابل وزراء میں اِس کا شمار ہوتا تھا۔ شاہ جہان کے تمام امور مملکت میں دخیل تھا۔ ۲۲ر جمادی الثانی/ ۹ر اپریل ۱۶۵۶ء کو شاہجہان آباد میں ۴۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، ص ۲۷۴)

سعد اللہ شیخ (عہد اکبری):

لاہور میں جہاں آج کل لنڈا بازار ہے، اکبر کے عہد میں یہاں ایک بزرگ شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل درس دیا کرتے تھے۔ بنی اسرائیل ہندوستان کے نومسلموں کی ایک غیر معروف جماعت ہے یہ جماعت عام طور پر کول (علی گڑھ)، میرٹھ اور سنبھل وغیرہ میں آباد ہے۔ بنی اسرائیل تعلیم وتعلم، علوم وفنون، تصوف وسلوک کے علاوہ خطاطی اور نساخی میں بھی شہرت رکھتے ہیں۔ شیخ اسرائیل نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ درس وتدریس اور تقویٰ وطہارت میں بسر کیا۔ آپ کس مطربہ پر بھی عاشق ہوئے بعد ازاں توبہ کی۔ آپ نے امام غزالی کی مشہور کتاب احیاء العلوم کو اپنا دستور حیات بنایا اور جواہر القرآن کی شرح لکھی۔ اکبر بھی آپ کی علمی شہرت سے متاثر تھا۔ اسی برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ مگر صاحب مراۃ العالم کا بیان ہے کہ ۱۵۱۵ء آپ کی تاریخ ولادت ہے اور ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء میں آپ فوت ہوئے۔

(محمد طفیل (مدیر)، نقوش لاہور نمبر، جلد اوّل، ص ۴۶۱۔۴۶۳)

سعد اللہ گلشن:

سعد اللہ گلشن عارفانہ شعر کہتے تھے۔ کئی سال تک دہلی میں رہے ایک لاکھ اشعار کا دیوان چھوڑا۔ شیخ عبدالاحد سرہندی کے مرید تھے۔ حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ ۱۱۴۱ھ/ ۱۷۲۸ء میں فوت ہوئے ولی اُن کے مشہور شاگرد تھے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۴۸)

سعدی شیرازی:

شیخ مشرف الدین سعدی بن مصلح الدین سعد جنہیں فردوسی اور حافظ شیرازی کی طرح صد عالم گیر شہرت حاصل ہوئی۔ تقریباً ۵۸۰ھ/ ۱۱۸۴ء میں بمقام شیراز پیدا ہوئے۔ بچپن شیراز میں گزرا۔ جوانی میں بغداد گئے اور مدرسہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی حضرت عبدالقادر گیلانی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ چودہ مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ بلخ، غزنیں، حجاز، شام، بعلبک، مصر اور افریقہ کی سیاحت کی۔ ۶۹۱ھ/ ۱۲۹۲ء میں شیراز میں وفات پائی۔

(ڈاکٹر محمد عبداللطیف، مترجم: ''گلستانِ سعدی''، لاہور: پیغمبر لمیٹڈ، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

سکندر شکوہ:

بہادر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کا چچا زاد بھائی تھا۔ اِسے اپنی بی بی کے قتل کے جرم میں جولائی ۱۸۳۸ء میں پھانسی دے دی گئی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۲۷۸)

سکندر عادل شاہ:

سکندر عادل شاہ سلطنت بیجا پور کا آخری بادشاہ تھا۔ اُس کے دور میں اورنگ زیب نے بیجا پور پر حملہ کیا اور اُسے زیر کرنے میں کامیاب ہوا۔ سکندر عادل شاہ قید ہوا اور اورنگ زیب نے ایک لاکھ روپیہ سالانہ اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ سکندر عادل شاہ نے ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء میں وفات پائی۔ دورِ حکومت ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء۔ ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۶ء ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۵، ص ۲۱۸)

سکندر لودھی:

بہلول کا بیٹا نظام خاں جو سکندر شاہ لودھی کے نام سے اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ ۷ر ذی قعدہ ۹۱۵ھ/ ۱۷ر فروری ۱۵۱۰ء کو وفات پائی۔ سکندر شاہ لودھی کے عہد میں ہندوؤں نے فارسی پڑھنا شروع کی۔ سنسکرت کی کتب کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔ شہر آگرہ جمنا کے کنارے آباد ہوا تو اس نے دہلی کی بجائے آگرہ کو اپنا دار السلطنت قرار دیا۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد اوّل، ص ۱۴۱)

سلطان ابراہیم:

سلطان مسعود اوّل غزنوی کا بیٹا تھا۔ اپنے بھائی فرخ زاد کی بجائے ۱۰۵۹ء/ ۴۵۰ھ میں جانشین ہوا۔ بڑا نیک، فیاض اور عادل حکمران تھا۔ ابراہیم سلطان نے پہلے سال حکومت میں سلطان سنجر سلجوقی سے صلح نامہ کیا اور اُس کے بیٹے مسعود نے سلطان سنجر سلجوقی کی بہن اور ملک شاہ کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اس طرح دو قوموں کے درمیان اتحاد پیدا ہو گیا۔ بعد میں وہ ہندوستان آیا اور بہت سے قلعے فتح کیے مختلف بیویوں سے ۳۶ بیٹے اور ۴۰ لڑکیاں ہوئیں۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد اوّل ص ۱۹)

سلطان حسین مرزا:

ابو الغازی سلطان حسین مرزا ابن منصور بن بایقرا ابن عمر شیخ بن امیر تیمور، تیموری سلاطین میں سب سے زیادہ شہرت کا مالک تھا۔ اُس کی ولادت ہرات کے قریب ۸۴۲ھ میں ہوئی۔ ۱۰ر رمضان ۸۷۳ھ/ ۲۴ر مارچ ۱۴۶۹ء کو ہرات میں تخت نشین ہوا اور تمام خراسان پر قابض بھی ہوا۔ ۳۸ برس حکومت کرنے کے بعد ۱۶ر ذی الحجہ ۹۱۱ھ/ ۱۰ر مئی ۱۵۰۶ء کو ستر برس کی عمر میں فوت ہوا۔ اُس کا دربار ہرات فن و ادب اور علم و فضل کا بہت بڑا مرکز تھا۔ خود بھی شاعر تھا۔ "مجالس العشق" اِسی کی تصنیف ہے جس میں بہت دلچسپ قصص بیان کیے گئے ہیں۔ مشہور شاعر جامی، بزاد، امیر اخوند اِس کی سلطنت کے درخشندہ ستارے تھے۔ جن پر سلطان ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد اوّل، ص ۲۸۰۔۲۸۱)

سلطان علی مشہدی:

سلطان علی مشہدی (مشہد) کا رہنے والا تھا۔ جو شاعر تھا لیکن شاعری کی بہ نسبت خوشنویسی میں زیادہ مشہور ہوا۔ خوشنویسی میں مولانا اظہر کا شاگرد تھا۔ مولانا سلطان علی مرزا بایقرہ کے درباریوں میں داخل تھا۔ امیر علی شیر نوائی اِس کی سرپرستی

کرتا تھا۔ ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء میں زندہ تھا۔ اس وقت اُس کی عمر ۶۳ برس تھی۔ (اُن کا رسالہ ''آداب الخط'' (تالیف ۹۲۰ھ) فن خوشنویسی) سے متعلق ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۲۸۱)

سلطان قطب الدین:

سلطان محمد شاہ کے انتقال کے بعد اُس کا بڑا بیٹا سلطان قطب الدین احمد شاہ ۱۱ محرم ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء بیس برس کی عمر میں تخت گجرات پر متمکن ہوا۔ یہ سلطان شجاعت و بہادری میں بہت مشہور تھا لیکن غصہ کی حالت میں اور خاص طور پر جب وہ شراب کے نشہ میں ہوتا تھا تو اعمال قبیحہ کا مرتکب ہوتا۔ لوگوں کو قتل کرانے میں بہت حریص تھا۔ سات سال چھ ماہ اور تیرہ دِن حکومت کرنے کے بعد ۲۳؍رجب ۸۶۳ھ/۱۴۵۹ء میں فوت ہوا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد سوم، ص ۱۴۶۔۱۵۲)

سلطان محمد:

سلطان غیاث الدین تغلق (متوفی ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا جسے اس نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا، تغلق آباد میں تخت نشین ہوا۔ سلطان محمد بن تغلق ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء میں فوت ہوا۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خواند، ''سیر الاولیا''، ص ۸۹۳۔۸۹۴)

سلطان محمود:

جب سلطان محمود بن ابراہیم شرقی کا انتقال (۸۶۲ھ/۱۴۵۷ء) ہوا تو اُس کی ماں بی بی راجی نے امراء کی ملی بھگت سے مسلمان شہزادہ بھیکن خان کو تخت پر بٹھا دیا اور اِسے محمد شاہ (محمود شاہ) کا خطاب عطا کیا۔ یہ ایک بدمزاج اور خونریز انسان تھا۔ تمام لوگ اِس سے متنفر تھے۔ چنانچہ بی بی راجی نے امراء کے اتفاق رائے سے حسین خاں کو تخت پر بٹھا دیا۔ محمد شاہ (سلطان محمود) نے پانچ ماہ حکومت کی۔ (فرہاد الملک اور سلیم خاں، سلطان محمود کے معتمد خاص تھے۔)

(احمد یادگار، ''تاریخ شاہی'' (تاریخ سلاطین افاغنہ)، مترجم: سید نذیر نیازی،
لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع اوّل ۱۹۸۵ء، ص ۱۷۔۱۸)

سلیم:

محمد قلی کا تخلص ہے۔ شاہجہان کے زمانے میں فارس سے ہندوستان آیا۔ اسلام خاں وزیر نے اِسے نوکر رکھا لیا۔ اِس کی تصنیف ایک دیوان اور ایک مثنوی ہے۔ ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۱، ص ۲۷۳۔۲۷۴)

سلیمانؑ:

حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کے مشہور و معروف پیغمبر اور بادشاہ تھے اور حضرت داؤدؑ کے بعد بادشاہ ہوئے اِس لئے نبوت اور سلطنت کے جامع ہیں۔ قرآن پاک میں آپ کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے اردگرد کے دشمنوں

کو زیر کر کے ایک زبردست سلطنت قائم کی اور ہیکل بیت المقدس کی بنیاد رکھی اور تکمیل کی۔ وہ علم و حکمت اور فہم و فراست میں یکتائے زمانہ تھے اور اقتدار بھی ایسا عطا ہوا تھا کہ اُس کے بعد بنی اسرائیل میں پھر کسی کو میسر نہ ہوا۔ ہوا، جوش و طیور اور جن و انس سب اُن کے تابع فرمان تھے۔ اُنہوں نے چالیس سال حکومت کی اور ۵۳ یا ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت داؤد کے شہر میں دفن ہوئے۔

(ظفر اقبال کلیار، ''قصص الانبیاء''، لاہور: مکتبہ زاویہ،۲۰۰۲ء، متعدد صفحات)

سلیمان شکوہ:

شہنشاہ شاہ عالم کا بیٹا اور اکبر شاہ بادشاہ دہلی کا بھائی تھا۔ ۲۹ رذیقعد ۱۲۵۳ھ / ۲۴ رفروری ۱۸۳۸ء کو آگرے میں فوت ہوا اور سکندرے میں اکبر کے مقبرے میں دفن ہوا۔ یہ شہزادہ فارسی کا اچھا شاعر تھا جس نے ایک فارسی دیوان بھی چھوڑا ہے۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اردو''، جلد سوم، ص ۳۸۳۔۳۸۷)

سنائی:

حکیم سنائی کا نام مجدود تھا اور کنیت ابوالمجد تھی۔ اُن کا مولد غزنی تھا۔ ولادت ۴۶۴ھ / ۱۰۷۱ء کے قریب ہوئی۔ سنائی نے ہرات، مرو، نیشاپور، خوارزم وغیرہ کا سفر بھی کیا۔ حج کا فریضہ بھی ادا کیا۔ متعدد صوفیاء کی صحبت بھی میسر آئی۔ سنائی کے پیر خواجہ ابو یعقوب یوسف ہمدانی تھے۔ طویل عمر پا کر ۵۴۵ھ / ۱۱۵۰ء میں غزنی میں فوت ہوئے۔ ''حدیقۃ الحقیقت'' اُن کی مشہور مثنوی ہے۔ جس میں اخلاق و مذہب اور تصوف کو موضوع بنایا ہے۔ اِس لحاظ سے سنائی پہلا شاعر ہے جس نے تصوف کے اسرار و رموز بیان کرنے کے لئے شاعری کو ذریعہ اظہار بنایا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۳۱۴۔۳۱۷)

سوبھا سنگھ:

ساتویں حملے کے بعد ۱۷۶۵ء میں جب احمد شاہ درانی واپس ہوا تو دو سکھ سرداروں (لہنا سنگھ، سوبھا سنگھ) کے ساتھ لاہور فتح کیا۔ فتح کے بعد لاہور کا جنوبی حصہ جس میں نیاز بیگ، مزنگ، اچھرہ اور چوبرجی شامل تھے سوبھا سنگھ کو دے دیا گیا اُس نے دورِ مغلیہ کے ایک قدیم باغ میں جو اورنگ زیب کی لڑکی زیب النساء کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے، اقامت اختیار کی اور ''نواں کوٹ'' کے نام سے ایک بستی آباد کی اور اُسے اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ ۱۷۹۷ء میں سوبھا سنگھ فوت ہوا اور اُس کا لڑکا مہر سنگھ اِس کا جانشین ہوا۔

(محمد طفیل (مدیر)، نقوش لاہور نمبر، حصہ اوّل، ص ۱۱۱۔۱۱۲)

سودا:

مرزا محمد رفیع نام اور سودا تخلص تھا۔ والد کا نام مرزا محمد شفیع تھا۔ کابل سے تجارت کے سلسلہ میں ہندوستان آئے اور دہلی میں رہائش اختیار کی۔ سودا اُردو قصیدہ گوئی میں سب سے پہلا شاعر ہے جو لکھنے میں کمال حاصل تھا۔ غزل بھی کہتے تھے۔ خان آرزو کے شاگرد اور میر کے ہم عصر تھے۔ ملک الشعراء کا خطاب بھی حاصل کیا۔ سودا کا کلام اپنے عہد کا آئینہ دار ہے۔ سودا

کی تاریخ پیدائش و وفات میں اختلاف ہے۔ تاہم سال پیدائش ۱۱۱۵ھ تا ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۳ء تا ۱۷۰۶ء قرار دیا جا سکتا ہے۔ انتقال ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء میں ہوا۔

(ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی، ''کلیاتِ سودا''، جلد اوّل، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم،۱۹۹۲ء، متعدد صفحات)

سورج سنگھ:

اودھے سنگھ راٹھور کا لڑکا رائے مالدیو کا پوتا تھا باپ کے مرنے کے بعد ۱۰۰۲ھ/ ۱۵۹۴ء میں اکبر نے منصب ہزاری پر ممتاز کیا اور شاہزادہ مراد اور دانیال کی ہمراہی میں مہمات گجرات اور دکن میں متعین رہا۔ جہانگیر کے عہد میں بھی مختلف خدمات سرانجام دیں دکن میں ۱۰۲۷ھ/۱۶۱۹ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۲۹۳)

سورج مل جاٹ:

سورج مل جاٹ (م: ۱۷۶۳ء) ریاست بھرت پور کا بانی تھا۔ ابتداء میں وزیر صفدر جنگ کا ساتھی رہا۔ جب حالات سازگار دیکھے تو اپنا دائرہ حکومت بڑھانے میں مصروف ہو گیا۔ وزیر عماد الملک نے ذاتی اغراض کی بنا پر سورج مل کو تقویت پہنچائی۔ متعدد لڑائیوں کے بعد یہ جاٹ رئیس غازی الدین نگر (موجودہ غازی آباد) کی جنگ میں مارا گیا۔

(اُردو انسائیکلوپیڈیا، جلد اول، ص ۷۹۴)

سورداس:

سارسوت برہمن رامداس کا بیٹا موضع سیھی (قریب دہلی) میں ۱۵۴۰ء میں پیدا ہوا۔ سوامی بلبھ اچارج کا چیلا تھا۔ اُس نے بندرابن میں دریائے جمنا کے کنارے فقر و قناعت کی زندگی بسر کی۔ اُس کی شاعری بالکل سادہ اور نیچرل ہے جس میں بہت زیادہ دوہے کرشن کی تعریف میں پائے جاتے ہیں۔ فن موسیقی کا ماہر تھا چنانچہ اِس فن میں ''سور ساگر'' اس کی مشہور تصنیف ہے۔ ۱۶۲۰ء میں انتقال کیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۲۹۳)

سوز (میر محمد):

شہنشاہ عالم کے عہد میں اُردو شاعر تھا۔ خطِ نستعلیق، خطِ شفیعا اور تیر اندازی میں ماہر تھا۔ نواب آصف الدولہ اور اُن کے وزیر سرفراز الدولہ کے یہاں اِس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ ۸۰ سال کی عمر پائی ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۷ء میں فوت ہوا۔ سوز نے اپنی زندگی درویشانہ انداز میں گزاری۔

(ڈاکٹر زاہد منیر عامر، ''میر سوز: سوانح اور شخصیت''، لاہور: پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

سوزنی:

محمد بن علی، ایک ممتاز فارسی شاعر اور حکیم جو ہزل گوئی میں زیادہ مشہور تھا لیکن دو تین قصیدے واحدانیت پر بھی لکھے

ہیں۔ سوزنی نے سمرقند اور بخارا میں قیام کیا جو ماوراء النہر کے علاقے میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ سوزنی کا سال وفات ۵۶۹ھ/ ۷۴-۱۱۷۳ء بتایا جاتا ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۱، ص ۴۴۹-۴۵۱)

سیتا:

سیتا راجہ جنک کی بیٹی تھی جسے ویدوں میں زمین کی بیٹی بھی کہا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز قحط کے زمانے میں راجا جنک کھیت میں ہل چلا رہے تھے کہ ہل سے ٹکرا کر زمین سے ایک لڑکی نکل آئی یہ سیتا تھی۔ گھر میں لا کر اس کی پرورش ہوئی اور بعد میں رام چندر سے بیاہ دی گئی۔ سیتا پاک دامن اور نیک عورت تھی۔ ایک دن جنگل میں راون نے موقع پا کر سیتا کو اٹھایا اور لے گیا جب بچاؤ کی کوئی صورت نہ رہی تو اس نے اپنے زیور گلو بند اور پازیب راستے میں پھینک دیئے۔ بعد میں انہی زیورات کی مدد سے کھوج لگاتے ہوئے رام، راون تک پہنچا اور اسے شکست دیکر سیتا کو واپس لے آیا۔ لوگ رام کو طعنے دینے لگے کہ سیتا راون کے پاس اتنا عرصہ رہ کر کس طرح پاکباز رہ سکتی ہے؟ چنانچہ سیتا نے ہندو دھرم کے مطابق آگ پر چل کر اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کیا۔ لیکن عوام نے رام کے فیصلے کو رد کر دیا۔ چنانچہ رام نے اپنی بیوی کو تیاگ دیا۔ بعد ازاں سیتا کے ہاں دو بچے پیدا ہوئے۔ دونوں کی پرورش اِسی جنگل میں ہوئی۔ جب بچے پندرہ برس کے ہوئے تو ایک روز اتفاقاً شکار کے موقع پر رام سے سامنا ہوا۔ دونوں کی آپس میں ٹھن گئی۔ زوردار مقابلے کے بعد بھی کسی فریق نے شکست تسلیم نہ کی۔ آخر سیتا کی مداخلت سے رام نے اپنے بچوں کو پہچان لیا اور اِن سب کو لے کر ایودھیا آ گیا مگر "رام" کی مسلسل لاپرواہی اور لوگوں کے طعنوں سے سیتا پریشان رہتی تھی۔ آخر کار اُس نے ایک دن اپنی دھرتی ماتا کو پکارا۔ زمین شق ہوئی اور سیتا اِس میں داخل ہو گئی گویا دھرتی کی بیٹی تھی اور سنسار کو چھوڑ کر دھرتی ہی میں سما گئی۔ رام اِس طرح بیوی کی اچانک جدائی سے بہت پریشان ہوا اور اپنی مرضی سے جان دینا چاہی جس پر دیوتاؤں نے بھی اس کی اِس خواہش کا احترام کیا۔ رام، سیتا کی داستان ہندو بڑے ادب اور احترام سے سنتے بھی ہیں اور سناتے بھی ہیں۔

(ڈاکٹر مہر عبدالحق: ہندو صنمیات، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۳ء، ص ۲۰۳-۲۱۶)

سید احمد دہلوی:

مولوی سید احمد دہلوی (۱۸۴۶ء-۱۹۱۹ء) کے والد کا نام حافظ عبدالرحمٰن تھا۔ سلسلہ نسب حضرت عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے۔ مشرقی علوم میں کافی دسترس تھی۔ انہوں نے اُردو زبان کی خاص طور پر خدمت کی۔ ۲۲ر جون ۱۹۱۴ء کو خان صاحب کا خطاب ملا۔ پیدائش و وفات دہلی میں ہوئی۔

(حامد حسن قادری، "داستان تاریخ اُردو"، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، تیسرا ایڈیشن ۱۹۶۶ء، ص ۹۰۱-۹۰۲)

سید احمد شہید:

سید احمد بن محمد عرفان، تکیہ رائے بریلی میں ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالقادر دہلوی سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ شاہ عبدالعزیز کے مرید و خلیفہ تھے۔ سات سال تک امیر خاں کے لشکر سے وابستہ رہے۔ اِس کے بعد دہلی آئے

اور بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی جیسے علماء ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء میں حج کی سعادت حاصل کی۔ ۲۴ ذیقعد ۱۲۴۶ھ/ ۲ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کیا۔ اُردو زبان میں دو رسالے ''(۱) تفسیر سورہ الحمد اور (۲) رسالہ حقیقت الصلوٰۃ'' یادگار ہیں۔ تحریک جہاد کے قائد اور راہنما تھے۔

(ڈاکٹر محمد ایوب قادری، ''اُردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع اوّل، ۱۹۸۸ء، ص ۱۱۲-۱۱۳)

سید عبداللہ، ڈاکٹر:

ڈاکٹر سید عبداللہ منگلور تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸۵ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ایبٹ آباد میں حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ نومبر ۱۹۴۰ء میں جامعہ پنجاب میں اُردو لیکچرار مقرر ہوئے۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں اورینٹل کالج کے پرنسپل بنے۔ ۱۹۶۰ء میں سید صاحب کو صدارتی تمغہ اور ۱۹۶۱ء میں حکومت ایران نے ''نشان سپاس'' عطا کیا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ محقق اور نقاد کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے نظم ونثر، شعروادب، نظری وعملی تنقید اور لسانی مسائل پر بہت کچھ لکھا ہے۔

(ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مرتبہ: ''تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج''، لاہور: جدید اُردو ٹائپ پریس، ۱۹۶۲ء، ص ۱۸۱-۱۸۴)

سید غلام حسین بن علی خاں، طباطبائی:

سید غلام حسین بن علی خاں طباطبائی، غلام حسین خاں نواب علی ویردی خاں کا قرابت دار تھا۔ اِس کا والد ہدایت علی خاں مہابت جنگ کی صوبیداری بنگال کے زمانے میں حاکم بہار تھا۔ وہ خود محمد شاہ کے عہد میں پانی پت اور سون پت کا فوجدار رہا اور شاہ عالم ثانی کے عہد میں میر بخشی کے عہدے پر مامور تھا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۱۵۶)

سید محمد:

سید محمد، حضرت شاہ عالم گجراتی کے پوتے اور اُن کے سجادہ نشین تھے۔ فضل وبزرگی اور فقر وتوکل میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ بہت اچھی عبارت میں کیا تھا۔ عہد شاہ جہانی میں حیات تھے سید محمد نے ۱۰۴۵ھ عہد شاہ جہانی میں وفات پائی۔ اُن کا مزار شاہ عالم کے روضے کے مغربی دروازے کے قریب واقع ہے۔

۱۰۲۸ھ/ ۱۶۱۸ء میں شاہ کے پوتے سید محمد کو اُس کی فرمائش پر قرآن پاک کا ایک نسخہ عنایت کیا گیا۔ یہ نسخہ یاقوت کاتب کا چھوٹی تقطیع پر لکھا نہایت ہی نفیس اور نادر روزگار تھا۔ اس طرح سید محمد کو قرآن مجید کا سادہ اور تصنع وتکلف سے پاک فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے کہا گیا۔

(نورالدین محمد جہانگیر، ''تزک جہانگیری''، جلد دوم، ص ۴۲-۴۳)

شاداں، حسین علی خاں:

مرزا حسین علی خاں شاداں، نواب زین العابدین خاں عارف کے چھوٹے بیٹے تھے۔ دو برس کی عمر میں والد فوت ہوئے۔ تو پرورش کی ذمہ داری میرزا غالب نے نبھائی۔ اُردو میں شاداں اور فارسی میں خیال تخلص کرتے تھے۔ حالی، غالب

اور سالک سے کلام میں اصلاح لیتے تھے۔ ۲۹ سال کی عمر میں دہلی میں ۷/ستمبر ۱۸۸۰ء کو انتقال کیا۔
(حمیدہ سلطان احمد، ''خاندان لوہارو'' کے شعراء، ص ۵۰۔۵۲)

شاد، محمد بادشاہ:

محمد بادشاہ نام اور تخلص شاد تھا۔ والد کا نام غلام محی الدین تھا جو مہاراجہ آنند راج کے میر منشی تھے۔
(ڈاکٹر محمد معین، ''فرہنگ فارسی''، جلد ششم، ص ۱۳۵۵)

شائق، محمد ہاشم:

محمد ہاشم شائق مرثیہ خوانی میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ میر عزت اللہ عشق سے مشق سخن کی راہنمائی لیا کرتے تھے۔ پیشے کے اعتبار سے خیاط (درزی) تھے۔
(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۳۳۹)

شاہ بیگ:

شاہ بیگ، میر ذوالنون کا لڑکا جو سلطان حسین مرزا کا سپہ سالار، امیر الامراء اور اُس کے بیٹے بدیع الزماں کا اتالیق تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد قندھار کی حکومت اس کے حصے میں آئی۔ سندھ کے اکثر علاقے کو فتح کیا۔ صاحب علم و اخلاق تھا۔ ۹۳۰ھ / ۲۴۔۱۵۲۳ء میں فوت ہوا۔
(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد سوم، ص ۵۰۲)

شاہ پور:

تہران کا ایک مشہور شاعر تھا۔ ۱۶۳۸ء/ ۱۰۴۸ھ میں وفات پائی۔ تبریز میں بمقام سرخاب مزار ہے۔ ملک الشعراء خطاب تھا۔[۱]

شاہ پور اوّل ساسانی خاندان کا جو ایران کا بادشاہ تھا جس نے جارجیا اور آرمینیا فتح کیے۔ ۲۷۲ء میں فوت ہوا۔ مانی شاہ پور اوّل کا ہم عصر تھا۔ شاہ پور ثانی (۳۱۰ء۔۳۸۱ء) ہرمز ثانی شاہ ایران کا لڑکا تھا جبکہ شاہ پور ثالث شاہ ثانی کا بیٹا تھا۔[۲]

[۱] (نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱)

[۲] (منہاج سراج، ''طبقات ناصری''، مرتبہ: غلام رسول مہر، جلد اوّل، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، ۱۹۸۵ء، ص ۲۶۷)

شاہ رُخ مرزا:

اس نام کی تین شخصیات ملتی ہیں۔

۱۔ شاہ رُخ مرزا رضا قلی کا لڑکا اور نادر شاہ کا پوتا تھا۔ علی قلی خاں جو نادر شاہ کا بھتیجا تھا اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی ۱۳ مدعیان سلطنت کو جن میں نادر شاہ کے سب لڑکے اور پوتے شامل تھے۔ تہ تیغ کرا دیا۔ صرف شاہ رُخ بچ گیا تھا۔ شاہ رُخ تخت پر بیٹھا جسے آقا محمد شاہ فارس نے تخت سے ہٹا دیا اور اندھا کر کے مشہد بھیج دیا۔ جو ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء میں بمقام مشہد فوت

ہوا۔

۲۔ امیر تیمور کا چوتھا بیٹا تھا۔ سمر قند میں ۲۱ر فروری ۱۳۷۷ء کو پیدا ہوا۔ اپنے باپ کی وفات پر فروری ۱۴۰۵ء میں خراسان کا مالک ہوا۔ یہ بادشاہ بہت بہادر اور فیاض تھا۔ ۴۲ سال حکومت کی اور بمقام فشاور وصوبہ رے میں ۸۵۰ھ/۱۴۴۷ء کو ۷۱ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

۳۔ امیر تیمور کی نسل سے ابراہیم مرزا کا لڑکا اور مرزا سلیمان حاکم کا پوتا تھا۔ دادا سے چھینی گئی حکومت پر دس سال حکومت کرنے کے بعد ناز ساز گاری حالت کی بنا پر ہندوستان بھاگ آیا۔ اکبر نے یہاں اِسے عزت دی اور اپنی بیٹی شکر النساء بیگم کا اِس سے نکاح کیا اور ساتھ پنج ہزاری منصب پر بھی فائز کیا۔ بمقام اوجین ۱۰۱۶ھ/ ۱۶۰۷ء میں فوت ہوا اور وہیں قبر ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ا، ص ۵)

شاہ شجاع:

ا۔ شاہ شجاع مظفر یہ خاندان سے ایران کا بادشاہ گزرا ہے۔ اُس کا پایہ تخت شیراز تھا۔ جوع البقر کے مرض میں مبتلا تھا۔ اپنے باپ محمد مظفر کو اندھا کر کے ۱۳۵۹ء میں خود حکمران بن گیا تھا۔ ۲۱ر شعبان ۷۸۶ھ/ ۹ر اکتوبر ۱۳۸۴ء میں فوت ہوا۔

۲۔ شہزادہ شجاع یا سلطان شجاع شاہجہان کا دوسرا بیٹا تھا جو ۱۰۲۵ء/ ۱۶۱۶ھ کو بمقام اجمیر پیدا ہوا۔ شہزادہ فطری طور پر عالی دماغ تھا۔ لیکن شراب نوشی کا بھی شوقین تھا۔ جنگ تخت نشینی میں ۱۰۷۱ء میں مع اپنے اہل و عیال کشتی میں بٹھا کر دریا میں غرق کر دیا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۵۔ ۶، جلد اوّل، ص ۲۸۱)

شاہ عالم:

شاہ عالم بادشاہ دہلی جس کا اصل نام عالی گہر تھا۔ شہنشاہ عالمگیر ثانی کا بیٹا تھا۔ تاریخ پیدائش ۱۷ر ذیقعدہ ۱۱۴۰ھ/ ۱۴ر جون ۱۷۲۷ء ہے۔ ۴ر جمادی الاوّل ۱۱۷۳ھ/ ۲۵ر دسمبر ۱۷۵۹ء کو شاہ عالم کے لقب سے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ ۱۰ر اگست ۱۷۷۸ء کو غلام قادر خاں روہیلہ سردار نے اُسے اندھا کر دیا۔ علماء و فضلاء کا قدر دان تھا۔ فارسی میں شعر و شاعری کرتا تھا۔ شاہ عالم دیوان اور آفتاب تخلص کرتا تھا۔ ۸۱ سال کی عمر میں ۷ر رمضان المبارک ۱۲۲۱ھ/ ۱۹ر نومبر ۱۸۰۶ء کو دہلی میں انتقال فرمایا اور بہادر شاہ کی قبر کے قریب موتی مسجد میں دفن ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۷)

شاہ عبدالعزیز:

شاہ عبدالعزیز ابن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۲۵ر رمضان ۱۱۵۹ھ/ ۱۱ر اکتوبر ۱۷۴۶ء کو پیدا ہوئے۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ عمر کے سولہویں سال میں داخل ہوئے تو تفسیر، حدیث، فقہ، اُصول، عقائد، منطق، کلام، ہندسہ، ہیئت، ریاضی، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ میں مہارت حاصل کر چکے تھے لیکن خاص ذوق قرآن پاک سے تھا۔ زندگی کی آخری سانس تک اپنا وقت

درس و تدریس، تصنیف و تالیف، دعوت و ارشاد، مریدوں کی تربیت اور شاگردوں کی تکمیل میں صرف کیا۔ ۷رشوال ۱۲۳۹ھ / ۵رجون ۱۸۲۴ء کو انتقال کیا۔ آپ کی صرف تین صاحبزادیاں تھیں۔ تصانیف ذیل میں درج ہیں:

تفسیر عزیزی، تحفہ اثنا عشریہ، بستان المحدثین، سرِ الشہادتین

(ڈاکٹر ثریا ڈار، ''شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۱ء، متعدد صفحات)

شاہ غزنیں:

سلاطین گجرات کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے۔ غزنیں خاں، ملک خان جی جالوری کا بیٹا تھا۔ ملک خان جی سلطان مظفر والی گجرات کے امیروں میں سے تھا جب ۹رمحرم ۹۹۸ھ کو عبدالرحیم خانخاناں نے جالور کی جانب پیش قدمی کی تو ملک خان جی اِس وقت جالور ہی میں تھا۔ اُس نے تھوڑی سی مزاحمت کے بعد ہتھیار ڈال دیئے اور خانخاناں کی اطاعت قبول کر لی۔ اکبر نے اُس کا موروثی علاقہ اُسے بخش دیا جس کی آمدنی دس لاکھ تھی۔ غزنیں خاں بھی اکبر کے منصب داروں میں شامل تھا۔

(نورالدین محمد جہانگیر ''تزک جہانگیری''، جلد اوّل، ص ۵۷۳)

شاہ غلام علی:

سلسلہ مظہریہ کے نامور ترین بزرگ جنہیں زمانہ شیخ الشیوخ کے لقب سے یاد کرتا تھا اور بعض نے اُنہیں انیسویں صدی عیسوی / تیرہویں صدی ہجری کا مجدد کہا ہے۔ اِن کے مریدوں میں سے شیخ خالد اور مولانا جان محمد اور شاہ احمد سعید دہلوی شہرت رکھتے ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۸)

شاہ غلام قادر:

شیخ محمد فاضل کے فرزند اور جانشین حضرت غلام قادر شاہ جو علم و عمل، زہد و تقوی، ریاضت و مجاہدات اور حال و قال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ آپ کا لقب اہل اللہ ہے۔ بٹالہ کے رہنے والے تھے۔ ۵ربیع الاول ۱۱۷۶ھ میں رحلت کی۔ عربی کے فاضل تھے اور رمز العشق اور دیگر مثنویوں کے مصنف ہیں۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، حصہ اوّل، ص ۲۵)

شاہ مراد:

شاہ مراد (اُردو شاعر) ولد قاضی جان محمد قریشی صدیقی قادری بشندوری۔ خان پور تحصیل چکوال ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۱۴ھ میں وفات پائی اور تکیہ شاہ مراد نزد خان پور دفن ہیں۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، حصہ اوّل، ص ۳۳۸)

شاہ نصیر ابن شاہ غریب:

میاں نصیر الدین نام، وطن دہلی تھا، شاہ صدر جہاں کی اولاد سے تھے۔ باپ کا نام شاہ غریب تھا اور طبعاً بھی غریب

تھے۔ شاہ نصیر کی تعلیم معمولی تھی لیکن شعر سے مناسبت فطری تھی۔ شاہ محمدی مائل اور قدرت کے شاگرد بھی رہے۔ جب تک دلی میں رہے شاہ عالم سے کچھ نہ کچھ وصول کرتے رہے۔ لکھنؤ بھی گئے۔ سینکڑوں شاگرد تھے۔ ۱۲۵۴ھ میں حیدر آباد میں فوت ہوئے۔

(نورالحسن ہاشمی، ''دلی کا دبستان شاعری''، ص۳۱۵۔۳۱۶)

شاہ ولی اللہ:

ولی اللہ ابوالفیاض قطب الدین احمد بن ابوالفیض شاہ عبدالرحیم بن شاہ وجیہہ الدین بن معظم العمری الدہلوی، نسب والد کی طرف سے ۲۹ واسطوں سے حضرت عمر فاروق تک پہنچتا ہے والدہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم سے ملتا ہے۔ شاہ ولی اللہ ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ / ۱۰ر فروری ۱۷۰۳ء کو موضع پھلت ضلع مظفر نگر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے علاوہ عربی فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ عمر کے سترہویں سال (۱۱۳۱ھ) میں والد کی وفات کے بعد تقریباً بارہ سال دہلی میں درس دیتے رہے۔ ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۰ء میں حج کی غرض سے حجاز چلے گئے۔ جہاں مشائخ حرمین سے کتب احادیث کا علم حاصل کیا۔ ۱۷۳۳ء میں حج سے واپس آ کر دہلی میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ ۶۱ برس کی عمر میں ۲۹ر محرم ۱۱۷۶ھ / ۲۰ر اگست ۱۷۶۲ء کو وفات پائی۔ آپ نے قرآن پاک کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا۔ اُن کی تصانیف علوم دینیہ کے تقریباً ہر موضوع (قرآن، حدیث، فقہ و اصول، کلام، تصوف، تاریخ، سیرت اسرار شریعت وغیرہ) پر موجود ہیں۔

(پروفیسر محمد سرور، ''ارمغانِ شاہ ولی اللہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲ کلب روڈ، ۱۹۸۸ء، متعدد صفحات)

شاہانِ صفویہ:

ایک روحانی پیشوا صفی الدین اردبیلی کے خاندان سے (جن کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے) ایک صاحب اثر شخص اسماعیل اُٹھا۔ اُس نے اپنے بزرگوں کی تعلیم و ارشاد کی مسند سنبھالی۔ وہ دینی راہنما ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب شمشیر بھی تھا۔ اُس نے اپنے سرفروش مریدوں کی مدد سے ایک لشکر تیار کیا اور ازبکوں کے سردار محمد شیبانی کو شکست دی اور اپنے مورثِ اعلیٰ شیخ صفی الدین کی نسبت سے ۹۰۵ھ / ۱۴۹۹ء میں صفی حکومت کی بنیاد رکھی۔ صفوی عہد کے حکمرانوں نے تقریباً دو سو سال تک حکومت کی جو ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۲ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ شاہانِ ملک فارس خاندان صفوی کی فہرست حسب ذیل ہے:

(۱) شاہ اسماعیل صفوی پسر اوّل سلطان حیدر
(۲) شاہ طہماسپ صفوی اوّل پسر اسماعیل صفوی
(۳) شاہ اسماعیلی ثانی
(۴) محمد خدابندہ
(۵) حمزہ بن خدابندہ
(۶) شاہ اسماعیل سوم بن خدابندہ
(۷) شاہ عباس اوّل بن خدابندہ
(۸) شاہ صفی بن صفی مرزا ابن عباس
(۹) شاہ عباس ثانی بن شاہ صافی
(۱۰) شاہ سلیمان بن عباس ثانی
(۱۱) شاہ حسین بن سلیمان
(۱۲) شاہ طہماسپ ثانی (آخری بادشاہ خاندان صفوی)

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص۸۱۔۸۲)

شبلی نعمانی، مولانا:

مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) بندول (اعظم گڑھ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ حبیب اللہ ایک تاجر، زمیندار اور وکیل تھے۔ شبلی کی تعلیم قدیم طرز پر ہوئی۔ وکالت چھوڑ کر ۱۸۸۳ء میں علی گڑھ کالج میں عربی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔[1]

سرسید کے رفقاء میں بھی شامل رہے۔ مصر و شام کا سفر کیا۔ سیرت النعمان، الفاروق، شعر العجم، شبلی کی مشہور تصانیف ہیں۔ شاعری میں بھی شغف رکھتے تھے۔[2]

[1] (خلیق انجم، مرتبہ: ''شبلی کی علمی وادبی خدمات''، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات)

[2] (ڈاکٹر ناہید کوثر، ''اردو شاعری کا ارتقا''، ص ۳۳۹)

شتاب رائے راجہ:

دہلی کا رہنے والا تھا۔ صمصام الدولہ کی وفات پر شاہی دیوان کا عہدہ پایا۔ انگریزوں کا ساتھ دینے کے سبب انگریزوں نے اسے اپنا مشیر بنایا۔ وہ ملکی معاملات کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ خاص کر مالیات کے صیغہ پر پورا عبور تھا۔ ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص ۱۳۔۱۴)

شجاع الدولہ:

شجاع الدولہ منصور علی خاں صفدر جنگ ناظم اودھ کا لڑکا تھا اصل نام جلال الدین حیدر تھا۔ ۱۱۴۴ھ/۱۷۳۱ء میں پیدا ہوا ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء میں حکمران ہوا۔ پانی پت کی لڑائی میں شریک ہوا۔ جنگ بکسر میں انگریزوں سے ۱۷۶۴ء میں شکست کھائی۔ شجاع الدولہ ۲۴ رذی قعدہ ۱۱۸۸ء/۲۹ رجنوری ۱۷۷۵ھ میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۴)

شرف الدین احمد یحییٰ:

شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (متوفی ۷۸۲ھ) کے بیٹے اور چشتیہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کی ولادت بمقام منیر ضلع پٹنہ (بہار) میں ۶۶۱/ ۱۲۶۲ میں ہوئی۔ آباؤ اجداد بیت المقدس سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ شیخ نجیب الدین فردوسی کے مرید تھے۔ آگرے کے نواح میں کئی برس تک جنگلوں میں مصروف عبادت رہے۔ پچاس ساٹھ برس تک رشد و ہدایت اور تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۷۸۲/ ۱۳۸۰ میں منیر ضلع پٹنہ ہی میں فوت ہوئے اور یہیں دفن کیا گیا۔ پاک و ہند کے اسلامی فلسفے کی تاریخ مرتب کرنے کے لئے اِن کے مکتوبات قیمتی مواد کے حامل ہیں۔ مثلاً مکتوبات ایک صدی اور مکتوبات دو صدی وغیرہ آپ کے ملفوظات میں ہیں۔ دینی اخلاقی اور صوفیانہ مضامین ملتے ہیں۔ مثلاً معادن المعانی، فوائد رکنی وغیرہ۔ ان کے علاوہ متعدد تصانیف ہیں۔ مثلاً ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین وغیرہ۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب، اوّل، ص ۳۴۷ و متعدد مقامات)

شرف الدین، مضمون:

شرف الدین مضمون حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی اولاد میں سے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں گوشہ نشینی اختیار کی اور بقیہ تمام عمر زینت المساجد (دہلی) کے حجرے میں یادالٰہی میں گزاری۔ نعت اور معرفت کے اشعار کہتے تھے۔ ۱۱۵۰ھ/۱۷۴۵ء میں فوت ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۹۶)

شرف، میر محمد علی:

میر محمد علی نام لیکن میر محمدی کے نام سے مشہور ہوئے۔ فارسی میں مرتضیٰ قلی بیگ فراق اور اُردو میں دردؔ کے شاگرد تھے۔ بیعت مولانا فخر الدین سے تھی۔ درویش آدمی تھے۔ تصوف کا رنگ بھی ہے۔ آخر عمر میں دہلی سے آگرہ چلے گئے تھے اور وہیں ۱۲۰۹ھ/۹۴-۱۷۹۴ء میں وفات پائی۔

(نورالحسن ہاشمی، ''دلی کا دبستان شاعری''، ص ۳۰۸)

شفیق اورنگ آبادی:

شفیق اورنگ آبادی کا پورا نام رائے لچھمی نرائن شفیق ہے۔ اُردو میں صاحب اور فارسی میں شفیق تخلص کرتے تھے۔ اِن کے والد رائے منسارام نواب نظام الملک آصف جاہ (دکن) کے نمک خواروں میں سے تھے۔ شفیق صفر ۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ بہت جلد عربی فارسی اور علوم متداولہ میں مہارت حاصل کی۔ گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کر دیئے تھے۔ تصنیف وتالیف سے خاص شغف تھا۔ تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) شام غریباں: ایران سے ہندوستان آنے والوں کا تذکرہ ہے۔
(۲) گل رعنا: پاک وہند کا فارسی گوشعراء کا تذکرہ ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۹)

شفیق، مظہر علی خاں:

مظہر علی خاں شفیق، مرزا بڈھن کے نام سے معروف تھے۔ نہایت ظریف الطبع اور مزاح دوست انسان تھے۔ حکیم ثناء اللہ خاں فراق، قدرت اللہ قاسم اور میر عزت اللہ عشق کے شاگرد تھے۔ نیک اور متقی انسان تھے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۳۴۴-۳۴۵)

شکنتلا:

ہندو دیو مالا کی روح سے ایک اپسرا اور رشی وشوامتر کی بیٹی تھی جو ایک اپسرا کے بطن سے پیدا ہوئی۔ پیدا ہونے پر اُسے جنگل میں چھوڑ دیا گیا جہاں پرندوں نے اُس کی پرورش کی۔ سنسکرت زبان میں شکنت پرندے کو کہتے ہیں اور پرندوں کے ہاں پرورش پانے کی بنا پر اُسے شکنتلا کہا گیا۔ بعد ازاں رشی کنو اُسے اپنی کٹیا میں لے جاتا ہے جہاں اُس کی پرورش ہوئی۔ یہاں راجہ دشینت نے اُسے دیکھا اور اُس کے حسن پر عاشق ہو گیا۔ دونوں کی شادی ہوئی اور بعد ازاں راجہ چلا گیا۔ اِسی دوران ایک رشی

شکنتلا سے ملنے آیا۔ شکنتلا نے اُس پر کوئی توجہ نہ دی جس پر رشی نے بد دعا کی کہ تیرا عاشق تجھے بھلا دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شکنتلا کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھرت رکھا گیا۔ بعد ازاں راجہ دشنیت لشکر لے کر آتا ہے اور بھرت اور شکنتلا کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دشنیت اور شکنتلا کے اسی بیٹے بھرت کے نام پر ہندوستان کو بھارت کا نام دیا گیا۔ اِسی کہانی کو کالی داس نے اپنے ڈرامے ''شکنتلا'' کا موضوع بنایا۔ اِس سنسکرت ڈرامے نے شاعر کے خوبصورت اسلوب کی بنا پر کلاسیک کا درجہ حاصل کر لیا۔ یہ ڈرامہ سات ایکٹ پر مبنی ہے اور مرکزی کرداروں میں راجہ دشنیت، شکنتلا، رشی کنو، بھرت، مادو، بھدر سین، کشیپ اور ادتی شامل ہیں۔ اصل میں کالی داس نے یہ قصہ ''مہابھارت'' سے اخذ کیا اور نہایت عمدگی سے پیش کیا۔ یہ ڈرامہ آج بھی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

(سردار دیوی سہائے، ہندو کلاسیکل ڈکشنری، ص ۲۰۰۔۲۰۱)

شکیبا، شیخ غلام حسین:

شکیبا تخلص اور نام شیخ غلام حسین دہلوی تھا۔ میر تقی میر کے شاگرد تھے۔ دار الخلافہ کے شاعروں کے حلقہ میں اِن کا شمار ہوتا تھا۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۲۱۶۔۲۱۷)

شمرو و بیگم شمرو:

شمرو فرنگی النسل تھا۔ معمولی سپاہی کی حیثیت سے ہندوستان آیا اور فرانسیسی فوج میں بھرتی ہوا کہیں مستقل نہیں رہا۔ شجاع الدولہ کے ہاں بھی ملازمت کی۔ ۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء میں قتل ہوا۔ شمرو بیگم سردھنہ کی مشہور بیگم تھی جس کا دیسی نام زیب النساء تھا۔ ۸ر شوال ۱۲۵۱ھ / ۲۷ر جنوری ۱۸۳۶ء کو ۸۸ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ابتداء میں یہ رقاصہ تھی۔ اُسی عہد میں ایک رومن کیتھولک عیسائی سے شادی کر کے عیسائی ہوگئی۔ دوسری شادی ایک فرانسیسی سپاہی سے کی۔ آخری زمانے میں شمرو سے تعلق تھا اور اِسی نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۹)

شمس الدین خاں:

نواب شمس الدین خاں (داغ کے والد) فیروز پور کے نواب، نواب احمد بخش خاں کے فرزند تھے، جو فیروز پور اور لوہارو کے جاگیر دار تھے۔ لوہارو کی ریاست دہلی کے قریب ہے۔ فیروز پور کی جاگیر جو نواب شمس الدین خاں کے حصے میں آئی تھی۔ ضلع فیروز پور صوبہ پنجاب میں واقع تھی۔ ۱۸۳۵ء میں کمشنر دہلی کے قتل کے الزام میں اِن کو پھانسی دے دی گئی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۰)

شمس الدین خاں، نواب:

نواب احمد بخش خاں (متوفی ۱۸۲۷ء) کے تین بیٹے تھے۔ نواب شمس الدین احمد خاں، ابراہیم علی خاں اور نواب امین الدین احمد خاں، نواب احمد بخش خاں نے ۱۸۲۲ء میں اپنے بڑے بیٹے شمس الدین احمد خاں کو برطانوی حکومت ہند کی منظوری سے ریاست الور میں اپنا وارث مقرر کیا۔ دوسرے دو بھائیوں نے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ نواب شمس الدین خاں ولیم فریزر کو اپنا

دشمن تصور کرتے تھے۔ لہٰذا اسے قتل کرا دیا گیا۔ ولیم فریزر کے قتل کے جرم میں نواب شمس الدین خاں کو ۳/ اکتوبر ۱۸۳۵ء میں پھانسی دے دی گئی۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص ۲۶۔۳۲)

شمس العشاق، شاہ میراں جی:

شاہ میراں جی نام، شمس العشاق لقب صحیح النسب سید تھے۔ اِن کا مولد مکہ مکرمہ ہے۔ برصغیر میں آ کر بیجا پور میں قیام کیا اور اِسے ہی وطن بنالیا۔ خواجہ کمال الدین بیابانی کے مرید وخلیفہ تھے۔ ۹۰۲ھ /۱۴۹۶ء میں فوت ہوئے۔ بارہ حج کیے۔ تصانیف میں خوش نامہ، خوش نظر، جل ترنگ وغیرہ شامل ہیں۔

(ڈاکٹر ابوسعید نورالدین، ''تاریخ ادبیات اردو''، حصہ اول، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۷ء، ص ۳۳۔۳۴)

شورش، غلام حسین، سید پٹنوی:

سید غلام حسین نام، تخلص شورش اور عرف بھینا ہے۔ اُن کے والد کا نام محسن اور آبائی وطن عظیم آباد ہے۔ سلسلہ نسب شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے جا ملتا ہے۔ میر باقر حزیں وظہور اور حزیں کے بعد شاہ رُکن الدین عرف گھیسٹا عشق کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ ہر صنف سخن میں طبع آزمائی اور ایک ضخیم دیوان یادگار چھوڑا ہے۔ اُن کا انتقال ۱۱۹۵ھ میں ہوا۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۱۵۷)

شوق، حافظ غلام رسول:

نام غلام رسول اور شوق تخلص تھا۔ حافظِ قرآن تھے۔ اسی کی برکت سے فاقہ سے بچتے تھے۔ عزیز آباد کی مسجد کی امامت حضرت ولی عہد بہادر نے سپرد کی تھی۔ بچوں کو تعلیم بھی دیتے تھے۔ شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ اِن کا زیادہ تر کلام اپنی استاد کی روش پر ہے۔

(عبدالحلیم شرر، ''نگاہِ شوق''، مرتبہ: ڈاکٹر عثمان فاروق، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۸)

شہاب الدین:

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء (۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) کے معتبر مریدوں میں سے اور ظاہری و باطنی فضائل سے بھی آراستہ تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود (چراغ دہلی) نے اُنہیں مرید کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خواند، ''سیر الاولیا''، ص ۴۹۸)

شہزادہ کام بخش:

شہنشاہ عالمگیر کا سب سے چھوٹا بیٹا شہزادہ کام بخش اُدے پوری محل کے بطن سے تھا۔ عالمگیر کی وفات پر شہزادوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی اور بہادر شاہ بادشاہ بنا۔ شہزادہ کام بخش کو عالمگیری وصیت کے مطابق بہادر شاہ نے صوبجات حیدر آباد اور بیجا پور اِس شرط پر دیئے کہ وہ حکومت دہلی کے تابع رہیں۔ کام بخش نے اطاعت قبول نہ کی۔ جنگ ہوئی جس میں ۱۱۱۹ھ /

۱۷۰۷ء میں حیدر آباد کے قریب کام بخش کام آیا۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۳۶)

شہوت، صاحبقران:

شہوت اپنے عہد کے بہت بڑے فحش و ہزل گو تھے۔ اپنے عہد کے تمام درباری مسخروں کو ہرا کر خان بہادر پھکو جنگ کا خطاب حاصل کیا تھا۔
(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۳۵۴)

شیخ جنید:

شیخ عثمان کے عہد کے ایک بزرگ ہیں۔ جنید اُن کا نام ہے۔ جماعت صوفیہ سے تعلق رکھتے تھے۔
(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص ۲۵۷)

شیخ عبدالقدوس گنگوہی:

شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۸۶۰ھ/۱۴۵۵ء۔ ۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی اولاد میں سے تھے اور شیخ محمد بن عارف بن شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے مرید تھے۔ آپ صاحب علم و عمل اور اکابر علمائے صوفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ دہلی کے مضافات میں گنگوہ نام کے ایک قصبے میں آپ کا مزار ہے۔
(ڈاکٹر ایس۔ ایم اکرام و ڈاکٹر وحید قریشی، ''دربارِ ملی''، لاہور: مجلس ترقی ادب کلب روڈ، طبع اوّل، ص ۷۹۔۸۰)

شیخ عثمان:

غازی پور کے رہنے والے ہیں۔ والد کا نام شیخ حسن تھا اور جہانگیر (۹۷۷ھ/۱۵۶۹ء۔ ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء) کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے ''چتراولی'' نام کا ایک عشقیہ قصہ بزبان ہندی لکھا ہے جو دوہوں اور چوپائیوں پر مشتمل ہے یہی اُن کی شہرت کا سبب بھی ہے۔
(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص ۱۹۶)

شیخ علائی:

سلیم شاہ سور کے زمانے میں ایک فلسفی تھا۔ اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور سلطنت میں انقلاب پیدا کرنا چاہا۔ ہزاروں لوگوں کو جبراً اپنا پیرو بنایا۔ دو مرتبہ جلاوطن کیا گیا۔ آخر ۹۵۵ھ/۱۵۴۸ء میں اُسے سزائے موت دی گئی۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۲۸)

شیخ فریدالدین گنج شکر:

مسعود اسم گرامی، فریدالدین اور گنج شکر لقب تھا لیکن بابا فرید کے عرف سے مشہور ہیں۔ آپ نسبتاً فاروقی اور حضرت ابراہیم ادھم کی اولاد میں سے تھے۔ فریدالدین مسعود ۵۶۹ھ/۱۱۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ حصول علم اور کسب فیض کے لئے متعدد سفر کیے۔ جن میں بغداد، سیستان، بدخشاں، چشت، دمشق، نیشا پور، غزنی بیت المقدس اور بخارا شامل ہیں۔ ۹۵

برس کی عمر میں ۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء میں وفات پائی۔ مدفن پاک پٹن میں ہے۔ آپ پہلے مسلمان شاعر ہیں جنہوں نے عرفان اور درویشانہ نصائح کو ہندوی شاعری کا موضوع بنایا۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاء کے پیر اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور فوائد السالکین کے نام سے ملفوظات مرتب کیے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے ''راحۃ القلوب'' کے نام سے اپنے مرشد کے ملفوظات جمع کیے۔ ''اسرار الاولیاء'' کے نام سے بدر الدین اسحاق نے آپ کے ملفوظات مرتب کیے۔

(ڈاکٹر سید نذیر احمد، ''کلام بابا فرید گنج شکر''، لاہور: لائن آرٹ پریس، ۲۰۰۶ء، ص ۵۔۱۶)

شیخ محمد غوث گوالیاری:

شیخ فرید الدین عطار کی نسل میں سے تھے۔ شہنشاہ ہمایوں آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اکبر نے اُن کے لئے گراں بہا جاگیر مقرر کی ۸۰ سال کی عمر میں ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں وفات پائی۔ آپ کا مزار گوالیار میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ تصانیف میں رسالہ معراجیہ اور جواہر خمسہ بہت مشہور ہیں۔

(شیخ محمد اکرام، ''رود کوثر''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۔۴۰)

شیخ محمد:

فارسی میں صوفی مذاق کی ایک قسم کا مصنف کتاب جام جہاں نما و نفس رحمانی جس میں خدا کی واحدنیت کی بابت خیالات درج ہیں اور گوشہ نشینی کی عبادت کے قواعد ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص ۱۷۷)

شیخ موسیٰ:

''پنجاب میں اُردو'' ص ۲۷۰ پر شیخ موسیٰ پر ایک ترجیع بند دیا گیا ہے جبکہ حالات درج نہیں کیے گئے۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ ''اِسی عہد کا ایک ترجیع بند دیا جاتا ہے جس کے مالک موسیٰ ہیں۔ اِن کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔'' اِس سے پہلے شیخ محمد نور کا تذکرہ ہے جو شیخ محمد فاضل (متوفی ۱۱۵۱ھ) کے پیر بھائی ہیں۔ ''موسیٰ'' کے بعد غلام قادر شاہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کا ذکر کیا گیا ہے۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص ۲۶۶۔۲۷۴)

شیدا (خواجہ بیگا):

موزوں الطبع، ذہن کار سا، نام فراموش، تخلص شیدا اور میر محمدی بیدار کے شاگرد تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص ۱۹۷)

شیر علی افسوس، میر:

میر شیر علی افسوس (۱۷۴۵ء۔ ۱۷۴۸ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید علی مظفر خاں تھا۔ سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق تک جا ملتا ہے۔ ایران سے ہندوستان آئے اور آگرہ کے قریب نارنول میں متوطن ہوئے۔ ۱۵/ اکتوبر ۱۸۰۰ء کو فورٹ ولیم کالج میں بحیثیت منشی تقرری ہوئی۔ ۱۹ دسمبر ۱۸۰۹ میں جب وہ کالج میں میر منشی کے عہدے پر تھے تو انتقال ہوا۔

(میر شیر علی افسوس، ''باغ اُردو''، مرتبہ: احمد رضا، ص ۲۱۔۲۷)

شیفتہ، محمد مصطفیٰ خاں:

شیفتہ کا نام محمد مصطفیٰ خاں تھا۔ فارسی میں حسرتی اور اُردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ دہلی کے ایک مشہور بزرگ میاں جی مالا مال سے عربی فارسی پڑھی۔ ۱۸۳۹ میں حج سے واپسی پر شاہد و شراب سے کنارہ کش ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں شیفتہ کا تمام اثاثہ جل کر راکھ ہو گیا۔ ۱۸۶۹ء میں فوت ہوئے۔[۱] سفر نامہ حجاز، اُردو دیوان اور تذکرہ ''گلشن بے خار'' جیسی تصانیف بطور یادگار چھوڑی ہیں۔[۲]

[۱] (نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''۔۔۔۔'' مرتبہ: کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل، ۱۹۷۳ء، ص ۲۱۔۵۸)

[۲] (ڈاکٹر سلیم اختر، ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۲۴۳)

شیکسپیئر:

ولیم شیکسپیئر (۱۵۶۴ء۔۱۶۱۶ء) انگریزی ادب کا مشہور و معروف ڈراما نگار اور ممتاز شاعر جسے نہ صرف انگلستان بلکہ عالمی ادب میں بھی بڑا ادیب تصور کیا جاتا ہے۔[۱] والد کا نام جان شیکسپیئر تھا جو وارو ک شائر کے جاگیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا لیکن بعد ازاں انہیں جاگیر سے ہاتھ دھونا پڑا۔ تعلیم نامکمل چھوڑ کر لندن آیا اور یہاں ایک تھیٹر میں ملازمت کر لی۔ اِس کے تین بیٹے (Judith, Sussanna Hamnet) پیدا ہوئے۔ ڈرامہ نویسی میں نام پیدا کیا۔ شاعر کی حیثیت سے بھی شہرت حاصل کی۔ آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کی اور اپنے آبائی گاؤں میں انتقال ہوا۔[۲]

[۱] (Oubsy, Ian, "The Wordsworth Companion to Literature in English", London: Cambridge University Press, 1994, p 837-840)

[۲] (Honan, Park, "Shakespeare: A Life", London: Oxford University Press 2000, p Different)

شیو پرشاد:

بابو شیو پرشاد بنارس کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۲۳ء میں پیدا ہوئے، ۱۸۴۵ء میں ملازم ہوئے اور سر رشتہ تعلیم میں انسپکٹر مدارس ہو گئے۔ ان کی تاریخ ہند جو آئینہ تاریخ نما کے نام سے مشہور ہے اُردو، انگریزی اور ہندی زبانوں میں لکھی گئی۔ ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۳۱۔۳۲)

صابری، علاؤ الدین علی احمد:

شیخ علاؤ الدین علی احمد صابری کو شیخ فرید الدین نے قصبہ کلیر میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ لقب علاؤ الدین مخدوم اور والد کا نام سید عبد الرحیم عبد السلام تھا۔ نسبتاً حسینی سید ہیں۔ آپ ۱۹ ربیع الاوّل ۵۹۲ھ / ۱۱۹۵ء میں بمقام ہرات پیدا ہوئے۔ آپ حضرت بابا فرید گنج شکر کے بھانجے تھے۔ حضرت بابا صاحب ہی نے آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ کیا۔ ۶۵۰ھ میں بابا صاحب کے حکم سے کلیر تشریف لائے۔ آپ زیادہ تر عالم استغراق میں رہے۔ ۱۳ ربیع الاوّل ۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء تاریخ وصال ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۸۶۔۸۷)

صادق علی خاں عرف میرن:

صادق علی خاں عرف میرن اور نواب قاسم علی خاں علی جاہ نواب صادق علی خاں عرف میرن، میر جعفر کا بیٹا تھا۔ ہر لحاظ سے اپنے باپ کا نقش ثانی تھا۔ ۱۵ر ذی قعدہ ۱۱۷۳ھ / ۲ر جولائی ۱۷۶۰ء کو اپنے خیمے میں سو رہا تھا کہ بجلی گری اور ہلاک ہو گیا۔ اِس نے سراج الدولہ نواب بنگال اور اُس کی بیگمات کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ نواب قاسم علی خاں عالی جاہ، میر جعفر علی خاں نواب بنگال کے داماد تھے، لائق اور محبِّ وطن تھے۔ انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے ستمبر ۱۷۶۰ء میں اِن کو بنگال کا نواب بنا دیا۔ انگریزوں کی بے وفائی کی وجہ سے ان پر فوج کشی کی لیکن ناکام رہا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۱۲۴۔۲۲۱)

صادق، میرزا صادق علی:

سخن وری کا شائق، میرزا صادق علی نام اور تخلص بھی صادق تھا۔ فوج دار خاں کے بیٹے اور انشاء اللہ خاں کے شاگرد رسید تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص۳۲۴)

صالحؑ، حضرت:

ایک پیغمبر جو عرب کی قوم ثمود میں بھیجے گئے تھے۔ حضرت صالح کا نام اور اونٹنی کا قصہ قرآن مجید اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ حضرت صالحؑ ثمود کو اپنی طرف بلاتے اور خدائے واحد کی پرستش کی تاکید کرتے تھے۔ لیکن اِن لوگوں نے حضرت صالحؑ کی باتوں کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے صرف کمزور لوگ آپؑ پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نشانی کے طور پر ایک اونٹنی عطا کی حضرت صالح نے لوگوں سے کہا کہ اسے بے ضرر چرنے دیں اور اِسے پینے کے پانی میں شریک کریں۔ لیکن لوگوں نے اُلٹا اِس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ اِس کے بعد پھر ایک زبردست طوفان آیا۔ اگلی صبح وہ لوگ اپنے گھروں میں مردہ پائے گئے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۲، ص۲۲۔۲۳)

صائب:

صائب، مرزا محمد علی تبریزی کا تخلص ہے۔ جو ایران کا مشہور شاعر تھا۔ جہانگیر کے زمانے بسلسلہ تجارت ہندوستان آیا۔ شاہ عباس بادشاہ فارس نے اُس کو ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔ غزل گوئی میں طرز جدید کا بانی تھا ۱۰۸۰ھ / ۱۶۶۹ء میں انتقال ہوا۔ قبر اصفہان میں ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۳۳۔۳۴)

صدقی:

ایک مشہور ترکی شاعر جس نے سب رس کا منظوم قصہ لکھا۔ صدقی نے اپنی طرف سے کچھ تصرف نہیں کیا۔

(ملا وجہی، ''سب رس'' (یعنی قصہ حسن و دل)، مقدمہ و فرہنگ: ڈاکٹر مولوی عبدالحق،
کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، اشاعت پنجم ۱۹۸۳ء، ص۷)

اصطخری:

ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی ایک عربی جغرافیہ نگار تھا جو ۳۴۰ھ/۹۵۱ء میں زندہ تھا۔ اصطخری کی مشہور تصنیف المسالک والممالک کا نیا ایڈیشن قاہرہ سے چھپا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲، ص ۸۳۹۔۸۴۰)

صغیر بلگرامی:

سید عبدالحی عرف میر سید احمد کے بیٹے، جن کا سید فرزند احمد نام اور صغیر تخلص تھا۔ آبائی وطن بلگرام تھا۔ لہٰذا صغیر بلگرامی کے نام سے مشہور ہوئے۔ چودہ برس کی عمر میں شعر کہنا شروع کیے۔ مرزا دبیر، مرزا غالب اور غلام حسین قادر بلگرامی کو اپنا کلام دکھاتے رہے۔ ۷/اپریل ۱۸۳۴ء کو ضلع پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱/مئی ۱۸۹۰ء کو پٹنہ میں انتقال ہوا۔

(اُردو انسائیکلو پیڈیا، جلد دوم، ص ۹۱۳)

صفدر جنگ:

اودھ کا نواب تھا۔ نام مرزا مقیم عرف منصور علی تھا۔ سیادت خاں کا بیٹا اور برہان الملک سعادت خاں کا داماد اور بھتیجا تھا۔ برہان الملک کے بعد ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کو دو کروڑ روپے دے کر برہان الملک کی بجائے اودھ کا بادشاہ بنا۔ احمد شاہ کی تخت نشینی پر ۱۷۴۸ء میں نظام الملک کی جگہ وزیر مقرر ہوا۔ ۱۱۶۶ھ/ ۱۷۵۲ء میں وزارت سے برطرف ہوا۔ دہلی سے اودھ جاتے ہوئے پاپر گھاٹ کے مقام پر ۱۷/ذی الحجہ/ ۱۷/اکتوبر ۱۷۵۸ء میں وفات پائی۔ فیض آباد میں دفن ہوا بعد ازاں یہاں سے تابوت اکھاڑ کر دہلی میں دفن کیا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۳۵)

صفیر بلگرامی:

صفیر بلگرامی کا اصل نام فرزند احمد تھا اور صفیر تخلص۔ بلگرام (یو۔پی) وطن تھا لیکن زیادہ وقت بہار میں گزارا۔ پٹنہ میں وفات پائی۔ شاعری میں غالب کے عقیدت مند تھے۔ دو دیوان بطور یادگار چھوڑے ہیں۔ ''صفیر بلبل'' اور ''خم خانہ صفیر''۔ ''بوستان خیال'' کا ترجمہ بھی کیا۔ ''جلوہ خضر'' کے نام سے ایک تذکرہ بھی لکھا۔ صفیر بلگرامی ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں فوت ہوئے۔

(اُردو انسائیکلو پیڈیا، جلد دوم، ص ۹۲۳)

صلابت خاں میر:

شاہجہان کے زمانہ میں میر بخشی کے عہدے پر فائز تھا۔ امیر سنگھ راٹھور نے خاص بادشاہ کے حضور میں ۲۵/جولائی ۱۶۶۴ء کو آگرے کے قلعے میں خنجر سے اُسے ہلاک کر دیا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۳۷۔۳۸)

صلاح الدین ایوبی:

مشہور فاتح، سپہ سالار اور عادل حکمران سلطان الملک صلاح الدین یوسف اوّل، امیر نجم الدین ایوب کا بیٹا تھا۔ وہ ۵۳۲ھ / ۱۱۳۸ء میں بمقام تکریت پیدا ہوا۔ ملک شام میں پرورش ہوئی۔ بہت سے علاقے فتح کیے جس میں یروشلم بھی شامل ہے۔ پچپن برس کی عمر میں ۵۸۹ھ / ۱۱۹۳ء میں فوت ہوا۔ مصر و شام پر تقریباً بیس برس حکومت کی۔

(رئیس احمد جعفری، ''تاریخ دولتِ فاطمیہ''، ص ۱۹۔۲۱)

صلائی:

فارسی تذکروں میں اِس تخلص کے دو شاعر ملتے ہیں جو اتفاق سے ہم عصر بھی ہیں۔

اِن میں پہلا جلال الدین حسن ہے جو عباس عاصی کے ہاں منصب صدارت پر فائز تھا۔ ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی۔

دوسرا احسن بیگ ہے جس کا تخلص صلائی ہے۔ صلائی ۹۵۵ھ میں پیدا ہوا۔ اِس کا مولد ساحل مرغاب ہے۔ تربیت و نشو و نما اسفرائن میں پائی اور یہی مقام اُس کا آبائی وطن ہے۔ ۹۸۱ھ میں چھتیس برس کی عمر میں ہندوستان آیا۔ گولکنڈہ، احمد نگر اور گجرات میں رہا۔ ۹۹۹ھ میں فریضہ حج ادا کیا۔ ۱۰۱۷ھ میں دیوان ختم کیا۔ غزلیں، قصیدے اور ہجویں کہی ہیں۔

(محمد باقر، مدیر: اورینٹل کالج میگزین، لاہور، جلد ۴۴، شمارہ ۴، ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۸۔۱۴۳)

صہبائی، امام بخش:

صہبائی مولوی امام بخش دہلوی کا تخلص ہے۔ وہ دہلی کالج کے پروفیسر تھے۔ اُنہوں نے حدائق البلاغت کا عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔ اُن کا تذکرہ الشعراء بھی خاصی شہرت کا حامل ہے۔ مرزا غالب کے ہم عصر تھے۔ تذکرہ مذکورہ میں صرف ۱۲ ممتاز اُردو شعراء کا ذکر مع انتخاب کلام آیا ہے جو اُردو میں ہے۔ اندازہ ہے کہ ۱۲۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۵۷ء کے غدر میں شہید کر دیے گئے۔

(حامد حسن قادری، ''داستانِ تاریخ اردو''، ص ۲۱۶۔۲۲۱)

ضابطہ خاں:

نجیب الدولہ امیر الامراء کا بیٹا تھا۔ بادشاہ دہلی کو اس کے خاندان پر بڑا اعتماد تھا۔ جب بادشاہ شاہ عالم عرصے تک دہلی سے باہر الٰہ آباد میں رہے شاہی خاندان اور بیگمات کی حفاظت نجیب الدولہ کے سپرد رہی۔ نجیب الدولہ کے انتقال کے بعد یہ خدمت ضابطہ خان کے سپرد ہوئی۔ بعد ازاں چند شبہات کی بنا پر ضابطہ خاں مورد عتاب ہوا اور تمام املاک ضبط کر لی گئی۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد اِسے معاف کر دیا گیا۔ ضابطہ خاں ۱۷۸۵ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۳۸)

ضاحک، میر:

میر غلام حسین نام اور میر حسن دہلوی کے والد تھے۔ ایک اُردو دیوان اُن کی تصنیف ہے۔ اُن کا کلام تخلص کی رعایت سے ظرافت سے لبریز رہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۳۹)

ضیاء الدین احمد خاں نواب:

نواب ضیاء الدین احمد خاں نیرو درخشاں ابن نواب احمد بخش خاں رئیس فیروز پور جھرکہ لوہارو، خوش معاش، عیش کوش اور سخی آدمی تھے۔ تاریخ سے خاص شغف تھا۔ مسٹر ایلیٹ کو تاریخ ہند کی تکمیل میں مدد دی۔ ۳/ اکتوبر ۱۸۸۵ء کو فوت ہوئے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، آٹھویں جلد، اُردو ادب (سوم)، ص ۲۸۷)

ضیاء الدین نخشی:

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی بدایونی کے ہمعصر، شہاب الدین مہرہ کے شاگرد، اپنے عہد کے جید عالم اور بڑے مصنف تھے۔ علم طب اور موسیقی بھی جانتے تھے۔ فارسی کے اچھے شاعر بھی تھے۔ اصل وطن نخشب تھا۔ لیکن اُن کا خاندان بدایون میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ کوک ساشتر کا فارسی میں ترجمہ لذت النساء کے نام سے کیا۔ ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء میں بدایون میں فوت ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۳۹)

طالوت:

بنی اسرائیل کے پہلے بادشاہ کو تورات میں شاہ اوّل اور قرآن مجید میں طالوت کہا گیا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۳۷۰)

طوسی:

نصیر الدین طوسی (۱۲۰۰ھ۔۱۲۷۳ھ) ایرانی عالم دین اور ماہر فلکیات تھے۔ ''ریاضی دان'' کی حیثیت سے بہت شہرت حاصل کی۔ مراغہ (آذر بائیجان) میں ایک رسدگاہ بھی قائم کی۔ طوس (خراسان ایران میں پیدا ہوئے اور بغداد میں فوت ہوئے۔ مشہور تصانیف میں ''تجرید الکلام'' اور ''التذکرہ'' شامل ہیں۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، ص ۹۴۲)

ظفر خاں، روشن الدولہ:

روشن الدولہ رستم جنگ جن کا اصل نام ظفر خاں تھا۔ امرائے محمد شاہی سے تھا۔ دہلی کی سنہری مسجد ۱۱۳۴ھ / ۱۷۲۲ء میں تعمیر کروائی اِس کے علاوہ دہلی کی دوسری مشہور عمارت جو روشن الدولہ کے نام سے مشہور ہے ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۵ء میں ظفر خاں کی ہی تعمیر کی ہوئی ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جس کی بالائی منزل پر نادر شاہ اقامت گزیں ہوا تھا اور یہیں بیٹھ کر اُس نے دہلی کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دیا تھا۔ روشن الدولہ، محمد شاہ کے ۱۴ جلوس محمد شاہی یعنی ۱۱۴۵ھ / ۱۷۲۳ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۴۹)

ظہوری:

مولانا نور الدین محمد نام اور ظہوری تخلص تھا۔ پیدائش، ابتدائی تعلیم اور شاعری کا آغاز ترشیز میں ہوا۔ کچھ عرصہ یزد،

شیراز، خراسان اور بغداد میں بھی رہا پھر حیدر آباد دکن چلا آیا۔ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ۹۹۹ھ میں برہان نظام شاہ والی احمد نگر (۹۹۹ھ۔۱۰۳۰ھ) کے دربار میں ۱۰۰۳ھ تک رہ کر ملک الشعراء کے لقب سے سرفراز ہوا۔ ظہوری مشہور شاعر و ادیب ملک محمد قمی (م ۱۰۲۴ھ) کا داماد تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، بار دوم ۲۰۰۵ء، ص ۶۲۹۔۶۳۲)

ظہیر الدین، سید:

سید ظہیر الدین حسین عرف نواب میرزا دہلوی رضوی سید تھے۔ آپ کے والد ماجد کو یاقوت رقم خاں کا خطاب دربارِ شاہی سے حاصل تھا۔ آخری بادشاہ دہلی بہادر شاہ کے استاد تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں ظہیر کو جواہر خانہ اور قلمدانِ خاص کی خدمت سپرد ہوئی۔ ظہیر ۱۸۵۷ میں ریاست الور آئے بعد میں ریاست جے پور و ریاست ٹونک بھی گئے۔ ۱۹۰۰ء میں حیدر آباد پہنچے یہیں ۷ اربیع الاوّل/۱۹۰۹ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کے تین دیوان طبع ہو چکے ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۴۵)

ظہیر فاریابی:

ابوالفضل طاہر بن محمد ظہیر فاریابی بارہویں صدی عیسوی کا ایرانی قصیدہ گو، بلخ کے قصبہ، فاریاب میں پیدا ہوا۔ اس کی شاعری کا دور بھی وہی ہے جو انوری و خاقانی کا تھا۔ اس کی جوانی کا بیشتر حصہ فاریاب اور نیشاپور میں گزرا۔ آخر عمر میں وہ تارک الدنیا ہو گیا اور باقی ایام یادِ خدا میں تبریز میں بسر کیے اواخر ۵۹۸ھ/۱۲۰۱ء میں اس کا انتقال ہوا اور اُسے گورستان سرخاب میں دفن کیا گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۶۳۴)

عابد، سید عابد علی:

سید عابد علی عابد ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے اور ۲۰ر جنوری ۱۹۷۱ء کو لاہور میں فوت ہوئے۔ عابد علی عابد ایک معروف محقق، نقاد، شاعر ناول نگار، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، مترجم، فیچر رائٹر، مدیر، معلم کے طور پر اُردو ادب کی ایک نابغہ روزگار شخصیت ہیں جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا۔ اپنی منفرد حیثیت کا لوہا منوایا۔ ان کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔ شعر اقبال، تلمیحات اقبال، اُصول انتقاد ادبیات، اقبال فنون لطیفہ اور اسلوب خاص طور پر شہرت یافتہ کتب ہیں۔

(ڈاکٹر سلیم اختر، ''عابد علی عابد: شخصیت اور فن''، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص متعدد صفحات)

عاجز (عارف الدین خاں:

عارف الدین نام ''عاجز''، تخلص بلخی الاصل وہ اورنگ آبادی الوطن ہیں۔ ۱۱۷۷ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کے والد عہد عالمگیری میں بلخ سے ہندوستان آئے۔ بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا۔ نواب لشکر خاں مخاطب بہ رُکن الدولہ نصیر جنگ آپ کی گزر اوقات کے کفیل ہوئے۔ آصف جاہ کے عہد میں منصب و خطاب اور جاگیر سے نوازا گیا۔ اِن کے اشعار میں مضامین تازہ کا رنگ نمایاں ہے۔ نواب لشکر خاں بہادر آپ کی نسبت فرماتے تھے کہ عارف الدین اہل قلم کے زمرہ میں بے

مثل اور اہل علم کے حلقہ میں بے بدل ہے۔ ریختہ و فارسی دونوں زبانوں میں صاحب دیوان ہیں۔ اُردو میں آپ نے لال و گوہر کا قصہ نظم میں لکھا۔ نام و تخلص کے مجموعہ اعداد سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(مولوی عبد الجبار خاں، ''تذکرہ شعرائے دکن''، حصہ دوم، گردید: مطبع رحمانی، س۔ن، ص۷۸۴۔۷۸۸)

عارف بن عبدالحق:

شیخ عارف بن عبدالحق (متوفی ۸۵۸ھ) صاحب کمال بزرگ تھے۔ آپ حسن اخلاق سے آراستہ اور صاحب کرامات تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ والد کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور پچاس سال تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

(شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ''مراۃ الاسرار''، ص۱۱۶۱۔۱۱۶۲)

عارف جان:

نواب عارف جان، قاسم جان (۱۷۲۵ء۔۱۷۹۷ء) کے بھائی اور خواجہ عبدالرحمٰن یسوئی کے بیٹے تھے۔ دلی میں رہائش تھی۔ نواب عارف نے اپنی ذاتی قابلیت سے فیروز پور جھرکہ اور لوہارو کی ریاست حاصل کی تھی۔ نواب عارف دیہاتوں اور جاگیر وغیرہ کے منتظم بھی تھے اور نواب نجف خاں ذوالفقار الدولہ کے قوت بازو بھی۔ دہلی میں فوت ہوئے۔ احمد بخش خاں، الٰہی بخش خاں معروف، نبی بخش خاں اور محمد علی چاروں عارف جان کے بیٹے تھے۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص۲۱)

عارف، زین العابدین خاں:

مرزا زین العابدین خاں عارف ۱۲۳۳ھ کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام نواب غلام حسین خاں تھا۔ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے۔ اِن کی والدہ نوابزادی بنیادی بیگم نواب الٰہی بخش خاں معروف کی بیٹی اور مرزا غالب کی سالی تھی۔ عارف کی تعلیم و تربیت مرزا غالب کی زیرنگرانی ہوئی۔ غالب نے عارف کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ ادبی ذوق ورثے میں ملا۔ عارف نے ۳۵ برس کی عمر میں ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء میں وفات پائی۔ عارف کے دو بیٹے تھے۔ باقر علی خاں کامل اور حسین علی خاں شاداں۔

(حمیدہ سلطان احمد، ''خاندان لوہارو'' کے شعراء، ص۶۴۔۷۰)

عاشق، بھولا ناتھ:

تخلص عاشق اور نام بخشی بھولا ناتھ پنڈت تھا۔ اِن کے والد گوپی چند ناتھ کو سرکار محمد الدولہ میں امتیازی حیثیت حاصل تھی اور دیوانی کے عہدے پر فائز تھے اردو و فارسی میں شعر کہتے تھے۔

(نواب مصطفٰی خاں شیفتہ، ''گلشنِ بے خار''، ص۲۴۹۔۲۵۰)

عاشق، مہدی علی خاں:

عاشق تخلص اور نام مہدی علی خاں ہے۔ آپ نواب علی مردان خاں کے پوتے تھے۔ اوصاف حمیدہ کی بنا پر بہت

مشہور تھے۔ دس برس تک وہ اپنے گھر پر ہر جمعہ کو مشاہرہ منعقد کرتے۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۲۵۰)

عالم جان:

قاسم جان (۱۷۲۵ء۔۱۷۹۷ء) اور عارف جان کے چھوٹے بھائی تھے۔ عالم جان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے بڑے بھائیوں کی زیر کفالت اور نگرانی میں رہے۔ اِن کے والد خواجہ عبدالرحمٰن یسوئی تھے۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص ۱۹۔۲۲)

عالمگیر ثانی:

عالمگیر ثانی، عزیز الدین نام جہاندار شاہ کا بیٹا تھا۔ ۱۶۸۸ء میں پیدا ہوا۔ ۲ر جون ۱۷۵۴ء/ ۱۰ر شعبان ۱۱۶۷ھ کو احمد شاہ کی معزولی کے بعد عماد الملک نے قلعہ دہلی میں تخت نشین کیا اور پھر اُسی شخص نے پانچ برس کی برائے نام حکومت کرنے کے بعد ۸ر ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ/ ۱۹ر نومبر ۱۷۵۹ء کو قتل کر دیا۔ مقبرہ ہمایوں میں دفن ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۴۹)

عائشہؓ:

عائشہ بنت ابی بکر، اُم المومنین، نام عائشہ، لقب صدیقہ، آنحضرت ﷺ کی شریک حیات، اِن کی ولادت نبوت کے پانچویں سال یعنی شوال سنہ ۹ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۱۴ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے اُن کی کنیت اِن کے بھانجے عبداللہ ابن زبیرؓ کے نام پر اُم عبداللہ رکھی جنہیں حضرت عائشہ نے متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اُن کے والد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور والدہ اُم رومانؓ ہیں۔ والد کی جانب سے اُن کا سلسلہ نسب ساتویں پشت اور والدہ کی طرف سے گیارہویں پشت میں رسول کریم ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ کا نکاح نبوت کے دسویں سال ہوا۔ مہر کی رقم پانچ سو درہم مقرر ہوئی۔ اُس وقت حضرت عائشہ کی عمر نو برس تھی۔ اِس شادی کے ذریعے عربوں کے کئی لغو خیالات کی اصلاح ہوگئی۔ حضرت عائشہؓ رسول پاک ﷺ کی محبوب ترین رفیقہ حیات تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عائشہ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اِن کی کوئی اولاد نہیں تھی۔[۱]

حضرت عائشہؓ نے ۱۷ر رمضان المبارک ۵۸ھ / ۱۳ر جولائی ۶۷۸ء کو انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت عائشہؓ کا شمار کثیر الروایہ صحابیہ رسول میں ہوتا ہے۔ اِن سے مروا احادیث کی کل تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔[۲]

حضرت عائشہ صدیقہؓ فن طب میں بھی مہارت رکھتی تھیں۔ آپ نے فن طب اِن وفودِ عرب سے سیکھا تھا جو بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ عمر کے آخری حصہ میں بیمار ہوئے تو اطباء عرب جو دوائیں بتایا کرتے تھے حضرت عائشہؓ اُنہیں یاد کر لیتی تھیں۔[۳]

۱؎ (سلیمان ندوی، ''سیرت عائشہؓ''، لاہور: عوامی کتاب گھر، ۱۹۲۰ء، متعدد صفحات)

۲؎ (عبدالحلیم شرر، ''عائشہ صدیقہؓ''، اورنگ آباد: مطبع دلگداز، طبع دوم ۱۹۳۵ء، متعدد صفحات)

۳؎ (ڈاکٹر ذوالفقار کاظم، ''ازواج مطہرات وصحابیات انسائیکلوپیڈیا''، لاہور: بیت العلوم ۲۰ نابھہ روڈ پرانی انارکلی، ۲۰۰۴ء، ص ۱۰۵)

عبدالجلیل بلگرامی:

عبدالجلیل بن سید احمد، ۱۳ر شوال ۱۰۷۱ھ / ۱۰ر نومبر ۱۶۶۰ء کو بلگرام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سعد اللہ بلگرامی سے حاصل کی بعد میں آگرے جا کر اورنگ زیب کے ایک کاتب (سیکرٹری) فضائل خاں سے پڑھا۔ لکھنو میں غلام نبی نقشبند لکھنوی (م: ۱۱۲۶ھ / ۱۷۱۴ء) کے درس میں عربی، لسانیات اور ادب میں کمال حاصل کیا۔ وہ پہلی مرتبہ ۱۱۰۴ھ / ۱۶۹۲ء میں دربار دکن گئے اور پھر ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء میں وہ گجرات کے بخشی اور وقائع نگار مقرر ہوئے۔ وہ اپنی برطرفی ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء تک یہیں رہے۔ ان کی وفات ۱۱۳۸ھ / ۱۷۲۵ء میں دہلی میں ہوئی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۸۴۵)

عبدالحق حقی:

عبدالحق حقی دہلوی بن سیف الدین ایک برگزیدہ شخصیت اور علوم دینی و معقولات کے بہت بڑے عالم تھے۔ ولادت محرم ۹۵۸ھ / جنوری ۱۵۵۱ء اور تاریخ وفات ۲ر ربیع الثانی ۱۰۵۲ھ / ۳۰ر جون ۱۶۴۲ء ہے۔ آپ کی بدولت ہندوستان میں علم حدیث کے مطالعے کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۹۹۶ھ میں جب حج سے واپس آئے تو باون برس تک مختلف علوم کا درس دیا۔ جہانگیر اور شاہ جہان اِن کی سفارش پر غریبوں کی حاجت روائی کیا کرتے تھے۔ تصانیف میں ایک دیوان بھی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۶۳۶۔۶۳۷)

عبدالحق، شیخ احمد عبدالحق:

شیخ احمد عبدالحق (متوفی ۸۳۷ھ) کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق تک جا ملتا ہے۔ قرآن پاک بھی حفظ کیا تھا۔ آپ شیخ جلال الدین پانی پتی کے مرید تھے۔ پچاس سال سیر و سیاحت کی۔ چھ ماہ تک اہل خانہ سے قطع تعلق کر کے ایک قبر میں پڑے رہے اور یادِ خُدا میں مشغول رہے۔ آپ محویت و استغراق کی حالت میں رہتے۔ شیخ احمد عبدالحق نے طریق درویشی میں حق حق کہنے کی نئی روش قائم کی۔ اِسی وجہ سے لوگ اُن کے مریدوں کو ''حق گو'' اور ''حقانی'' کہتے تھے۔ ایک سو بیس برس کی عمر پا کر ۱۵ر جمادی الثانی ۸۳۷ھ میں وفات پائی۔

(ڈاکٹر ناہید کوثر، ''اردو شاعری کا ارتقا''، ص ۲۷)

عبدالحق:

بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق ۱۸۷۰ء میں ہاپوڑ (ضلع میرٹھ اتر پردیش بھارت) کے قریب ایک موضع میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ علی حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم یہیں سے حاصل کی۔ ۱۸۹۴ء میں بی۔ اے کا امتحان دیا اور کامیابی حاصل کی۔ سرسید اور مولانا حالؔی سے بڑی عقیدت تھی۔ ۱۸۹۹ء میں مدرسہ آصفیہ کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن ترقی اُردو کے سیکرٹری نامزد ہوئے تو اِس کے مردہ جسم میں روح پھونک دی اور اِسے اتنی ترقی دی کہ ملک بھر میں اُردو زبان و ادب کے فروغ کا ایک اہم اور فعال ادارہ بن گئی۔ مولوی صاحب نے اپنی زندگی میں کئی منصب سنبھالے۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی نظامت، سررشتہ تعلیمات اور اورنگ آباد کالج صدر مدرسی کا منصب، جامعہ عثمانیہ کے شعبہ اُردو کی پروفیسری جیسے ممتاز

عہدوں پر فائز رہے۔۱۹۳۴ء میں رسالہ ''اُردو'' کے ایڈیٹر تھے۔ ۵۶۔۱۹۵۳ء کراچی یونیورسٹی میں اُردو کے اعزازی پروفیسر بھی رہے۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۳۷ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی نے ڈی لٹ اور ۱۹۴۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی سند عطا کی۔ ۱۹۵۹ء میں صدر پاکستان نے انجمن کا مستقل اور با اختیار صدر مقرر کیا۔ ۱۶راگست ۱۹۶۱ء کو کراچی میں وفات پائی اور انجمن ترقی اُردو کراچی کی عمارت کے احاطے میں دفن ہوئے۔[۱]

قواعد اُردو، مقدمات عبدالحق، تنقیدات عبدالحق، خطبات عبدالحق، ادبی تبصرے اور اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیاء کرام کا حصہ اُن کی مشہور تصانیف ہیں۔[۲]

۱(ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرتبہ: ''بابائے اردو۔ خدمات اور فرمودات''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)

۲(شہاب الدین ثاقب، ''بابائے اردو مولوی عبدالحق: حیات اور علمی خدمات''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، س۔ن، متعدد صفحات)

عبدالرحمٰن، خواجہ:

اٹھارہویں صدی کے وسط میں خواجہ عبدالرحمٰن یسوی سمرقند سے بلخ آئے اور یہیں قیام کیا۔ عبدالرحمٰن، خواجہ احمد یسوئی کی اولاد میں سے تھے۔ بلخ میں عبدالرحمٰن منتظم دیہات تھے۔ اِن کا شمار مشاہیر شرفاء میں تھا۔ اِن کے تین بیٹے تھے۔ اوّل قاسم جان (۱۷۲۵ء۔۱۷۹۷ء) دوم عارف جان سوم عالم جان جو ہندوستان (پنجاب) میں آ کر آباد ہوئے۔

(طاہر بانو حجاب، ''خاندانِ لوہارو''، ص ۱۸)

عبدالرشید ٹھٹھوی:

عبدالرشید ٹھٹھوی عہد شاہ جہانی کا شاعر و مشہور لغت نگار ہے۔ والد کا نام عبدالغفور الحسینی تھا۔ جس کا وطن ٹھٹھہ تھا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۵۲۔۸۵۳)

عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر:

عبدالستار صدیقی (۱۸۸۵ء۔۱۹۷۲ء) سندیلا (ضلع ہردوئی) نزد لکھنو (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا ابتدائی دور گلبرگہ اور حیدرآباد دکن میں گذرا۔ الٰہ آباد یونیورسٹی سے ایم۔ اے عربی کی سند لی، جرمنی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ لسانیات اِن کا محبوب موضوع تھا۔ کلیہ جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن) کے پہلے پرنسپل اور جامعہ کے پرووائس چانسلر بھی مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق اِن کی رائے کو ہمیشہ قابل توجہ سمجھتے تھے۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد دوم، ص ۹۶۱، ص ۱۱۷۴)

عبدالصمد، خواجہ:

دربار اکبری کا ایک سردار اور اُس زمانے کا مشہور خوشنویس تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۵۸)

عبدالصمد، شیخ:

شیخ ابوالفضل کا بھتیجا اور بادشاہ اکبر کا میر منشی تھا۔ انشاء ابوالفضل کو ۱۰۱۵ھ /۱۶۰۶ء میں ترتیب دیا۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص ۵۸۔۵۹)

عبدالصمد شیریں قلم:

عبدالصمد نام اور شیریں قلم لقب تھا جو ہمایوں نے اُسے عطا کیا تھا۔ عبدالصمد ایرانی مصور اور خطاط جس کا شمار ہندوستان میں مغل مصوری کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ استاد عبدالصمد شیراز سے آیا تھا۔ جہاں اُس کا باپ خواجہ نظام الملک وہاں کے والی شاہ شجاع کا وزیر تھا۔ ایران میں ہمایوں نے (جلاوطنی ختم ہونے سے قبل) اپنے دربار سے وابستہ ہو جانے کی دعوت دی ہمایوں کے انتقال کے بعد اکبر نے اِس مصور پر خاص عنایات کیں اور چہارصدی کا منصب بھی عطا کیا۔ ۱۵۷۶ء میں عبدالصمد کو فتح پوری سیکری کی ٹکسال کا مہتمم بنایا اپنی ملازمت کے آخری ایام میں وہ دیوان ملتان کے عہدے پر فائز تھا۔
(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۲، ص ۹۰۰۔۹۰۱)

عبدالقادر:

اکبر بادشاہ (۹۶۳ھ۔۱۰۱۴ھ) کے استاد تھے۔ برسوں تک لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ آخر میں حجاز چلے گئے۔
(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری'' (جلد دوم)، ص ۴۹۶)

عبدالقادر (ایم۔اے):

آپ اسلامیہ کالج میں تاریخ کے پروفیسر تھے اور تاریخ اسلام پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ کا بیش قیمت کتب خانہ ۱۹۴۷ میں جالندھر میں جلا کر خاک کر دیا گیا۔ ۱۹۵۵ء میں فوت ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد جو کتب اکٹھی کیں وہ پنجاب پبلک لائبریری کو دے دیں۔

(نقوش، (لاہور نمبر) حصہ دوم، ص ۹۳۶۔۹۳۷)

عبدالقادر، شاہ:

شاہ عبدالقادر (۱۱۶۷ھ /۱۷۵۳ء۔۱۲۳۰ھ /۱۸۱۴ء) شاہ ولی اللہ کے چوتھے بیٹے اور شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین کے چھوٹے بھائی اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ مولانا فضل الحق خیرآبادی اور سید احمد شہید آپ کے نامور شاگرد تھے۔ بیشتر وقت عبادت یا مطالعہ میں صرف کرتے۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اُردو''، جلد دوم، ص ۱۰۵۴۔۱۰۵۵)

عبدالقادر قادری بن ملوک شاہ، المعروف بہ ملا بدایونی:

مشہور و معروف مورخ عبدالقادر قادری بن ملوک شاہ، المعروف بہ ملا بدایونی ۱۷ ربیع الاوّل ۹۴۷ھ / ۲ اگست ۱۵۴۰ء کو تودہ (جے پور) میں پیدا ہوا۔ (۹۶۹ھ /۱۵۶۲ء) میں والد کے انتقال کی بعد بدایون آئے۔ ۹۸۱ھ / ۱۵۷۴ء میں بدایون سے آگرے آئے اور دربار اکبری تک رسائی حاصل کی۔ یہاں تاریخ نویسی اور ہندو کتب نویسی کے فارسی تراجم تیار

کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بقول مصنف ''خزانہ عامرہ'' اُس نے ۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵ء اور ''مراۃ جہاں نما'' کے مطابق ۱۰۰۶ھ / ۱۵۹۷ء اور ''طبقات شاہجہانی'' کے مطابق ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء میں وفات پائی۔ اسے اکبر کی حکمت عملی سے اختلاف تھا۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم) ،ص ۴۹۶)

عبدالکریم:

دہلی کا رہنے والا تھا۔ نادر شاہ کی ہمراہی میں فارس گیا اور قریب سال ۱۱۶۸ھ / ۱۷۵۴ء میں اِس فاتح کی تاریخ لکھی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۶۳)

عبداللطیف قزوینی:

میر عبداللطیف قزوینی شاہ ایران طہماسپ صفوی شاہ ایران کی قید سے فرار ہو کر گیلان آیا اور یہاں سے ہوتا ہوا ہندوستان آ گیا۔ یہاں آ کر شہنشاہ اکبر کا استاد مقرر ہوا۔ ۹۷۱ھ / ۱۵۶۳ء میں بمقام سیکری ضلع آگرہ میں انتقال کیا۔ ''مآثر الامرا'' میں سال انتقال ۱۵۷۳ء درج ہے۔ قاسم ارسلانی کی نکالی ہوئی تاریخ ''فخر الیاس'' سے سال انتقال ۹۸۲ھ ثابت ہوتا ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۶۳)

عبداللہ قطب شاہ:

۲۸ رشوال ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴ء کو پیدا ہوا اور اپنے باپ قطب شاہ کی وفات پر ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۵ء میں دکن کا ساتواں بادشاہ بنا۔ یہ بادشاہ شہنشاہ دہلی شاہ جہان کو بہت عرصے تک خراج ادا کرتا رہا۔ لیکن بعدازاں ناراضگی پیدا ہو گئی۔ حیدر آباد میں اُس کے عہد کی عمارتیں موجود ہیں۔ سینتالیس سال نو ماہ حکومت کرنے کے بعد ربیع الاوّل ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۳ء میں انتقال فرمایا۔
(پروفیسر سیدہ جعفر و پروفیسر گیان چند، ''تاریخ ادب اردو (۱۷۰۰ء تک)''، جلد سوم، ص ۴۲۴-۴۳۰)

عبدالمجید لاہوری:

مغلیہ عہد کا مشہور مصنف عبدالمجید لاہور کا رہنے والا اور ابوالفضل کا شاگرد تھا۔ زمانے کی نامساعدت سے ٹھٹھہ میں گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ جب شاہ جہان کو اِس کی عمدہ طرز نگارش کا علم ہوا تو اُسے دربار میں طلب کیا گیا اور ابوالفضل کے انداز میں اپنے عہد کی تاریخ لکھنے پر معمور کیا۔ عبدالمجید نے ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۴ء میں وفات پائی۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۱۷-۵۱۸)

عبدالنبی شیخ:

عبدالنبی (شیخ صدر) ابن شیخ احمد بن شیخ عبدالقدوس، اصل وطن اندری (علاقہ گنگوہ) تھا۔ عبدالنبی کی شخصیت متنازعہ فیہ ہے۔ شیخ عبدالنبی کا دِل ابتداء میں عبادت اور ریاضت کی طرف مائل تھا۔ ابتدائی تحصیلات کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے۔

واپسی پر عبدالنبی نے سماع کے خلاف ایک رسالہ لکھا جو اپنے والد کے رسالے ''درباره جواز سماع'' کی تردید میں تھا۔ اِس پر باپ بیٹے میں کچھ تلخ کلامی ہوئی۔ جلال الدین اکبر کے وزیر کل مظفر خاں کی سفارش پر ۹۷۲ھ میں وہ صدر الصدور کے عہدے پر متعین کیے گئے۔ مدد معاش اور معافی کی جاگیروں کا عطا کرنا اِن کے اختیار میں تھا۔ مختلف عناصر اکبر کو عبدالنبی سے بدظن کرتے رہتے تھے۔ آخر کار حراست کے دوران گلا دبا کر ۹۹۲ھ میں ہلاک کر دیا۔[۱]

عبدالنبی (شیخ صدر الدین) اکبر بادشاہ کے استاد تھے۔ کئی مرتبہ حج کو گئے اور وہاں علم حدیث پڑھا۔ اکبر بادشاہ نے انہیں صدر الصدور مقرر کیا لیکن ۹۸۶ھ/۱۵۷۸ء میں معزول کر دیے گئے۔ ۹۹۱ھ/۱۵۸۳ء میں قتل ہوئے۔[۲]

[۱] (''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۲، ص۹۶۴۔۹۶۶)

[۲] (نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۱۷)

عبدالواسع جبلی:

بدیع الزماں عبدالواسع کی ولادت غرجستان میں ایک علوی خاندان میں ہوئی۔ وہ بالائی مرغاب کی جبال کا رہنے والا تھا۔ اِس لئے جبلی کہلایا۔ مروجہ علوم اور ادب وشعر میں اُسے کمال حاصل تھا۔ شاعری اِس کے لئے وجہ شہرت بنی اس نے شاہان معاصر یعنی غوریوں غزنویوں اور سلجوقیوں کے قصیدے کہے۔ جبلی کا سال وفات ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء نقل ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۲، ص۹۷۱۔۹۷۳)

عبید زکانی:

ایک مشہور ہزل گو شاعر جو سلمان ساوجی (شاعر) کا ہم عصر تھا۔ اُس نے شاہ ابو اسحاق حاکم شیراز کے وزیر خواجہ امین الدین کی بی بی جہاں خاتون کی ہجو لکھی ''رسالہ در علم بیان'' تصنیف کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور ایک دیوان چھوڑا۔ ۱۳۷۰ء/۷۷۲ھ میں وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۷۳)

عبید منجم:

عبید منجم سلطان غیاث الدین تغلق کے دور کا شاعر تھا اور بادشاہ کی وفات کی جھوٹی خبر مشتہر کرنے نیز شورش دہلی کی بنا ڈالنے کے الزام میں ۷۲۲ھ/۱۳۲۴ء میں زندہ دفن کر دیا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۷۲)

عبیداللہ احرار، خواجہ:

خراسان کے ایک مشہور عالم اور اولیائے اکرام میں سے تھے۔ ملا جامی انہیں کے مریدوں میں سے تھے۔ امیر علی شیر وزیر سلطان حسین مرزا ان کا بہت معتقد تھا۔ ربیع الثانی ۸۹۶ھ/فروری ۱۴۹۱ء میں وفات پائی اور سمرقند میں دفن ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۷۲)

عثمانؓ بن عفان، حضرت:

امیر المومنینؓ حضرت عثمانؓ بن عفان بیابن العاصی بن اُمیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف، تیسرے خلیفہ راشد قریش کی مشہور سیاح بنواُمیہ میں سے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کا قومی علم ''عقاب''، بوقت جنگ اِس خاندان کی تحویل میں ہوتا تھا۔ سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر رسول پاک ﷺ سے ملتا ہے۔ حضرت عثمان کی والدہ رسول پاک ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں۔ کاتبین وحی میں سے تھے اور عشرہ مبشرہ میں بھی شامل تھے۔ ؎۱

حضرت رقیہ کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کیا۔ حضرت عثمان کا لقب ''ذوالنورین'' اسی وجہ سے مشہور ہوا۔ حضرت عثمان کی بیعت حضرت عمر کی تدفین کے تین دن بعد محرم ۲۴ ہجری / نومبر ۶۴۴ء میں ہوئی۔ خلافت عثمان کے دوران جو بارہ سال کے عرصے پر محیط ہے۔ عظیم الشان فتوحات عمل میں آئیں۔ اُن کے عہد خلافت میں تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت، تجارت اور علوم وفنون کی ترویج ہوئی۔ حضرت عثمان کی ولادت ۵۷۷ عیسوی میں ہوئی۔ اور شہادت اسی سال کی عمر میں ۳۵ھ کو ہوئی۔ ؎۲

؎۱ (مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ''عثمان ذُوالنورینؓ''، فیصل آباد: الفصیل اکیڈمی، ۱۹۸۳ء، متعدد صفحات)

؎۲ (حکیم محمود احمد ظفر، ''سیرت حضرت عثمان غنیؓ''، لاہور: تخلیقات، صرتگ روڈ، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

عراقی:

عراقی جس کا اصل نام فخر الدین بن ابراہیم العراقی ہے۔ ہمدان (عراق) کے باشندے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے شاگرد اور بھانجے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں فقرائے قلندریہ کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان آئے اور ملتان میں حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سے شرف خدمت وخلافت حاصل کیا۔ مصر کا سفر کیا۔ ۸۲ سال کی عمر میں ۸ یا ۲۰ ر ذیقعدہ، ۲۳ رنومبر ۱۸۴۸ء کو دمشق میں وفات پائی۔ (دولت شاہ نے ۷۰۷ھ اور صاحب تاریخ گزیدہ نے ۶۸۶ ہجری سالِ وفات لکھا ہے۔ عرشی)۔ اِن کی تصانیف میں سے ''لمعات'' تصوف کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے۔

(سید صباح الدین عبدالرحمٰن، مرتبہ: ''تذکرہ اولیائے کرام''، لاہور: ادبستان، ۱۹۷۳ء، ص ۱۱۲-۱۲۳)

عرفی، جمال الدین:

جمال الدین نام اور عرفی تخلص تھا۔ جو فارسی کا مسلم الثبوت شاعر تھا۔ عرفی شیراز میں ۹۶۳ھ / ۱۵۵۵ء میں پیدا ہوا۔ اپنے عہد میں کہنہ مشق شاعروں کی موجودگی میں شعر وفکر میں اپنے لئے کوئی مقام نہ پیدا کرسکا ہندوستان میں شعر وشاعری کے چرچے تھے۔ یہاں آیا تو پہلے حکیم ابوالفتح گیلانی اور بعدازاں عبدالرحیم خان خاناں کے دربار سے وابستہ ہوا۔ شہزادہ سلیم کا اتالیق بھی مقرر رہا۔ چھتیس برس کی عمر میں ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء میں فوت ہوا۔ اُس کے قصائد اور دیوان بہت مشہور ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۷۶-۷۷)

عزرائیل:

عزرائیل موت کے فرشتے کا نام ہے اِن کا شمار بڑے ملائکہ میں اور حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیلؑ کے بعد ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث میں اِس نام کی صراحت نہیں آئی۔ البتہ ''ملک الموت'' یعنی موت کا

فرشتہ ضرور مذکور ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے موت کو پیدا کیا۔ تو عزرائیل کو فرشتہ موت مقرر کیا۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۳، ص ۳۱۴)

عزلت، عبدالولی:

عبدالولی نام عزلت تخلص تھا۔ آپ مولوی سعد اللہ سورتی کے فرزند ہیں۔ ۱۱۰۴ھ میں مقام سلون ضلع سورت میں پیدا ہوئے۔ دلی، عظیم آباد اور اکبر آباد کا سفر بھی کیا۔ فن معقول میں کافی استعداد حاصل تھی۔ شعر و شاعری اور موسیقی میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ خوش الحان بھی تھے۔ فن قرات کے بھی عالم و قاری تھے۔ آرزو کے ہم عصر تھے۔ اردو و فارسی میں صاحب دیوان تھے۔ آپ کا انتقال ۱۶/رجب ۱۱۸۹ھ میں ہوا اور حیدر آباد دکن میں میر مومن استر آبادی کے دائرہ میں دفن ہوئے۔

(محمد عبدالجبار خاں، "تذکرہ شعرائے دکن"، ص ۸۱۱۔۸۲۰)

عزیز الدین صوفی، خواجہ:

حضرت بابا فرید گنج شکر کے نواسے تھے۔ آپ نے حضرت بابا فرید کے حکم پر قاضی محی الدین کاشانی سے تعلیم حاصل کی تھی، خوش خطی میں خصوصاً باریک خط میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی، "سیر الاولیا"، ص ۳۴۲۔۳۴۳)

عزیز مصر:

عزیز مصر یعنی مصر کا مقتدر شخص، قرآن مجید میں العزیز کا لقب مصر کے اس شخص کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جس نے حضرت یوسفؑ کو خریدا تھا۔ بعد کی روایتوں اور تفسیروں میں اسے قطفیر کہا گیا ہے۔ العزیز کا لقب فرعون مصر کے وزیر اعلیٰ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اِس لئے کہ آگے چل کر جب خود حضرت یوسفؑ اِس منصب پر فائز ہوئے تو یہی لقب اُن کے لئے استعمال کیا گیا۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۳، ص ۳۲۹)

عزیز مہاجن:

عزیز تخلص اور نام شنبھو ناتھ ہے۔ دہلی کے مہاجن یا تاجر تھے۔

(اسپرنگر، "یادگار شعرائے لکھنؤ"، ص ۱۴۱)

عشاق:

شاہ مظہر حق نام اور عشاق تخلص تھا۔ آپ میاں مصحفی کے شاگرد تھے۔

(سعادت خان ناصر، "تذکرہ خوش معرکہ زیبا"، ص ۴۴۱)

عشق، عزت اللہ:

میر عزت اللہ عشق، حکیم قدرت اللہ قاسم کے فرزند ارجمند تھے۔ فن طباعت میں مہارت رکھتے تھے۔ حافظ قرآن بھی

تھے۔ اِن کا کلام زور آور ہے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اردو''، ص ۳۸۵۔۳۸۶)

عشقی، محمد وجیہہ الدین، شیخ:

نام شیخ محمد وجیہہ الدین اور تخلص عشقی ہے۔ والد کا نام شیخ غلام حسین مجرم ہے اور آبائی وطن عظیم آباد تھا۔ عشقی فارسی میں بہت اچھا ذوق رکھتے تھے۔ کبھی کبھی اُردو میں بھی شعر کہتے تھے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۲۰۸)

عصمت اللہ بخاری:

خواجہ عصمت اللہ بخاری (متوفی ۸۲۹ھ/ ۱۴۲۶ء) کا تخلص ہے۔ سلسلہ نسب جعفر بن ابی طالب سے ملتا ہے۔ تمام اقسام نظم پر قادر تھا۔ امیر تیمور کے پوتے مرزا خلیل کو فن شاعری کی تعلیم دی اور اِسی کے عہد میں عروج حاصل کیا۔ ۸۲۹ھ/ ۱۴۲۶ء میں وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۷۹)

عطار:

خواجہ فرید الدین نام اور عطار تخلص تھا۔ جو عطر فروشی کے پیشے کی نسبت سے اختیار کیا گیا تھا۔ بمقام شادباغ جو نیشا پور کا ایک گاؤں تھا۔ شعبان ۵۱۳ھ/ نومبر ۱۱۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ صوفیاء کرامؒ میں اِن کا شمار ہوتا ہے۔ معرفت و تصوف میں بے شمار تصانیف ہیں ایک سو بارہ برس کی عمر پائی۔ نیشا پور کے قتل عام میں جو چنگیز خاں کے حکم سے ۱۰ر جمادی الثانی ۶۲۰ھ/ ۲۶ر اپریل ۱۲۳۰ء کو ہوا تھا، شہید ہوئے۔ مشہور تصانیف میں کنز الحقائق، لسان الغیب، مفتاح الفتوح، پند نامہ کے علاوہ تذکرہ الاولیاء وغیرہ شامل ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۱۴)

عظیم بیگ عظیم:

حاتم کے شاگردوں میں اِن کا درجہ بلند تھا۔ تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے لیکن میدان غزل ہی رہا۔ آخر عمر میں درد اور سودا سے بھی توسل تھا۔ انشاء کا بھی زمانہ پایا۔

(نور الحسن ہاشمی، ''دلی کا دبستان شاعری''، ص ۳۰۷)

عفیف، شمس سراج:

شمس سراج عفیف (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) اور بقول ہارڈی (۷۵۷ھ/۱۳۵۶ء) میں پیدا ہوئے۔ عفیف، سلطان فیروز شاہ تغلق اور اُس کے درباریوں کی صحبت میں چالیس برس تک رہا۔ ہانسی کے شیخ قطب الدین منور سے روحانی فیض حاصل کیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد فارسی ادب اوّل، ص متعدد مقامات)

علامہ جاراللہ زمخشری:

ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد الخوارزمی الزمخشری کی ولادت ۴۶۷ھ میں اور وفات ۵۳۸ھ میں ہوئی۔ آپ کو مختلف علوم مثلاً نحو ولغت اور علوم بلاغی میں دسترس حاصل تھی۔ آپ کے جاراللہ کی شہرت پانے کا سبب یہ ہے کہ ایک مدت تک آپ خانہ کعبہ کے ہمسایہ رہے۔ آپ معتزلہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

(دکتر ذبیح اللہ صفا، ''تاریخ ادبیات در ایران''، جلد دوم، ص ۳۲۰)

علاؤ الدین:

اصل نام شیخ علاؤ الدین تھا۔ عہد جہانگیری میں ۱۰۱۷ھ/ ۱۶۰۸ء میں جہانگیر قلی کی وفات پر بنگال کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ اُس نے نہایت مستقل مزاجی سے حکومت کی اور بہت سے علاقوں کو شاہی سلطنت میں داخل کیا۔ ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء میں فوت ہوا۔ منصب پنج ہزاری پر بھی فائز رہا۔

(نورالدین محمد جہانگیر، ''تزک جہانگیری'' (حصہ اول)، ص ۲۵۵۔۴۱۴)

علاؤ الدین حسین شاہ:

سید اشرف کا بیٹا تھا۔ مظفر شاہ کو غور میں شکست دے کر ۹۰۳ھ/ ۱۴۹۷ء میں بنگال کے تخت پر بیٹھا۔ ۲۷ برس حکومت کی۔ اِس قدر طویل زمانہ سلطنت اُس کے کسی پیشرو کو نصیب نہیں ہوا۔ ۹۲۷ھ/ ۱۵۲۱ء میں عمر طبعی کو پہنچ کر انتقال کیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۸۳)

علاؤ الدین عطا ملک جوینی:

علاؤ الدین عطا ملک جوینی (م ۶۸۱ھ/ ۱۲۸۲ء) عہد منگول کا ایک نامور مورخ تھا جسے منگول اقتدار میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ ہولاگو خاں (۶۵۴ھ/ ۱۲۵۶ء۔ ۶۶۳ھ/ ۱۲۶۵ء) اور اُس کے بیٹے اباقاخان (۶۵۴ھ/ ۱۲۵۶ء۔ ۶۸۰ھ/ ۱۲۸۱ء) کی طرف سے عرب عراق کا حکمران مقرر کیا گیا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد سوم، ص ۴۸۴۔۴۸۶)

علاؤ الدین، کڑک:

سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں ایک بڑے عالم تھے۔

(ضیاء الدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، ص ۳۵۳)

علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ:

علاؤ الدین محمد بن علاؤ الدین تکش خوارزم شاہ (۵۹۴ھ۔ ۶۱۸ھ) کا شمار بڑے فاتحین میں ہوتا ہے۔ بڑا عابد، عالم اور ادب پرور تھا۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی بڑا بے رحم اور بے سیاست تھا۔ اِس کے غرور و نادانی کے باعث ۶۱۶ھ میں چنگیز خاں کے ہاتھوں اہل ایران کو بہت سے ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ خوارزم شاہ کی موت بیماری اور اندوہ کے عالم میں ہوئی۔

(ڈاکٹر ایس ایم اکرام و ڈاکٹر وحید قریشی، ''دربار ملی''، ص ۴۱۔۴۲)

علاؤ الدین محمد شاہ خلجی:

سلطان علاؤ الدین خلجی (متوفی ۶۹۵ھ/ ۷۱۵ھ) جسے سکندر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کا بھتیجا اور داماد تھا۔ وہ اپنے چچا کو قتل کرنے کے بعد ذی الحجہ ۶۹۵ھ/اکتوبر ۱۲۹۶ء میں خود تخت نشین ہوا۔ پہلا مسلمان بادشاہ تھا جس نے دکن فتح کرنے کی کوشش کی اس کے عہد میں ہر وقت ستر ہزار معمار اور کاریگر موجود رہتے تھے جو دو تین روز میں محل تیار کر دیتے تھے۔ ۲۰ برس حکومت کرنے کے بعد ۷۱۵ھ/ ۱۳۱۵ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۸۳)

علاؤ الدین محمود خلجی:

سلاطین مالوہ کے چوتھے حکمران سلطان علاؤ الدین محمود خلجی (حکمران مالوہ ۸۳۹ھ/ ۸۸۰ھ) کا تعلق دہلی کے خلجی حکمران قبیلے سے تھا۔ چونتیس سال کی عمر میں علاؤ الدین محمود خلجی ۲۹ رشوال ۸۳۹ھ/ ۱۴۳۶ء کو مالوہ کی سلطنت پر رونق افروز ہوا۔ چونتیس برس حکومت کرنے کے بعد ۸۷۳ھ/ ۱۴۶۹ء میں فوت ہوا۔ علماء و فضلا کا قدر دان تھا۔ اُس کا زیادہ وقت جنگ و جدل اور معرکہ آرائی میں گزرا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد سوم، ص ۲۹۱-۳۴۶)

علائی، علاؤ الدین احمد خاں:

علاؤ الدین احمد خاں نام اور علائی تخلص تھا۔ ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد نواب امین الدین احمد خاں کی وفات کے بعد مسند نشین ہوئے۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے بہت سے کام کیے۔ اُس عہد کے گورنر جنرل لارڈ نارتھ بروک نے فخر الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ علائی علم دوست اور علم پرور تھے۔ مشرقی علوم کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ مشرقی علوم کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ مرزا غالب کے محبوب شاگرد تھے۔ ۲۱ رجون ۱۸۶۸ء غالب کی طرف سے ارسال کیے گئے ایک خط میں انہیں اپنا جانشین مقرر کیا گیا ہے۔۔ علائی ۳۱ راکتوبر ۱۸۸۴ء میں فوت ہوئے۔ علائی نے لوہارو میں ''فخر المطابع'' کے نام سے ایک چھاپا خانہ بھی قائم کیا تھا۔ جہاں سے علمی و ادبی کتب کی طباعت ہوتی تھی۔

(حمیدہ سلطان احمد، ''خاندان لوہارو کے شعرا''، ص ۸۱-۸۳)

علی بخش خاں:

بدایوں کے رہنے والے تھے۔ مولوی فیض احمد بدایونی کے شاگرد اور صوبہ متحدہ میں صدر الصدور و صدر امین رہے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ شرر تخلص تھا۔ سر سید کے ہمعصر اور مذہبی خیالات میں سر سید کے مخالف تھے۔ ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء میں بمقام بدایوں انتقال ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۸۸)

علی شیر نوائی:

علی شیر نوائی کا نام نظام الدین تھا۔ چغتائی النسل تھا۔ ۱۴۴۰ء میں پیدا ہوا۔ خراسان، مشہد اور سمرقند میں تعلیم حاصل کی۔ سلطان حسین مرزا جب بادشاہ ہوا تو اُس نے علی شیر کو بڑی عزت سے بلا کر وزارت کے عہدہ پر فائز کیا۔ ترکی فارسی زبان میں اکیس سے زائد تصنیفات لکھیں۔ فن نقاشی اور مصوری کا بھی ماہر تھا۔ ۱۵ر جمادی الاول ۹۰۶ھ/ ۶ر دسمبر ۱۵۰۰ء میں وفات پائی۔ امیر علی شیر علماء کی محبت، اہل فضل کی قدر دانی اور شعراء کی قدر و منزلت میں بہت مشہور تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۹۰)

علی عادل شاہ:

کنیت ابوالمظفر، اپنے باپ ابراہیم عادل شاہ کے بعد ۱۵۵۸ء میں بیجا پور میں تخت نشین ہوا۔ ۲۲ برس حکومت کی۔ لاولد ہونے کی وجہ سے اپنے بھتیجے ابراہیم کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ ایک نوجوان خواجہ سرا کے ہاتھ سے ۲۳ر صفر ۹۸۸ھ/ ۱۵۸۰ء کو قتل ہوا۔ بیجا پور میں اُس کا مقبرہ روضۂ علی کے نام سے مشہور ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۹۰)

علی قلی خاں والہ داغستانی:

علی قلی خاں والہ داغستانی اصفہان میں ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء میں پیدا ہوا اور شاہ طہماسپ صفوی کے خاص دوستوں میں رہا۔ جب نادر شاہ نے شاہ طہماسپ کو معزول کر دیا تو والہ نے اصفہان میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آخر کار ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء میں ہندوستان کا رخ کیا۔ یہاں محمد شاہ، احمد شاہ اور عالمگیر ثانی کے درباروں سے منسلک رہا اور دہلی میں ۱۱۶۹ھ/ ۱۷۵۵ء میں فوت ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۱۸۷)

علی محمد جیوگام دھنی:

شاہ علی محمد جیوگام دھنی کا مولود و منشاء گجرات ہے۔ آپ کا شمار گجرات کے کامل عارفوں اور درویشوں میں ہوتا ہے۔ اہل گجرات پر آپ کی تعلیمات کا اثر بہت زیادہ تھا۔ ۹۷۳ھ/ ۱۵۱۵ء میں فوت ہوئے۔ آپ کا مجموعہ کلام ''جواہر اسرار اللہ'' شیخ حبیب اللہ نے جمع کیا۔ اِسی کلام کا دوسرا نسخہ آپ کے پوتے سید ابراہیم نے مرتب کیا۔ شاہ علی جیوگام بلند پایہ شاعر تھے۔ جن کا کلام توحید اور وحدت الوجود سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔

(ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ''اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کردار''،
کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، طبع سوم ۱۹۵۳ء، ص ۶۹)

علی محمد خاں:

علی محمد خاں کے والد کا نام سید دلا ور علی تھا۔ داؤد خاں روہیلہ نے ایک فوجی مہم کے دوران علی محمد خاں کو خرید کر اپنا بیٹا بنا لیا اور پرورش کی۔ داؤد خان کے قتل کے وقت علی محمد خاں کی عمر چودہ سال تھی۔ علی محمد خاں کافی عرصہ نواب عظمت خاں کی ملازمت میں رہے اور ترقی کرتے کرتے پرگنہ آنولہ کا حاکم مقرر ہوا اور روہیل کھنڈ (کٹھیر) پر بھی قابض ہو گیا۔ محمد شاہ رنگیلا نے

۱۱۵۸ھ/۱۷۴۵ء میں اسے شکست دی اور حاکم سرہند مقرر کیا۔ بعد ازاں آنولہ پہنچا۔ آخر کار ۱۷۴۸ء میں اس کا انتقال ہوا۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۹۱۔۹۲)

علی محمد خاں:

علی محمد خاں (۱۷۵۶ء) محمد شاہ (۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء) کے آخری دور میں صوبہ گجرات کا دیوان بنا کر بھیجا گیا تھا۔
(''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب سوم، ص ۱۶۴)

علی اکبرؓ:

حضرت امام حسینؓ کے بڑے صاحبزادے تھے جو شکل و شباہت میں پیغمبر خداؐ سے بہت مشابہ تھے۔ عین شباب میں بعمر ۱۸ یا ۱۹ سال میدان کربلا میں ۱۰ر محرم ۶۱ھ (۱۰ر اکتوبر ۶۸۰ء) کو رتبہ شہادت حاصل کیا۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۸۷)

علیؓ، حضرت:

نام علی، کنیت ابوالحسن و ابوتراب، لقب حیدر، سب سے پہلے اِن کی والدہ ماجدہ نے اِن کا نام اسد رکھا جو بعد میں حیدر مشہور ہوگیا۔ والد کا نام ابو طالب اور والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ ابو طالب کی شادی ان کی بنت عم سے ہوئی۔ اس لئے حضرت علی دونوں جانب سے ہاشمی، آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی، چوتھے نامور خلیفہ رسول اللہ، اسلامی داستانوں کے ہیرو، چھوٹی عمر کے لوگوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے، بے مثال خطیب، عظیم سپہ سالار، بے عدیل صاحبِ فکر و بصیرت اور دوسری بے شمار فضیلتوں کے حامل تھے۔ حضرت علیؓ کی ولادت قبل از نبوت یعنی ۲۳ ق ھ میں ہوئی حضور نبی ﷺ کی آغوش مبارک میں تربیت حاصل کی۔ نبی پاک ﷺ کی لختِ جگر بی بی فاطمہ سے شادی ہوئی۔ غزوات میں حصہ لیا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ چار سال نو ماہ کی حکمرانی کے بعد ۱۷ر رمضان ۴۰ھ کو چودہ لڑکے اور اُنیس لڑکیاں چھوڑ کر عالم بقاء کو سدھارے۔

(عبدالحلیم شرر، ''ابوالحسنین (حضرت علیؓ)''، لکھنؤ: دلگداز پریس، س۔ن، متعدد صفحات)

عماد الملک، غازی الدین:

اصل نام شہاب الدین تھا۔ آصف جاہ اوّل کا پوتا تھا۔ ۱۷۵۲ء/۱۱۶۵ھ دربار احمد شاہ سے امیر الامرا کا منصب اور موروثی خطاب غازی الدین خان کے علاوہ عماد الملک کا خطاب ملا۔ احمد شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ عماد الملک نے حکومت کے چھ سال گزرنے کے بعد احمد شاہ کی آنکھیں نکلوا کر معزول کر دیا اور جہاندار شاہ کے بیٹے کو عالمگیر ثانی کے لقب سے بادشاہ بنا دیا اور خود وزیر بنا۔ اِسی دوران احمد شاہ درانی نے ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ عماد الملک نے مرہٹوں کے ساتھ مل کر احمد شاہ درانی کے خلاف سازشیں کیں۔ بعد ازاں سازش کے شبہ میں عالمگیر ثانی کو قتل کرا دیا۔ احمد شاہ ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں پر غالب آیا تو غازی الدین کو سورج مل جاٹ کے ہاں پناہ لینا پڑی۔ اس نے کالپی میں ۱۸۰۰ء میں انتقال کیا۔ تاریخ فرخ آباد میں عرشی نے ۱۰ر ربیع الآخر ۱۲۱۵ء سال وفات قرار دیا ہے۔ عماد الملک عربی، فارسی، ترکی اور اُردو میں شعر کہتا تھا۔ اور

ایک ضخیم دیوان فارسی چھوڑا ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۱۰۰۔۱۹۹)

عمرؓ، حضرت:

حضرت عمر بن خطاب، خلیفہ ثانی، مکہ مکرمہ کے قبیلہ قریش کی شاخ بنو عدی کی نسبت سے عدوی کہلاتے تھے۔ مگر ماں حنتمہ بنت ہاشم مخزومی تھی۔ ابن سعد کے مطابق ان کی ولادت حرب فجار اعظم سے چار سال پہلے ہوئی اور ذوالحجہ سنہ ۶ نبوی یعنی ۷ قبل ہجرت میں چھبیس ستائیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ اپنی ممتاز بیٹی اُم المومنین حضرت حفصہؓ سے منسوب ہو کر ابو حفص کنیت اختیار کی۔ وفات یکم محرم سنہ ۲۴ ہجری کو ہوئی۔ گورے چٹے اونچے لمبے شیم آدمی تھے۔ بائیں ہاتھ سے بھی دائیں ہاتھ ہی کی طرح کام کر سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ دوڑتے گھوڑے پر اُچک کر بیٹھ سکتے تھے۔

(علامہ شبلی نعمانی، ''الفاروق''، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۹ء، متعدد صفحات)

عمعق بخاری:

شہاب الدین عمعق بخاری آل خاقان کے حکمران خضر خاں کے دربار کا نامور شاعر تھا جو عمر بھر اِسی دربار سے وابستہ رہا۔ بادشاہ کے دربار میں اُسے بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ ''اردی بہشت'' عمعق کی شعری خصوصیت کی حامل ہے۔ عمعق کی وفات ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء میں ہوئی۔

(مرزا مقبول بیگ بدخشانی، ''ادب نامہ ایران''، لاہور: نگارشات، س۔ن، ص۲۹۳۔۲۹۶)

عمید تولکی:

خواجہ عمید الدین اپنے عہد کے قادر الکلام شاعر تھے اُن کا اصل وطن دیلم میں قصبہ تولک تھا۔ سرزمین پاک و ہند میں آ کر سنام میں بود و باش اختیار کی۔ تاریخ پیدائش ۷۰۱ھ ہے۔ انہوں نے ناصر الدین محمود (۶۴۴ھ۔۶۴۶ھ) اور غیاث الدین بلبن کا زمانہ پایا ہے۔ سرزمین پاک و ہند میں عمید پہلا شخص ہے۔ جس نے صنفِ مناظرہ کو رواج دیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص۲۰۷۔۲۱۰)

عنایت اللہ عرف ستو یا کلو حجام:

عنایت اللہ نام اور تخلص حجام تھا۔ سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ مرزا رفیع سوؔدا کے شاگرد تھے۔ اِن کی شاعری تمام شاہجہان آباد میں مشہور تھی۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص۴۷۔۴۸)

عنصری:

ابوالقاسم حسن بن احمد نام اور عنصری تخلص ہے۔ (۳۵۰ھ/۹۶۱ء۔۴۳۱ھ/۱۰۲۹ء) عنصری کا باپ تاجر پیشہ تھا۔ عنصری نے یہ پیشہ ترک کر کے علم و ادب کی طرف توجہ دی۔ عنصری نے محمود غزنوی کے دربار میں رسائی حاصل کی تو ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ ہم عصروں میں فردوسی، فرخی، عسجدی اور منوچہری اِس کے دِل سے مداح خواں تھے۔ عنصری کا دیوان

قصائد، قطعات اور مثنویوں پر مشتمل ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۲/ ۱۴، ص ۳۱۴-۳۱۸)

عیاش:

میر محمد یعقوب نام اور تخلص عیاش تھا۔ والد کا نام میر محمد انور تھا۔ عیاش لکھنو میں پیدا ہوا۔ اوّل میر تقی میر پھر میر سوز بعد میں قمرالدین منت اور میاں مصحفی جیسے شعراء کی شاگردی اختیار کی تھی۔

(سعادت خاں ناصر، "تذکرہ خوش معرکہ زیبا"، ص ۴۲۴)

عیسیٰؑ، حضرت:

عیسیٰؑ ابن مریم سلسلہ انبیائے بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر اور حضرت مریم کے بیٹے جن کا سلسلہ حضرت داؤدؑ سے جا ملتا ہے۔ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ، ان کی والدہ ماجدہ اِن کے نانا حضرت عمران اور اُن کی نانی (حنہ بنت فاقود جسے امراۃ عمران کہتے ہیں) بلکہ اُن کے پورے خاندان کا بہت اچھے الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی ولادت حضرت آدمؑ کی طرح عام طریقے سے ہٹ کر ہوئی۔ آدمؑ کی تخلیق ماں باپ کے بغیر ہوئی اور حضرت عیسیٰ بغیر واسطہ پدری کے عالم وجود میں آئے۔ قرآن پاک اُن کے لئے روح اللہ اور کلمتہ اللہ کے الفاظ میں استعمال کیے گئے ہیں۔ تیس برس کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ پر وحی کا آغاز ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ حواری جو سفر وحجر میں آپ کے ساتھ رہے۔ ارشادات سنتے اور دوسروں تک پہنچاتے اور مختلف مقامات پر تبلیغ کرتے۔ رفع سماوی کا واقعہ تقریباً ۵۹۳/۲۹ ق ھ میں پیش آیا۔ اُس وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر ۳۳ سال کی قریب تھی۔ آنحضرت ﷺ نے قرب قیامت کی خبر دیتے ہوئے بتایا کہ قیامت کے قریب دجال ظاہر ہوگا اسے ہلاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو نازل فرمائیں گے۔ وہ دمشق کے مشرقی سفید منارے پر نازل ہوں گے۔ اُس وقت اہل اسلام ایک بڑے معرکے کے دوران نماز پڑھتے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰؑ نہایت حلیم الطبع، وسیع القلب خندہ رو، اور غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے بہی خواہ تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا زمانہ گو بڑا مختصر تھا۔ یعنی ڈھائی یا تین سال، مگر انہوں نے اس مختصر عرصے میں تعلیمات کے وہ اَنمٹ نقوش چھوڑے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے گو ایک الگ کتاب "انجیل" عطا فرما دی مگر احکامات اور دین کے اعتبار سے وہ موسوی شریعت یعنی احکام تورایت کے پابند ہیں۔

(ظفر اقبال کلیار، "قصص الانبیاء"، متعدد صفحات)

عین الدین گنج العلم:

شیخ عین الدین محمد نام (سکر آپ ہی کی وجہ سے عین آباد مشہور ہوگیا تھا) عین الدین لقب، ابوالعون کنیت، عرف گنج العلوم کے والد ماجد شیخ شرف الدین متقی عصر علائی کے علماء میں سے تھے۔ عین الدین ۷۰۶ھ/ ۱۳۰۷ء میں بمقام شہر نو دہلی (کیلوکھڑی) میں پیدا ہوئے نشوونما بھی یہیں ہوئی۔ صرف ونحو، فن لغت، خطاطی اور تجوید میں کمال حاصل کیا۔ سلسلہ جنیدیہ میں مولانا قوام الدین محمود دہلوی کے خلیفہ تھے۔ پیرومرشد کی وفات کے بعد ۷۷۸ھ/ ۱۳۷۶ء میں سکر (قلعہ استا آباد) ضلع گلبرگہ میں چلے آئے جو بہمنی سلطنت کا مرکز تھا۔ یہاں چھتیس سال درس وتدریس اور فیض رسانی میں مصروف رہنے کے بعد

۷۷۳ھ/۷۲-۱۳۷۱ء میں بیجاپور تشریف لائے اور یہیں ۷۹۵ھ/۱۳۹۳ء میں وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲/ ۱۴، ص ۴۰۰-۴۰۱)

غازی الدین خاں:

نظام الملک آصف جاہ اوّل کا بیٹا تھا۔ ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء میں محمد شاہ کے دربار سے امیر الامرا کا موروثی خطاب ملا۔ ۱۱۶۵ھ/ ۱۷۵۲ء کو راہ میں اورنگ آباد کے مقام پر انتقال کیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، ص ۹۹-۱۰۰)

غالب:

نام مکرم الدولہ بہادر بیگ خاں اور تخلص غالب ہے۔ والد کا نام نیاز بیگ خاں جو ذوالفقار الدولہ بہادر کے زمانہ کے اکابرین سے تھے۔ فارسی میں بھی شاعری کرتے تھے۔ ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۲۵۹-۲۶۰)

غالب علی خاں، سید:

غالب تخلص اور نام غالب علی خاں تھا۔ یہ دوندے خاں کے پوتے تھے جو شجاعت و بہادری میں رستم زمانہ تھے۔ بلکہ اکثر اوصاف میں دوسرے رؤسا کے مقابلے میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ غالب صاحب بصیرت شاعر تھے۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۲۵۹-۲۶۰)

غالب، میرزا اسد اللہ خاں:

''میرزا اسد اللہ خاں غالب (۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء - ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۹ء) برصغیر پاک و ہند کے نامور اُردو اور فارسی شاعر جو آگرے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شیخ معظم سے حاصل کی جو آگرے کے نامی معلموں میں سے تھے۔ دس برس کی عمر میں شعر کہنے لگے تھے۔ پہلے اُردو میں امیر تخلص اختیار کیا تھا اور فارسی میں غالب پھر اُردو میں بھی غالب ہی تخلص کرنے لگے۔ ۷/رجب ۱۲۲۵ھ/ ۹/اگست ۱۸۱۰ء کو شادی ہوئی۔[1] دہلی میں آئے تو اپنا ذاتی مکان نہ بنوایا، کرائے پر ہی رہے۔ ۱۸۵۳ء میں ذوق کی وفات پر بہادر شاہ ظفر کے استاد مقرر ہوئے۔ ۲/ذوالعقدہ ۱۲۸۵ھ/ ۱۵/فروری ۱۸۶۹ء کو وفات پائی۔ درج ذیل تصانیف بطور یادگار چھوڑیں۔ کلیات نظم ونثر (پنج آہنگ، مہر نیمروز، دستنبو، قاطع، برہان، سبد چین، اُردوئے معلیٰ، عود ہندی وغیرہ)[2]

[1](سید فیاض محمود، مرتبہ: ''تنقید غالب کے سو سال''، لاہور: مطبوعات مجلس یادگارِ غالب پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء، متعدد صفحات)

[2](شیخ محمد اکرام، ''حیات غالب''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۹ء، متعدد صفحات)

غزالی، امام:

محمد نام، حجتہ الاسلام لقب اور غزالی عرف تھا۔ ۴۵۰ھ/ ۱۰۵۸ء میں طابران ملحقات طوس میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے طوسی بھی مشہور ہوئے۔ جید عالم اور مشہور فلسفی تھے۔ کیمیائے سعادت، تفسیر جواہر القرآن اور احیاء العلوم مشہور

تصانیف ہیں۔ ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء کو ۵۵ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ان کا سلسلہ نسب محمد بن محمد بن محمد بن احمد ہے۔

(محمد حنیف ندوی، ''سرگذشت غزالی''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء، متعدد صفحات)

غلام الثقلین، خواجہ:

خواجہ غلام عباس کے بیٹے تھے۔ باشندہ پانی پت (کرنال)، علی گڑھ سے ۱۸۹۳ء میں بی۔ اے کیا۔ عراق، عرب، ایران، قسطنطنیہ، شام، مدینہ منورہ اور مصر کی سیاحت بھی کی۔ ۳/دسمبر ۱۹۱۵ء کو ۴۵ سال کی عمر میں پانی پت میں فوت ہوئے۔ تاریخ مسئلہ سود سے متعلق کتاب بھی لکھی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۰۲۔۱۰۳)

غلام حسین خاں، نواب:

ہدایت علی خاں بہادر اسد جنگ کے بیٹے تھے۔ تاریخ سیر المتاخرین اِن کی تصنیف ہے۔ جو ۱۱۹۴ھ/ ۱۷۸۰ء میں لکھی گئی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۰۳)

غلام علی شیر:

غلام علی شیر نام اور قانع تخلص کرتے تھے۔ میر عزت اللہ کے بیٹے تھے۔ ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۸۸ء میں فوت ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں آٹھ ہزار اشعار کا دیوان مرتب کیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد دیوان تلف کر دیا۔ میر حیدر علی کامل کی صحبت میں رہ کر دوبارہ شاعری کی طرف مائل ہوئے اور اُردو و فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کی۔ عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب سوم، ص ۱۳۶۔۱۳۷)

غلام فرید:

حضرت خواجہ غلام فرید پنجابی زبان (سرائیکی شاخ) کے ایک معروف شاعر جید عالم دین اور صاحب حال صوفی جو ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۳ء میں بمقام چاچڑاں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ عرب سے ترک وطن کر کے سندھ آئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ خدا بخش بن قاضی محمد عاقل تھا۔ والدین کی وفات کے بعد تعلیم و تربیت آپ کے بڑے بھائی خواجہ غلام فخر الدین (م: ۱۲۸۸ھ) نے کی۔ نہ صرف خود فریضہ حج ادا کیا بلکہ ایک سو افراد کو اپنے خرچ پر حج کرنے کے لئے لے گئے۔ ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں وفات پائی۔ دیوان فرید ملفوظات، مقابیس المجالس، مناقب فریدی اور ارشاداتِ فریدی سے اُن کی علمی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۳۳۵۔۳۳۶)

غلام قادر شاہ بٹالوی:

شیخ محمد فاضل (متوفی ۱۱۵۱ھ) کے فرزند اور جانشین حضرت غلام قادر شاہ ہیں۔ جو عمل زہد و تقویٰ، ریاضت و مجاہدات اور حال و قال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے آپ کا لقب اہل اللہ ہے تصوف میں متعدد تصنیفات آپ کے قلم سے نکلی ہیں۔ جن میں

سے صفا المرآت بہت مشہور ہے۔ شب یک شنبہ ۵ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ میں رحلت فرمائی۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص۲۷۴۔۲۷۵)

غلام نصیر الدین:

مولانا قطب الدین کے فرزند حضرت غلام نصیر الدین عرف کالے میاں ہیں۔ آپ عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ سلاطین اور امرائے عظام آپ کے نہایت معتقد تھے۔

(سید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، جلد دوم، مرتبہ: خلیق انجم، دِلّی: اُردو اکادمی، سن اشاعت ۱۹۹۰ء، ص۲۶۔۲۹)

غمگین، سید علی خاں:

نام میر سید علی اور غمگین تخلص تھا۔ آپ میر سید محمد مغفور کے بیٹے تھے جو شاہ نظام الدین احمد قادری کے بھائی تھے۔ مرہٹوں کے زمانہ میں صوبہ جہاں آباد کے اختیارات نظم ونسق اِنہی کے ہاتھ میں تھے۔ یادگار شعراء (ص۱۵۰) میں اسپر نگر لکھتے ہیں:

''غمگین کے والد آصف جاہ کے بھتیجے تھے۔ غمگین صاحب دیوان شاعر تھے۔''

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص۲۶۸)

غنیمت کنجاہی:

محمد اکرم غنیمت کنجاہ میں پیدا ہوا۔ یہ قصبہ گجرات سے مغرب کی جانب سات میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ غنیمت اورنگ زیب کے عہد (۱۶۵۸ء۔۱۷۰۷ء) میں لاہور کے گورنر، مکرم خاں کا ندیم تھا۔ آباؤ اجداد شام سے ہجرت کر کے کنجاہ میں آبسے۔ والد کا نام نذر محمد تھا۔ وہ کنجاہ کے مفتی تھے۔ گیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں فوت ہوئے۔ جب غنیمت نے شعر کہنا شروع کیا تو برصغیر پاک وہند میں اُس وقت نظیری نیشاپوری، صائب، کلیم، فغانی، ناصر علی سرہندی، جلال اسیر اور قاسم دیوانہ وغیرہ کی شہرت تھی۔ ۱۰۹۶ھ میں ایک مثنوی ''نیرنگ عشق'' لکھی جو ۱۵۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اِس کے علاوہ ایک دیوان بھی اِن سے یادگار ہے۔ اِس مثنوی میں غنیمت کے مربی نواب مکرم خاں کے بیٹے میرزا عبدالعزیز جو ایک رقاص شاہد نامی پر فدا ہو جاتا ہے۔ داستان عشق بیان کی گئی ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲/ ۱۴، ص۵۹۵۔۵۹۶)

غوث اعظم:

عبدالقادر جیلانی، محی الدین لقب، غوث الاعظم عرف، والد ماجد کا نام ابوصالح اور والدہ ماجدہ فاطمہ ثانیہ۔ آپ حسنی وحسینی سید تھے۔ خرقہ خلافت اپنے والد سے حاصل کیا۔ قصبہ جیلان میں جو بغداد سے تین منزل ہے ۲۹رشعبان ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۹۰ سال کی عمر میں بمقام بغداد ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۵ء میں انتقال فرمایا۔ آپ سلسلہ قادریہ کے بانی تھے اور آپ کا شمار اولیائے کبار اور صوفیاء عظام میں ہوتا ہے۔ آپ کی بکثرت تصانیف ہیں مگر فقہ میں ''غنیۃ الطالبین'' اور تصوف میں بہجۃ الاسرار اور ملفوظات قادری زیادہ مشہور ہیں۔

(علامہ عالم فقری، ''سیرت غوث اعظم''، لاہور: ادارہ پیغام القرآن، ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات)

غیاث الدین تغلق:

سلطان غیاث الدین تغلق جس کا نام غازی الملک تھا یکم رشعبان ۷۲۱ھ/ ۲۶ راگست ۱۳۲۱ء کوخسرو شاہ کو قتل کر کے تخت دہلی پر متمکن ہوا۔ بڑا منتظم اور مدبر شخص تھا۔ سلطنت میں نظم ونسق کی جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ انہیں دور کرنے کی کوشش کی۔ مشرقی بنگال کی مہم سے واپسی پر اپنے بیٹے الغ خاں کی بنوائی ہوئی غیر مستحکم خوشنما کوشک میں کھانا کھا رہا تھا کہ چھت گر پڑی جو موت کا سبب بنی۔ یہ واقعہ ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء میں رونما ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۱۰۵)

فاخر مکین:

میرزا محمد فاخر مکین دہلوی ۱۱۷۳/۱۷۵۹ میں لکھنؤ آئے۔ ایک دیوان اُن کی تصنیف ہے۔ ۱۲۲۱/۱۸۰۶ میں فوت ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص۲۰۴)

فاطمہؓ:

رسول اکرم ﷺ کی دختر مبارک اختر اور آپ ﷺ کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ کی چار صاحبزادیوں میں سے ایک، حضرت بی بی فاطمہ نے اٹھائیس برس کی عمر میں وفات پائی اور آپؓ کی ولادت مبارک اس وقت ہوئی جب قریش تعمیر کعبہ میں مصروف تھے۔ حضرت بی بی فاطمہؓ کی اولاد کے ذریعے آپ ﷺ کی نسل باقی رہی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے (غزوہ بدر کے بعد) ماہ صفر ۲ھ میں ہوا۔ بی بی فاطمہؓ کا وصال ۳ رمضان ۱۱ھ منگل کی رات کو ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۹۰-۹۵)

فتاحی نیشاپوری:

یحییٰ سیبک فتاحی نیشاپوری، نیشاپور کا ایک فارسی شاعر جس کا انتقال ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء۔ ۸۵۳ھ/۱۴۴۹ء میں ہوا۔ شروع میں تفاحی، خماری اور اسراری تخلص بھی اختیار کیے۔ اُس نے ایک کتاب نثر میں لکھی جس کا نام ''حُسن ودل'' تھا یہ ایک عشقیہ داستان ہے جو متصوفانہ، تمثیلات اور استعارات سے معمور ہے۔ فتاحی کی ایک اور تصنیف ''شبستان خیال'' نظم ونثر میں قصوں، کہانیوں اور لطیفوں کا ایک مجموعہ ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۱۵۵)

فتح علی خاں حسینی:

فتح علی حسینی دہلی کے رہنے والے تھے اور سادات گردیز سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے سید فتح علی حسینی گردیزی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد سید عوض علی خاں محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ فتح علی حسینی اپنے زمانے کے خدارسیدہ بزرگ خیال کیے جاتے تھے۔ آپ کا انتقال ۱۲۲۴ھ میں ہوا۔ آپ عربی فارسی کے عالم اور شعروسخن کا اچھا ذوق رکھتے تھے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص۱۱۴)

فتح محمد:

فتح محمد یا فتح شریف نام، فتح تخلص گودرا (گجرات، ہند) کے باشندے تھے اِن کی دو منظوم تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔ ایک یوسف ثانی یا زلیخا ثانی، دوسری پند نامہ لقمان ہے۔ یہ جنوبی ہند کے شاعر ضعیفی کی مثنوی ''ہدایت نامہ'' (۱۰۹۹ھ/۱۶۸۷ء) پر آخری فصل کے طور پر بڑھائی گئی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۲۴۰-۲۴۱)

فخر الدین:

مولانا فخر الدین زرادی ایک متقی بزرگ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ اور مرید تھے۔ تعلیم کا کام چھوڑ کر درویشوں کی جماعت میں شامل ہوگئے تھے۔ جس زمانے میں محمد شاہ تغلق نے دہلی کے باشندوں کو دیوگری بھیجا تو یہ بھی گئے وہاں سے حج کے لئے گئے واپسی پر جہاز ڈوب گیا اور مولانا نے درجہ شہادت پایا۔

(مولوی رحمان، ''تذکرہ علمائے ہند''، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، باراوّل ۱۹۶۱ء، ص ۳۷۴)

فخر الدین ابو سلیمان داؤد:

فخر الدین ابو سلیمان داؤد ابن ابی الفضل محمد ایک ایرانی شاعر و مورخ (م ۷۳۰ھ/۱۳۲۹ء-۱۳۳۰ء) تھا۔ اُس کے اپنے بیان کے مطابق (۷۰۱ھ/۱۳۰۱ء-۱۳۰۲ء) میں ایران کے مغول بادشاہ غازان خان نے اُسے ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۹۱۰)

فخر الدین فخر جہاں:

فخر الدین کے والد گرامی کا نام مولانا نظام الحق تھا۔ آپ کا تعلق مضافات لکھنؤ سے ہے۔ آپ کا نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مخدوم سید محمد گیسو دراز سے ہیں۔ ظاہری و باطنی تحصیل اور مرتبہ خلافت اپنے والد سے حاصل کیا۔ سنہ احد جلوس احمد شاہی میں بمطابق ۱۱۶۰ھ میں شاہجہان تشریف لائے اور رُشد و ہدایت سے عالم کو منور کیا امراء اور سلطان عہد احترام کرتے تھے۔ تہتر (۷۳) برس کی عمر میں ۱۱۹۹ھ میں انتقال فرمایا۔ کتاب ''نظام العقائد'' اور ''رسالہ مرجیہ'' اور ''فخر الحسن'' حضرت کی تالیفات سے ہیں۔

(سرسید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، جلد دوم، ص ۲۶-۲۷)

فخر الدین کھنڈ، ملک:

محمد شاہ خلجی کے عہد میں ایک امیر تھا جو نصیر خان کا بھائی بھی تھا۔

(ضیاء الدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، ص ۲۴۱)

فدائی خاں:

میر ظریف نام تھا۔ شاہجہان بادشاہ کا خدمت گزار ملازم تھا، چونکہ بادشاہ کو گھوڑے خریدنے کا بہت شوق تھا۔ اِس لئے فدائی خاں (میر ظریف) کو ایران، عرب اور روم جانے کا موقع ملا۔ اچھی طرح خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے وہ

تحسین و آفرین کا مستحق ٹھہرا تو اُسے ایک ہزار ذات اور دو سو سوار کا منصب اور ''فدائی خاں'' کا خطاب بھی مرحمت ہوا اور اِسی سال اُسے لاہری بندر کی حکومت بھی ملی اور یہیں چودھویں سال جلوس شاہجہانی یعنی ۱۰۵۱ھ / ۱۶۴۰ء میں فوت ہوا۔

(صمصام الدولہ شاہنواز خاں، ''مآثر الامرا''، جلد سوم، ص ۱۳۔۱۴)

فدوی لاہوری:

فدوی لاہور کا رہنے والا تھا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں گزرا ہے یہ ایک ہندو سوداگر کا لڑکا تھا۔ جسے صابر علی شاہ نے مسلمان کر لیا اور ضابطہ خاں کا منیب ہوا۔ مراد آباد میں ۱۷۸۰ء میں فوت ہوا۔ اُس نے یوسف زلیخا کا قصہ اُردو میں نظم کیا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۱۰)

فراقی، کنور پریم کشور:

فراقی تخلص اور نام پریم کشور تھا۔ آپ راجہ جوگل کشور کے پوتے تھے۔ جنہوں نے بازی گری اختیار کر لی تھی۔ اُنہوں نے دنیا ترک کر دی تھی اور تمام عالم کی سیر کی۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۲۷۸)

فراق، ثناء اللہ خاں:

نام ثناء اللہ خاں اور تخلص فراق تھا۔ پختہ کار اور شیریں گفتار تھے۔ آپ خواجہ میر درد کے شاگرد تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص ۱۹۳۔۱۹۴)

فرخی:

ابوالحسن علی بن جولوغ ایک ایرانی شاعر جو سیستان میں پیدا ہوا۔ فرخی، عنصری کا شاگرد تھا۔ امیر خلف بانو اور ابوالمظفر امیر چغانیاں کا شمار فرخی کے مربّیوں میں ہوتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی کے دربار میں آیا تو یہاں بھی قدر و منزلت نصیب ہوئی۔ فرخی اپنے اشعار چنگ و رباب کے ساتھ گایا کرتا تھا۔ اُن کے قصائد میں بھی یہی کیفیت ملتی ہے۔ فرخی نے ۴۲۹ھ /۱۰۳۸ھ میں وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۲۵۳۔۲۵۵)

فرخی، ڈاکٹر اسلم:

ڈاکٹر اسلم فرخی ۲۳ / اکتوبر ۱۹۲۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ اُن کا سابق وطن فتح گڑھ ضلع فرخ آباد تھا۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد درس و تدریس سے منسلک ہوئے۔ کراچی یونیورسٹی میں انہوں نے ناظم شعبہ تصنیف و تالیف اور رجسٹرار کے طور پر کام کیا۔ اِن کا شمار ملک کے ممتاز دانشوروں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک استاد، شاعر، صاحب طرز نثر نگار، محقق اور نقاد کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ سولہ کے قریب کتب ہیں۔ جن میں محمد حسین آزاد، حیات و تصانیف، تذکرہ گلشن بہار، تدوین وغیرہ بہت اہم ہیں۔

(احمد حسین صدیقی، ''دبستانوں کا دبستان''، جلد اوّل، کراچی، مکتبہ دانیال، س۔ن، ص ۵۰۔۵۱)

فردوسی:

عہد غزنوی کا مشہور شاعر حسن بن منصور جس نے فردوسی کے نام سے شہرت حاصل کی۔ تاریخ ولادت ۳۲۹۔۳۳۰ھ / ۹۴۰۔۹۴۱ء قرار دی گئی ہے۔ علاقہ طوس کا رہنے والا تھا۔ اِس کے آباؤ اجداد کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ ۴۱۱ھ / ۱۰۲۰ء سال وفات بیان کیا جاتا ہے۔ فردوسی نے اکہتر برس کی عمر میں ''شاہنامہ'' مکمل کیا۔ فردوسی نے جہاں شاہنامہ لکھ کر ایران کی قدیم تاریخ مرتب کی۔ وہاں اُس نے فارسی زبان کو بھی نئی زندگی دی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۲۳۵۔۲۴۲)

فرشتہ:

اصل نام محمد قاسم ہندوشاہ تھا۔ وہ ایران کے ایک مشہور شہر استر آباد میں ۹۶۰ھ / ۱۵۵۲ء میں پیدا ہوا۔ اُس کے والد اپنے وطن کو چھوڑ کر ہندوستان چلے آئے تھے۔ وہ جوانی میں احمد نگر میں مرتضٰی نظام شاہ والیٔ احمد نگر سے وابستہ رہے۔ فرشتہ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے مستند مورخین میں ہوتا ہے۔

(محمد قاسم فرشتہ، ''تاریخ فرشتہ''، جلد اوّل، مترجم: عبدالحئی خواجہ، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن، ص ۳۵۔۴۴)

فرعون:

زمانہ قدیم میں ملوک مصر بالخصوص عمالقہ کے بادشاہوں کا لقب، جس طرح ترکوں کے بادشاہوں کا لقب خاقان تھا اور یمن کے بادشاہ تبع، حبشہ کے بادشاہ نجاشی، روم کے بادشاہ قیصر اور ایران کے بادشاہ کسریٰ کہلاتے تھے۔ اِسی طرح مصر کے بادشاہ فرعون تھے۔ بقول اہل کتاب حضرت موسیٰؑ کے عہد میں فرعون کا نام قابوس تھا۔ مگر بقول وھب اِس کا نام الولید بن مصعب بن الریان تھا۔ اُس نے چار سو برس زندگی پائی اور حضرت موسیٰ نے ایک سو بیس برس۔ وہ سرکشی میں حد سے بڑھ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کو فرعون کی زیادتیوں سے نجات دلانے کے لئے بھیجا۔ فرعون نے اپنے آپ کو خدائی کا مقام دے رکھا تھا۔ قرآن پاک میں واضح طور پر بتایا گیا ہے۔ فرعون نے جب حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا تو موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر سرزمین مصر سے بحفاظت نکل گیے۔ لیکن فرعون جو اپنی فوجوں کے ساتھ تعاقب میں آیا تھا۔ بحرہ قلزم میں غرق ہو گیا۔ اُس کا حنوط شدہ جسم قاہرہ کے عجائب گھر میں آج بھی موجود ہے۔ فرعون کی بیوی کا نام آسیہ تھا جو ایک نیک صالح خاتون تھیں۔

(مولانا محمد عبدالرحمٰن، ''سیرت انبیائے کرام''، متعدد صفحات)

فرہاد و شیریں:

فرہاد ایران کے ایک مشہور ''عاشق اور شیریں اِس کی محبوبہ کا نام ہے۔ فرہاد ایک معمار تھا اور ایران کے ساسانی بادشاہ خسرو پرویز کا نامراد رقیب، فرہاد اپنی محبوبہ (شیریں جو ایران کی عیسائی ملکہ تھی) کو حاصل کرنے کے لئے کوہ بیستون کو کاٹنے کا جان گسل کام تقریباً ختم کر چکا تھا۔ کہ شاہی محل کی ایک کنیز نے اُسے شیریں کے مرنے کی جھوٹی خبر جا سنائی جسے سنتے ہی اُس نے اپنا تیشہ خود اپنے سر پر مار کر جان دے دی۔ شیریں فرہاد کے نام سے بے شمار اُردو فارسی میں داستانیں بھی

لکھیں گئیں ہیں۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۱۵، ص۳۳۳)

فضل الدین محمد بن قوام بلخی، مولانا:

مولانا فضل الدین محمد بن قوام بلخی بن رستم بن احمد بن محمود بدر خزانۃ البلخی معروف بہ کری ہے۔ کڑہ یا کری سے نسبت تھی جو الٰہ آباد سے ۴۲ میل دور دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے۔ بحر الفضائل اِن کی مشہور تصنیف ہے جو ۷۹۵ھ/ ۱۳۹۳ء میں لکھی گئی۔

("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، تیسری جلد، فارسی ادب (اول)، ص۳۹۰)

فضل علی خاں، نواب:

اِن کا خطاب نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علی خاں بہادر سہراب جنگ تھا۔ غازی الدین حیدر شاہ اودھ کے وزیر تھے۔ ۱۸۲۹ء میں زندہ تھے۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد۲، ص۱۱۶۔۱۱۷)

فغاں، اشرف علی خاں:

اشرف علی خاں نام اور تخلص فغاں تھا جو احمد شاہ بادشاہ دہلی سے وابستہ تھا اُردو زبان میں ایک دیوان اِس کی تصنیف ہے یہ بمقام پٹنہ ۱۱۸۶ھ/ ۱۷۷۲ء میں فوت ہوا اور وہیں دفن ہے۔

(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد دوم، ص۱۱۷)

فغانی:

فغانی بابا شیراز کے ایک کاردفروش کا بیٹا جس کی نسبت سے اُس نے اپنا تخلص "سکاکی" کیا پھر بدل کر "فغانی" رکھا۔ شیراز سے چل کر ہرات آیا اور سلطان حسین بایقرا (۸۷۲ھ/۱۴۶۸ء۔۹۱۱ھ/۱۵۰۶ء) کے دربار سے وابستہ ہوا۔ ہرات کو خیر آباد کہہ کر تبریز آ گیا اور خاندان آق قویونلو کے سلطان یعقوب (۸۸۳ھ/۱۴۷۸ء۔۸۹۶ھ/۱۴۹۱ء) کی ملازمت اختیار کی۔ سلطان کی طرف سے اُسے "بابائے شعرا" کا خطاب ملا۔ یہاں سے مشہد آ کر معتکف ہو گیا جہاں اُس نے ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء یا ۹۲۵ھ/ ۱۵۱۹ء میں وفات پائی۔ اِن کا موجودہ دیوان غزلیات، رباعیات اور فردیات پر مشتمل ہے۔

("اردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۱۵، ص۳۹۳)

فقیر اللہ:

فقیر اللہ خانوادہ نوشاہیہ سے بیعت اور شاہ امانت کے مرید تھے۔ حاجی نوشہ (متوفی ۱۱۰۳ھ) اِس سلسلے کے بانی تھے۔ فقیر اللہ مثنوی در مکنوں (سر مکنون) کے مصنف تھے۔ جو تصوف کے موضوع پر لکھی گئی۔ اِس کی تاریخ تصنیف ۱۲۰۴ھ ہے۔

(حافظ محمود شیرانی: "پنجاب میں اُردو" (حصہ اوّل)، ص۳۱۴)

فقیر عزیز الدین:

ایک اعلیٰ پایہ کے طبیب تھے۔ رنجیت سنگھ کو بعد فتح لاہور ۱۷۹۱ء میں آنکھوں کا مرض لاحق ہوا۔ عزیز الدین نے علاج کیا جب افاقہ ہوا تو رنجیت سنگھ بہت خوش ہوا۔ عزیز الدین کو دیہات بدو اور شرقپور جاگیر میں عطا ہوئے۔ جوں جوں رنجیت سنگھ کی سلطنت میں اضافہ ہوتا گیا، عزیز الدین کی جاگیر اور عظمت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ عزیز الدین کو رنجیت سنگھ کے عہد میں وزارت اور مشیر خاص کا رتبہ حاصل تھا۔ ہندو، مسلم اور سکھ تمام کی نظروں میں ان کا بہت احترام تھا۔ آپ جملہ علوم مشرق میں جو اُس وقت رائج تھے عبور رکھتے تھے۔ عربی فارسی کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ بھی تعمیر کروایا۔

(سررچ گریفن، ''رئیسانِ پنجاب''، مترجم: پنڈت موتی لال، لاہور: وکٹوریہ پریس، ۱۸۸۲ء، ص ۲۴۱۔۲۴۲)

فقیر نور الدین:

آباؤ اجداد عرب سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ ۱۸۱۰ء میں گجرات، ۱۸۱۲ء میں جالندھر اور آئندہ سال سیالکوٹ، ڈسکہ، ہلووال، اور وزیر آباد کا علاقہ رنجیت سنگھ نے فقیر نور الدین کے حوالے کیا۔ بعد ازاں لاہور بلایا گیا اور اُس کے سپرد محلات، شاہی باغات، مہاراجہ کا جیب خاص کا خرچ اور خزانہ شاہی کی چابی عطا کی گئی۔ سرکار انگریز کے ساتھ جو معاملات ہوتے تھے اُن میں فقیر نور الدین اپنے بھائی عزیز الدین کے ساتھ ہوتا تھا۔

(سررچ گریفن، ''رئیسانِ پنجاب''، مترجم: پنڈت موتی لال، ص ۲۴۱۔۲۵۴)

فیروز شاہ بہمنی:

تاج الدین فیروز شاہ بہمنی (سلطنت بہمنیہ کا آٹھواں حکمران) ۲۴ رصفر ۸۰۰ھ / ۱۶ رنومبر ۱۳۹۷ء کو تخت نشین ہوا۔ فیروز شاہ شوکت و دبدبہ کا مالک، صاحب علم و دانش اور فتوحات کا شوقین تھا۔ فیروز آباد شہر کی بنیاد بھی اِسی نے رکھی۔ پچیس سال سات ماہ اور بیس دِن حکومت کرنے کے بعد ۴ رشوال ۸۲۵ھ / ۲۸ رستمبر ۱۴۲۲ء کو فوت ہوا۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد سوم، ص ۲۵۔۳۳)

فیروز شاہ تغلق سلطان:

فیرزو شاہ تغلق سپہ سالار رجب کا بیٹا، سلطان غیاث الدین تغلق کا حقیقی بھائی اور سلطان محمد تغلق کا چچازاد بھائی تھا۔ ۲۱ رمحرم ۷۵۲ھ / ۲۰ رمارچ ۱۳۵۱ء میں بمقام ٹھٹھہ تخت نشین ہوا۔ ایک عادل، رحم دل اور عالم شہزادہ تھا۔ ۳۸ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۸ ررمضان ۷۹۰ھ / ۲۱ رستمبر ۱۳۸۸ء فوت ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۱۰۷۳۔۱۰۷۴)

فیضی:

پورا نام ابوالفیض تھا۔ شیخ مبارک کا لڑکا تھا۔ اس کا بڑا بھائی اکبر کا وزیر تھا۔ جس کا نام ابوالفضل تھا، شیخ فیضی ۱۵۴۷ء میں پیدا ہوا۔ تاریخ، فلسفہ، طب، انشاء پردازی میں کمال حاصل تھا۔ فارسی کا بلند پایہ شاعر بھی تھا۔ سنسکرت اور عربی کا بھی عالم تھا۔ ہندوستان کا سب سے بڑا مصنف سمجھا جاتا تھا۔ ایک سو کتب اُس کی تصانیف سمجھی جاتی ہیں۔ مشہور خمسہ نظامی کے نمونہ پر

اُس نے پانچ کتب کا ایک مجموعہ لکھا۔ قصہ نل و دمن مہا بھارت سے لیا گیا ہے۔ جسے اکبر کے حکم سے فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ ۴۹ سال کی عمر پاکر ۱۵۹۵ء/۱۰۰۴ھ میں بمقام آگرہ میں انتقال کیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۲۱)

قادر بخش، مرزا:

مرزا قادر بخش خلف مرزا اکرم بخت بہادر ۱۲۲۳ھ میں بمقام شاہجہان آباد پیدا ہوئے۔ شعر وسخن میں حافظ عبدالرحمٰن خاں احسان اور امام بخش صہبائی سے استفادہ کیا۔ غدر تک دہلی میں رہے پھر بنارس چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ ۱۲۹۹ھ میں ۷۶ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

(مرزا قادر بخش صابر دہلوی، ''تذکرہ گلستان سخن''، جلد اوّل، مرتبہ: خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب کلب روڈ، طبع اوّل ۱۹۶۶ء، متعدد صفحات)

قارون:

قرآن پاک میں ہے کہ قارون حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا اور بنی اسرائیل کے ساتھ معاندانہ برتاؤ کیا کرتا تھا۔ قارون کی بد دماغی کا سبب اُس کی وہ بے شمار دولت تھی جس کی بابت اُس کا خیال تھا کہ اُس نے اپنے علم کے باعث حاصل کی ہے۔ وہ اپنے مال و دولت کا مظاہرہ لوگوں کے سامنے کرتا اور اس پر اتراتا پھرتا تھا۔ آخر کار اپنے محل (دار) اور دولت سمیت زمین میں دھنس گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۶، ص ۲۵)

قاسم برید:

قاسم برید نے دکن مین خاندان بہمینہ کے زوال کے بعد بیدر میں خاندان برید شاہی کی حکومت قائم کی۔ یہ ترکی غلام تھا اور محمود شاہ بادشاہ دکن کا وزیر ہو گیا تھا۔ ۸۹۵ھ/۱۴۸۹ء میں خود مختار ہو گیا اور شہر احمد آباد اور قلعہ کی حکومت محمود شاہ کو چھوڑ کر تمام علاقہ پر قابض ہو گیا۔ بارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء میں انتقال ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۲۳)

قاسم جان:

قاسم جان کی ولادت ۱۷۲۵ء اور وفات ۱۷۹۷ء میں ہوئی۔ ناظم پنجاب نواب معین الملک عرف منوں جاں سے بھی تعلق رہا۔ مذکورہ نواب کے انتقال کے بعد شہزادہ عالی گوہر (شاہ عالم ثانی) کے عہد میں ہفت ہزاری منصب اور شرف الدولہ سہراب جنگ کا خطاب بھی حاصل کیا۔ دہلی میں سکونت اختیار کی۔ پرانی دِلّی میں چاندنی چوک کے ایک محلے میں گلی قاسم جان انہی کے نام منسوب ہے۔ فیض اللہ بیگ اور قدرت اللہ بیگ اِن کے دو بیٹوں کے نام ہیں۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص ۱۹-۲۲)

قاضی محمود دریائی:

قاضی محمود دریائی کا شمار گجرات کے بڑے بڑے اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد قاضی حمید عرف شاہ چالندہ، حضرت شاہ عالم اور دادا قاضی محمد، حضرت قطب عالم سے ارادت رکھتے تھے۔ قاضی محمود اپنے والد کے خلیفہ و مرید تھے اور انہی سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔ آپ کے نام کے ساتھ قاضی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب کسی کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی تو وہ قاضی صاحب کو یاد کرتا تو وہ بھنور سے نکل کر ساحل مراد پر پہنچ جاتا اِسی وجہ سے اُن کا لقب ''دریائی'' پڑ گیا۔ ٦٧ سال کی عمر میں اپنے وطن بیر پور میں ۹۴۱ھ /۱۵۳٦ء میں فوت ہوئے۔ اُن کی شاعری میں وجد کی کیفیت اور عاشقانہ پن ہے۔

(ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ''اُردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ''، ص ٦٦۔٦٧)

قاضی نجم الدین:

قاضی نجم الدین گجراتی (قاضی شہر احمد آباد) حضرت شاہ عالم (۸۱۰ھ۔۸۸۰ھ) کے مرید تھے۔ مرید ہونے سے پہلے بہت متعصب متشرع تھے لیکن جب مرید ہوئے تو سب کچھ چھوڑ کر پیر و مرشد کی صحبت میں رہنے لگے۔ چند روز تربیت حاصل کرنے کے بعد مسندِ ارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلقِ خدا میں مشغول ہو گئے۔

(حضرت شیخ عبدالرحمان چشتی، ''مراۃ الاسرار''، ص ۱۲۱۲)

قائم، قیام الدین شیخ:

قیام الدین نام تھا۔ قصبہ چاند پور ضلع بجنور (روہیل کھنڈ کے رہنے والے تھے) اپنے عہد کے اُردو شعراء میں مشہور تھے۔ مرزا محمد رفیع سودا کے شاگرد تھے۔ اپنے وطن میں ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء میں انتقال کیا۔ ایک دیوان اِن سے یادگار ہے۔ ۱۱٦۸ھ میں اُردو شعراء کا ایک مبسوط تذکرہ ''مخزنِ نکات'' کے نام سے تالیف کیا مائل دہلوی اِن کے شاگرد تھے۔ ولادت تقریباً ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲ء ہے۔

(قیام الدین قائم چاند پوری، ''مخزنِ نکات''، مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر اقتدا حسن،۔۔۔۔۔ص ۱۵۔۵۰)

قتیل، مرزا محمد احمد حسن:

مرزا احمد حسن کا تخلص ہے۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ اُردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔ نہر الفصاحت، چہار شربت، دیوان قتیل فارسی زبان میں مشہور تصانیف ہیں۔ دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور بعہد غازی الدین حیدر ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء میں فوت ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۲۷)

قدر خاں:

ملک ختن کا بادشاہ اور سلطان محمود غزنوی کا ہمعصر تھا۔ ۱۰۰۵ء اور ۱۰۲۴ء کے درمیان گزرا ہے۔ گانا گانے کا بہت شوقین تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۲۸)

قدرت، میر قدرت اللہ:

میر قدرت اللہ قدرت دہلوی اُردو و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ ایک دیوان یادگار چھوڑا ہے۔ دہلی سے مرشد آباد چلے آئے تھے۔ وہیں ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء میں انتقال کیا۔ اُن کے دیوان میں بیس ہزار بیت ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۲۸)

قدسیہ بیگم:

آصف خاں وزیر اعتماد الدولہ کی بیٹی شاہجہان کی بی بی، نور جہاں بیگم کی بھتیجی اور شاہ عالمگیر کی والدہ تھی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۲۸)

قرین:

قرین تخلص تھا اور حسرت کے شاگردوں میں سے تھے۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۲۹۱)

قطب الدین:

قطب الدین، فخر الدین فخر جہاں کے فرزند ارجمند ہیں اور حضرت کی وفات کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ ۱۷؍ محرم ۱۲۱۲ھ میں عالم فانی سے ملک بقاء کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کا مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے جوار میں ہے۔

(سر سید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، جلد دوم،، مرتبہ: خلیق انجم، دلی: اُردو اکیڈمی، اشاعت دوم ۱۹۹۲ء، ص ۲۸۔۲۹)

قطب الدین ایبک:

سلطان قطب الدین ایبک ہندوستان کا پہلا مسلمان حکمران جس نے دہلی کو اپنا پایہ تخت بنایا اور خاندان غلاماں کی بنیاد رکھی۔ بچپن ہی میں ترکستان سے نیشاپور لایا گیا اور یہیں تعلیم و تربیت ہوئی۔ جب وہ سلطان معز الدین غوری کے پاس آیا تو اُس کی جوانی کا زمانہ تھا۔ ۱۸؍ ذی القعدہ ۶۰۲ھ / ۲۷؍ رجون ۱۲۰۲ء کو ہندوستان کے سب سے پہلے مسلم حکمران کی حیثیت سے تخت نشینی کی رسم ادا ہوئی۔ طاقتور راجپوت ریاستوں کو زیر کیا۔ لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے چار سال چند ماہ کی بادشاہی کے بعد ۶۰۷ھ / ۱۲۱۰ء میں وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۶۱۴۔۶۱۹)

قطب الدین بختیار کاکی:

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (۵۶۹ھ / ۱۱۴۱ء۔۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء) ماوراء النہر کے قصبہ اوش میں پیدا ہوئے۔ بختیار نام، قطب الدین لقب اور کاکی عرف تھا۔ ابتدائی تعلیم مولانا ابوحفص سے پائی۔ خواجہ معین الدین اجمیری کے مرید ہوئے۔ سلطان شمس الدین التمش آپ کے خلیفہ اور مرید تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''دلیل العارفین'' جو حضرت خواجہ غریب نواز کے اقوال و نظریات پر مشتمل ہے بہت مشہور ہے۔ حضرت بابا فرید نے ''فوائد السالکین'' کے نام سے ملفوظات جمع و

مرتب کیے۔

(ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ''دلّی کے بائیس خواجہ''، ص ۱۳۔۷۸)

قطب الدین منور، شیخ:

شیخ قطب الدین منور ہانسی کے ایک مشہور ولی تھے۔ آپ شیخ جمال الدین احمد کے پوتے ہیں سلطان فیروز شاہ (تغلق) باربک شاہ دہلی کے زمانہ میں تھے۔ آپ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے ہم عصر تھے۔ ۲۶رذیقعدہ ۷۵۷ھ/ ۲۲رنومبر ۱۳۵۶ء کو ہانسی میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۳۲)

قطب شاہ:

سلطان قطب الدین جو قطب شاہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ محمد شاہ گجرات کا بیٹا تھا۔ اپنے والد کی وفات (۱۴۵۱ء/ ۸۵۵ھ) پر گجرات کا بادشاہ بنا۔ ۸ سال حکومت کی اور ۲۵ر مئی ۱۴۵۹ء/ ۲۳ر رجب ۸۶۳ھ کو فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۳۱)

قطب عالم، شیخ سید برہان الدین / ابو محمد عبداللہ:

ابو محمد کنیت اور برہان الدین نام تھا۔ عوام میں قطب عالم کے لقب سے مشہور تھے۔ اُچ شریف کے مشہور بزرگ مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری اِن کے جدِ امجد تھے۔ قطب عالم ۷۹۰ھ/ ۱۳۸۸ء میں اُچ شریف میں پیدا ہوئے اور ۸۵۷ھ/ ۱۴۵۳ء میں فوت ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سید صدر الدین راجو قتال بخاری کے سایۂ عافیت میں ہوئی جن کے حکم سے وہ تبلیغ و ارشاد کے لئے اُچ سے گجرات (ہند) منتقل ہو گئے۔ وہاں پٹن کا قصبہ علم و عرفان کا مرکز بن گیا۔ بعد ازاں موضع بٹوہ میں قیام فرمایا اور وہیں انتقال کیا۔

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، چھٹی جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۲۰۹)

قطبی:

قطبی، سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دور (۱۶۲۶ء۔۱۶۷۲ء) کا شاعر تھا۔ اِس کا نام قطب یا قطب الدین تھا۔ اِس کے دو تخلص تھے رازی اور قطبی۔ قطبی نے ۱۶۳۵ء میں اپنے مرشد شاہ ابوالحسن کی فرمائش پر شیخ یوسف دہلوی کی فارسی تصنیف ''تحفۃ النصائح'' کا منظوم ترجمہ کیا۔

(حکیم سید شمس اللہ قادری، ''اردوئے قدیم''، ص ۶۷۔۶۸)

قمر الدین خاں بہادر:

قمر الدین خاں، نواب شہاب الدین خاں فیروز جنگ کے بڑے صاحب زادے تھے عالمگیری عہد میں ۱۰۸۳ھ میں پیدا ہوئے، محمد شاہ کے تخت نشین ہونے پر مالوہ کی صوبے داری اور قلمدانِ وزارت ملا۔ نواب صاحب نہایت دلیر، شجاع و ذی علم تھے۔ شاعری کا بھی شوق تھا اور فنِ تعمیر سے بھی دلچسپی تھی۔ ایک دیوان یادگار چھوڑا، بہت سی لڑائیوں میں شرکت کی اور اکثر

کامیابی حاصل کی۔ ۱۱۶۱ھ/ ۴۸-۱۷۴۷ء میں انتقال ہوا اور خلد آباد میں دفن ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۳۴)

کاظم:

سید ابنِ قاسم حسینی (گیلانی) حائری ایران کے مشہور روحانی دانشور تھے۔ ۱۲۰۰ء سے ۱۲۰۳ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے اور ۱۲۵۹ء میں وفات پائی۔ آپ شیخ احمد احسائی کے مشہور شاگردوں میں سے تھے۔ آپ سلسلہ شیخیہ کے پیشواء بھی تھے۔ مشہور تصانیف میں سے ''اسرار الحج'' اور ''اسرار العبادہ'' وغیرہ شامل ہیں۔

(ڈاکٹر محمد معین، ''فرہنگ فارسی''، جلد ششم، ص ۱۵۲۹۔۱۵۳۰)

کاظم، غلام کاظم، سید:

سید غلام کاظم صاحب رئیس شہر اٹاوہ، رام پور میں بھی رہائش پذیر تھے۔ بہت اچھے شعر کہتے تھے۔

(خورشید احمد خاں یوسفی، ''خمخانہ جاوید''، جلد ششم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء، ص ۴۶)

کافر:

میر علی تقی نام اور کافر تخلص تھا۔ بہت اچھے خاندان سے تعلق تھا۔ آپ نے بہت خوشحالی میں زندگی بسر کی۔ سپاہی پیشہ تھے۔ اپنی شاعری کو کافر کا کلام کہتے تھے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۱۳۴)

کامل، کامل علی خاں:

مرزا باقر علی خاں کامل کے والد مرزا زین العابدین خاں عارف تھے جو مرزا غالب کے منہ بولے بیٹے تھے۔ عارف کے انتقال کے بعد باقر علی خاں کی پرورش مرزا غالب کے سپرد ہوئی۔ غالب کی صحبت میں علمی و ادبی ذوق میسر رہا۔ فنون سپہ گری میں ماہر اور شیر کا شکار برچھے سے کرتے تھے۔ ریاست الور کے رئیس کی فوج میں کپتان کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ اُردو اور فارسی میں شاعری کرتے تھے۔ سالک سے بھی کلام میں اصلاح لیتے تھے۔ ۱۸۷۷ء میں فوت ہوئے۔

(حمیدہ سلطان احمد، ''خاندان لوہارو'' کے شعراء، ص ۹۵۔۱۰۳)

کبیر:

شیخ کبیر حضرت فرید بن عبد العزیز بن شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کی اولاد میں سے تھے۔ ناگور سے ہجرت کر کے گجرات چلے آئے تھے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ ۷۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

(شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ''اخبار الاخیار''، اُردو مترجمین: مولانا سبحان محمود، مولانا محمد فاضل، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ، س۔ن، ص ۳۹۳)

کبیر شاہ:

شاہ کبیر بنارس کے رہنے والے تھے۔ کبیر سچے صوفی اور عارف تھے۔ انہوں نے معرفت الٰہی اور دنیا کی بے ثباتی پر

خوب نظمیں لکھیں وہ ریا اور ظاہرداری کے سخت دشمن تھے۔ ہندو مسلم سب کو ایک نظر سے دیکھتے۔ ہندو اُنہیں کبیر داس اور مسلمان شاہ کبیر کہتے۔ ''کبیر جوگ'' کے نام سے نظمیں اور دوہے چھپ چکے ہیں۔

(ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ''اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ''، ص ۸۱۔۸۲)

کریم الدین، مولوی:

کریم الدین ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۲ء کو پانی پت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم طرزِ قدیم پر ہوئی۔ دہلی آ کر صرف و نحو، منطق و فلسفہ، حدیث اور علم طب پڑھا۔ دہلی کالج سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہیں رہنا شروع کیا ''رفاہ عام'' کے نام سے ایک مطبع بھی قائم کیا۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے ساتھ مختلف کتب کا ترجمہ بھی کیا۔ آگرہ کالج میں پروفیسر بھی مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۹ء میں فوت ہوئے۔ گلدستہ ناز، طبقات الشعرائے ہند اور کریم اللغات اِن کی مشہور لغت ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، آٹھویں جلد (اردو ادب سوم)، ص ۱۲۰)

کستوری، شہاب الدین، مولانا:

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء (۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء) کے معتبر مریدوں میں سے اور ظاہری و باطنی فضائل سے بھی آراستہ تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود (چراغ دہلوی) نے اُنہیں مرید کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خواند، ''سیر الاولیا''، ص ۴۹۸)

کشور خان:

نواب قطب الدین خاں شیخ گورنر بنگالہ کا لڑکا اور شیخ ابراہیم نام تھا۔ سال اوّل جلوس جہانگیری یعنی ۱۶۰۸ء میں منصب ہزاری اور کشور خاں کا خطاب ملا۔ ۳ جلوس جہانگیری روہتاس کا قلعہ دار مقرر ہوا۔ ۱۶۱۳ء میں انتقال کیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۴۰)

کلیم، ابوطالب:

دربارِ مغلیہ کا آخری نامور شاعر اور ابو طالب کلیم ایرانی الاصل تھا۔ کاشان کا رہنے والا تھا۔ شیراز میں تعلیم پائی۔ کلیم جہانگیر کے عہد میں ۱۰۲۷ھ/۱۶۱۷ء میں ہندوستان آیا۔ پھر اپنے وطن واپس چلا گیا۔ عہد شاہجہانی میں واپس آیا اور ملک الشعرائے دربار مقرر ہوا۔ کلیم کی شاعری اپنے عہد کے تہذیب و تمدن کی آئینہ دار ہے۔ ۱۰۶۱ھ/۱۶۵۱ء میں ابو طالب کلیم کا انتقال ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، ساتویں جلد (اردو ادب دوم)، ص ۳۴۹۔۳۶۲)

کمال الدین بہزاد:

کمال الدین بہزاد ہرات کا رہنے والا تھا جو دسویں صدی ہجری کا مشہور نقاش و مصور ہے۔ یہ ۸۵۴ھ میں پیدا ہوا اور اُس نے ۹۴۲ھ میں وفات پائی یہ سلطان حسین بائقیرا اور شاہ اسمٰعیل اوّل صفوی کے عہد میں زندہ تھا۔

(نور الدین محمد جہانگیر، ''تزکِ جہانگیری''، جلد دوم، ص ۹۱)

کمال محمد سیستانی:

شیخ کمال الدین سیستانی جو شیخ وجیہہ الدین معتقد شیخ محمد غوث گوالیاری کے شاگرد بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ گجرات میں رہائش پذیر تھے۔ شیخ کمال الدین سیستانی نے ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں انتقال فرمایا۔ میاں خوب محمد چشتی آپ کے مرید تھے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب اوّل، ص ۲۲۲)

کنور کرن سنگھ:

رانا امر سنگھ کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا کرن سنگھ دربار جہانگیری میں حاضر ہوا اور بہت سے قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔ کرن سنگھ ۱۳ جلوس میں دربار شاہی میں ملازم ہوا۔ جب شاہجہان اپنے باپ کی وفات کے بعد خیبر سے اکبر آباد آ رہے تھے راستے میں رانا کرن خدمت میں حاضر ہوا اور انعامات پائے۔ اِسی سال یعنی ۱۰۳۸ھ میں وفات پائی۔

(منشی محمد سعید احمد مارہروی، ''امرائے ہنود''، ص ۲۹۴۔۲۹۷)

کیرت، راجہ:

مرزا راجہ جے سنگھ کا چھوٹا بیٹا تھا۔ شہنشاہ عالمگیر کی ملازمت میں داخل تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد سہ ہزاری منصب پر فائز ہوا۔ ۱۰۸۴ھ/۱۶۷۳ء میں فوت ہوا۔

(منشی محمد سعید احمد صاحب مارہروی، ''امرائے ہنود''، ص ۳۰۱۔۳۰۲)

کیفی، پنڈت برجموہن دتاتریہ:

مخلص، بے ریا، محبِ صادق پنڈت برج موہن کشمیری دہلوی انگریزی فارسی زبانوں میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے تھے۔ پہلے اخبار خبر اندیش کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۰۰ء تا ۱۹۱۶ء کنور پرتاب سنگھ رئیس جالندھر کے سیکرٹری رہے۔

(خورشید احمد خاں یوسفی، ''خمخانہ جاوید''، جلد ششم، ص ۱۰۳۔۱۰۴)

کیقباد:

کیقباد معز الدین، شاہ دہلی نصیر الدین بغرا خاں (ناصر الدین) حاکم بنگالہ کا بیٹا تھا۔ بغرا خاں بلبن کا دوسرا بیٹا تھا جسے بلبن نے اپنا جانشین مقرر کیا۔ بلبن کی وفات پر جب وہ بنگالہ گیا ہوا تھا تو امراء نے اس کے بیٹے کیقباد کو معز الدین کے لقب سے بادشاہ بنا دیا۔ کیقباد کی عمر اُس وقت اٹھارہ برس تھی۔ وہ امور سلطنت سے غافل ہو کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگا۔ بغرا خاں سمجھانے کی غرض سے بنگال سے روانہ ہوا کیقباد یہ سمجھا کہ وہ حصول سلطنت کے لئے آ رہا ہے۔ دریائے گھاگھرا کے کنارے دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ بغرا خاں نے بیٹے کو پند و نصیحت کی اور واپس چلا گیا۔ کیقباد ۱۲۹۰ء میں قتل ہوا اور جلال الدین فیروز شاہ خلجی تخت نشین ہوا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۸۰۶۔۸۰۷)

کیننگ لارڈ:

لارڈ ڈلہوزی (۱۸۴۸ء۔۱۸۵۶ء) کے مستعفی ہونے کے بعد لارڈ کیننگ (۱۸۵۶ء۔۱۸۶۲ء) کو ہندوستان کا گورنر

جنرل مقرر کیا گیا۔ ۱۸۵۷ء کا واقعہ اِسی گورنر جنرل کے عہد میں پیش آیا اور مغلیہ خاندان کی حکومت ختم کر دی گئی۔ ۱۸۵۷ء میں تاجِ برطانیہ کا پہلا وائسرائے بھی مقرر ہوا۔

(باری، ''کمپنی کی حکومت''، ص ۳۸۴۔۳۹۹)

گدائی کمبوہ:

شیخ جمالی کے بڑے بیٹے، عبدالرحمٰن نام اور گدائی تخلص تھا۔ گدائی ہمایوں بادشاہ کے دامن دولت سے بھی وابستہ رہے۔ جب شیر شاہ سوری نے غلبہ پایا (۹۴۷ھ) تو شیخ گدائی دہلی چھوڑ کر گجرات آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ حرمین شریفین کی زیارت کے بعد عہد اکبری میں دہلی واپس آ گئے۔ بیرم خاں سے اچھے مراسم کی وجہ سے منصب صدارت پر فائز ہوئے شیخ جمالی صاحب ثروت بزرگ تھے اور بڑی شان کے ساتھ امیرانہ زندگی گزار کر ۹۷۶ھ میں وفات پا گئے۔

(حامد بن فضل اللہ جمالی، ''سیر العارفین''، ص ۷۸۔۸۵)

گروز:

ایس گروز (Growse, Frederic Salmon) (۱۸۳۷۔۹۳ء) رابرٹ گروز کے لڑکے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں ہندوستان آئے۔ متھرا اور بلند شہر میں ملازمت کی۔ ممبر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال۔

(ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، ''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی''، ص ۳۱۴)

گشتاسپ:

خاندان کیانی سے ایران کا پانچواں بادشاہ گزرا ہے۔ اُس کے عہد میں زرتشت نے ملک میں نیا مذہب جاری کیا۔ جو آتش پرستی کی تعلیم دیتا تھا۔ ۶۰ برس حکومت کرنے کے بعد اپنے پوتے بہمن کے لئے تخت خالی کر دیا۔ اُس کا بیٹا اسفندیار شاہنامہ فردوسی کا ہیرو گزرا ہے جسے رستم نے مار ڈالا تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۴۷۔۱۴۸)

گلبدن بیگم:

گلبدن بیگم مغلیہ خاندان کے بانی ظہیر الدین بابر کی بیٹی تھی۔ ۹۲۹ھ/ ۱۵۲۳ء میں کابل میں پیدا ہوئی۔ ۹۵۲ھ/ ۱۵۴۵ء میں اُس کی شادی خضر خواجہ کے ساتھ ہوئی۔ ۴ حج کیے اور ۲ ۷ برس کی عمر میں ۱۰۱۱ھ/ ۱۶۰۳ء میں فوت ہوئی۔ ''ہمایوں نامہ'' گلبدن بیگم کی معروف تصنیف ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب دوم، ص ۴۸۱۔۴۸۲)

گلکراسٹ:

جان بارتھ وک گلکراسٹ ایڈنبرا میں ۱۷۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ طبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میڈیکل سروس میں ملازم ہو کر ہندوستان آئے۔ یہاں آ کر ہندوستانی زبان سیکھی۔ ۱۸۰۰ء میں جب فورٹ ولیم کالج قائم ہوا تو شعبہ ہندوستانی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ہندوستانی پریس بھی قائم کیا۔ کالج میں چار سالہ قیام کے دوران خود بارہ کتابیں لکھیں اور دیگر منشیوں

سے ۶۳ کے لگ بھگ کتب لکھوائیں۔ ۱۸۴۱ء میں فوت ہوئے۔
(محمد عتیق صدیقی، ''گلکر ائسٹ اور اُس کا عہد'' علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۰ء، متعدد صفحات)

گنا بیگم:

نواب علی قلی خاں کی بیٹی اور مشہور شہزادی اپنے ذاتی کمالات، جودت طبع اور شعر گوئی کے سبب آج تک اِس کا نام تاریخ میں مشہور ہے۔ سوز، درد اور منت سے اپنی غزلوں میں اصلاح لیتی تھی۔ یہ بیگم پہلے نواب شجاع الدولہ سے منسوب ہوئی تھی مگر بعد میں اِس کی شادی عماد الملک غازی الدین خاں وزیر دہلی کے ساتھ ہوئی گنا بیگم کا انتقال ۱۱۸۹ھ/ ۱۷۷۵ء میں ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۴۸)

گیسو دراز، حضرت سید محمد:

آپ کا لقب صدر الدین اور تخلص شہباز تھا ولادت دہلی ۴رجب ۷۲۱ھ/ ۱۳۲۱ء، وفات گلبرگہ ۱۶ رذیقعد ۸۲۵ھ/ ۱۴۲۱ء، بعمر ۱۰۵ سال۔ ۷۳۶ھ/ ۱۳۳۵ء میں خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید ہوئے اور ۷۵۷ھ/ ۱۳۵۱ء میں خرقہ خلافت پایا۔ پونا اور بیلگام کے ہندو آپ ہی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صوفیہ میں سب سے پہلے (باقاعدہ) تصنیف وتالیف کی طرف پوری توجہ آپ ہی نے دی۔ تصانیف کی تعداد عمر کے برابر یعنی ایک سو پانچ بتائی جاتی ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۱۱۸۔۱۱۹)

لارڈ ولیم بنٹک:

لارڈ ولیم بنٹک (عہد حکومت ۱۸۲۸ء۔۱۸۳۵ء) کمپنی کے ہندوستانی مقبوضات کا گورنر جنرل مقرر ہونے سے اٹھارہ سال پہلے مدارس کا گورنر رہ چکا تھا۔ انگلستان کی فوج میں شامل ہو کر ہسپانیہ اور سسلی کی لڑائیوں میں بھی بڑا نام پیدا کیا تھا۔ ہندوستان آ کر کمپنی کے مالیاتی نظام کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔ ٹھگی کے انسداد کی طرف بھی توجہ کی۔ ولیم بنٹنگ نے نظم ونسق کے ضمن میں ۱۸۳۴ء میں نئی تعلیمی پالیسی کو نافذ کیا۔ انگریزی کو کمپنی کے ہندوستانی مقبوضات کی سرکاری زبان قرار دیا اور ذریعہ تعلیم بھی بنایا۔ ولیم بنٹنگ کے عہد حکومت میں انگلستان میں ولیم چہارم (۱۸۳۰ء۔۱۸۳۷ء) بادشاہ تھا۔
(باری، ''کمپنی کی حکومت''، ص ۲۷۷۔۲۸۶)

لال داس بابا:

بابا لال گرو، شاہجہان کے زمانہ میں ایک عارف جوگی تھے۔ شہزادہ دارا شکوہ اِن کا معتقد تھا۔ بابا جی کی پیدائش ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء ہے۔ ۱۰۵۵ھ/ ۱۶۴۵ء تک بابا کا زندہ ہونا پایا جاتا ہے۔ لال جی داس بابا لال گرو کے چیلے تھے۔ لال جی داس نے ۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء میں گرو کے حالات وملفوظات کو فارسی میں جمع کیا تھا۔ گورنمنٹ کلیکشن لائبریری میں اِس کا نسخہ ۴۱ جلوس عالم شاہی کا لکھا ہوا موجود ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۱۵۱)

لامعی:

لامعی (۹۳۸ھ/۱۵۳۱ء) کا نام محمود بن عثمان بن علی نقاش برسوی تھا جو سلطان سلیمان کے دور کے ترکی زبان کے شاعر تھے۔ انہوں نے سید احمد بخاری سے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ اُن کا دیوان دس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ وامق وعذرا ویس ورامین، شمع وپروانہ اورہفت پیکر اُنکی مشہور مثنویاں ہیں۔

(دکتر محمد معین، ''فرہنگ فارسی''، جلد ششم، ص۱۷۹۱)

لائٹنر، ڈاکٹر:

ڈاکٹر گوٹلیب ولیم لائٹنر بڈاپسٹ ہنگری میں ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر لائٹنر (ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی، ایل۔ ایل۔ ڈی، ڈی۔ او۔ ایل، بارایٹ لاء) ۱۸۶۱ء میں کنگز کالج لندن میں عربی زبان وادبیات اور اسلامی قانون کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۸۶۴ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کا قیام عمل میں آیا تو اِس کالج کے پہلے پرنسپل بنے۔ اِن کے لاہور پہنچنے پر پنجاب کی علمی وتعلیمی فضاء بے حد متاثر ہوئی اور بہت جلد یہاں ایک ہمہ گیر تعلیمی تحریک کا آغاز ہوا۔ وہ مشرق و مغرب کی تقریباً پچیس زبانوں میں لکھ، پڑھ اور گفتگو کر سکتے تھے۔ ۲۱رجنوری ۱۸۶۵ء کو انجمن پنجاب کی بنیاد ڈالی جو بہت جلد پنجاب کے اہلِ فکر ونظر کی نمائندہ بن گئی۔ ۱۸۶۹ء۔۱۸۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی کالج کا قیام عمل میں آیا اور اُس کے ساتھ ہی اورینٹل کالج معرض وجود میں آیا تو ڈاکٹر لائٹنر یونیورسٹی کالج کے پہلے رجسٹرار اور اورینٹل کالج کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ وہ پنجاب کے عوام کے محسن تھے۔ انہوں نے یہاں رہ کر اُن کی تہذیبی جنگ لڑی۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں یورپ واپس چلے گئے اور پھر واپس نہ آئے۔ آپ نے ۲۲رمارچ ۱۸۹۹ء کو بون جرمنی میں وفات پائی۔

(ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ''تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج''، ص۱۲۱۔۱۲۷)

لاھن، شیخ محمد:

شیخ عارف بن عبدالحق (متوفی ۸۵۸ء) کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے شیخ محمد جو لاہن بھی کہلاتے تھے۔ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ ایک متقی وپرہیزگار انسان تھے۔

(شیخ عبدالرحمٰن چشتی، ''مراۃ الاسرار''، ص۱۱۶۳)

لطف علی:

اِن کی طبیعت پاکیزہ اور لطیف تھی۔ لطف علی بیگ نام اور تخلص لطف تھا۔ آپ مرزا محمد رفیع سوؔدا کے شاگرد تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص۳۶)

لطف، میرزا علی خاں:

نام میرزا علی خاں تخلص لطف ہے۔ لطف کے والد کا نام کاظم بیگ خان تھا۔ ہجر تخلص کرتے تھے۔ نادر شاہ کے ساتھ ہندوستان آئے اور صفدر جنگ کے توسط سے شاہی دربار تک رسائی حاصل کی۔ لطف کا وطن تو دلی تھا لیکن اُن کا قیام حیدر آباد، لکھنؤ، مرشد آباد اور عظیم آباد میں رہا۔ ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں انتقال فرمایا۔ لطف اُردو فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص۲۱۰)

لطیف الدین کھنڈ سالی، خواجہ:

خواجہ لطیف الدین کھنڈ سالی سلطان المشائخ کے اودھ کے مریدوں میں پہلے مرید تھے۔ اکثر یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی اُن کی بہت تکریم کرتے تھے۔

(سید محمد مبارک علوی المعروف بہ امیر خوانند، ''سیر الاولیا''، ص ۴۹۹)

لعل خاں کلاونت:

مسلمان موسیقاروں میں دربار شاہجہان میں لعل خاں کلاونت (متوفی ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء) درباری گویوں میں نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ موسیقی کی تعلیم تان سین سے حاصل کی۔ لعل خاں تان سین کے بیٹے بلاس خان کا داماد اور شاگرد بھی تھا۔ اپنے عہد کا بہت بڑا دھرپد راگی تھا۔ شاہ جہان نے اُس کا راگ سن کر اُسے ''گن سمندر'' کا خطاب اور ایک ہاتھی بطور انعام دیا تھا۔ بعارضہ فالج انتقال کیا۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۱۲۹۔۲۳۱)

لکشمی:

ہندو دیو مالا میں وشنو کی بیوی اور خوش قسمتی کی علامت ہے۔ اِس کی ذات سے پیار، خوبصورتی اور دولت بھی وابستہ کی جاتی ہے۔ پرانوں کی رُو سے یہ بھرگو اور اس کی زوجہ کی لڑکی ہے اسے تصاویر یا بتوں میں یوں دکھایا جاتا ہے کہ وہ بڑے آسودہ انداز، شوخ رنگ لباس اور زیورات کے ساتھ چار بازوؤں والی کسی ملکہ کی مانند کنول کے پھول پر براجمان ہے۔ لکشمی اپنے پجاریوں کو خوشحالی اور دولت کی نعمت عطا کرتی ہے۔ اِس کے کئی اور نام ہیں: اندرا، شری، ہیرا، جل دہی جا، پراکرتی، لیلا وبھو وغیرہ۔

(سردار دیوی سہائے، ''ہندو کلاسیکل ڈکشنری''، ص ۲۴۰)

لہراسپ شاہ:

کیکاؤس کا جانشین اور کیخسرو شاہ ایران کا داماد تھا۔ خاندان کیانی کا پوتا تھا۔ اُس نے تاتار اور چین کی سلطنتوں کو مملکت ایران میں شامل کیا۔ لہراسپ نے ایک سو بیس سال حکومت کی اِس کے بعد گشتاسپ اُس کا بیٹا جانشین ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۵۳)

لہنا سنگھ:

ایک بہادر سردار لہنا سنگھ جو بھنگی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ فتح لاہور کے بعد لہنا سنگھ کو شہر کے مرکزی حصہ قلعہ شاہی، مسجد، مستی، کشمیری اور شیرانوالہ دروازے کا علاقہ ملا۔ ۱۷۹۸ء میں لہنا سنگھ کا انتقال ہوا۔ (سوبھا سنگھ اور لہنا سنگھ لاہور کے سکھ دور کے گورنر تھے)۔

(نقوش، لاہور، (لاہور نمبر) جلد اول، شمارہ ۹۲، فروری ۱۹۶۲ء، ص ۱۱۱۔۱۱۲)

لیلیٰ:

عربی فارسی اور اُردو ادب میں مجنوں کے ساتھ لیلیٰ کا نام بھی مشہور ہے۔ بعض لوگ اِن دونوں ناموں کو فرضی بتاتے ہیں۔ لیکن مشرقی افسانوں میں اِن دونوں کے عشق کی دلچسپ داستان اِس طرح مشہور ہے گویا یہ واقعہ سچا ہے کہا جاتا ہے کہ مجنوں جس کا نام قیس ہے، خلیفہ ہاشم بنواُمیہ کے زمانہ میں ۷۲۱ء کے قریب گزرا ہے۔ اِس کے عشق کی جولانگاہ نجد کا ریگستان تھا۔ لیلیٰ بھی مجنوں کو دل سے چاہتی تھی۔ اُس کے والدین نے جب اُس کی نسبت دوسری جگہ ٹھہرائی تو مایوسی کے عالم میں مجنوں زندگی سے گزر گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد لیلیٰ بھی مرگئی۔ اِس طرح دونوں عاشق ومحبوب نام کر گئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص۱۵۴)

مادر مومناں:

شیخ جمال الدین ہانسوی (۵۸۰۔۶۵۹) کی ایک کنیز جو نہایت صالحہ تھی۔ آپ شیخ جمال الدین کے پیغام ہانسی سے حضرت بابا فرید (اجودھن/پاک پتن) کی خدمت میں لے جایا کرتی تھیں۔ حضرت بابا فریدؒ اِس بی بی کو مادر مومناں کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خواند، ''سیر الاولیا''، ص۳۱۴)

مادھو، شیخ:

شیخ مادھو کے والد برہمن تھے اور شاہدرہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ شیخ حسین کے مرید تھے اور اِنھی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ شیخ مادھو ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے بارہ برس مان سنگھ کے پاس رہے اپنے پیرومرشد کی خدمت میں پینتس برس گزارے اور بتاریخ ۲۲/ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ وفات پائی۔

(مرزا محمد اختر دہلوی، ''تذکرہ اولیائے برصغیر پاک و ہند''، لاہور: ملک اینڈ کمپنی، سن ندارد، ص۵۹۔۶۰)

مان گوالیری:

راجا مان گوالیری (۱۴۸۳ء۔۱۵۱۶ء) خود ماہر موسیقی تھا۔ اُس نے دھرپد اختراع کیا اور دوسرے ماہرین موسیقی کی مدد سے ''مانکوہل'' کے نام سے ایک کتاب بھی مرتب کروائی۔ اُس نے گوالیار کو مرکز موسیقی بنا دیا تھا۔ چنانچہ دربار اکبری کے ۳۴ موسیقاروں میں سے ۱۶ گوالیار کے تھے۔

(آغا صادق حسین نقوی، ''راگ رنگ''، ص۵۵ ومتعدد صفحات)

مبارک سید گوالیری:

صاحب جذب تھے، ایک دن کسی نے اُن سے جب وہ کیف کے عالم میں تھے۔ دریافت کیا کہ کیا حال ہے؟ تو انہوں نے ہندی زبان میں کہا کہ ''جی سے لاگی ہے''۔

(خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد دوم، ص۵۱۰)

مبارک شیخ:

شیخ مبارک ناگوری، شیخ فیضی اور ابوالفضل کے والد تھے منبع الفاس العیون اُن کی تصنیف ہے ۱۵۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں ۱۵/اگست ۱۵۹۳ء کو فوت ہوئے اور آگرہ میں دفن ہوئے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۹)

مجری (شاہ پیر):

عہد اورنگ زیب کے شاعر ہیں۔ بیجا پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۱۱۴ھ میں حُسن و دِل کو منظوم کیا اور ''گلشن حسن و عشق'' اِس کا نام رکھا۔

(حکیم سید شمس اللہ قادری، ''اُردوئے قدیم''، ص ۹۹)

مجنوں:

مشرقی افسانوں اور نظموں میں لیلیٰ کے ساتھ مجنوں کا بھی ذکر آتا ہے۔ اِسے قیس بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نام کا ایک شخص خلیفہ بنواُمیہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ۷۲۴ء/۱۰۵ھ میں گزرا ہے۔ لیلیٰ کے ساتھ اِس کے عشق و محبت کا افسانہ مشہور ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۵۹)

محب علی محب:

محب علی نام اور محب تخلص تھا۔ ہندی الاصل ہے۔ اپنے وطن سے عبدالرحیم خانخاناں کے ہمراہ آیا۔ اہل مناصب کے ضمرہ میں شریک تھا۔ خانخاناں کے انتقال کے بعد ایرج خان بن خانخاناں کی خدمت میں زندگی گزاری۔ برار اور خاندیش میں بھی رہا۔ شیخ محمد بن فضل اللہ کا مرید تھا۔ محبؔ نے ۱۶۰۵ء میں وفات پائی۔ کلام موزوں کہتا تھا۔

(عبدالجبار خاں، ''تذکرہ شعرائے دکن''، ص ۱۰۰۷)

محمد افضل جھنجھانوی یا پانی پتی، مولانا:

محمد افضل نام اور افضل تخلص تھا۔ میرٹھ کے قریب جھنجھانہ جو ایک مردم خیز قصبہ تھا یہیں سے تعلق رکھتے تھے، ہندی و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ نثر بھی لکھتے تھے۔ معلّمی اُن کا پیشہ تھا۔ کثیر تعداد میں شاگرد اُن کے حلقہ درس میں شامل تھے۔ ۱۰۳۵ھ میں فوت ہوئے۔ بکٹ کہانی اِن کا مشہور شاہکار ہے۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو'' (حصہ اوّل)، ص ۱۸۹۔۱۹۳)

محمد اقبال:

ڈاکٹر محمد اقبال (سابق پروفیسر فارسی وصدر شعبہ، پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج) ۱۹/اکتوبر ۱۸۹۴ء کو پیدا ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔اے عربی کی ڈگری لی۔ ۱۹۱۸ء میں کیمرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ مشہور مستشرق پروفیسر براؤن کی راہنمائی میں فارسی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ عبرانی، سریانی، جرمن اور فرانسیسی زبانیں بھی سیکھیں۔

۱۹۲۲ء میں اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں فارسی کے استاد اور ۱۹۴۶ء میں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مختلف علمی، ادبی اور تحقیقی موضوعات پر مقالات لکھے۔ تاریخ رحلت ۲۱ رمئی ۱۹۴۸ء ہے۔

(عبدالشکور احسن، ''زندگی نامہ''، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب، طبع اوّل ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۶۔۱۳۷)

محمد باقر، ڈاکٹر:

ڈاکٹر محمد باقر (ایم۔اے، پی ایچ ڈی، پروفیسر اورینٹل کالج، لاہور) ۳ راپریل ۱۹۱۰ء کو لائل پور (فیصل آباد) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ، گجرات اور بہاولپور میں حاصل کی۔ ۱۹۳۳ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۹ء میں لندن یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اسلامیہ کالج لاہور اور اورینٹل کالج میں فارسی کے استاد رہے۔ ۱۹۵۳ میں باقر صاحب کو فارسی کا پروفیسر بنا دیا گیا۔ تذکرہ شعرائے پنجاب مشہور تصنیف ہے۔

(ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مرتبہ: ''تاریخ اورینٹل کالج لاہور''، ص ۱۸۴۔۱۸۶)

محمد بن قوام بن رستم احمد بلخی:

فارسی زبان کا لغت بحر الفضائل فی منافع الافاضل اِس کی تصنیف ہے۔ تصنیف ۷۹۵ھ سے پہلے کی ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۶۹)

محمد بن مبارک کرمانی:

نام محمد اور لقب امیر خواند تھا۔ ۷۱۱ھ/۱۳۱۱ء کے لگ بھگ دہلی میں پیدا ہوئے۔ سن وفات ۷۷۰ھ/۱۳۶۸ء قرار دیا گیا ہے۔ والد کا نام نورالدین مبارک تھا۔ آبائی وطن کرمان تھا۔ تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ امیر خسرو اور امیر حسن سجزی کا شمار آپ کے مخلص دوستوں میں سے تھا۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی امیر خواند، ''سیر الاولیا''، ص ۳۵۔۴۷)

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۲۹۷۔۲۹۸)

محمد تغلق سلطان:

دہلی کے تغلق خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا یعنی خاندان کے بانی غیاث الدین تغلق کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ۷۲۵ھ/ فروری ۱۳۲۵ء میں تخت نشین ہوا۔ ابتدائی دس سال حکومت کرنے کے بعد اُس کی باقی زندگی صرف بغاوتیں فرو کرنے میں گزری۔ طبیعت میں بے رحمی تھی۔ دارالحکومت دہلی سے دولت آباد منتقل کرنے کا منصوبہ اِس کا تھا۔ ۷۵۲ھ/ ۲۰ رمارچ ۱۳۵۱ء کو ٹھٹھہ سے چند میل کے فاصلے پر فوت ہوا۔

(پروفیسر مولانا سعید احمد، ''مسلمانوں کا عروج زوال''، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۸۳ء، ص ۲۸۸۔۲۹۴)

محمد جان:

محمد جان، حضرت غلام قادر (متوفی ۱۱۷۶ھ) کے مرید اور برادرِ نسبتی ہیں۔ تصوف میں صاحب تصنیف اور اُردو و فارسی میں شعر کہتے ہیں۔ محمد جان ''مثنوی رمز العشق'' کے کاتب بھی ہیں۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص ۲۸۵)

محمد حسین کشمیری:

محمد حسین کشمیری اکبر اور جہانگیر کے عہد میں دربارِ مغلیہ سے منسلک رہا۔ اکبر نے اُسے مغل شہزادگان کو خط کی تعلیم دینے کے لئے مقرر کیا تھا۔ ابوالفضل نے اُسے ''جادو رقم'' لکھا ہے۔ محمد حسین کشمیری طرزِ نستعلیق کا ماہر تھا جو مدات اور دوائر حروف کو بہت متناسب لکھتا تھا۔ محمد حسین کشمیری بخطاب زریں قلم کا انتقال ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء میں ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی دب دوم، ص ۷۵۷۔۷۶۰)

محمد حفیظ:

تخلص، حافظ اور نام محمد حفیظ تھا۔ اِن کے آباؤ اجداد کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ حکیم ثناء اللہ خاں فراق اور میر قدرت اللہ قاسم کے شاگرد تھے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۲۱۴)

محمد رمضان شہید:

شاہ محمد رمضان شہید (۱۱۸۳ھ/۱۷۶۹ء۔۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء) ضلع رہتک کے قصبہ مہم میں پیدا ہوئے۔ اُن کے جد اوّل حضرت قاضی قوام الدین سلطان المشائخ، حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفاء میں سے تھے اور رہتک کے قاضی تھے۔ کوئی ایسا دور نہیں گزرا کہ اِس خاندان میں علماء و مشائخ نہ گزرے ہوں۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے حلقہ درس میں رہے ہفتے میں دوبار شاہ عبدالعزیز سے بھی استفادہ کرتے۔ اِن سے شاہ ولی اللہ دہلوی کی قول الجمیل اور ''کتاب الانتباہ'' پڑھ کر اِن کی اجازت پائی اور ہادی ہریانہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ اِن کے ہاتھ پر بڑی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ حج سے واپسی پر بوہروں نے آپ کو مسجد میں شہید کر دیا۔ واعظ و نصیحت کے لئے چند کتب نہایت سادہ نثر میں لکھیں اور ہریانی نظم کو بھی وسیلہ اظہار بنایا۔ تصانیف حسب ذیل ہیں: عقائد عظیم، بلبل باغ بنی، آخر گٹ، شرح قصیدہ امالی، وصیت نامہ، رنگیلی، فتاویٰ محمدی، رسالہ رمضان وغیرہ۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۹، ص ۴۲۶۔۴۲۷)

محمد شاہ:

سلطان احمد شاہ کی وفات کے تین روز بعد اُس کا بیٹا ربیع الآخر ۸۴۶ھ/ ۱۴۴۲ء میں تخت نشین ہوا۔ جس کا نام محمد خاں تھا اور غیاث الدین محمد شاہ کا خطاب دیا گیا۔ وہ بخشش و بخشائش میں اتنا سخی تھا کہ لوگ اُسے ''محمد شاہ زربخش'' کہا کرتے تھے۔ سلاطین گجرات کا یہ پانچواں حکمران ماہ محرم ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء میں فوت ہوا۔

(خواجہ نظام الدین، ''طبقات اکبری''، جلد سوم، ص ۱۴۴۔۱۴۶)

محمد شاہ:

مغلیہ خاندان کا زوال شروع ہونے کے وقت آخری ذی اختیار بادشاہ تھا۔ رفیع الدولہ کے انتقال کے بعد اُسے ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ کے لقب سے ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ/ ستمبر ۱۷۱۹ء میں سید حسین علی و سید عبداللہ نے بادشاہ بنایا۔ تخت پر

بیٹھنے سے قبل روشن اختر اس کا نام تھا۔ ۱۴ربیع الاوّل/ ۷/اگست ۱۷۰۲ء کو پیدا ہوا۔ اِسی کے عہد میں نادر شاہ نے حملہ کیا۔ تخت طاؤس، کوہ نور و جواہرات لے کر فارس چلا گیا۔ تقریباً ۳۰ (تیس) سال حکومت کی۔ ۲۷/ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ/ ۱۶/اپریل ۱۷۴۸ء کو انتقال کیا۔ یہ بادشاہ ہر وقت عیش و عشرت میں مصروف رہتا تھا۔ اسی وجہ سے تاریخ میں محمد شاہ رنگیلے کے نام سے مشہور ہوا۔

(نظامی بدایوانی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۷۵)

محمد صادق:

''صبح صادق، طبقات شاہجہانی، شاہد صادق'' کے مولف صادق بن صالح اصفہانی ہیں۔ مفصل حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ صرف انہوں نے ''صبح صادق'' میں اپنے ایک استاد ملا محمد حسین کشمیری کا نام اور سنہ وفات ۱۰۳۷ھ لکھا ہے۔ محمد صادق نے ۴۳ سال کی عمر پا کر ۱۰۶۱ھ/ ۱۶۵۰ء میں بنگال میں انتقال کیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۸۳)

محمد صالح کمبوہ:

محمد صالح کمبوہ لاہور کا رہنے والا تھا۔ بہادر دانش کے مولف شیخ عنایت اللہ نے تربیت و پرورش کی۔ سال وفات ۱۰۸۵ھ/ ۱۶۷۴ء ہے۔ اُس نے موچی دروازے کے اندر ایک خوبصورت مسجد بنوائی تھی جو آج بھی موجود ہے۔ محمد صالح کو خوش نویسی، شعر گوئی اور فن موسیقی مین بھی خاصی مہارت حاصل تھی۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۲۰)

محمد عارف:

محمد عارف کشمیر سے تعلق رکھتے اور جہاں آباد میں پیدا ہوئے شیخ نجم الدین آبرو کے شاگرد تھے۔ رفو گری کا کام کرتے تھے۔ آپ ایک عالم فاضل شخص تھے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۳۸۷)

محمد علی خاں:

محمد علی خاں، نواب عارف جان کے بیٹے تھے اور احمد بخش خاں، الٰہی بخش خاں معروف اور نبی بخش خاں کے بھائی تھے۔ محمد علی کی کوئی اولاد نہیں تھی اور انہوں نے عہد جوانی میں انتقال کیا۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص ۲۳۔ ۶۰)

محمد غوث گوالیاری، شیخ:

شیخ محمد غوث گوالیاری، شیخ فرید الدین عطار کی نسل میں سے تھے۔ شہنشاہ ہمایوں آپ سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اکبر نے اُن کے لئے گراں بہا جاگیر مقرر کی۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۹۷۰ھ/ ۱۵۶۲ء میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار گوالیار میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ تصانیف میں رسالہ معراجیہ، جواہر خمسہ اور کلید مخازن بہت مشہور ہیں۔

(نور الدین محمد جہانگیر، ''تزک جہانگیری'' (حصہ دوم)، ص ۹۵۔ ۹۸)

محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ:

محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ گجراتی منڈو میں ۱۱؍رجب ۹۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علم نجوم اور علم عربیہ کی کتب شیخ برہان الدین کالپوری سے پڑھیں۔ ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء میں گجرات گئے اور حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی سے درسی کتب پڑھیں۔

(محمد غوثی شطاری مانڈوی، ''اذکار ابرار'' ترجمہ ''گلزار ابرار''، مترجم: فضل احمد جیوری، لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۳۹۵ھ، ص ۶۱۰-۶۳۲)

محمد قطب شاہ:

گولکنڈہ کا چھٹا بادشاہ محمد قطب شاہ، سلطان محمد قلی قطب شاہ کا بھتیجا اور داماد تھا اُس نے ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء سے ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء تک حکومت کی۔ وہ فارسی میں ظل اللہ اور اُردو میں قطب شاہ تخلص کرتا تھا۔ محمد قطب شاہ نے اپنے چچا محمد قلی قطب شاہ کا کلیات مرتب کر کے اِس پر ایک طویل منظوم اُردو دیباچہ لکھا تھا۔ جس میں محمد قلی کے اندازِ طبیعت اور شاعری کی خصوصیات بیان کی تھیں۔ غواصی اِس کے عہد کا شاعر تھا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب اوّل، ص ۴۱۷-۴۱۸)

محمد قلی قطب شاہ:

محمد قلی قطب شاہ، ابراہیم قلی قطب شاہ کا بیٹا اور گولکنڈہ کا پانچواں بادشاہ تھا۔ ۱۴؍رمضان ۹۷۳ھ/ ۱۵۶۵ء میں پیدا ہوا اور باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ/ ۱۵۸۰ء میں تخت نشین ہوا۔ نہایت اعلیٰ علمی و ادبی ذوق کا مالک تھا۔ اُس نے اپنے دور کے علماء اور شعراء کی دِل کھول کر سرپرستی کی اِس کے دربار میں میر محمد مومن، ملا وجہی اور غواصی جیسے عالم اور شاعر موجود تھے۔ اِس کا انتقال ۱۶۱۱ء میں ہوا۔ محمد قلی قطب شاہ کی شاعری میں عربی و عجمی اور ہندوستانی تہذیب کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب اوّل، ص ۴۱۲-۴۱۳)

محمد مہدی استر آبادی، مرزا:

مرزا محمد مہدی استر آبادی بن محمد مورخ نادر شاہ فرمانروائے ایران تھا۔ مہدی خاں نادر خان کا کاتب بھی تھا اور ندیم خاص بھی، مہدی خاں کو مہموں میں بھی ہمرکاب رہنے کا موقع ملتا رہتا تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۸۷۰)

محمد نصیر:

منشی محمد نصیر استاد صاحب عالم مرزا فریدوں قدر شاہزادہ واجد علی شاہ۔ اِن کے والد علی اصغر نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ کے استاد تھے۔ اصلاحِ سخن نواب عاشورہ علی خاں سے لی تھی۔

(خورشید احمد خان یوسفی، مرتبہ: ''خمخانہ جاوید''، جلد ششم، ص ۲۵۷-۲۵۸)

محمد نور، شیخ:

شیخ نور محمد، شیخ محمد فاصل (م ۱۱۵۱ھ) کے پیر بھائی ہیں جو شیخ محمد افضل کے مرید تھے۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو'' (حصہ اوّل)، ص ۲۵۱)

محمد وارث:

مورّخ محمد وارث شاہجہان کے عہد سے تعلق رکھتا تھا۔ عبدالحمید لاہوری کا شاگرد تھا۔ شاہجہان کے کہنے پر عبدالحمید لاہوری (م ۱۰۶۵ھ / ۱۶۵۴ء) نے بادشاہ نامہ لکھنا شروع کیا۔ لیکن ضعف اور کمزوری کے سبب کتاب کا نصف حصہ مکمل کر سکے۔ بقیہ نصف حصہ محمد وارث نے مکمل کیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۱۷)

محمد ولی:

جنوبی ہند میں ولی نام اور تخلص کے درج ذیل شاعر گذرے ہیں۔

(۱) خان محمد ولی گیارہویں صدی ہجری یعنی سترہویں صدی عیسوی کے ایک گوجری ادیب ہیں۔

(۲) ایک مشہور و معروف ولی (باوا آدم) جنوبی ہند کے ایک اور شاعر ولی فیاض تھے۔ اُن کا تخلص بھی ولی تھا۔

(۳) ایک شیخ ولی محمد گجراتی (م۔۹۸۷ھ/۱۵۷۹ء) ہیں۔

(۴) ایک شیخ ولی محمد شطاری بھی تھے جو ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء میں فوت ہوئے۔

(۵) ایک ولی محمد خاں ولی شاعر تھے جن کا تعلق سندھ سے تھا۔

(۶) سندھ ہی میں ایک نواب فقیر محمد ولی لغاری تھے ایک شاہجہانی عہد کے ولی رام تھے جو داراشکوہ کے مشیر خاص تھے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۲۲۵۔۲۲۶)

محمد یار خاں بہادر، نواب:

نواب امیر محمد یار خاں بہادر ولد نواب، علی محمد خاں یہ افغانی نسل کے تھے۔ انہیں موسیقی میں اچھی دسترس تھی۔ ٹانڈے میں رہائش پذیر تھے۔ نواب مذکور کے دربار میں محمد قائم، مصحفی، نعیم، پروانہ مرادآبادی اور عشرت اکثر جمع رہتے تھے۔ ۱۱۸۸ھ کے بعد ہی انتقال کر گئے۔

(اسپرنگر، ''یادگار شعرائے لکھنؤ''، ص ۲۹)

محمد یحیٰ تنہا غازی پوری:

محمد یحیٰ تنہا شاگرد حالی و سلیم پانی پتی، قصبہ شاہ پور، ضلع مظفرنگر میں ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے، ایل ایل۔بی، کا امتحان پاس کیا ۱۹۴۸ء میں پنجاب یونیورسٹی نے انہیں اعلیٰ تعلیم کے مدرس کے طور پر بلایا۔ ۱۹۵۰ء میں ہیلی کالج آف کامرس میں پڑھانے لگے۔ ۱۹۵۳ء میں خرابی صحت کی بنا پر سبکدوش ہو گئے۔ ۱۹ر دسمبر ۱۹۶۶ء کو کراچی میں انتقال فرمایا۔

(ڈاکٹر گیان چند، ''اُردو کی ادبی تاریخیں''، ص ۱۳۳)

محمود بحری:

قاضی محمود بحری (م ۱۷۱۸ء) قدیم اُردو شاعر کی حیثیت سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اِن کے والد شیخ بحر الدین

سلسلہ قادریہ میں شیخ محمد باقر کے مرید تھے۔ بحری فتح گولکنڈہ سے کچھ عرصہ قبل حیدرآباد دکن آئے تھے۔
بحری کی ہندی کلیات اور مثنوی ''من لگن'' بہت مشہور ہے۔ جو تصوف کے موضوع پر لکھی گئی۔ بحری نے من لگن کا ترجمہ فارسی میں ''عروس عرفان'' کے نام سے کیا تھا۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب اوّل، ص ۲۱۷۔۲۱۸)

محمود بن سعید ایرجی:

سید محمود بن سعید بن صدر ایرجی، شیخ احمد کھٹو (۷۳۸ھ۔۸۴۹ھ) کے مرید خاص تھے۔ وہ ایرج کے رہنے والے تھے۔ حج کے ارادے سے نکلے احمد آباد پہنچ کر شیخ احمد سے ملاقات ہوئی اور انہی کی صحبت میں رہنا شروع کیا۔ جب شیخ احمد کھٹو کا انتقال ہوا تو غسل دینے والوں میں سید محمود بھی شامل تھے۔
(پروفیسر محمد اسلم، ''ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت''، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۹۵ء، ص ۳۳۰۔۳۳۴)

محمود بیگڑہ:

سلطان محمود بیگڑہ تیرہ سال کی عمر میں شعبان ۸۶۳ء میں تخت گجرات پر متمکن ہوا۔ اِسے بیگڑہ کہنے کی دو جہتیں بیان کی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ ہندی زبان میں بیگڑہ اُس بیل کو کہتے ہیں جس کے سر پر دائیں بائیں دو بڑے بڑے سینگ ہوں۔ چونکہ بیل کے سینگوں کی طرح اِس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں، اس لئے بیگڑہ مشہور ہوگیا۔ دوسرا ہندی میں بے کے معنی دو اور گرہ کے معنی قلعہ کے ہیں۔ اُس نے جونا گڑھ اور چانپانیر کے قلعے فتح کیے تھے۔ جو مضبوطی کے لحاظ سے لاثانی تھے لہٰذا بیگڑہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ سلطان محمود بیگڑہ اوصاف واطوار کی وجہ سے سرزمین گجرات کا ایسا عالی مرتبت حکمران تھا۔ جس کے داد و عدل، فتح و کامرانی، غریب نوازی اور علماء و فضلا کی قدردانی میں گجرات کا کوئی دوسرا بادشاہ اُس کی مثال نہیں پیش کرسکتا۔
(محمد اسحاق بھٹی، ''فقہائے ہند''، جلد سوم، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۶ء، ص ۵۱۔۵۷)

محمود شاہ خلجی:

خان جہاں خلجی کا بیٹا ہوشنگ شاہ کا وزیر اعظم تھا۔ ہوشنگ کے مرنے کے بعد محمد شاہ بادشاہ ہوا۔ اِسے محمود شاہ نے زہر دے کر مرواڈالا اور خود تخت مالوہ پر ۸۳۹ھ/۱۴۳۶ء کو بیٹھ گیا۔ ۳۴ سال حکومت کی ۸۷۳ھ/۱۴۶۹ء میں فوت ہوا۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۱۸۵)

محمود غزنوی:

یمین الدولہ وامین الملتہ ابوالقاسم محمود بن منصور سبکتگین ۳۶۱ھ/۹۷۱ء کو پیدا ہوا۔ قاضی ابونصر سے درسی تعلیم اور فنِ حرب کی تعلیم اپنی والد سے حاصل کی۔ سبکتگین نے اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنا جانشین مقرر کیا مگر محمود نے ۳۸۸ھ/۹۹۸ء میں اسماعیل کو شکست دے کر غزنیں پر قبضہ کرلیا۔ محمود نے اپنے ۳۲ سالہ دورِ حکومت میں افغانستان، ایران، ترکستان، پنجاب و سرحد، سیستان، ملتان، سمرقند، غرجستان، نارائن، خوارزم، کے بہت سے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ علم دوست اور علماء و فضلا کا یہ مربّی ۶۳ برس کی عمر میں ۲۳ ربیع الآخر ۴۲۱ھ/ ۳۰ اپریل ۱۰۳۰ء کو فوت ہوا۔
(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۴۲۔۵۲)

محی الدین قادری زور:

۷/دسمبر ۱۹۰۴ء کو حیدر آباد کے محلے شاہ گنج میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم یہیں سے حاصل کی۔ ۱۹۳۰ء میں لندن سے پی ایچ ڈی کر کے واپس وطن آئے۔ تو اُن کی تقرری جامعہ عثمانیہ شعبہ اُردو میں بحیثیت ''ریڈر'' عمل میں آئی۔ کشمیر یونیورسٹی میں بھی بحیثیت استاد اُردو کے تقرری ہوئی۔ ۲۳/ستمبر ۱۹۶۲ء کو وفات پائی۔

(پروفیسر فیضی تبسم، ''ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور — حیات، شخصیت اور کارنامے''،
دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۵ء، ص ۲۳۔۲۶)

مراد سلطان:

شہزادہ سلطان مراد (۹۷۸ھ۔۱۰۰۶ھ) کوہستان فتح پور میں پیدا ہوا۔ جب وہ دکن کی مہم پر گیا ہوا تھا تو وہاں کثرت شراب نوشی کے سبب فوت ہو گیا۔ اُس کی ایک بیٹی تھی جس کی شادی جہانگیر نے اپنے بیٹے پرویز سے کی تھی۔

(مولوی ذکاء اللہ دہلوی، ''تاریخ ہندوستان''، جلد پنجم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۸ء، ص ۶۸۷)

مراد شاہ:

مراد شاہ، پیر کرم شاہ عرف مستا شاہ کے صاحب زادے تھے۔ آپ ۱۷۷۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ بارہ برس کی عمر میں لکھنؤ گئے۔ لیکن جب چار سال کے بعد واپس آ رہے تھے تو راستے میں قزاقوں نے مراد شاہ کے والد کو شہید کر دیا۔ مراد شاہ نے لاہور میں ۱۸۰۰ء میں انتقال کیا۔ تصانیف درج ذیل ہیں:

مثنوی مراد العاشقین، دیوان مراد، مثنوی گُلس نامہ، جوش نامہ اور نامہ مراد ۱۲۰۳ھ ایک منظوم قصہ ہے جو اپنے والد کی وفات کے بعد لکھا۔ اُن کی طبیعت غزل کی بجائے مثنوی کی طرف زیادہ مائل تھی۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند'' ساتویں جلد اُردو ادب دوم، ص ۳۵۸۔۳۵۹)

مرتضیٰ نظام الملک:

مرتضیٰ نظام الملک سے مراد مرتضیٰ نظام شاہ ثانی ہے جو ۱۶۰۳ء سے ۱۶۲۰ء تک حکمران رہا۔ چاند بی بی کے خاتمے کے بعد جب مغل بہادر شاہ کو گرفتار کر کے لے گئے تو ملک عنبر نے اِس خاندان کے ایک اور شہزادے یعنی مرتضیٰ نظام شاہ ثانی کو تخت نشین کر دیا۔ جب احمد نگر پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا تو ملک عنبر نے دولت آباد کو پایۂ تخت بنایا اور یہی مرتضیٰ کو محفوظ کر دیا۔ (بحوالہ حواشی)

(نور الدین محمد جہانگیر، توزک جہانگیری، جلد دوم، ص ۳۰۹)

مریمؑ (بی بی حضرت):

حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ، بائبل کے انگریزی ترجمے میں انہیں Mary کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جب کہ اُردو ترجمے میں قرآن پاک کے زیر اثر لفظ مریم ہی استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت مریم کا نسبت عمران اور ''اخت ہارون'' کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت زکریاؑ نے حضرت مریم کی کفالت کی۔ قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کو عفیفہ، پاکیزہ اور

اپنے زمانے کی نساء العالمین بیان کیا گیا ہے۔

(ابوالکلام آزاد، ''ترجمان القرآن''، جلد اوّل، لاہور: اسلامی اکادمی، س۔ن، ص ۳۲۱۔۳۲۲)

مریم مکانی:

مریم مکانی شہنشاہ اکبر کی والدہ حمیدہ بانو بیگم کا لقب ہے جس نے ۱۰۱۲ھ / ۱۶۰۳ء میں وفات پائی۔ مریم زمانی (م۔۱۰۳۲ھ) اکبر کی رانی اور جہانگیر کی والدہ کا لقب ہے۔ قبر سکندرہ میں ہے۔

(نورالدین محمد جہانگیر، ''تزک جہانگیری'' (حصہ اوّل)، ص ۱۷۹)

مستنصر باللہ:

ابوجعفر المنصور بن الظاہر، عباسی خلیفہ جو ۱۴ رجب ۶۲۳ھ / ۱۱ر جولائی ۱۲۲۶ء کو سریر آرائے خلافت ہوا۔ انصاف پسند اور خدا پرست بادشاہ تھا۔ اُس زمانے میں ممالک اسلامیہ کے لئے مغل ایک خطرہ بن چکے تھے۔ ۶۳۵ھ / ۱۲۳۷۔۱۲۳۸ء میں مغلوں کو خلیفہ کی فوج نے شکست دی۔ المستنصر باللہ ۱۰ر جمادی الآخر ۶۴۰ھ / ۱۵ر نومبر ۱۲۴۲ء کو فوت ہوا۔ اِسی نام کا ایک اور مستنصر باللہ (۴۲۰ھ۔۴۸۷ھ) آٹھواں فاطمی خلیفہ تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۵۷۷۔۵۸۴)

مسٹر بلاک مین:

''اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں ڈاکٹر مس رضیہ نور محمد رقمطراز ہیں کہ:

''انگریزی اردو سکول ڈکشنری رومن رسم الخط میں لکھی، آٹھویں بار کلکتہ سے ۱۸۷۷ء میں شائع ہوئی۔''

(رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، ''اردو زبان وادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، ص ۲۱۴۔۲۱۵)

مسعود ثالث:

سلطان ابراہیم کی وفات کے بعد مسعود ثالث بن ابراہیم قائم مقام ہوا اور سلطان جلال الدین کا لقب اختیار کیا۔ سلطان سنجر کی بہن اُس کے عقد میں تھی وہ ایک نیک اخلاق، عادل اور منصف بادشاہ تھا۔ ۵۰۹ھ میں انتقال کیا۔[۱]

مسعود ثالث سلطان ابراہیم کا بیٹا جو اپنے والد کی وفات کے بعد ۴۹۲ھ / ۱۰۹۸ء میں تخت غزنی پر بیٹھا۔ غزنی اور لاہور پر ۱۶ سال حکومت کی۔ سلطان سنجر سلجوقی کی دختر سے شادی کی۔ سلطان مسعود ۵۰۸ھ / ۱۱۱۴ء میں فوت ہوا۔ اِس کا بیٹا شیرزاد اِس کا جانشین ہوا۔[۲]

[۱] (خواجہ نظام الدین احمد، ''طبقات اکبری''، جلد اوّل، ص ۹۰۔۹۱)

[۲] (نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۱۹۲)

مسعود حسن رضوی ادیب:

سید مسعود حسن رضوی نام اور ادیب تخلص تھا۔ ۲۹ر جولائی ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرتضیٰ حسین تھا۔ بی۔اے ۱۹۱۷ء اور ۱۹۲۴ء میں ایم۔اے فارسی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۷ء میں شعبہ اُردو میں سینئر لیکچرار اور ۱۹۵۳ میں لکھنؤ

یونیورسٹی میں صدر شعبہ اُردو فارسی مقرر ہوئے۔ ۲۴ سال تک شعبہ اُردو کی صدارت کرنے کے بعد ۱۵ جون ۱۹۵۴ کو ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۷۵ء کو انتقال ہوا۔ عہد تغیر میں اُردو شاعری پر جو اعتراضات ہوئے اِن کا جواب مسعود صاحب نے ''ہماری شاعری'' میں نہایت معقول اور مناسب انداز میں دیا۔ تحقیقی کاموں میں دیوان فائز، آبحیات کا تنقیدی مطالعہ، لکھنؤ کا شاہی اسٹیج، تنقیدی کاموں میں تذکرہ گلشن سخن، تذکرہ نادر اور آئینہ سخن فہمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(ڈاکٹر وسیم آرا، ''سید مسعود حسن رضوی ادیب''، لکھنؤ: ۱۹ میر خاں لین نیا گاؤں، طبع اوّل ۱۹۹۹ء، ص ۳۵۔۳۹)

مسعود حسین خاں، ڈاکٹر:

ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے اُردو ادب میں ماہر لسانیات کی حیثیت سے ممتاز ہیں۔ ''مقدمہ تاریخ زبان اُردو'' اِن کی مشہور تصنیف ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، دسویں جلد، اُردو ادب (پنجم)، ص ۵۰۰)

مسعود سعد سلمان:

مسعود سعد سلمان (۴۴۰ھ/۱۰۴۸ء۔ ۵۱۵ھ/۱۱۲۱ء) غزنوی اور سلجوقی دور کا ایک مشہور شاعر تھا۔ آباؤ اجداد ہمدان سے لاہور آئے۔ مسعود سعد کو جالندھر کی حکمرانی بھی ملی۔ حاسدوں اور دشمنوں کی بدگوئی کی وجہ سے اٹھارہ اُنیس سال قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ رہائی کے بعد گوشہ نشینی کو ترجیح دی ۷۵ برس عمر پائی۔ مسعود نے تین دیوان (عربی، فارسی، ہندی) چھوڑے۔ دیوان کا زیادہ تر حصہ قصائد پر مشتمل ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۲۰۰۔۲۰۷)

مسعودی:

ابوالحسن علی بن الحسین عرب مورخ اور جغرافیہ نگار اور چوتھی صدی ہجری کا ایک باکمال مصنف۔ اُس کے اپنے بیان کے مطابق اُس کی پیدائش بغداد میں ہوئی تھی اور اُس کا تعلق ایک عرب خاندان سے تھا۔ جس کا سلسلہ نسب ایک صحابی تک جا ملتا ہے۔ اس نے ایران کا سفر کیا۔ ۳۰۵ھ/۹۱۷ء کا کچھ حصہ اصطخر میں سر کیا۔ اِس کے بعد برصغیر پاک و ہند، کھمبائیت، لنکا، چین، زنجبار، عمان، طبریہ، انطاکیہ، دمشق، شام اور مصر کی سیر و سیاحت کی۔ جمادی آخر ۳۴۵ھ/۹۵۶ء میں اُس کا انتقال ہوا۔ اُس کی ادبی سرگرمیوں کا دائرہ کار لسانیات، دینیات کے علاوہ تنگ ترین مفہوم میں اپنے زمانے کے ہر قسم کے دلچسپ موضوعات مثلاً طبعیات، اخلاقیات اور سیاسیات پر مشتمل تھا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۱۸۔۱۹)

مسیلمہ کذاب:

جن تین شخصیات نے آنحضرت ﷺ کی بے نظیر کامیابی اور فتوحات کو دیکھ کر دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اُن میں سے ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ یہ ایک نامور شعبدہ باز، قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار تھا۔ تقریر میں مہارت رکھتا تھا۔ یمن میں ایک جماعت کثیر اِس کی پیرو ہوگئی تھی۔ خلیفہ اوّل کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب جنگ یمامہ میں ۶۳۳ھ میں قتل ہوا۔

(ابوالقاسم رفیق دلاوری، ''جھوٹے نبی''، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء، ص ۴۳۔۶۵)

مصحفی، شیخ:

اصل نام غلام ہمدانی تھا۔ وطن امروہہ ضلع مراد آباد روہیل کھنڈ ہے۔ شاعری کی نشو و نما لکھنو میں ہوئی مگر ہمیشہ دہلی کے مقلد رہے۔ اُردو کے پرگو شاعر تھے۔ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے اُردو فارسی کے دو دیوان ایک تذکرہ شعراء اِن سے یادگار ہے۔ انشاء و جرات کے ہمعصر تھے۔ آتش اور اسیر لکھنوی مصحفی کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ ۱۲۴۱ھ/ ۱۸۲۵ء میں فوت ہوئے۔

(ڈاکٹر محمد ابواللیث صدیقی، ''مصحفی اور اُن کا کلام''، لاہور: شیخ مبارک علی تاجران کتب، س۔ن، متعدد صفحات)

مظہر جان جاناں، مرزا:

ان کے باپ کا نام مرزا جان تھا جو جانی تخلص کرتے تھے۔ خود مرزا جان جاناں بھی شاعر تھے۔ اِن کو اہل تصوف نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مظہر تخلص تھا۔ ۱۱۱۱ھ/ ۱۷۰۰ء میں بمقام آگرہ پیدا ہوئے۔ عمر کا زیادہ حصہ دہلی میں بسر کیا۔ ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ء میں دہلی ہی میں وفات پائی۔

(شاہ غلام علی دہلوی، مولف: ''مقاماتِ مظہری''، ترجمہ و تحقیق: محمد اقبال مجددی لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء، متعدد صفحات)

معروف، الٰہی بخش خاں، نواب:

نواب الٰہی بخش خاں معروف کے والد کا نام عارف جان تھا۔ معروف ایک صاحب دِل اور بلند درجہ زاہد و عابد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے قادر الکلام، صاحب دیوان شاعر تھے۔ استاد ذوق اِن کا بہت احترام کرتے تھے۔ پانچ سو ابیات کی ایک مشہور مثنوی ''تسبیح زمرد'' بطور یادگار چھوڑی ہے۔ معروف مولانا فخر الدین چشتی کے خلیفہ و مرید تھے۔ اِن کا زیادہ کلام صوفیانہ ہے ۸۰ سال کی عمر (۱۲۴۲ء) میں وفات پائی۔

(حمیدہ سلطان احمد، ''خاندان لوہارو'' کے شعراء، ص ۱۰۳۔۱۰۶)

معز الدین محمد بن سام:

سلطنت غزنی کا چوتھا بادشاہ جس کا اصل نام شہاب الدین تھا لیکن اُس نے معز الدین کا لقب اختیار کیا۔ شہاب الدین نے ملتان، گجرات، پشاور، لاہور، دہلی، بھٹنڈہ، ہانسی، سامانہ اور اجمیر وغیرہ کو فتح کیا اور غزنی آنے سے پہلے قطب الدین ایبک کو ہندوستان میں اپنا نائب السلطنت مقرر کیا۔ ۱۲۰۲ء میں اپنے بھائی غیاث الدین کے انتقال پر غزنی کا بادشاہ بنا۔ ۲/ شعبان ۶۰۲ھ/ ۱۵/ مارچ ۱۲۰۶ء کو جب ہندوستان سے غزنی واپس جا رہا تھا۔ دریائے سندھ کے کنارے اسماعیلیوں یا کھوکھروں نے اُسے قتل کر دیا۔ غزنی لے جا کر دفن کیا گیا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۹، ص ۵۲۲۔۵۲۳)

معظم، محمد معظم:

شہزادہ محمد معظم، شاہ عالمگیر اوّل کا بیٹا تھا۔ برہان پور دکن میں ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء میں پیدا ہوا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء میں تاج سر پر رکھا اور بہادر شاہ کا خطاب اختیار کیا۔ تاج ہندوستان اپنے دونوں بھائیوں اعظم اور

امام بخش کو ختم کرنے کے بعد حاصل کیا۔ پانچ سال حکومت کرنے کے بعد اکہتر برس کی عمر میں بمقام لاہور ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء میں وفات پائی۔ بمقام مہرونی مضافات دہلی دفن ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص ۱۳۶)

معین الدین چشتی:

ہندالولی، غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (۵۳۷ھ-۶۳۳ھ) کی جائے پیدائش اور آبائی وطن بجستان ہے۔ تربیت ملک خراسان میں ہوئی۔ آپ حسینی سادات میں سے تھے۔ قرآن پاک بھی حفظ کیا۔ سمرقند، بخارا، عراق، نیشاپور، جیلان، نجار اور لاہور کا سفر کیا۔ آپ شیخ عثمان ہارونی کے مرید تھے۔ جب آپ اجمیر پہنچے تو پرتھوی راج کی حکومت تھی آپ کی بدولت مقامی آبادی کو ظلم اور سماجی بے انصافی سے نجات ملی۔ لاتعداد لوگ مسلمان ہوئے۔ چشتیہ سلسلے کے یہ بانی بزرگ اجمیر ہی میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

(عبدالحلیم شرر، ''خواجہ معین الدین چشتی''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۲۳ء، متعدد صفحات)

معین الملک عرف میر منو:

معین الملک رستم ہند عرف میر منو، اعتماد الدولہ قمر الدین خاں وزیر (۱۰۸۳ھ-۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) کا بیٹا تھا۔ احمد شاہ بادشاہ دہلی نے اُسے سرہند کی لڑائی کے بعد جو بمقابلہ احمد شاہ ابدالی ہوئی تھی اپنے والد کے بعد لاہور کا صوبے دار مقرر کیا گیا۔ میر منو ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء میں فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۰۲-۲۰۳)

مغربی، شیخ محمد شیریں:

کمال خجندی کے ہم عصر اور صوفیائے کرام میں سے تھے، محمد شیریں نام تھا۔ معرفت اور تصوف میں اُن کا کلام بہت مشہور ہے۔ تبریز میں ۸۱۹ھ / ۱۴۱۶ء میں فوت ہوئے۔ اُن کی قبر سرخاب میں ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۲۰۳)

مغل علی:

مغل تخلص اور نام مغل علی ہے والد کا نام محمد عسکری ہے۔ نسلاً کشمیری ہے۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۳۳۱)

مغیث الدین ہانسوی، مولانا:

مولانا مغیث الدین، حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے۔ ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء میں اجین آئے۔ سپراندی کے کنارے زہد و عبادت میں مصروف رہے۔ وہیں انتقال فرمایا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۰۳)

مفتون، بدرالدین:

میاں بدرالدین مفتون کا تعلق پنجاب سے تھا۔ آپ بزازی کا کام کرتے تھے اور سیادت مقرون میر فرزند علی موزوں کے شاگرد تھے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص۲۰۵)

مقدسی:

شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر البناء الشامی المقدس المعروف بہ البشاری ایک ایسی کتاب کا مصنف ہے جو عرب کے جغرافیائی ادب میں بہت انوکھی طرز میں لکھی گئی ہے اور اِس فن کی نہایت قیمتی کتب میں سے ہے۔ نسب ''المقدسی'' سے ظاہر ہے کہ وہ یروشلم کے کسی خاندان میں سے تھا۔ اِس مصنف کی زندگی کے متعلق صحیح تاریخیں صرف اس کی اپنی تصنیف (احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم) کے متن ہی میں ملتی ہیں ۳۵۶ھ/۹۶۶ء میں جب وہ مکہ مکرمہ میں تھا تو اُس کی عمر کوئی بیس پچیس برس کے قریب تھی۔ ۳۹۱ھ / ۱۰۰۰ء تک زندہ تھا۔ وہ فن عمارت میں بھی اچھی مہارت رکھتا تھا۔ اُس کی کتاب ۳۷۵ھ/۹۸۵ء میں مکمل ہوئی۔ اُس کی تصنیف میں سابق جغرافیہ نگاروں کی معلومات بھی ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۴۳۶۔۴۳۸)

مقصود:

محمد مقصود لکھنؤ میں ایک سقا تھا۔ بازاری شاعر تھا۔ اس کے اشعار میلوں اور ہولی کے دنوں میں لڑکے گاتے پھرتے تھے۔

(اسپرنگر، ''یادگار شعرائے لکھنؤ''، ص۱۹۳)

مکھو:

آپ کا تعلق دہلی سے تھا اور فرخ آباد میں پیدا ہوئے آپ کے کچھ متفرق اشعار ملتے ہیں۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص۲۰۹)

ملٹن:(John Milton)

ملٹن (۱۶۰۸ء۔۱۶۷۴ء) انگریزی نشاط ثانیہ کا آخری مگر اہم شاعر تصور کیا جاتا ہے۔ ابتدائی تعلیم سینٹ پال سکول اور کرائسٹ کالج کیمبرج سے حاصل کی۔ کیمبرج کے قیام کے دوران ہی نظمیں کہنا شروع کر دی تھیں۔ ملٹن کو دراصل خدا نے شاعر پیدا کیا تھا۔ بینائی چلے جانے کے باوجود اُس کے عزم میں کوئی فرق نہیں آیا اُس کی نظموں میں مظاہر فطرت اور حب الوطنی کے عناصر ملتے ہیں۔ انہوں نے اپنی معروف نظم فردوس گمشدہ (Paradise Lost) ۱۶۶۷ء میں مکمل کی۔

(ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، ''تاریخ ادب انگریزی''، کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۳۹۔۲۶۰)

ملک علی:

خواجہ الطاف حسین حالی کے بزرگوں میں بڑے بڑے عالم دین، صوفی ادیب و خطیب گزرے ہیں۔ میرک علی شاہ ہرات کا فرمانروا اور بڑا علم دوست بادشاہ تھا۔ اِس کے بیٹے خواجہ ملک علی کسی وجہ سے دولت و حکومت چھوڑ کر ہندوستان چلے

آئے یہاں غیاث الدین بلبن نے اُن کے علم وفضل سے متاثر ہو کر انہیں پانی پت میں زمین و جائیداد دی اور ۱۲۷۶ھ میں اِس قصبے میں آباد ہوئے جس کے نام کو اُن کی اولاد میں سے ایک شخص الطاف حسین حالؔی نے چار چاند لگائے۔ چنانچہ پانی پت حالؔی کے بزرگوں کا سات آٹھ سو سال سے وطن تھا۔

(صالحہ عابد حسین، ''یادگارِ حالی''، ص ۲۵)

ملک محمد جائسی:

ملک محمد نام، محمد تخلص، سولہویں صدی عیسوی میں بھاشا کے مشہور شاعر تھے۔ کم سنی میں والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ سات سال کی عمر میں چیچک سے ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ فقیروں، پنڈتوں اور جوگیوں کی صحبت میں رہے۔ مخدوم سید اشرف جہانگیر کچھوچھوی کے مرید تھے۔ اودھ کے قصبہ جائس میں سکونت اختیار کی۔ نوعمری میں شعر کہنے شروع کیے۔ اُن کے دوہے اور بارہ ماہے لوگوں کی زبان پر رواں ہو گئے۔ لیکن نظم ''پدماوت'' سے ملک محمد جائسی کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔ ہندی ادب میں اس کی پدماوت میں راجہ درتن کی اور پرمنی کی محبت کی مثال نہیں ملتی۔ پدماوت سلطان ابراہیم لودھی (۹۲۳ھ/ ۱۵۱۷ء۔۹۳۰ھ/۱۵۲۶ء) کے عہد میں ۹۲۷ھ/۲۱۔۱۵۲۰ء میں شروع ہوئی اور سلطان دہلی شیر شاہ سوری کے عہد میں مکمل ہوئی یہ ایک حسین وجمیل راجکماری پدماوت کی المیہ داستان ہے۔ جو پُرسوز لہجے میں بیان ہوگئی ہے۔ اِس میں تصوف کے نکات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اِس داستان کا چوتھا حصہ میر ضیاء الدین دہلوی عبرت نے اور ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء میں سید غلام مشہدی عشرت نے اِسے ریختہ میں نظم کیا۔

(محمد حسن، ''ہندی ادب کی تاریخ''، دہلی: ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، اشاعت پنجم ۲۰۰۲ء، متعدد صفحات)

ممنون، میر نظام الدین:

میر نظام الدین ممنون، میر قمر الدین منت کے بیٹے تھے اور ذوق و غالب کے ہم عصر، ممنون اپنے والد کے ساتھ ۱۱۹۱ھ میں دہلی سے لکھنؤ آ گئے تھے۔ یہیں اُن کی شاعری نے فروغ حاصل کیا۔ ۱۲۱۳ھ میں دہلی واپس آ گئے۔ شاہ عالم ثانی نے فخر الشعراء کا خطاب دیا۔ صدر الدین آزردہ اِنہی کے شاگرد تھے۔ ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۰ء میں فوت ہوئے۔ ایک دیوان یادگار چھوڑا۔

(نور الحسن ہاشمی، ''دلی کا دبستان شاعری''، ص ۳۵۰)

منت:

میر قمر الدین منت ساکن دہلی کا تخلص ہے۔ وارن ہسٹنگز گورنر جنرل نے ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔ دکن بھی گئے اور نواب نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی کے دربار میں رسائل حاصل کی۔ بمقام کلکتہ ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۳ء انتقال فرمایا۔ لیکن بقول عرشی صاحب کے ۱۲۰۹ میں فوت ہوئے۔ اُردو اور فارسی کے دو دیوان اِن سے یادگار ہیں۔ چمنستان اور سکرستان بھی اِن کی تصانیف ہیں۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۰۹)

منجھو، سکندر بن محمد:

معروف مورّخ سکندر بن محمد عرف منجھو، اکبر ۹۶۱ھ / ۱۵۵۴ء کے عہد میں محمود آباد میں پیدا ہوا۔ خان اعظم (میرزا عزیز کوکہ) گورنر گجرات کی ملازمت میں گجرات کے بادشاہ مظفر شاہ ثالث کے خلاف مہم (۱۰۰۰ھ/۱۵۹۱ء) میں شریک ہوا۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۴۸)

منصور بن حلاج:

منصور بن حلاج (۸۵۸ء۔۹۲۲ء) صوفی، پورا نام ابوالمغیث الحسین بن منصور حلاج تھا۔ اُن کے والد منصور پیشے کے لحاظ سے دھنیے تھے، اِس لئے ان کی نسبت حلاج ہوئی۔ البیھا (فارس) کے شمال مشرق میں واقع ایک قصبہ الطّور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تربیت کے بعد ۲۶۴ھ میں بغداد آ گئے اور جنید بغدادی کے حلقہ تلمذ میں شامل ہوئے۔ تین مرتبہ مکہ گئے۔ اتحاد ذات الٰہی یا ہمہ اوست کے قایل تھے اور اناالحق (میں خدا ہوں) کا نعرہ لگایا کرتے تھے۔ ۲۹۷ھ/۹۰۹ء میں ابن داؤد الاصفہانی کے فتویٰ کی بنیاد پر گرفتار ہوئے۔ ۳۰۱ھ میں دوسری مرتبہ گرفتار ہوئے اور آٹھ سال مسلسل اسیر رہے۔ ۳۰۹ھ میں پھانسی دے دی گئی۔ حسین نے تصوف، طریق تصوف اور اپنے مخصوص عقائد و نظریات کی شرح میں متعدد کتب اور رسائل لکھے جن کی تعداد ۴۷ سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ کتاب الاصول و الفروع، کتاب ہوہو، کتاب علم البقا و الفنا، کتاب العدل و التوحید آپ کی مشہور کتب ہیں۔[1]

اصل نام شیخ بن حلاج ہے لیکن وہ اپنے باپ منصور کے نام سے مشہور ہیں۔ فارس کے شہر بیضا میں پیدا ہوئے۔ حضرت جنید بغدادی کے مرید تھے۔ اناالحق کا نعرہ بلند کرنے کی پاداش میں خلیفہ بغداد مقتدر نے اُن کے قتل کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۳۰۹ھ/۹۲۲ء میں پیش آیا۔[2]

[1] (''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، فیروز سنز، ص ۴۲۹۔۴۳۰)
[2] (نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص ۲۱۰۔۲۱۱)

منوچہری:

ابوالنجم کنیت، احمد بن یعقوب، منوچہری تخلص اور وطن دامغان تھا۔ مشہور ایرانی شاعر منوچہری شروع میں آل زیار کے عہدِ حکومت میں فلک المعالی منوچہر بن قابوس دشمگیر کے دربار سے وابستہ ہوا۔ محمد بن محمود اور مسعود بن محمود کا درباری شاعر تھا۔ منوچہری کے قصائد میں عربی الفاظ و موضوعات کی کثرت ہے۔ ۴۳۲ھ/۱۰۴۰ء میں انتقال فرمایا۔
(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲۱، ص ۷۰۷۔۷۰۸)

منوہر لال زتشی:

پنڈت منوہر لال زتشی ۱۸۷۶ء میں فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں ایم۔اے کا امتحان پاس کیا اور اوّل رہے ۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۰ء تک ٹریننگ کالج الٰہ آباد میں پروفیسر رہے ۱۹۱۶ء میں چند سال ہیڈ ماسٹر رہنے کے بعد انسپکٹر مدارس ہو گئے۔ ایک سال بنارس یونیورسٹی کے رجسٹرار اور ایک سال ٹریننگ کالج کے پرنسپل بھی رہے۔ ۱۹۱۹ء میں لوکل گورنمنٹ کے

انڈر سیکرٹری اور ۱۹۲۱ء میں ایک سال کے لئے قائم مقام اسسٹنٹ ڈائریکٹر تعلیمات ہوئے۔ ''گلدستہ ادب'' اور ''ایجوکیشن اِن برٹش انڈیا'' ان کی تصانیف ہیں۔ غالب اور چکبست پر فاضلانہ مضامین بھی لکھے کتب بینی کا بہت شوق تھا۔ بہت منصف مزاج اور غیر جانبدار نقاد تھے۔

(آغا محمد باقر، ''تاریخ نظم ونثر اُردو''، لاہور: شیخ مبارک علی تاجران کتب، ۱۹۶۰ء، ص ۲۱۷)

منہاج سراج، قاضی:

قاضی منہاج سراج نوشہ ابوعمرو عثمان بن محمد المنہاج سراج الجوزجانی ۵۸۹ھ / ۱۱۹۳ء کے لگ بھگ فیروز کوہ (غور) میں پیدا ہوا۔ آباؤ اجداد اپنے عہد میں قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ منہاج کا بچپن سلطان غیاث الدین غوری کی بیٹی ماہ ملک کے سایہ عافیت میں گزرا جو اُس کی والدہ کی ہم مکتب تھی۔ التمش اور رضیہ سلطانہ کی طرف سے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہا۔ ۶۵۳ھ میں قاضی القضاۃ ہند بنا۔ ۶۹ برس کی عمر میں فوت ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد فارسی ادب اوّل، ص ۲۶۲۔۲۶۳)

منیر صیقل:

(الف) خوش تقریر، خواجہ آفتاب خاں نام اور منیر تخلص تھا۔ آپ رنگین کے شاگرد تھے۔

(ب) مرزا اکبر علی نام اور تخلص منیر تھا۔ آپ مرزا محمد تقی کے بیٹے تھے۔ آپ کا وطن دہلی تھا لیکن لکھنؤ میں مقیم تھے۔ مرثیہ نگار تھے۔ لیکن کبھی کبھی عاشقانہ اشعار بھی کہہ لیتے تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص ۱۰۰، ۵۰۰)

منیر، شاہ وجیہہ الدین:

منیر تخلص اور نام وجیہہ الدین ہے۔ شاہ نصیر کا بیٹا ہے۔ بہت خوش مزاج آدمی تھا۔ تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ آغاز شباب میں ہی انتقال کیا۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشن بے خار''، ص ۳۳۸۔۳۳۹)

موسیٰ، کلیم اللہ، حضرت:

حضرت موسیٰؑ کا مخصوص اعزازی لقب جس کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے والا، حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ جو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت و راہنمائی کا پیغام لے کر آئے۔ حضرت شعیب کے داماد تھے۔ فرعون کے گھر میں تربیت پائی۔ فرعون کو راہ راست پر بھی لانے کی کوشش کی لیکن فرعون نامراد ہی مرا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تورات نازل فرمائی۔ ایک سو بیس برس کے عمر میں اللہ کو پیارے ہوئے۔

(ابوالکلام آزاد، ''ترجمان القرآن''، جلد سوم، ص ۱۲۱۔۱۳۵)

مولانا جلال الدین حسین انجو:

جلال الدین حسین انجو فخر الدین حسین کا وطن شیراز تھا۔ ترک وطن کر کے ہندوستان میں کچھ عرصہ دکن میں قیام کیا۔

۹۹۳ھ (۳۰ جلوس اکبری) میں شہنشاہ اکبر کے ملازمین شاہی میں داخل رہے۔ شہنشاہ کے معتمدین میں سے تھے۔ عہد جہانگیری میں اعلیٰ فوجی عہدوں پر معمور رہے۔ صوبہ بہار کے حاکم بھی رہے اور ۱۰۲۷ھ عضدالدولہ کا خطاب ملا۔ ۱۰۳۰ھ میں ملازمت سے سبکدوشی کے چند سال بعد آگرہ میں وفات پائی۔ ۱۰۰۵ھ میں اکبر نے جب وہ سری نگر (کشمیر) میں مقیم تھا۔ مولف کو کتاب لغت (فرہنگ جہانگیری) کی تالیف کا حکم دیا لیکن کتاب کی تکمیل ۱۰۱۷ھ عہدِ جہانگیری میں ہوئی۔ مکمل کتاب خاتمہ ۱۱۲۴بواب پر مشتمل ہے۔

(منظور احسن عباسی، ''تفصیل فہرست مخطوطات فارسیہ''، لاہور: پنجاب پبلک لائبریری، ۱۹۶۶ء، ص ۶۷-۶۸)

مومن:

نام عبدالمومن (۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) ہے۔ سنیا پٹن (جنیا پٹن) کے باشندے تھے۔ یہ شہر علاقہ میسور میں واقع ہے۔ مومن نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو مہدوی تحریک کے عقائد کی تبلیغ پر صرف کیا۔ اُن کی مشہور مثنوی ''عشق نامہ'' (اسرار نامہ) جو ۱۰۹۱ھ/ ۱۶۸۰ء میں مکمل ہوئی اِس میں سید محمد مہدی موعود کے حالات زندگی، کرامات، عقائد اور فکر و فلسفہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ ادب اُردو''، جلد اوّل (قدیم دور: آغاز سے ۱۷۵۰ تک)، ص ۳۶۸)

مومن، مومن خاں:

مومن خاں نام، مومن تخلص اور والد کا نام حکیم غلام نبی خاں تھا، کشمیری الاصل اور وطن دہلی تھا۔ طبیبوں کے معزز گھرانے کے فرد تھے۔ شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر سے دینی کتب پڑھیں۔ شاعری کا فطری جذبہ تھا۔ اُردو کے نامور شاعر تھے۔ حضرت سید احمد شہید سے بیعت تھی۔ مرزا غالب کے دوست تھے۔ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء میں چھت سے گر کر فوت ہوئے۔ صاحب دیوان تھے اِن کی مثنویاں خاص طور پر مشہور ہیں۔

(پروفیسر ظہیر احمد صدیقی، ''مومن، شخصیت اور فن''، دہلی: غالب اکیڈمی، ۱۹۹۵ء، متعدد صفحات)

میاں خوب محمد چشتی:

شیخ خوب محمد چشتی، احمد نگر، گجرات (بھارت) کے رہنے والے مشہور بزرگ اور صاحب تصنیف درویش تھے نسبت ارادات شیخ کمال الدین سیستانی (م ۱۰۰۹ھ/ ۱۶۰۰ء) سے تھی۔ گجرات میں رہا کرتے تھے۔ لیکن پھر کسی بات پر سلطان مظفر شاہ والی گجرات سے ناراض ہو کر مالوہ چلے آئے بعد میں احمد آباد آ گئے اور یہیں ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء میں انتقال ہوا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۲۲۱-۲۲۵)

میاں لال:

اکبر کے دربار میں گانے والوں میں ایک اہم نام میاں لال کا بھی ہے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۸۸)

میکاف، سرچارلس:

لارڈ منٹو (۱۸۰۷ء۔۱۸۱۳ء) جب ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر ہوا تو اُس کے سفیر کی حیثیت سے سرچارلس میکاف نے رنجیت سنگھ سے ۲۵/اپریل ۱۸۰۹ء میں دفاعی معاہدہ کیا۔ ولیم بنٹنگ (۱۸۲۸ء۔ ۱۸۳۵ء) کے مستعفی ہونے کے بعد سرچارلس میکاف ۱۸۳۵ء میں ہندوستان کا قائم مقام گورنر جنرل بھی رہا۔ اُس کا مختصر عہدِ حکومت اِس بات کے لئے مشہور ہے کہ اُس نے ہندوستان کے اخباروں پر عائد پابندیاں ختم کر دیں۔ انڈیا ہاؤس کو سرچارلس کا یہ اقدام پسند نہ آیا۔ چنانچہ وہ مستعفی ہو گیا۔

(باری، ''کمپنی کی حکومت'' (تاریخ)، ص۲۵۲۔۲۹۵)

میجر راورٹی:

''طبقات ناصری'' کے مترجم ''میجر راورٹی'' ہنری جارج راورٹی مشہور مستشرق ہے۔ وہ افغان شناسی میں مشہور ہے۔ اُس نے پشتو زبان میں بہت سی کتب چھاپی ہیں۔ راورٹی ۳۱/مئی ۱۸۲۵ء میں پیدا ہوا۔ اُس کے والد کا نام پیٹر راورٹی تھا۔ راورٹی ۱۸۴۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجی ملازمت میں آیا۔ ۱۸۶۳ء میں میجر کے منصب پر پہنچا۔ ۱۸۶۴ء میں وہ سول ملازمت میں آیا۔ ملتان، پنجاب، گجرات، سوات اور اضلاع پشاور میں رہا۔ ۱۹۰۰ء تک زندہ تھا۔

(منہاج سراج، ''طبقات ناصری''، جلد دوم، مترجم: غلام رسول مہر، ص۳۹۷۔۴۰۰)

میڈھو مرزا:

خوش آہنگ شاعر تھے آپ نواب سالار جنگ بہادر کے بیٹے تھے۔ اِن کا ایک ضخیم دیوان ہے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص۳۷۶)

میر امن:

میر امن دہلوی (۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء۔ ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ احمد شاہ ابدالی نے جب دہلی پر حملہ کیا تو لوٹ مار میں میر امن کا گھر بھی شامل تھا۔ پٹنہ، کلکتہ اور عظیم آباد میں بھی قیام کیا۔ اپریل ۱۸۰۱ء میں بہادر علی حسینی کی سفارش پر فورٹ ولیم کالج کے شعبہ ہندوستانی میں منشی ہوئے۔ یہاں اُن کی دو کتب، ''باغ و بہار'' اور ''گنج خوبی'' شائع ہوئیں۔

(ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مرتبہ: ''باغ و بہار''، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء، متعدد صفحات)

میر تقی میر:

سرتاج شعرائے اُردو خُدائے سخن، آسمان شاعری کا ایک تابناک ستارہ جن کا میر تقی میر نام اور میر تخلص تھا۔ ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۲ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میر علی (میر محمد علی) متقی تھا۔ بچپن کا زمانہ وہیں گزرا بعد میں دہلی آئے اور دہلی ہی کو اپنا وطن بنا لیا۔ آخری عمر میں (۱۱۹۷ھ/۱۷۸۲ء) میر لکھنؤ چلے آئے اور (۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) میں وہیں انتقال کیا۔ میر تقی میر کی تصنیف حسبِ ذیل ہیں۔ نکات الشعراء، ذکر میر اور فیض میر۔

(محمد طفیل (مدیر)، نقوش، میر تقی میر نمبر (۲) شمارہ ۱۲۶، نومبر ۱۹۸۰ء، لاہور: ادارہ فروغ اُردو، متعدد صفحات)

میر حسن:

میر حسن اُردو شعراء کے صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔ غزل گوئی میں بھی ایک خاص مقام رکھتے ہیں لیکن اُن کی شہرت دراصل مثنوی سحر البیان کے سبب ہوئی۔ میر حسن کے والد میر غلام حسین ضاحک اُردو کے نامور شاعر تھے۔ دلی کی بربادی کے بعد میر حسن بھی اپنے والد کے ساتھ اودھ آئے۔ شعر و سخن میں ابتداء میں اپنے والد سے اصلاح لیتے بعد ازاں اودھ کے قیام میں ضیاء الدین ضیاء سے اصلاح لینے لگے۔ میر حسن نے ۱۲۰۱ھ میں بمقام لکھنؤ وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

(میر حسن، ''سحر البیان''، مرتبہ: رشید حسن خاں، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۔۳۲)

میر خواند:

میر محمد بن خاوند شاہ المعروف میر خواند (۸۳۸ھ / ۱۴۳۴ء۔ ۹۰۳ھ / ۱۴۹۸ء) میں پیدا ہوئے۔ عقلی و نقلی علوم، تاریخ نویسی اور انشا پردازی میں اُن کا مقام بہت بلند تھا۔ ہرات میں فوت ہوئے۔

(ڈاکٹر ظہور الدین احمد، ''ایرانی ادب''، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۷۵ شمسی، ص ۲۰۳)

میر سید علی:

عہد اکبری میں سارنگی نوازوں میں سب سے نمایاں نام میر سید علی کا ہے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۸۸)

میراں جی، شمس العشاق:

شاہ میراں جی نام، شمس العشاق لقب (م۔۹۰۲ھ/ ۱۴۹۶ء) صحیح النسب و حسب سید ہیں۔ اُن کا مولد مکہ معظمہ ہے۔ برصغیر میں آکر بیجاپور میں قیام کیا اور اِسے ہی اپنا وطن بنالیا۔ خواجہ کمال الدین بیابانی کے مرید و خلیفہ تھے انہوں نے بارہ حج کیے ایک دفعہ جب وہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ گئے تو نبی پاک ﷺ نے اُنھیں ہندوستان جانے کا حکم دیا یہاں آکر آپ نے نظم و نثر کے کئی رسالے، کتب اور نظمیں لکھیں۔ تصانیف میں خوش نامہ، خوش نظر، شہادت الحقیقت، نام کی منظوم اور شرح مرغوب القلوب نثری کتب کا ذکر ہے۔ اِس کے علاوہ جل ترنگ، مغز مرغوب، گل باس، بشارت الذکر وغیرہ کے نام لیے جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر اِن کا موضوع عرفان و تصوف ہے اور یہ مریدوں کی تلقین و اصلاح اور اُن میں خدا اور اس کے رسول کا شوق و محبت پیدا کرنے کی غرض سے لکھی گئی معلوم ہوتی ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل) ص ۲۹۰۔۲۹۲)

میراں جی، حسن خدا نما:

اصل نام سید میراں حسینی تھا، عالم طور پر میراں جی خدا کے نام سے مشہور تھے۔ ابتداء میں سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء۔ ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء) کی ملازمت میں تھے۔ حضرت امین الدین اعلیٰ کی بیعت کے بعد شاہی ملازمت ترک کر دی اور رشد و ہدایت کے کام میں مصروف ہو گئے۔ ۷۰ برس کی عمر پا کر حیدر آباد دکن میں ۱۰۷۴ھ / ۱۶۶۴ء میں فوت

ہوئے۔ سن ولادت ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء ہے۔ وہ اُردو کے اِن قدیم نثر نگاروں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی کاوشوں سے اُردو نثر کا معیار قائم کیا۔ اُن کی نثری کتب میں شرح تمہیدات، عین القضات اور نظم میں بشارت الانوار شہرت کی حامل ہیں۔
("تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند"، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۲۶۶)

مینان شیخ:

شیخ مینان، شیخ بہاؤ الدین باجن (۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء۔ ۹۱۲ھ/۱۵۰۶ء) کے بھائی اور حاجی معز الدین کے بیٹے تھے۔ شیخ مینان ایک متقی و پرہیز گار انسان تھے اور شیخ رحمت گجراتی (م ۹۶۷ھ) سے ارادت رکھتے تھے۔ شیخ مینان کے بیٹے کا نام شیخ علی متقی تھا۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، "تاریخ ادب اُردو"، جلد اوّل (آغاز سے ۱۷۵۰ تک)، ص ۱۰۶۔۱۰۷)

ناجی، محمد شاکر:

محمد شاکر علی ناجی محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں گزرا ہے۔ ولی، حاتم اور آبرو کا ہم عصر تھا۔
(نظامی بدایونی، "قاموس المشاہیر"، جلد دوم، ص ۲۲۲)

نادر شاہ:

شاہ ایران نادر بن امام قلی بن نذر قلی، افشاروں کے ترکمان قبیلے قرقلوخیل میں سے تھا۔ نادر شاہ خراسان کے ایک گاؤں (۲۸ محرم ۱۱۰۰ھ/ ۲۲ راکتوبر ۱۶۸۸ء) کبکان میں پیدا ہوا۔ ۱۷۳۴ء میں خود مختار بادشاہ بنا۔ ایک اعلیٰ پایۂ کا جرنیل تھا۔ خراسان، مازندان، یزد، کرمان، سیستان، نہاوند، قندھار، جلال آباد وغیرہ کو فتح کیا، ہندوستان فتح کرنے کے بعد تاوان کی صورت میں ساٹھ لاکھ روپیہ نقد اور پچاس کروڑ کے قیمتی جواہرات جن میں ہیرا کوہ نور اور تخت طاؤس کو بھی ساتھ لے گیا۔ ۱۱ رجمادی الآخر ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء کو معہ تیرہ شہزادوں کے قتل ہوا۔ نادری حکومت ۲۰ سال رہی۔
(پروفیسر عزیز الدین احمد، "پنجاب اور بیرونی حملہ آور"، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء، ص ۳۷۔۳۸)

ناصر الدین محمود:

سلطان ناصر الدین محمود، سلطان التمش کا چھوٹا بیٹا جو قطب الدین ایبک کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ بڑا خدا ترس اور علماء و فضلا کا قدر دان تھا۔ منہاج سراج نے "طبقات ناصری" اِسی سلطان کے نام منسوب کی۔ ۶۴۴ھ/۱۲۴۶ء میں دہلی میں تخت نشین ہوا۔ اُنیس سال اور چند ماہ حکومت کرنے کے بعد ۶۶۴ھ/۱۲۶۶ء میں اِس دار فانی سے رخصت ہوا۔
(خواجہ نظام الدین احمد، طبقات اکبری، جلد اوّل، ص ۱۴۱۔۱۴۷)

ناصر علی:

ناصر علی لاہور میں ۱۰۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ کسی عہد میں ناصر کی غزلیں پنجاب میں بہت مشہور تھیں۔ علی کے کلام میں فارسی ترکیبوں کا استعمال عام ہے۔
(حافظ محمود شیرانی، "پنجاب میں اُردو"، جلد اوّل، ص ۲۴۷۔۲۸۸۔۳۳۷)

ناظم ہروی:

ناظم ہروی ہرات کا مشہور شاعر تھا۔ مثنوی ''یوسف زلیخاں'' اِسی کی تصنیف ہے۔ جو ۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء میں لکھی گئی۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۲۶)

نامی صاحب:

آپ کا نام غلام دستگیر اور تخلص نامی تھا۔ آپ یکم مئی ۱۸۸۳ء کو موضع رتہ پیراں ضلع شیخوپورہ میں پیر حامد شاہ کے گھر پیدا ہوئے نامی صاحب کو حضرت عبدالجلیل قطب عالم چوہڑ شاہ بندگی لاہوری کے داماد سلطان پہلول لودھی کی اولاد سے ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ نے اسلامی، تاریخی اور اخلاقی کتب لکھیں۔ آپ نے ۱۶ر دسمبر ۱۹۶۱ء کو وفات پائی۔
(نقوش (لاہور نمبر)، ص ۱۰۰۶۔۱۰۱۰)

نائیک بخشو:

گوالیار گھرانے کا ایک موسیقار نائیک بخشو تھا جو راجہ مان سنگھ تونوار (۱۴۸۳ء۔۱۵۱۶ء) کا ملازم تھا۔ نائیک بخشو دھرپد کا بڑا ماہر تصور کیا جاتا تھا اور شمالی ہند کے موسیقاروں پر اُس کا بڑا اثر تھا۔ آواز بہت بلند تھی۔ راجا مان کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے بکر ماجیت، حاکم کالنجر راجہ کیرت اور سلطان بہادر شاہ گجراتی کے درباروں سے وابستہ رہا۔ بخشو نے گوالیار کی زبان میں جو تمام ہندوستان میں سند تھی دھرپد اور بشن پد وضع کیے۔ جس سے موسیقی کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۳۵۴)

نائیک چرچو:

اکبر کے درباری گویوں میں نائیک چرچو کا شمار اپنے عہد کے نامور گانے والوں کی فہرست میں آتا ہے۔ پربین خان نائیک چرچو کا بیٹا تھا۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۸۷۔۸۸)

نبات خاں:

نبات خاں، بین نواز کا شمار اکبری دور کے نامور سازندوں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے دور میں بین نوازی میں عدیم المثال تھے۔

(پروفیسر محمد اسلم، ''سلاطین دہلی و شاہان مغلیہ کا ذوق موسیقی''، ص ۹۵)

نبی بخش خاں:

نبی بخش خاں، مشہور و معروف صاحب دیوان شاعر، نواب الٰہی بخش، (متوفی ۱۲۴۲) معروف خاں اور نواب عارف جان کے بھائی تھے۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، ص ۲۲۔۶۰)

نثار، محمد امان:

محمد امان نثار معمار ہیں۔سخن و ریختہ کار، شیخ محمد امان نام اور تخلص نثار تھا۔معماری اِن کے بزرگوں کا پیشہ تھا۔ اِن کا ریختہ پائیدار اور استوار ہے۔حاتم کے شاگردوں میں سے تھے۔ایک دیوان ضخیم اِن سے یادگار ہے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص ۱۱۲۔۱۱۳)

نثار، میر نثار علی:

میر نثار علی نام، نثار تخلص، علوی نسب، علم وادب اُس کے خاندان میں موروثی اور فضل وکمال اُس کے خاندان کا خاصا ہے۔فن فارسی میں کامل اور خوش نویسی میں یگانہ عہد تھے۔امام بخش صہبائی سے فارسی اور خط نستعلیق میں میر محمد امیر سے رہنمائی حاصل کی۔ بہادر شاہ ظفر نے قلعہ معلّی میں وقائع نگاری کے عہدے پر معمور کیا۔

(قادر بخش صابر دہلوی، ''تذکرہ گلستان سخن''، جلد دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، طبع اوّل ۱۹۶۶ء، ص ۴۲۷۔۴۲۸)

نجم الدین حسن سجزی، امیر:

نجم الدین حسن سجزی ہاشمی الاصل تھے۔ان کے آباؤ اجداد سجستان سے تھے۔حسن سجزی بدایوں میں ۱۲۵۴ء/ ۶۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔لیکن نشو ونما دہلی میں ہوئی۔ یہیں آپ کی علمی لیاقت، خوش مزاجی اور شاعری کا چرچہ ہوا۔بلبن کے بیٹے سلطان محمد کے ساتھ ملتان بھی گئے۔علاؤ الدین خلجی کے دربار سے بھی تعلق رہا۔پیرومرشد حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات (۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) کے بعد دولت آباد جا کر آباد ہوئے اور یہیں (۷۳۸ھ/ ۱۳۳۷ء) میں فوت ہوئے۔امیر خسرو سے گہرے مراسم تھے۔عمر بھر شادی نہیں کی۔صبر وقناعت سے زندگی گزاری۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۲۲۵۔۲۲۷)

نجیب الدولہ بہادر:

امیر الامرا نجیب الدولہ بہادر کا نام نجیب خاں تھا۔علی محمد خاں روہیلہ کی ملازمت میں تھا ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۳ء میں اُس نے صفدر جنگ کو شکست دی۔احمد شاہ بادشاہ دہلی نے اِس کامیابی پر نجیب الدولہ کا خطاب عطا کیا۔۱۷۶۱ء میں پانی پت کی مشہور لڑائی میں بھی شریک تھا۔ اِس لڑائی کے بعد احمد شاہ ابدالی نے شہر دہلی اور شاہی خاندان کی حفاظت اِس کے سپرد کی۔ ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۰ء میں وفات پائی۔اِس کا بیٹا ضابطہ خاں اس کی وفات پر امیر الامراء مقرر ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۲۸)

نرگسی:

فارسی کا ایک مشہور شاعر جس کا ۹۳۷ھ/ ۱۵۳۳ء میں انتقال ہوا۔صاحب دیوان شاعر تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد ۲، ص ۲۲۹)

نصرتی:

علی عادل شاہ ثانی کے دربار کا ملک الشعراء تھا۔وہ رزمیہ وبزمیہ دونوں قسم کی شاعری کا استاد تھا۔قصیدہ گوئی اور مثنوی

نگاری میں دکن کا کوئی شاعر اُس کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔ نصرتی نے بیجا پور کے تین بادشاہوں علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ بھی دیکھا تھا۔ مثنوی گلشن عشق، علی نامہ اور مثنوی تاریخ اسکندری نصرتی کا ہی شاہکار ہیں۔

(مولوی عبدالحق، ''نصرتی''، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو (ہند)، س۔ن، متعدد صفحات)

نصیر الحق:

شیخ فاضل الدین (متوفی ۱۱۵۱ھ) کے مرید شیخ نصیر الحق ہیں۔ اُردو ہندی، فارسی اور پنجابی کے شاعر تھے۔ اُردو میں بے شمار نظمیں کہیں۔ مناجاتیں، تو تا، برہنی اور کھرول اکثر لکھتے رہتے تھے۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص ۲۷۹)

نصیر الدین ہاشمی:

نصیر الدین ہاشمی (۱۸۹۵ء۔۱۹۶۵ء) کا تعلق مدراس کے اُس علمی خاندان سے ہے جس نے اُردو کے علم و ادب کو بے شمار گوہر ہائے گراں مایہ عطا کیے۔ آپ کے والد عبدالقادر محکمہ رجسٹریشن میں رجسٹرار کی خدمت پر معمور تھے۔ نصیر الدین ہاشمی صاحب کو زمانہ طالب علمی ہی سے مضمون نگاری کا شوق تھا۔ اُن کی سرکاری ملازمت کے مقابلے میں اُن کے علمی و ادبی کارنامے اتنے شاندار ہیں کہ اُنھیں اُردو ادب کی دنیا میں ہمیشہ اعلیٰ درجے کا ادیب اور دکنی ادب کے محقق کی حیثیت سے خاص امتیاز حاصل رہے گا۔

(ڈاکٹر رحیم الدین کمال، ''چند اربابِ کمال''، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جولائی ۱۹۹۹ء، ص ۲۸۳)

نظام الدین احمد:

نظام الدین احمد خواجہ کے والد کا نام خواجہ محمد مقیم تھا۔ جو پیر ہرات حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد میں سے تھا اور بابر کے سرداروں میں داخل تھا۔ خواجہ نظام الدین احمد دربارِ اکبری کے جلیل القدر امراء میں سے تھا۔ یہ ۹۵۸ھ یا ۹۵۹ھ میں بمقام آگرہ پیدا ہوا۔ ۱۰۰۳ھ میں جب اکبر سیر وشکار میں مصروف تھا۔ تو اِسی سفر میں ۲۳ر صفر ۱۰۰۳ھ / ۲۸ر اکتوبر ۱۵۹۴ء کو دریائے راوی کے کنارے انتقال کیا اور لاہور میں دفن کیا گیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء، ص ۲۳۳)

نظام الدین اولیا:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا اصل نام محمد اور نظام الدین لقب تھا۔ والد کا نام احمد تھا۔ حضرت خواجہ ۶۳۶ھ / ۱۲۳۸ء میں بمقام بدایون پیدا ہوئے۔ فقہ کی تعلیم مولانا علاؤ الدین اصولی سے پائی۔ حضرت خواجہ معین الدین کے مرید تھے۔ سلاطین کے ہاں جانا تو در کنار آنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ کو پورے ہندوستان میں پھیلایا۔ ۱۸ر ربیع الثانی ۷۲۵ھ / ۳ر اپریل ۱۳۲۵ء میں وفات پائی۔ آپ سے کوئی مستقل تصنیف تو یادگار نہیں۔ البتہ ''راحۃ القلوب'' کے نام سے اپنے مرشد کے ملفوظات جمع کیے۔ اِس کے علاوہ فوائد الفواد (حسن سجزی، افضل الفواد (امیر خسرو)، راحت المحبین اور سیر

الاولیاء میں بھی آپ کے ملفوظات میں روحانی و مذہبی تعلیمات دی گئی ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، تیسری جلد فارسی ادب (اوّل)، ص۱۴۳۔۱۵۵)

نظام الملک بحری:

ابتداء میں ہندو تھا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی والی دکن کی قید میں آ کر مسلمان ہوا۔ غلاموں کے شاہی زمرے میں داخل ہوا۔ عربی فارسی میں مہارت حاصل کی۔ شہزادہ محمد سلطان محمد ثانی جب ۱۴۶۳ء میں دکن کا بادشاہ بنا تو نظام الملک کو یک ہزاری منصب عطا کیا۔ شاہی باز خانے کی داروغگی کی خدمت بھی ملی اسی وجہ سے نظام الملک بحری مشہور ہوئے۔ محمد شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمود ثانی جب بادشاہ بنا تو اِسے وزیر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ نظام الملک آخر میں خودسر ہو گیا تھا۔ اِس لئے سلطان نے اِسے ۸۹۱ھ/۱۴۸۶ء میں قتل کرا دیا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص۲۳۴۔۲۳۵)

نظامی:

ایک فارسی مورخ جس کا پورا نام صدرالدین محمد بن حسن نظامی تھا۔ نیشاپور میں پیدا ہوا۔ پہلے غزنی پھر دہلی چلا آیا جہاں اُسے قطب الدین ایبک کے دربار میں وقائع نویس کی نوکری ملی اور یہاں اُس نے اپنی معرکۃ الآراء تاریخ ''تاج المآثر'' لکھنا شروع کی۔ یہ کتاب ۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء میں معزالدین کی فتح اجمیر سے شروع ہوتی ہے اور ناصرالدین محمد کے تقرر بطور والئی لاہور ختم ہوتی ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص۲۳۶)

نظامی عروضی سمرقندی:

نظامی عروضی سمرقندی کے نام سے مشہور ہونے والے احمد بن عمر بن علی نے اپنا تخلص نظامی رکھا اور لقب نجم الدین اختیار کیا اُسے عام طور پر نظامی عروضی (یعنی عروض اور فنون شاعری سے واقف) کہا کرتے تھے۔ سمرقند، ہرات، نیشاپور اورطوس کا سفر بھی کیا۔ علم نجوم اور طبابت میں دسترس تھی۔ اُس کا شمار دلچسپ اور ممتاز نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔ اُس نے بارہویں صدی عیسوی کے ایران اور وسط ایشیاء کے درباروں کی اندرونی زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اُس نے ۴۵ برس تک شاہان غور کی خدمت کی۔ چہار مقالہ (۱۱۵۶ء) مشہور تصنیف ہے جس میں چار مقالے ہیں اور ہر ایک میں کسی مخصوص گروہ پر بحث کی گئی ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد۲، ص۲۳۶)

نظامی گنجوی:

نظام الدین ابومحمد الیاس بن یوسف فارسی کے عظیم شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ ایران کے شہر گنجہ میں ۵۳۵ھ/۱۱۴۰۔۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتداء ہی میں والدین کا انتقال ہو گیا۔ چچا بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تاہم تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ نظامی گنجوی کا سب سے بڑا کارنامہ ''خمسہ نظامی'' جو پانچ طویل مثنویوں کا مجموعہ ہے جن کی تعداد اٹھائیس

ہزار اشعار کے قریب ہے۔ پہلی مثنوی ''مخزن اسرار (۵۶۱ھ۔۱۱۶۵ء) ہے جو اخلاق وتصوف کے موضوع پر ہے۔ دوسری مثنوی خسرو شیریں (۵۷۱ھ/۱۱۷۱ء) ایک عشقیہ مثنوی ہے۔ تیسری مثنوی لیلیٰ مجنوں (۵۸۴ھ/۱۱۸۸ء) بھی ایک عشقیہ مثنوی ہے۔ چوتھی مثنوی ہفت پیکر یا بہرام (۵۹۵ھ/۱۱۹۸ء) سات مختلف ممالک کی شہزادیوں کے حصول کے واقعات پر مبنی جو شاہی محل کی زینت بنتی ہیں۔ پانچویں مثنوی سکندر نامہ (۵۸۷ھ/۱۱۹۱ء) جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں سکندر کی فتوحات کا ذکر ہے دوسرا حصہ خرد نامہ ہے، اس میں علم ودانش کا بیان ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲۲، ص۳۷۷۔۳۸۰)

نظیر اکبر آبادی:

نظیر آگرہ کے مشہور شاعر تھے، ولی محمد نام تھا۔ فارسی، اُردو ہندی تینوں زبانوں میں خوب شعر کہتے تھے۔ پیشہ مدرسی تھا۔ طبیعت میں استغنا تھا۔ کلام عام لوگوں میں نہایت مشہور ہوا۔ روز مرہ کی باتیں اور قدرت کے مناظر پر بہت سی نظمیں لکھیں ۱۶/اگست ۱۸۳۰ء میں انتقال کیا۔ آگرہ میں دفن ہوئے۔

(محمد حسن، ''نظیر اکبر آبادی''، مترجم: یامین پرویز، نئی دہلی، ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات)

نظیری نیشا پوری:

نظیری نیشا پوری کا اصل نام محمد حسین اور مولد نیشا پور ہے۔ یہیں تعلیم حاصل کی اور یہاں ہی جوان ہوا۔ باپ کے انتقال کے بعد وطن سے نکلا پہلے عراق پھر خراسان آیا۔ ایران میں اُس وقت شاہ عباس صفوی اور پاک وہند میں شہنشاہ اکبر کا دور تھا۔ اِسی دور میں نظیری ہندوستان آیا اور خانخاناں کی نسبت سے دربار اکبری سے منسلک ہوا اور اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ آخری عمر میں نظیری نے گوشہ نشینی اختیار کی اور ۱۶۱۴ء/ ۱۰۲۳ھ میں احمد آباد میں انتقال کیا۔ گھر کے قریب خود تعمیر کروائی ہوئی مسجد میں دفن ہوئے۔

ایک دیوان فارسی زبان میں چھوڑا جس میں غزلیں، قصیدے اور قطعات وغیرہ درج ہیں۔ نظیری کے کلام میں دور اکبری کی نہایت خوبصورت اور روشن تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند''، چوتھی جلد فارسی ادب دوم، ص۳۰۰۔۳۰۲)

نعمت علی خاں:

میرزا نور الدین محمد بن حکیم فصیح الدین شیرازی فارسی زبان کا مصنف جو ہندوستان میں پیدا ہوا۔ وہ عہد شاہجہانی (۱۶۲۸ء۔۱۶۵۹ء) میں سرکاری ملازمت میں داخل ہوا اور داروغہ جواہر خانہ کے منصب پر فائز ہوا۔ اورنگ زیب کے عہد (۱۶۵۹ء۔۱۷۰۷ء) میں اُسے بلند ترین مناصب حاصل ہوئے۔ عالمگیر نے پہلے اُسے نعمت خاں کا خطاب دیا (۱۱۰۴ھ/ ۱۶۹۳ھ) جو بعد میں بدل کر مقرب خان اور دانشمند خاں ہو گیا۔ ۱۱۲۳ھ/۱۷۱۰ء کو دہلی میں وفات پائی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲، ص۴۱۶)

نقیب خان:

میر غیاث الدین علی کو اکبری عہد میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ چھبیسویں سال جلوس اکبری میں اُسے نقیب خاں کا خطاب ملا۔ نقیب خاں کے والد کا نام میر عبداللطیف قزوینی تھا۔ نقیب خاں حدیث اور اسماء الرجال میں مہارت نامہ رکھتا تھا۔ نویں سال جلوس جہانگیری ۱۰۲۳ھ / ۱۶۱۴ء میں نقیب خاں کا انتقال ہوا اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے روضے کے پاس سنگ مرمر کے احاطے کے اندر اپنی بیوی کے پاس دفن ہوا۔ علم تاریخ میں یگانہ روزگار تھا۔ کہتے ہیں کہ روضۃ الصفا کی ساتوں جلدیں اُسے یاد تھیں۔

(صمصام الدولہ شاہنواز خاں، ''مآثر الامرا''، جلد سوم، ص ۴۹۵۔۴۹۶)

نواب مرزا داغ دہلوی:

''نواب مرزا داغ دہلوی چاندنی چوک دہلی میں ۱۲ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ / ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نواب شمس الدین خاں والی فیروز پور جھرکا اور وزیر بیگم (عرف چھوٹی بیگم) کے بیٹے تھے۔ داغ کی والدہ نے اپنے خاوند کی پھانسی کے بعد ابوظفر بہادر شاہ کے بیٹے میرزا محمد سلطان سے عقد کر لیا۔ داغ نے باقاعدہ تعلیم قلعہ دہلی ہی میں حاصل کی۔ خوشنویسی، شہسواری اور ہتھیاروں کے استعمال میں بھی مہارت حاصل کی۔ ذوق کی شاگردی میں بھی رہے۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ / ۱۴ فروری ۱۹۰۵ء کو فوت ہوئے۔ داغ نے چار دیوان مرتب کیے۔ نثر میں انشائے داغ اُن کے مکتوبات، فرمانِ داغ اُن کے ذاتی خطوط اور بزمِ داغ اور روزنامچے پر مشتمل ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۱۶۲۔۱۶۳)

نوابانِ اودھ:

اودھ کا شمار ہندوستان کے سرسبز و شاداب علاقوں میں ہوتا تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے اِس علاقے کی رونق میں مزید اضافہ ہوا۔ عہد اکبری میں شیخ عبدالرحیم کو یہاں کا صوبے دار مقرر کیا گیا۔ اِن کی اولاد میں شیخ زادے بہت مشہور ہوئے۔ جب محمد امین نیشاپوری اودھ کے اقتدار میں آیا تو سب سے پہلے اُس نے شیخ زادوں کا زور توڑا۔ برہان الملک کے بعد یکے بعد دیگرے دس نواب اودھ کے تخت پر بیٹھے اِن تمام نوابوں کا دورانیہ حکومت درج ذیل ہے۔ (۱) برہان الملک ۱۷۲۰ء۔۱۷۳۹ء (۲) صفدر جنگ ۱۷۳۰ء۔۱۷۵۳ء (۳) شجاع الدولہ ۱۷۵۳ء۔۱۷۷۵ء (۴) آصف الدولہ ۱۷۷۵ء۔۱۷۷۹ء (۵) وزیر علی چار ماہ (۶) سعادت علی خاں ۱۷۹۷ء۔۱۸۱۴ء (۷) غازی الدین حیدر ۱۷۱۴ء۔۱۸۲۸ء (۸) نصیر الدین حیدر ۱۸۲۸ء۔۱۸۳۷ء (۹) محمد علی شاہ ۱۸۳۷ء۔۱۸۴۲ء (۱۰) امجد علی شاہ ۱۸۴۲ء۔۱۸۴۷ء (۱۱) واجد علی شاہ ۱۸۴۷ء۔۱۸۵۶ء نوابانِ اودھ میں نواب شجاع الدولہ کا زمانہ ''عہد زریں'' کہلاتا ہے۔ اِن کے بعد آصف الدولہ تخت نشین ہوئے اِن کے دور میں انگریزوں کی مداخلت بڑھ گئی نیز خوشحالی نے ایک لاپروا اور عیش پسند معاشرے کو جنم دیا۔ اِن کے بعد غازی الدین حیدر، نصیر الدین حیدر، محمد علی شاہ اور امجد علی شاہ کے بعد یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے۔ نوابانِ اودھ شیعہ مسلک کے حامی تھے اور اِسے فروغ دیا گیا۔ رقص و سرود اور طوائفوں کو اِسی دور میں عروج نصیب ہوا۔ جب واجد علی شاہ کا

عہد آیا تو انہوں نے شاعری، ڈرامہ، رقص اور موسیقی جیسے فنون کی خوب سرپرستی کی۔ نوابانِ اودھ کی اِن عیاشیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۵۶ء میں اِس ریاست پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اور نوابی دور کا خاتمہ ہوا۔

(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''نئے پرانے خیالات''، لاہور: لاہور اکیڈمی ۱۹۷۰ء، ص ۲۲۱۔۲۴۰)

نوازش علی:

جب مولانا حالیؔ دہلی میں آئے تو دہلی میں جامع مسجد کے قریب حسین بخش کا مدرسہ تھا۔ مولوی نوازش علی اِس مدرسے میں درس دیتے تھے۔ جو اپنے عہد کے مشہور فاضل تھے۔ مولوی فیض الحسن، مولوی امیر احمد اور شمس العلماء میاں سید نذیر حسین مولوی نوازش علی ہم عصر علماء میں شامل تھے۔

(صالحہ عابد حسین، ''یادگارِ حالی''، ص ۲۸)

نوحؑ، حضرت:

ایک جلیل القدر اور صاحب شریعت نبی، حضرت آدمؑ کے بعد پہلے صاحب شریعت رسول جن کا سلسلہ نسب تقریباً آٹھ پشتوں سے حضرت آدمؑ سے جاملتا ہے۔ قرآن پاک اور تورات دونوں کے ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ نوحؑ اور قوم نوحؑ کا مسکن سرزمین عراق تھی۔ قرآن مجید میں مجموعی طور پر اِن کا نام تقریباً ۲۸ سورتوں کی ۴۳ آیات میں مذکور ہوا ہے۔ حضرت نوحؑ نے ایک ہزار سال کی عمر پائی جس میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ و دعوت میں صرف کیے۔ حضرت نوحؑ کے متبعین دس، بہتر یا اسی بیان کیے جاتے ہیں۔ آخر کار حضرت نوحؑ نے اپنی نافرمان اور سرکش اُمت کے لئے بددعا کی جس کی وجہ سے طوفان نوحؑ آیا اور تمام سرکش و باغی ہلاک ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے طوفان کے بعد بیت اللہ شریف کی تعمیر بھی کی تھی۔

(خواجہ محمد اسلام، ''قصص الانبیاء''، لاہور: خزینہ علم و ادب اُردو بازار، ص ۲۷۔۳۳)

نور اللہ سوستر، قاضی:

قاضی نور اللہ صاحب سوستر میں ۱۵۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے بزرگوں اور پھر مشہد سے تعلیم پائی۔ ۱۵۸۷ میں ہندوستان آئے اور تریسٹھ برس کی عمر میں شہادت پائی۔ عہد جہانگیری میں قاضی نور اللہ سوشتری کا شمار مشہور شیعہ علماء میں ہوتا تھا۔ ''مجالس المومنین'' اور ''حقائق الحق'' اِن کی مشہور تصانیف ہیں۔

(شیخ محمد اکرام، ''رودِ کوثر''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع چہارم ۱۹۹۲ء، ص ۳۹۹۔۴۰۵)

نور جہاں:

غیاث بیگ ولد خواجہ محمد طہرانی طہماسپ صفوی شاہ ایران کے عہد میں حاکم خراسان تھا۔ گردش زمانہ سے پریشان ہو کر مع اپنی زوجہ کے عازم ہندوستان ہوا۔ قندھار کے قریب راستہ میں اس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ والدین کئی روز سے مصیبت برداشت کر رہے تھے۔ ناچار لڑکی کو راستہ میں چھوڑ دیا۔ ملک مسعود نامی ایک سوداگر نے جو اُسی قافلہ میں تھا اُس لڑکی کو لے لیا۔ اتفاق سے دودھ پلانے کے لئے اُس کی ماں ہی کو منتخب کیا گیا۔ لڑکی کا نام مہر النساء رکھا گیا۔ اِسی سوداگر نے مرزا غیاث کو اکبر کے حضور پیش کیا۔ ماں بیٹی محل میں داخل ہوئیں۔ جب مہر النساء جوان ہوئی تو شہزادہ سلیم کی اُس پر نظر پڑی۔ اکبر

نے مہر النساء کی شادی علی قلی استاجلو کے ساتھ کر دی جو بعد میں شیر افگن کے نام سے حاکم بردوان ہوا۔ جب سلیم تخت نشین ہوا تو شیر افگن نے بغاوت کی اور قتل ہوا مہر النساء نے چھ سال حالت بیوگی میں گزارے۔ اِس کے بعد ۱۶۱۰ میں جہانگیر کے محل میں داخل ہوئی اور نور جہاں کا خطاب پایا۔ اِس بیگم نے ملکہ جہانگیر بن کر وہ ہوشیاری اور قابلیت دکھائی کہ جس کی نظیر ہندوستان میں بہت کم ملتی ہے۔ نور جہاں ایک اچھی شاعری، علم و ہنر، دانائی اور سلیقہ مندی میں لاثانی تھی۔ چاندنی کا فرش، گلاب کا عطر، نورمحلی بادلہ سب اُسی کی یادگار ہیں۔ جہانگیر امور سلطنت میں نور جہاں سے مشورہ لیتا تھا۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد ۱۸ سال تک زندہ رہی اور ۷۲ سال کی عمر میں بمقام لاہور ۱۰۵۵ھ/۱۶۴۵ء میں وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۴۱)

نور محمد بداؤنی:

حاجی سید نور محمد عالم باعمل اور نقشبندی سلسلہ میں خلیفہ و مرید تھے۔ مرزا مظہر جان جاناں اِن کے خلفاء میں سے تھے۔ ۱۱ ذی قعدہ ۱۱۳۵/۳، اگست ۱۷۲۳ میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار بمقام کوٹلہ متصل دہلی میں ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۴۲)

نور محمد:

شیخ محمد فاضل (متوفی ۱۱۵۱ھ) کے پیر بھائی شیخ محمد نور ہیں جو شیخ محمد افضل کے مرید ہیں۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو''، ص ۲۶۸)

نول کشور:

منشی نول کشور ۳ر جنوری ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام جمنا پرشاد تھا۔ آگرہ کالج سے تعلیم حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی سے مضمون نگاری کا شوق تھا۔ ۱۸۵۷ء میں لکھنؤ میں مطبع قائم کیا جہاں سے مذہبی، ادبی، تاریخی، لسانی اور دیگر موضوعات پر بے شمار کتب شائع کیں۔ منشی صاحب کا بے مثال کارنامہ علوم مشرقیہ کا وہ عظیم خزانہ جس کے ضائع ہونے کا خدشہ تھا، محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ منشی نول کشور نے ۱۹ر فروری ۱۸۹۴ء میں ۵۹ برس کی عمر میں وفات پائی۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۴۲)

نیاز احمد نیاز:

میاں نیاز احمد نیاز قصبہ سہرند میں پیدا ہوئے اور شاہجہان آباد میں نشو ونما پائی۔ مولوی خواجہ احمد خاں کے شاگرد تھے۔ درویش طبع انسان تھے۔

(حکیم قدرت اللہ قاسم، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، ص ۲۸۸)

وارث شاہ:

وارث شاہ (۱۱۲۲ھ۔ ۱۷۹۸ء) میں جنڈیالہ شیر خاں ضلع شیخوپورہ (پنجاب) کے ایک سید گھرانے میں پیدا ہوئے اور یہیں وفات پائی۔ والد کا نام گل شیر شاہ تھا۔ ابتدائی تعلیم یہیں سے حاصل کی۔ قصور، پاک پتن اور ملکہ ہانس میں بھی قیام

کیا۔ پنجابی کے نامور شاعر جنھیں اپنی منظوم داستان ہیر رانجھا کی بنا پر عالمی ادب میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ ۵۸ برس کی عمر میں ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۶ء میں یہ داستان لکھی۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۲، ص ۵۷۳۔۵۷۶)

وارستہ:

سیالکوٹی مل نام، وارستہ تخلص تھا۔ سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔ آخری عمر میں ڈیرہ غازی خان آ گیا تھا۔ وہیں ۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۶ء میں فوت ہوا۔ شاعری سے زیادہ لسانی مسلک کا آدمی تھا۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ، ''ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ''، ص ۱۳۹۔۱۴۰)

وجہی، ملا وجہہ الدین:

ملا وجہی (م: ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء) گولکنڈہ کے قطب شاہیہ سلاطین کے دور کا شاعر (ملک الشعراء) اور نثر نگار تھا۔ اُس نے چار قطب شاہی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ آپ نے قرآن وحدیث اور فقہ وفلسفہ کا اچھا مطالعہ کیا تھا۔
(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ اُردو ادب''، جلد اول، ص ۴۳۲۔۴۳۳، ۴۹۴۔۴۹۶)

وزیر الدولہ:

نواب وزیر الدولہ کے والد نواب امیر خاں کا انتقال ۲۵ر جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ/ ۲۹ر اکتوبر ۱۸۳۴ء کو ہوا تو اُس کا بیٹا یعنی محمد وزیر خاں مسندِ حکومت پر بیٹھا جسے ولی عہدی کے زمانہ میں اکبر شاہ ثانی مغل فرمانروائے دہلی نے ''وزیر الدولہ، امیر الملک بہادر، نصرت جنگ'' کا خطاب دیا تھا۔ وزیر الدولہ بڑا علم دوست اور دین دار حکمران تھا۔ ملک کی ترقی وخوشحالی کی طرف خصوصی توجہ دی۔ وہ سید احمد شہید کا مرید تھا۔ نواب وزیر الدولہ کی وفات ۱۳ر محرم ۱۲۸۱ھ/ ۱۸ر جون ۱۸۶۴ء کو ہوئی۔
(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' جلد ۶، ص ۹۷۴)

ولی رام ولی:

کایستہ شاہجہان آباد کا رہنے والا تھا۔ صوفی مشرب تھا۔ شاہزادہ دارا شکوہ کا مشیر خاص تھا۔ عربی فارسی اور ہندی میں اشعار کہتا تھا۔ اُس کا دوسرا نام بنوری داس تھا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۴۹)

ولی دکنی:

ولی (۱۶۶۸ء۔۱۷۰۷ء) اُردو شاعری کے اولین معماروں میں سے ہیں۔ ولی کا مولد اورنگ آباد دکن ہے۔ اِسی وجہ سے دکنی مشہور ہوئے۔ دکن سے گجرات چلے آئے اور وہیں فوت ہوئے۔ سیاحت دہلی کے وقت ولی کی عمر ۳۱ سال تھی اور سفر دہلی کے سات سال بعد انتقال ہوا۔ صاحب دیوان شاعر تھے۔
(ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ''ولی دکنی: تصوف وانسانیت اور محبت کا شاعر''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

ولی، منشی ولی رام:

شاہجہان کے دور میں منشی ولی رام عربی، فارسی اور ہندی میں شعر کہتے تھے۔ دارہ شکوہ کے مشیر خاص تھے۔

(حافظ محمود شیرانی، ''پنجاب میں اُردو'' (حصہ اوّل)، ص۲۴۲)

ویران، حافظ غلام رسول:

حافظ ویران اگر چہ نابینا تھے مگر اس کے بدلے میں خدا نے دل کی آنکھیں روشن کر دی تھیں۔ حافظہ بہت قوی تھا اور شاگردانِ ذوق میں سب سے زیادہ استاد کا کلام انہیں کو یاد تھا۔ حافظ صاحب بھی متوسلین دربار بہادر شاہ میں سے تھے۔ ۱۳۰۵ء میں فوت ہوئے۔

(ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ''ذوق: سوانح اور انتقاد''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۔کلب روڈ، طبع اوّل ۱۹۶۳ء، ص ۳۱۱)

ہارون الرشید، خلیفہ:

نامور اور ممتاز ترین عباسی خلیفہ جو خیزران کے بطن سے خلیفہ المہدی کا دوسرا بیٹا تھا۔ ہارون ۱۴۸ھ میں خراسان کے دارالخلافہ میں پیدا ہوا وہ زمانہ پیدائش سے ہی خوبصورت اور صحت مند تھا۔ ہارون الرشید ۲۲ برس کی عمر میں ۱۷۰ھ/۷۸۶ء میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ ہارون الرشید کے عہد حکومت کو ''سنہری دور'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۹۳ھ میں طوس میں انتقال کیا۔ ہارون الرشید ارباب علم واصحاب کمال کا سرپرست اور مدد دان تھا۔ اُس کا دربار ہر قسم ارباب کمال کا مرکز تھا۔

(شاہ معین الدین احمد ندوی، ''تاریخ اسلام''، حصہ سوم: خلافت عباسیہ، جلد اوّل،
اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، س۔ن، ص ۹۶۔۱۲۷)

ہاشم علی:

ہاشم علی، جہانگیر کے زمانے میں شہر بیجاپور کا ایک مرثیہ گو شاعر جو شیخ احمد فاروقی عرف شیخ احمد سرہندی کا مرید تھا۔ ایک دیوان اور کئی کتب کا مصنف ہے۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، ص ۲۵۰)

ہالرائیڈ:

کرنل ہالرائیڈ اُردو کے بڑے حامی اور ماہر تھے۔ ۱۸۵۷ کے بعد دس سال تک پنجاب میں ناظم مدارس کی خدمت پر فائز رہے۔ ۱۸۶۸ء میں مستقل طور پر پنجاب کے ناظم تعلیمات مقرر ہوئے۔ ۱۸۶۹ء میں ہالرائیڈ کی کتاب ''رسوم ہند'' شائع ہوئی جس میں اہل ہند کے مذاہب اور اُن کے مختلف فرقوں کا اختصار سے حال بیان کیا گیا ہے۔ ہالرائیڈ نے اُس دور کے اُردو شعراء کو اُکسایا اور اُن کی ہمت افزائی کی کہ وہ نئے موضوعات پر نظمیں لکھیں۔ یہ خیال اُردو شاعری میں ایک عظیم تبدیلی کا باعث بنا۔ حالی و آزاد نے مشاعروں میں اپنی شہرہ آفاق نظمیں پڑھیں۔ اِن مشاعروں کا سلسلہ ڈاکٹر لائٹنر نے شروع کیا تھا۔

(ڈاکٹر مس رضیہ نور محمد، ''اُردو زبان وادب میں مستشرقین علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، ص ۲۳۴۔۲۴۵)

ہدایت، ہدایت اللہ خاں:

ہدایت اللہ خاں ہدایت شاہ جہاں آباد کے رہنے والے خواجہ میر درد کے شاگرد اور معتقد تھے۔ شاعری کی طرح طبابت میں بھی مشہور تھے۔ میر قدرت اللہ قاسم اُن کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ہدایت کا شمار اچھے غزل گوشعراء میں ہوتا ہے۔ ۱۲۱۵ھ میں انتقال کیا۔

(نورالحسن ہاشمی، ''دلی کا دبستان شاعری''، ص۳۰۵)

ہرن مار، ملک:

ملک ہرن مار عہد فیروز شاہ خلجی میں ''امیر شکار'' کے عہدے پر فائز تھا۔

(ضیاءالدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، ص۱۷۴)

ہر نلے:

ڈاکٹر اے۔ ایف۔ آر ہر نلے (گروز بمز اور ہر نلے لسانیات کے سلسلے میں پرتھی راج راسا کو اہم ماخذ سمجھتے ہیں) جو جے۔ نرائن کالج بنارس میں سنسکرت کے پروفیسر تھے اور اپنی گوناں گوں فضیلتوں کی بنا پر اپنے عہد کے مستند علماء میں شمار ہوتے تھے۔ ہندی زبانوں کے علاوہ مسلمانی زبانوں سے بھی واقف تھے۔ ایشاٹک سوسائٹی بنگال کے معتمد، ماہر لسانیات اور ماہر مسکوکات تھے۔ لسانیات ہند اُن کا خاص موضوع ہے۔ انڈین اینٹیکویری میں اُن کے دو مضمون شائع ہوئے پہلا راسا کی ستائیسویں داستان ''دیوائٹ پرستاؤ'' کا ترجمہ جو جنوری ۱۸۷۴ء میں اور دوسرا ''چند کی بعض عروضی خصوصیات'' اپریل ۱۸۷۴ء میں شائع ہوا۔

(مظہر محمود شیرانی، مقالات حافظ محمود شیرانی، جلد ہفتم، ص۳۲۱)

ہلکر:

مہاراجہ جسونت راؤ ہلکر ۱۸۰۲ء میں اندور کا حکمران ہوا۔ ۱۸۰۳ء اُس نے دوآبہ پر حملہ کیا مگر سرکار انگریزی کی فوج نے اس کو شکست دے کر اِس کے ملک پر قبضہ کر لیا صلح کے بعد ملک راجہ کو واپس کر دیا گیا۔ ۱۸۰٦ء میں یہ فاتر العقل ہو گیا۔ ۲۰/اکتوبر ۱۸۱۱ء کو فوت ہوا۔

(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اول، ص۱٦۴)

ہنری پول:

ہنری پول ۱۸۲۰ء میں ایڈنبرا (برطانیہ) کے قریب بمقام انورسیک پیدا ہوا۔ اعلیٰ تعلیم کیمرج یونیورسٹی سے حاصل کی جب ہندوستان آیا تو ۱۸۵۵ء میں محکمہ تعمیرات میں انڈر سیکرٹری کے عہدے پر تقرری عمل میں آئی ۱۸٦۲ء میں ملازمت سے ریٹائرڈ ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں ''سر'' کا خطاب اور ستارہ ہند کا اعزاز ملا اور اِسی سال ہنری پول کا انتقال ہوا۔

(ڈاکٹر رضیہ نور محمد، ''اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، ص۲۰۲-۲۰۴)

ہودؑ، حضرت:

ایک پیغمبر جو قرآن پاک کی روح سے قوم عاد کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ ان کا شجرہ نسب ایک حد تک اُن کے مورثِ اعلیٰ عاد کے نسب سے ملتا ہے۔ وہ اپنی قوم کو برسوں عذاب الٰہی سے ڈراتے اور اپنے اعمال کی اصلاح پر آمادہ کرتے رہے۔ مگر بے سود چنانچہ بیک وقت زلزلے، گرج اور آندھی کے عذاب نے جو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن نازل ہوتا رہا۔ اِن کو تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت ہودؑ ۱۵۰ برس زندہ رہے۔ اُن کی قبر دمشق یا خانہ کعبہ کے قریب بتائی جاتی ہے۔

(خواجہ محمد اسلام ''قصص الانبیاء''، ص ۴۰۔۴۹)

یافث:

قرآن پاک میں تو یہ نام مذکور نہیں البتہ تفسیروں اور قصص الانبیاء میں حضرت نوحؑ کے بیٹوں سام، حام اور یافث کا ذکر آتا ہے۔ بائبل میں اِن کے متعلق دو الاذکار روایات ملتی ہیں۔ بقول الکسائی حضرت نوح نے بشارت دی تھی کہ سام کی اولاد میں سے نبی ہوں گے، یافث کی اولاد میں سے بادشاہ اور سورما، مگر حام کی اولاد میں سے سیاہ غلام پیدا ہوں گے۔ حضرت نوحؑ نے روئے زمین کو تین حصوں میں تقسیم کیا تو یافث کو فیسون کا علاقہ ملا۔ یافث کو بالخصوص یاجوج و ماجوج اور کبھی ترکوں اور خزر کا اور شاذ و نادر صقالیہ کا جد اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۲۶۵)

یاقوت المستعصمی:

جمال الدین ابو المجد بن عبداللہ ایک مشہور خطاط تھا۔ وہ بغداد کے آخری عباسی خلیفہ المستعصم کا غلام تھا جس نے اُسے پرورش اور تعلیم دلائی۔ اُس کے عرف المستعصمی کا یہی باعث ہے جو خواجہ سرا تھا۔ اس کی وفات ۶۹۸ھ/۱۲۹۸ء میں بمقام بغداد اسی برس کی عمر میں ہوئی۔ چنانچہ اِس حساب سے اُس کی تاریخ پیدائش ۶۱۸ھ/۱۲۲۱ء نکلتی ہے۔ وہ ایک مدرسے کا سربراہ تھا اور نظم و نثر لکھتا تھا۔ اشعار کا ایک انتخاب ''افکار الحکما'' اور اس کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے بطور یادگار چھوڑے ہیں۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۲۷۰)

یداللہ (پیر شیخ پیارا):

شیخ الصالح سید یداللہ بن یوسف بن محمد بن یوسف مولد و منشاء گلبرگہ ہے۔ والد، چچا اور دادا سے تعلیم حاصل کی۔ والد کی وفات کے بعد گدی نشین ہوئے۔ شیخ اشرف ابن ابراہیم سمنانی نے آپ کا زمانہ پایا۔ آپ صاحب کشف و کرامت تھے۔ ۱۳ ربیع الثانی ۸۵۲ھ کو گلبرگہ ہی میں رحلت فرمائی اور آسودۂ خاک ہوئے۔

(سید عبدالحی بریلوی، ''نزہتہ الخواطر وبہجتہ المسامع والنواظر''، جلد سوم، مترجم: ابو یحییٰ خاں نوشہروی (مشتمل بر سوانح علما و مشاہیر ہند)، لاہور: مقبول اکیڈمی، طبع اوّل ۱۹۶۷ء، ص ۲۱۳)

یزید:

حضرت امیر معاویہؓ کا بڑا بیٹا جس کی ولادت ۲۲ھ/ ۶۴۲ء میں ہوئی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ۶۰ھ/ ۶۸۰ء میں تخت حکومت پر بیٹھا۔ ۶۴ھ/ ۶۸۳ء کوفوت ہوا۔ اسے سب سے زیادہ بدنامی کا سامنا واقعہ کربلا کی بنا پر کرنا پڑا۔

(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۲۹۱۔۲۹۴)

یعقوبؑ:

حضرت یعقوبؑ (۲۰۰ ق م) حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے، حضرت ابراہیمؑ کے پوتے اور بنی اسرائیل کے بانی جن کا سلسلہ نسب سام بن نوحؑ تک جا پہنچتا ہے۔ حضرت اسحٰقؑ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو انہوں نے ایک ارامی خاتون سے شادی کرلی۔ حضرت اسحٰقؑ کی دعا سے توام بیٹے عیسو اور یعقوب پیدا ہوئے۔ حضرت یعقوبؑ نے چار شادیاں کیں جن سے بارہ بیٹے پیدا ہوئے جس سے بنی اسرائیل کے بارہ خاندان نکلے جن کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ بارہ گاہ خداوندی سے حضرت یعقوبؑ کو اسرائیل کا لقب ملا اور اُن کی اولاد بنواسرائیل کہلائی۔ اسلامی ادب میں اُن کا ذکر ایک غم زدہ، مبتلائے مصیبت اور انتہائی صابر شاکر نبی کے طور پر تمثیلی انداز سے ملتا ہے۔

(محمد علی چراغ، ''انسائیکلوپیڈیا مسلم شخصیات''، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۲۰۰۵ء، ص ۶۵)

یک رنگ (ستار):

شاعر بافرہنگ وشریں زبان، مصطفیٰ خاں نام اور تخلص یک رنگ تھا۔ آپ مرزا مظہر علی جان جاناں کے شاگرد تھے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ خوش معرکہ زیبا''، ص ۱۱۸۔۱۱۹)

یوسفؑ:

قرآن مجید میں مذکور بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی اور اس نام کی ایک ہر دل عزیز داستان کے مرکزی کردار، حضرت یوسفؑ کا ذکر خصوصی طور پر سورہ یوسف میں آیا ہے۔ اِس قصے کو احسن القصص کہا گیا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی پیدائش کا زمانہ اندازاً ۱۹۱۸ ق م/ وفات ۱۸۰۰ ق م بتایا جاتا ہے۔ اِن کی پیدائش کے وقت حضرت یعقوبؑ کی عمر ۷۲ سال تھی۔ حضرت یوسفؑ اپنے بارہ بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور ذہین وفطین تھے۔ حضرت یوسفؑ کا مکمل واقعہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ حضرت یوسفؑ کے دو بیٹے منسی اور افرائیم پیدا ہوئے۔ حضرت یوسفؑ اپنے پوتوں کے زمانے تک حیات رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو روحانی اور دنیاوی بصیرتوں، اخلاقی اور جسمانی وجاہتوں جیسی بے شمار خصوصیات عطا فرمائی تھیں۔ مصر میں وفات پائی۔

(محمد علی چراغ، ''انسائیکلوپیڈیا مسلم شخصیات''، ص ۶۵۱۔۶۵۲)

یوسفی، حکیم:

یوسف بن محمد بن یوسف المشتہر بہ حکیم یوسفی جو سکندر و ابراہیم لودھی، بابر اور ہمایوں کے عہد بزرگ ہرات کے رہنے والے تھے۔ ۹۰۶ھ تا ۹۴۲ھ تک تصنیف وتالیف میں مشغول رہے۔ بابر و ہمایوں کے طبیب تھے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم) ص ۵۱۴۔۵۱۷)

یوشع بن نون:

جن کا نام بائبل میں یشوع بن نون ہے، قرآن پاک میں اِن کا ذکر نام کے ساتھ نہیں ہے مگر اُن کی طرف حوالہ آیا ہے۔ جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کو ارض مقدس لے جانا چاہتے تھے اور بنی اسرائیل جبارون (عمالقہ) سے لڑنے سے جی چراتے تھے تو صرف دو خدا ترس آدمیوں نے آپ کا ساتھ دیا یہ یوشع اور کالب ہیں۔ اِسی طرح نوجوان خادم، اسلامی قصے میں ایسی تفصیلات بھی ہیں جو بائبل میں نہیں۔ یہ فریضہ یوشع کے سپرد کیا گیا کہ مصریوں کو صحیح دین قبول کرنے کی دعوت دیں۔ حضرت موسیٰ کی زندگی میں یوشع نبوت سے سرفراز ہو جاتے ہیں تا کہ حضرت موسیٰ کی زندگی کا خاتمہ آرام وسکون کے ساتھ ہو سکے۔

(نگہت نذیر، ''حیات انبیاء کرامؑ بزبانِ قرآن''، ص ۲۱۷۔۲۱۹)

باب سوم

مقامات/اماکن

آذر بائیجان:

ایران کا ایک صوبہ جس کا شمال مغربی علاقہ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس کے مشرق اور جنوب میں بحیرہ خذر ہے شمال مشرق میں داغستان، شمال مغرب میں گرجستان اور مغرب میں آرمینہ کی سرحد ہے۔ جمہوریہ آذر بائیجان کا رقبہ۱۹۶۴ میں ۳۳۰۰۰ مربع میل اور آبادی (۱۹۵۹ء) سینتیس لاکھ تھی، مشہور شہروں میں تبریز، آرمینہ، خوی اور مراغہ ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد۱، طبع اول ۱۹۶۴ء، ص ۴۷۔۴۳)

آکسفورڈ:

آکسفورڈ انگریزی بولنے والوں کی دنیا میں قدیم ترین یونیورسٹی ہے اور درس و تدریس اور تحقیق کا ایک راہنما ادارہ ہے۔ یہ انگلستان کے آکسفورڈ سٹی میں واقع ہے۔ اگر چہ اِس یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے کی تاریخ کچھ واضح نہیں لیکن اِس میں تدریس کا سلسلہ گیارہویں صدی عیسوی سے ملتا ہے۔ آکسفورڈ کی مرکزی لائبریری کا افتتاح سر تھامس بولڈی نے ۱۵۹۸ء میں کیا چار سال بعد ۱۶۰۲ء میں طالب علموں کے لئے کھولی گئی۔ اس لائبریری میں اسی لاکھ سے زائد کتب ہیں جو کہ ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) کلومیٹر لبی الماریوں میں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ برطانیہ میں برٹش لائبریری کے بعد دوسری بڑی لائبریری ہے۔

(http:\\en.wikipedia.org\university-of-oxford. dated: 13th Sep. 2010.)

آنبیر/امیر/امبر:

آنبیر ہندوستان کی ریاست راجستھان کا ایک شہر تھا جو کہ اب جے پور میونسپل کارپوریشن کا حصہ ہے۔ آنبیر ۹۶۷ء میں ایک پھیلتا ہوا شہر تھا۔ ۱۰۳۷ء کے قریب اِس شہر کو کچھواہا کلاں آف راجپوت نے فتح کیا۔ اِس شہر کے موجودہ ڈھانچے کا بیشتر حصہ آنبیر قلعے کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جو کہ راجہ مان سنگھ نے تعمیر کروایا تھا۔

(http:\\en.wikipedia.org\wiki\amber-india dated: 13th Sep. 2010.)

اجمیر:

اجمیر قلب راجستھان میں اِس نام کی ایک (سابقہ) نیم خود مختار ریاست کا پایۂ تخت تھا، ۱۹۵۱ء میں اِس کی آبادی ۶۳۳،۹۶،۱تھی۔ جس میں ۲۳ فی صد مسلمان تھے۔ یہ مقام اپنے عمارتی آثار بالخصوص حضرت خواجہ معین الدین چشتی (م ۱۲۳۶) کے مزار کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس شہر کی بنا راجپوت راجہ اجیہ چوہان نے ۱۱۰۰ء کے قریب ڈالی تھی۔ ۱۱۹۲ء میں محمد غوری نے اِسے فتح کیا اور ۱۱۹۵ء میں قطب الدین ایبک نے اِسے سلطنت دہلی کا جزو بنالیا۔ ۱۳۹۸ء سے کچھ ہی عرصہ بعد میواڑ کے راجپوتوں نے اجمیر کو پھر چھین لیا۔ لیکن مالوے کے سلاطین نے ۱۵۳۱ء میں اِس پر قبضہ کرلیا۔ بعد ازاں اکبر نے

اِسے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ ۱۷۲۱ء کے بعد اجمیر پہلے راجپوتوں کے تصرف میں آیا پھر مرہٹوں کے جنھوں نے ۱۸۱۸ء میں اِسے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔

(پنڈت مہاراج کشن، ''تواریخ اجمیر''، رہتک: مطبع انوار القمر، س۔ن، متعدد صفحات)

اجودھن (پاک پٹن):

پاکستان کا مشہور قصبہ جسے زمانہ قدیم سے تاریخی حیثیت حاصل رہی، زمانہ سلف میں اس کا نام اجودھن تھا، جو چالوکیا خاندان کی راجدھانی تھا۔ بابا فرید الدین گنج شکر کی خانقاہ کے سبب اِسے اکبر بادشاہ کے حکم سے پاک پٹن کہا جانے لگا۔ پاک پٹن دریائے ستلج کے دائیں کنارے سے آٹھ میل دور ۲۱ء۳۰ شمالی عرض بلد اور ۲۵ء۷۳ مشرقی عرض بلد پر واقع ہے۔ پاک پٹن کو حقیقی شہرت حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے نام کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ اُن کی تبلیغ سے بہت سے قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۵، ص ۳۶۰۔۳۶۱)

اُجین:

مدھیا پردیش بھارت کا ایک مشہور و معروف شہر جو سطح مرتفع مالوہ پر واقع ہے۔ یہ شہر ہندوؤں کے سات قدیم ترین شہروں میں شامل ہے۔ اِسے تیرتھ کا درجہ اور احترام دیا گیا ہے۔ یہ شہر آریائی سلطنت اور بعد ازاں مالوہ کے کئی حکمران خاندانوں کا دارالحکومت رہا ہے۔ چندر گپت دوم یعنی بکرماجیت نے اِس شہر پر تقریباً ۴۰۰ میل تک حکمران تھا۔ سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں مسلمانوں نے ۱۲۳۵ء میں اِس شہر پر قبضہ کیا۔ بعد ازاں خلجی اور مغل بر سر اقتدار آئے۔ ۱۷۵۰ء سے ۱۸۱۰ء تک یہ شہر ریاست گوالیار کا دارالحکومت بھی رہا ہے۔

(اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد اوّل، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۸ء، ص ۶۸)

اُچ شریف:

اُچ (دوسرے املا: اُوچ، اوچھ، اوچہ، سنسکرت لفظ اوچا (= اونچا) سے مشتق، بمعنی بلند (اونچا) سابقہ ریاست بہاولپور میں ارض پاک و ہند کا ایک اہم نہایت قدیم اور مشہور شہر جو بہاولپور سے اڑتیس میل کے فاصلے پر جنوب مغربی سمت میں دریائے ستلج اور چناب کے سنگم پر واقع ہے۔ (طول بلد ۷۱ درجہ ۷ دقیقہ ۳۰ ثانیہ مشرقی، عرض بلد ۱۹ درجہ ۱۶ دقیقہ شمالی، سطح آب سے بلندی ۳۶۷ فٹ) اور جسے متعدد صوفی خاندانوں، بالخصوص حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی بدولت بڑی شہرت اور عظمت حاصل ہوئی۔ اُچ شریف کئی بار ویران اور کئی بار آباد ہوا اور اب صرف تین چھوٹی چھوٹی بستیوں پر مشتمل ہے۔ یعنی اُچ بخاری، اُچ گیلانی اور اُچ مغلہ پر جو ساتھ ہی ساتھ واقع ہیں۔

(مسعود حسن شہاب، ''خطہ پاک اوچ''، بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۷ء، متعدد صفحات)

احمد نگر:

بھارت کی ریاست مہاراشٹر کا ایک اہم شہر جو کہ اپنی سوتی صنعت، کپاس، دالوں اور نیل کے لئے مشہور ہے۔ بمبئی

سے ۱۲۵ میل مشرق میں واقع ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات'' (انسائیکلوپیڈیا)، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۲ء، ص ۵۱)

احمد آباد:

احمد آباد ایک اہم بھارتی شہر ہے جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اپنی شاندار مساجد اور جین مندر کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہ شہر کپڑے کی صنعت یعنی ریشم اور سوتی کپڑے کی صنعت کا مرکز ہے۔ یہ بھارتی ریاست گجرات کا شہر ہے۔ جب سلطان احمد بن سلطان محمد بن سلطان مظفر شاہ ۸۱۲ میں برسر اقتدار آیا تو دریائے سابرمتی مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈال کر احمد آباد نام رکھا اور اُسے اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۵۰)

ارمن:

ارمن موجودہ نام آرمینہ ایشیائے قریب کا مرکزی اور بلند ترین علاقہ جو دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ آرمینہ میں وہ تمام علاقہ شامل ہے جو طول بلد ۲۷ درجے، ۲۹ درجے مشرق اور عرض بلد ۳۷ درجے، ۴۱ درجے شمال کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اس کے رقبے کا اندازہ تقریباً تین لاکھ مربع کلومیٹر کہا جا سکتا ہے۔ یہ بڑے بڑے دریاؤں کا گھوارہ ہے اور معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۴۲۲۔۴۹۹)

استنبول:

روایت ہے کہ خود رسول ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ مبلغین اسلام قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے۔ سلطان محمد ثانی نے تخت نشین ہوتے ہی فیصلہ کر لیا کہ استنبول (قسطنطنیہ) کو فتح کرنا ہے۔ ۱۴۵۳ء میں زبردست حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ اس جنگ کی خاص بات یہ ہے کہ خشکی پر جتنی بھی کشتیاں تھیں جلا دی گئیں۔ مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مزار بھی اِسی شہر میں ہے۔

(ہیرلڈ لیم، ''قسطنطنیہ یا استنبول''، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات)

اصفہان:

ایران کا ایک مشہور شہر جو کبھی شاہانِ صفویہ کا دارالحکومت تھا۔ اِس شہر کے قرب و جوار میں چاندی کی کانیں پائی جاتی تھیں۔ پوست، روئی اور تمباکو کی کاشت آج بھی اِس سرزمین کی خوشحالی کا ذریعہ ہیں۔ اِس شہر نے کئی نشیب و فراز دیکھے۔ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم اور اِس کے بعد کی عالمگیر جنگ میں اصفہان انگریزوں، روسیوں اور ترکوں کی باہمی آویزشوں کا مرکز بنا رہا۔ شہر کی اقتصادی اہمیت اب بھی باقی ہے۔ کسی زمانے میں اصفہان کی تلواریں مشہور تھیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۸۴۲۔۸۴۶)

اطالیہ:

لمبوترا جزیرہ نما جنوبی یورپی ملک جس کا زیادہ حصہ بحیرہ روم کے اندر واقع ہے عرض بلد ۳۰ درجے ۴۲ منٹ شمال سے ۴۰ درجے ۶ منٹ شمال میں اور طول بلد ۶ درجے ۳۷ منٹ مشرق سے ۱۸ درجے ۳۱ منٹ مشرق میں واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۱۶،۰۰۰ مربع میل ہے، اِس کا صدر مقام روم ہے۔ اِس کے کل جزیرہ نما حصے کے مشرق میں بحیرہ ایڈریاٹک، جنوب میں بحیرہ آینونیین جنوب میں بحیرہ ٹرینجین شمال مغرب میں بحیرہ لگورین سے گرا ہوا ہے۔ شمالی حصہ چوالیس پہاڑیوں پر مشتمل ہے، اس کے مغرب میں فرانس، شمال میں سوئٹزر لینڈ اور انڈیا اور مشرق میں یوگوسلاویہ کے ممالک ہیں۔ جزیرہ نما اٹلی کا وسطی حصہ بھی پہاڑی ہے۔ اٹلی کا ۲/۳ حصہ پہاڑی ہے۔ یہ ملک صنعتی، تجارتی، معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے کافی ترقی یافتہ ملک ہے۔ اِس کی اہم زرعی فصلیں گندم، چقندر، مکئی اور سبزیاں ہیں۔ اہم معدنیات میں پارہ، گندھک، پٹرولیم، قدرتی گیس اور سنگ مر مر ہیں۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۶)

افغانستان:

افغانستان اپنی موجودہ ہیئت ترکیبی کے مطابق ایک بے قاعدہ سی شکل کے علاقے پر مشتمل ہے، جو ۲۹ درجے ۳۰ دقیقے اور ۳۸ درجے ۳۰ دقیقے طول بلد شمالی اور ۶۱ درجے اور ۷۰ درجے عرض بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ یہ ملک پہاڑوں کے اُلجھے ہوئے سلسلے میں واقع ہے۔ محل وقوع کے اعتبار سے کابل، قندھار اور ہرات تینوں شہر ملک کے اہم نقطے بن گئے ہیں اور ہر ایک زرخیز وادی میں واقع ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر عاشق محمد خان درانی، ''تاریخ افغانستان''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، متعدد صفحات)

(Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985, p.28-39)

الور:

اِس ریاست کا رقبہ تین ہزار ایک سو اکتالیس مربع میل ہے۔ راؤ پرتاب سنگھ کے بعد بختاور سنگھ مسند نشین ہوا۔ راجہ مذکور ۱۸۱۵ء میں فوت ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں شیودان سنگھ اِس ریاست پر مسند نشین ہوا۔

(پراگ نرائن بھارگو، ''صحیفۂ زریں''، لکھنؤ: طبع منشی نول کشور، ۱۹۰۲ء، ص ۶۳)

الٰہ آباد:

الٰہ آباد (اللہ آباد) بھارت کے صوبہ اتر پردیش کا ایک اہم شہر اور صوبے کی عدالت عالیہ کا مستقر، گنگا اور جمنا کے سنگم پر واقع ہے۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق اِس کی آبادی ۳۳۲۲۹۵ تھی، جس میں ۹۰۸۲۹ مسلمان تھے۔ الٰہ آباد کا شمار ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ پہلے اِسے پریاگ کہتے تھے اور ہندوؤں کے نزدیک یہ بہت متبرک مقام تھا۔ اکبر نے اِس کا نام الٰہ باس رکھا، جو کثرت استعمال سے الٰہ آباد ہو گیا۔ آزادی کے بعد رام پور، بنارس اور گڑھوال کی ریاستیں

اِس میں مدغم کر دی گئیں۔ الہ آباد میں ایک یونیورسٹی بھی قائم ہے۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۲، ص ۲۰۷)

امروہہ:

اتر پردیش (بھارت) کے ضلع مراد آباد کا ایک قصبہ جو تقسیم ہند سے پہلے ایک مشہور اسلامی مرکز تھا۔ اِس قصبے کی آبادی میں زیادہ تر شیوخ قریش اور سادات شامل تھے۔ سادات کے سب سے بڑے بزرگ شرف الدین شاہ ولایت تھے جو دسویں امام (حضرت علی نقیؒ (م۲۱۴ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا مقبرہ اب تک موجود ہے یہاں کثرت سے زائرین آتے ہیں جن میں زیادہ تر ہندو ہوتے ہیں۔ اِس قصبے میں ایک سو کے قریب مساجد ہیں۔

(جمال احمد نقوی، "تاریخ سادات امروہہ"، حیدر آباد (دکن): اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۳۴ء، متعدد صفحات)

انبالہ:

بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کا ایک اہم شہر، ریلوے جنکشن، فضائی مستقر، چھاؤنی اور قسمت انبالہ کا صدر مقام، ۳۰ درجے ۲۱ دقیقے طول بلد شمالی اور ۷۶ درجے ۵۲ دقیقے عرض بلد مشرقی پر دہلی سے سوا سو میل دور شمال مغرب میں واقع ہے۔ انبالہ ایک ایسے علاقے میں واقع ہے جو ہندوؤں کے ہاں بڑا متبرک اور اُن کی قدیم تہذیب کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ اِس علاقے کے ایک طرف پہاڑ ہیں، دوسری طرف صحرائے راجپوتانہ کے کنارے کے جنگل اور بیچ میں پانی پت کا مشہور میدان جنگ، لہٰذا شمالی حملہ آور یہاں سے یا اِس کے قریب سے گزرتے رہے ہیں۔ وجہ تسمیہ کے سلسلے میں دو روایات ملتی ہیں: اول یہ کہ کثرت انبہ کے سبب اُسے انبہ والا کہتے تھے، جو رفتہ رفتہ انبالہ ہو گیا۔ دوم یہ کہ اس کی بنیاد راجپوتوں کے زمانے میں امبا نامی ایک برہمن راجہ نے ڈالی تھی۔ شہر انبالہ غلے کی بڑی منڈی ہے اور سوتی قالینوں اور دریوں کی صنعت کے لئے مشہور ہے۔

(کالیر (سر رشتہ دار تعلیم اودھ)، "وقائع نگار انگلستان"، لکھنؤ: منشی نول کشور، ۱۸۸۳ء، متعدد صفحات)

اُندلس:

جزیرہ الاندلس ایک جغرافیائی اصطلاح، جس سے ازمنہ وسطیٰ کے خاتمے تک جزیرہ نمائے آئی بیریا مراد لیا جاتا تھا یعنی موجودہ ہسپانیہ اور پرتگال، جزیرہ نمائے آئی بیریا یورپ کے جنوب مغرب میں خشکی کا وسیع و عریض ابھار ہے۔ اِس کی شکل پنج گوشہ ہے۔ اس کا سطحی رقبہ ۲۲۹۰۰۰ مربع میل ہے جب کہ موجودہ سپین کا رقبہ ۱۹۵۰۰۰ ہے۔ جزیرہ نما کی بلندی ۲۱۶۰ سے کم نہیں، جزیرہ نما کا زیریں علاقہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔ اندلس ایک وقت میں مسلمہ تہذیب و تمدن اور ثقافت کا مرکز تھا۔

(محمد عنایت اللہ، "اندلس کا تاریخی جغرافیہ"، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، متعدد صفحات)

اندور:

وسطی ہندوستان میں دریائے نربدا کی وادی میں شامل ایک سابق ریاست تھی۔ زمانہ قدیم میں اِس کا متمدن حصہ مرہٹوں پر مشتمل تھا اور پہاڑی علاقوں میں کول اور بھیل نسل کے لوگ آباد تھے۔ حکمران کو ہلکر کہا جاتا تھا۔ دارالحکومت اندور شہر

تھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد ریاست کو ختم کر دیا گیا۔ اب یہ علاقہ صوبہ مدھیہ پردیش (سی۔پی) کا ایک شہر ہے۔
(اُردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۳۱)

اندری:

یہ قصبہ دائیں کنارے دہلی کی نہر کے آباد ہے۔ اس کی آبادی اُس سڑک کے کنارے جو کرنال سے بوڑیا واقع ہے اور کرنال سے اِس کا فاصلہ بجانب شمال پندرہ میل ہے اور کلکتہ سے شمال مغرب کی جانب نوسواسی میل ہے۔
(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، لکھنؤ: مطبع نامی نول کشور، ۱۸۷۷ء، ص ۵۰)

انگلستان:

یورپ کے شمال مغرب میں پائے جانے والے مجموعہ الجزائر میں سے سب سے بڑے جزیرہ کا تقریباً نصف حصہ انگلستان کہلاتا ہے۔ کیونکہ جزیرے کا شمالی حصہ سکوٹ لینڈ اور جنوب مغرب میں بڑا ہوا حصہ ویلز کہلاتا ہے۔ یہ دونوں حصے پہاڑی ہیں۔ جب کہ انگلینڈ عام طور پر نسبتاً کم بلند ہے۔ یہ چاروں اطراف سے پانی سے گھرا ہوا ہے۔ یہ عرض بلد ۴۹ درجے ۵۷ منٹ شمال سے عرض بلد ۵۵ درجے شمال تک اور طول بلد ۸ درجے ۱۱ منٹ مغرب سے طول بلد ایک درجے ۴۶ منٹ مشرق کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اس کا کل رقبہ ۵۰،۳۲،۲ مربع میل ہے۔ اس کا صدر مقام ایک صنعتی مرکز بنا اور دنیا بھر میں اہم ہوا۔ تمام شہر جدید ترین ریلوں، ہوائی اور بحری راستوں سے آپس میں ملے ہوئے ہیں اور پوری دنیا سے ملاتے ہیں، زبان انگریزی ہے۔
(علی ناصر زیدی، ''ایشیا سٹریٹ، انگلستان''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات)

اودھ:

بھارت کا ایک علاقہ، جو پہلے صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ کی ایک انتظامی وحدت شمار ہوتا تھا اور اب اتر پردیش (دارالحکومت لکھنو) کا ایک حصہ ہے۔ یہ ۲۵ درجہ ۳۴ دقیقہ اور ۲۸ درجہ ۴۲ دقیقہ عرض البلد شمالی اور ۷۹ درجہ ۴۱ دقیقہ اور ۵۳ درجہ ۸ درجہ طول البلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ اِس کا رقبہ ۲۳۹۶۶ مربع میل ہے۔ زمانہ قدیم سے ہی اودھ اور اُس کے مضافات شمالی ہندوستان کے وسیع اور زرخیز میدان کا حصہ رہے ہیں اور یہ ہندو تہذیب کا بڑا مرکز رہا ہے۔ اودھ میں بدھ مت کے بھی کئی متبرک مقامات موجود ہیں اور یہاں اِس مذہب کے پیرو بڑی بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ یہ صوبہ محمد بن تغلق کی وسیع وعریض سلطنت کا حصہ بھی رہا ہے، لیکن چودھویں صدی کے آخر میں جونپور کی شرقی سلطنت میں مدغم ہو گیا۔ لودھیوں کے عہد میں پھر ایک دفعہ سلطنت دہلی میں شامل ہوا۔ اکبر کے عہد میں الگ صوبہ بنا دیا گیا۔[۱] ۱۷۶۴ء میں بکسر کے مقام پر نواب وزیر شجاع الدولہ کی شکست کے سبب یہ صوبہ کمپنی کے قبضے میں آ گیا۔ تقسیم ہند کے بعد یہ صوبہ اتر پردیش کا حصہ اور ریاست رام پور اور گڑھوال کے علاقے بھی اس میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔[۲]

[۱] (سید امجد حسین، ''اودھ آئینہ ایام میں''، لکھنؤ: محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ اتر پردیش، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)
[۲] (مرزا علی اظہر برلاس، ''اودھ پر انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ''، کراچی: اودھ ادبی اکیڈمی، ۱۹۸۴ء، متعدد صفحات)

اودے پور:

راجپوتانے کی قدیم اور بہت مشہور ریاست جسے میواڑ بھی کہا جاتا تھا۔ چتوڑ اسی ریاست کا مرکزی شہر ہے۔ اِس ریاست کا صدر مقام بھی اودے پور ہے۔ یہ ریاست پہاڑی علاقہ ہے اور معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے۔

(''اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا''، جلد اوّل، ص ۱۵۴)

اورنگ آباد:

اورنگ آباد، بھارت کے صوبہ بمبئی کا ایک ضلع اور شہر، جس کی آبادی ۱۹۵۱ء میں ۹۴۰۴۷ا تھی۔ علاؤالدین خلجی کے عہدِ حکومت میں ملک دکن کے اِس حصے کے ہندو حکمران مسلمانوں کو خراج دینے پر مجبور ہو گئے۔ ۱۳۴۷ء میں یہ علاقہ بہمنی سلطنت میں شامل کر لیا گیا اور اِس سلطنت کے زوال و انتشار کے بعد نظام شاہی سلطنت احمد نگر کا ایک حصہ بن گیا۔ اٹھارہویں صدی کے نصف اوّل میں مغلیہ سلطنت کے زوال پر اورنگ آباد کو نظام کی حکومت میں شامل کر لیا گیا۔ ۱۹۵۶ سے یہ شہر احاطہ بمبئی کی حکومت میں شامل ہے۔ اورنگ آباد کا پہلا نام کھڑکی تھا۔ ۱۶۱۲ء میں اورنگزیب کے نام پر اِس کا نام اورنگ آباد رکھا گیا۔ اِسی کا ایک چھوٹا سا قصبہ ریاست بہار کے ضلع گیا میں بھی واقع ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۵۲۹)

ایران:

ایران ایک جمہوری اسلامی ملک ہے، جس کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل ہے اور یہ ۲۵ درجے، ۴۰ درجے عرض بلد شمالی اور ۴۴، ۳۰، ۶۳ درجے طول بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ شمالی پہاڑ اٹھارہ ہزار سات سو فٹ تک بلند ہیں۔ ایران کا چھٹا حصہ بیابان اور بقیہ حصہ قابل زرخیز ہے۔ ایران کے بڑے شہروں میں تہران، آبادان، اہواز، اصفہان، مشہد، رشت، شیراز اور ہمدان شامل ہیں۔ اس سرزمین نے متعدد انقلابات دیکھے، معدنیات کی دولت سے مالا مال ملک ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۶۲۷۔۶۷۱)

ایڈنبرا:

سکاٹ لینڈ کا دارالحکومت اور خلیج فورتھ کے نزدیک واقع ہے۔ اِس کی نیشنل لائبیریری میں گراں قدر قلمی نسخے ہیں۔ ایڈنبرا یونیورسٹی کے قریب ایک مشہور میڈیکل سکول ملحق ہے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اس شہر نے علم و ادب کے میدان میں بہت ترقی کی۔

(''اردو جامع انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، ص ۵۳)

ایسٹ انڈیا کمپنی:

۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ اوّل نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک شاہی چارٹر دیا جس میں کہا گیا کہ جیسے ایک یا ایک سے زیادہ ملکوں میں تجارت کی اجارہ داری دی جاتی ہے وہاں کوئی دوسری کمپنی کام نہیں کر سکتی۔ نیز جن ملکوں یا علاقوں میں کمپنی کام کرتی ہے وہاں اپنا کام بھی کریں اور ضرورت پڑے تو فوجی طاقت کا بھی استعمال کریں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو ۲۱۸ تاجروں نے مل کر

بنایا۔ کمپنی کے انتظام کے لئے دو کورٹ آف ڈارکٹرز'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ فیصلہ ووٹوں کے ذریعے ہوتا تھا۔ جس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی قائم ہوئی وہ زمانہ ''تجارتی سرمایہ داری'' کا تھا۔ اِس نظام کے تحت تاجر کاریگروں سے سستا مال خرید کر اُسے مہنگے داموں بیچتے۔ اس کمپنی کو جب ہندوستان میں تجارت کی اجارہ داری ملی تو اُسے دوسرے یورپی تجارتی کمپنیوں سے مقابلہ کرنا پڑا جن میں پرتگالی، ڈچ اور فرانسیسی تھے۔ اِس مقابلہ کی وجہ سے ان میں جنگیں اور مقابلے ہوئے جن میں بالآخر ایسٹ انڈیا کمپنی کامیاب رہی۔ تجارتی کمپنیوں کا طریق کار یہ تھا کہ وہ ہندوستان میں سہولتوں کی خاطر سرکاری عہدے داروں اور دربار کے اُمرا کو تحفے اور رشوتیں دیا کرتے تھے۔ ابتدا میں مغل دربار میں پرتگیزوں کا اثر تھا مگر آہستہ آہستہ اِن کا اثر ختم ہو گیا اور انگریز تاجروں نے بادشاہ اور امرا کو اپنے زیرِ اثر کر لیا۔ فرخ سیر کے عہد میں ۱۷۱۴ء میں اُنہیں یہ مراعات دی گئیں کہ ان کی تجارتی اشیا پر کسٹم ڈیوٹی کی معافی ہو گئی۔ (نوٹ: ایسٹ انڈیا کمپنی کسی جگہ یا مقام کا نام نہیں بلکہ اس کا مختصر سا تعارف دیا گیا ہے)۔

(ڈاکٹر مبارک علی، ''برطانوی ہندوستان''، لاہور: ایکشن ایکٹ انٹرنیشنل پاکستان، ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۔۱۶)

ایشیا:

ایشیا دنیا کا سب سے بڑا براعظم ہے، جو لاتعداد خصوصیات کا حامل ہے مثلاً اس میں دنیا کا سب سے بلند پہاڑ، زرخیز زمین، سب سے زیادہ آبادی، بلند ترین سطح مرتفع (تبت) سب سے گرم مقام، سب سے زیادہ بارش والا علاقہ (چراپونجی) اور سب سے زیادہ نشیب (بحیرہ مدار کا ساحل) اور سب سے بڑی جھیل (بحیرہ کیسپین) واقع ہیں۔

(پروفیسر فرحت اللہ خاں، ''نادر اٹلس''، لاہور: ایجوکیشنل پبلشرز، ۱۹۶۲ء، ص ۹)

(Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, 15th Edition, 1985, P. 457-458)

باجوڑ:

مغربی پاکستان کی قسمت پشاور کی دیر، سوات و چترال ایجنسی میں کوہستانی علاقے کا ایک خطہ، جس کے شمال میں دیر، مشرق میں دیر اور سوات، جنوب مشرق اور جنوب میں اتمان خیل اور مہمند قبائل کا علاقہ اور مغرب میں افغانستان واقع ہے۔ اس کا رقبہ پانچ ہزار مربع میل ہے جسے حسب ذیل وادیاں قطع کرتی ہیں: چہار منگ، بابوکرہ، وتلائی، رود اور سور کمر۔ باجوڑ ترکنری پٹھانوں کا وطن ہے جو یوسف کے بھائی بند ہونے کے دعوے دار ہیں۔ وہ چار شاخوں میں منقسم ہیں۔ اسمٰعیل زئی، عیسیٰ زئی، سلر زئی اور مہمند، باجوڑ کا قلعہ بابر نے ۱۵۱۹ء میں فتح کیا تھا۔ آج کل یہ علاقہ پاکستان کا حصہ ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۸۵۶)

بارہ مولا:

بھارتی مقبوضہ کشمیر کے صدر مقام سری نگر کے قریب ایک خوبصورت صحت افزا مقام اور سیاحت کے مرکز کا نام ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۱۷۶)

بٹالہ:

باری دوآب کے قصبوں میں یہ ایک مشہور قصبہ ہے۔ اِس کے کشادہ بازار، اِس شہر کی رونق کا سبب ہیں۔ لودھی بادشاہوں کے عہد میں رام دیو بھٹی نے یہ شہر آباد کیا اگرچہ اس سے پہلے بھی یہاں شہر تھا جو اب ختم ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ بعد رام دیو بھٹی نے شیخ عبدالجلیل قریشی سہروردی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ اکبری عہد میں شمشیر خاں نے مشرق شمال کے گوشہ میں ایک باغ اور باغ کے اندر تالاب اور تالاب کے اندر ایک مسجد بنوائی۔ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ نے مسجد کو بارہ دری میں تبدیل کر دیا۔ بعد میں اِس شہر کو گورداس پور کے ضلع میں شامل کر دیا گیا۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۲۰۵-۲۰۶)

بجنور:

ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں قسمت رہیل کھنڈ کے ایک شہر اور ضلع کا نام، جس کا کل رقبہ ۱۸۶۷ مربع میل اور آبادی ۹۸۴۱۹۶ ہے۔ اِس میں چھتیس فی صد مسلمان آباد ہیں۔ ۱۳۹۹ء میں اِسے تیمور نے تاراج کیا۔ اکبر کے زمانے میں یہ صوبہ دہلی میں سنبھل کی ''سرکار'' کا ایک حصہ تھا۔ جب مغل سلطنت کو زوال آیا تو روہیلوں نے علی محمد کے ماتحت اس پر حملہ کیا۔ ۱۷۷۴ء میں جب روہیلوں کو شکست ہوئی تو بجنور کا الحاق اودھ سے ہوگیا۔ ۱۸۰۱ء میں اِسے انگریزوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اُردو کے چند نامور ادیب، بجنور ہی سے تھے۔ مثلاً نذیر احمد، عبدالرحمٰن (مصنف: محاسن کلام غالب)۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۴۶-۴۷)

بخارا:

عالم اسلام اور وسط ایشیا میں اسلامی تہذیب و تمدن کا عظیم الشان مرکز جو دریائے زرافشاں کی زیریں گزرگاہ پر ایک بڑے نخلستان میں واقع ہے اور آج کل ازبکستان میں شامل ہے۔ سطح سمندر سے اِس کی بلندی ۷۲۲ فٹ (۲۲۲٫۴ میٹر) ہے اور طول البلد مشرق ۶۴ درجہ ۳۸ دقیقہ اور عرض البلد شمالی ۳۹ درجہ ۴۳ دقیقہ پر واقع ہے۔ صدر مقام تاشقند ہے۔

(آرمینیس ویمبرے، ''تاریخ بخارا''، مترجم: نفیس الدین احمد (علیگ)، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۹ء، متعدد صفحات)

بدایوں:

بدایون ایک قدیم شہر جو دریائے سوت سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے اور بھارت (اتر پردیش) میں اِسی نام کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔ محل وقوع ۲۸ درجے ۲ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۹ درجے ۷ دقیقے طول بلد مشرقی ہے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد بدایون پر روہیلوں کا قبضہ ہوا۔ ۱۱۹۲ھ/۱۷۷۸ء میں یہ شہر نوابان اودھ کے قبضے میں چلا گیا، جن سے ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء میں انگریزوں نے چھین لیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۱۴۱-۱۴۲)

بدر:

مکّہ اور مدینہ کے درمیان حجاز کا مشہور چشمہ اور مقام جہاں عہد نبوی ﷺ میں پہلا اہم غزوہ پیش آیا۔ مدینہ منورہ

کے جنوب مغرب میں بندرگاہ الجار سے ایک شبانہ منزل پر واقع ہے، جو مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ایک جامع مسجد ہے اور یہ اِسی مقام پر تعمیر ہوئی ہے جہاں غزوہ بدر کے وقت آنحضرت ﷺ کے لئے ایک سائبان بنایا گیا تھا۔ یہ ایک ٹیلے پر ہے۔ بدر بیضوی شکل کا ساڑھے پانچ میل لمبا اور ساڑھے چار میل چوڑا وسیع میدان ہے۔ میدان کے اردگرد اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ مکے، شام اور مدینے جانے کے راستے جنوب، شمال اور مشرق کی وادیوں سے آ کر بدر پر ملتے ہیں۔ بدر وادی یلیل میں واقع ہے۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۴، ص۱۵۳)

برار:

پہلے یہ برطانوی ہند کا ایک صوبہ تھا۔ رقبہ ۱۷۸۰۹ مربع میل۔ آبادی ۳۶۰۴۸۶۶ جس میں ۳۳۵۱۶۹ مسلمان تھے (مردم شماری ۱۹۴۱ء)۔ اب اِسے ریاست بمبئی میں شامل کر دیا گیا ہے۔ تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو پندرہویں صدی کے اواخر میں یہاں عماد شاہی خاندان کی خود مختار سلطنت قائم ہو گئی تھی، جس کا الحاق ۱۵۷۴ء میں احمد نگر کے نظام شاہی بادشاہوں نے اپنی سلطنت سے کر لیا۔ اکبر نے اپنے دورِ حکومت کے آخری ایام میں اِسے فتح کیا اور ۱۷۲۷ء تک یہ سلطنت مغلیہ کا ایک صوبہ بنا رہا۔ تا آنکہ آصف جاہ نظام الملک حیدر آباد میں خود مختار ہو گیا۔ ۱۸۵۳ء میں برار ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیا گیا۔ ۱۹۵۶ء تک برار کا نظم ونسق بدستور صوبہ جات متوسط کے ماتحت ہی رہا۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۴، ص۲۶۸)

برھان پور:

مدھیا پردیش (بھارت) کا شہر جو ۱۸ فٹ ۱۱۱ نچ عرض بلد شمالی اور ۱۲ فٹ ۷۶ طول بلد مشرقی پر دریائے تاپتی کے شمالی کنارے پر واقع ہے۔ دریا کی جانب گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ شہر کے باقی اطراف میں ایک سنگین فصیل ہے جس میں کئی بڑے بڑے پھاٹک اور کھڑکیاں ہیں۔ اِس کی بنیاد خاندیش کے فاروقی خاندان کے بانی نصیر خان الفاروقی نے ۸۰۱ھ/۹۸-۱۳۹۹ء میں یا اِس کے لگ بھگ رکھی۔ اِس کا نام دکن کے ایک بزرگ برھان الدین غریب کے نام پر رکھا گیا۔ اِس شہر میں انگریزی سفیر سرٹامس رو ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء میں جہانگیر کے بڑے بیٹے پرویز کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد۴، ص۴۶۲-۴۶۳)

برٹش میوزیم:

لندن کا عجائب گھر جو نادر علمی، ادبی اور تاریخی کتب کے ذخائر کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہ عجائب گھر ۱۷۵۳ء میں قائم ہوا۔ لندن کے قریب بلومسبری کے مقام پر واقع ہے۔

("اُردو انسائیکلوپیڈیا"، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص۲۰۴)

برج:

برج (جمع بروج، ابراج اور ابرجہ) مستطیل یا حدود بلند، عمارت، فصیل قلعہ سے ملی ہوئی، جو دفاعی دمدمے یا بندقید

خانے کا کام دیتی ہے۔ مخصوص معنوں میں فلک کے بارہ حصوں میں سے جنہیں "منازل الشمس" سمجھا جاتا ہے۔ یعنی وہ اونچی عمارت روشنی سے جہازوں کا کام دیتی ہے۔ (برج المینار) وہ بلند لاٹھ جو پرندوں کے اترنے اور بیٹھنے کے لئے بنائی جاتی ہے۔ خاص کر نامہ کبوتر کے لئے برج عسکری فن تعمیر کی اصطلاح بھی ہے، جو حفاظتی اور مدافعتی ضرورتوں سے تعمیر ہوئیں۔ ہندوستان کے فنِ تعمیر میں برج عام طور پر اُردو میں جس سے یہ ہندوستان کی اور زبانوں میں بھی پھیل گیا ہے۔ شروع کے مسلم حملہ آوروں کو ایک ایسے ملک سے واسطہ پڑا جہاں پہلے سے ہی قلعہ بند عمارتیں موجود تھیں جن کی ہندو زمانے کے ہندوستان میں ایک قدیم روایت چلی آتی تھی جو بعد کے زمانے میں بھی ملک کے اِن حصوں میں جہاں اسلام نہیں پھیلا زندہ رہی۔ ہندوستان میں قطب الدین ایبک، علاؤ الدین خلجی، غیاث الدین تغلق، محمد تغلق، فیروز تغلق، سید مبارک شاہ، شیر شاہ سوری اور شاہانِ مغلیہ نے شاندار قسم کے برج تعمیر کرائے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۳۵۰۔۳۷۱)

برلن:

سینکڑوں سال پہلے یہ ایک چھوٹا سا مچھیروں کا گاؤں تھا۔ ترقی کرتے کرتے پہلے ایک بڑا تجارتی مرکز اور پھر متحدہ جرمنی کا دارالحکومت بن گیا۔ اِس میں بہت زیادہ تعلیمی، ثقافتی، سیاسی اور فوجی ترقی ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد روس کے قبضے میں چلا گیا۔ روس نے سب سے پہلے الگ ہوکر مشرقی حصہ پر قبضہ کر کے الگ ہونے کا فیصلہ کرلیا بہت سے لوگ مشرقی برلن سے مغربی برلن میں آ گئے۔ ۱۹۶۱ء میں دونوں حصوں کے درمیان تقریباً ۲۹ میل لمبی پکی دیوار بنا دی گئی۔ مغربی جرمنی کا رقبہ ۱۸۷ مربع میل تھا۔ آخر کار ۱۹۹۶ء میں اِس بٹوارے والی دیوار کو توڑ دیا گیا اور دونوں حصوں کو ایک کر دیا گیا۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۲۲۸)

بریلی:

اتر پردیش، بھارت کے ایک ضلع کا صدر مقام۔ یہ شہر ۲۸۔۲۲ درجے عرض بلد شمالی اور ۹۔۷۔۲۴ درجے طول بلد مشرقی پر دریائے گنگا کے کنارے ایک سطح مرتفع پر واقع ہے۔ اس شہر کی بنیاد ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء میں رکھی گئی۔ روایت یہ ہے کہ اِس کا نام ایک شخص باسدیو کے نام پر رکھا گیا جو ذات کا بر ہیلہ راجپوت تھا۔ عام طور پر اسے بانس بریلی کہتے ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس کے نواح میں بانس کا ایک جنگل ہے اور اِس اضافے کی ضرورت اِس لئے پیش آئی تا کہ اِس میں اور رائے بریلی میں جو حضرت سید احمد بریلوی کا مولد تھا تمیز ہو سکے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۴۸۷۔۴۸۸)

بڑودہ:

گجرات کاٹھیاواڑ ایک سابق ہندوستانی ریاست (رقبہ آٹھ ہزار دو سو پینتیس مربع میل، آبادی اٹھائیس لاکھ پچپن ہزار) پہلے یہ مغربی ہند اور ریاست ہائے گجرات کاٹھیاواڑ میں ضم ہوئی تھی۔ یکم مئی ۱۹۴۹ء سے صوبہ بمبئی میں شامل کر دی گئی نیز اِس نام کا شہر جو ریاست کا دارالحکومت تھا۔ شہر بڑودہ دریائے وشوامتری کے کنارے آباد ہے۔ (۲۲ء۱۸) عرض بلد شمالی اور ۳۷ء۱۵) طول بلد (شرقی)۔ مقامی لوگ ''وڈوڈرہ'' کہلاتے ہیں۔ جو بظاہر سنسکرت لفظ ''وٹو دار'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

اِس کے معنی ہیں ''درخت ہائے برگد کے درمیان'' یہ نام اِس لئے رکھا گیا کہ یہاں بہت سے بڑ کے درخت تھے اور اب بھی نواح میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ شہر کا قدیم نام ''ویرکشتر'' یا ''ویراوتی'' تھا، جس کا مطلب ہے بہادروں کی سرزمین، بڑودہ بمبئی سے دوسو پینتالیس میل شمال میں بی بی اینڈ سی آئی ریلوے پر واقع ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۴۹۱۔۴۹۳)

بصرہ:

بصرہ کے لفظی معنی ہیں ''سیاہ سنگریزے'' چونکہ یہاں ایسے سنگریزے تھے لہٰذا اِسی وجہ سے اِس علاقے کا نام بصرہ رکھا گیا۔ بصرہ زریں دوآبہ عراق کا ایک قصبہ ہے جو شطّ العرب پر بغداد سے جنوب مشرق میں ۲۷۹ میل (۴۲۰ کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے۔ اِس قصبے کی اتنی جلدی ترقی کرنے کا سبب تیل کے چشموں کی دریافت ہے جو زبیر کے مغرب میں پائے جاتے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۵۷۸)

بغداد:

بغداد دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے اور اِس کا محل وقوع ۳۳ درجہ ۲۷ دقیقہ ۱۸ ثانیہ عرض بلد شمالی اور ۴۴ درجہ ۲۳ دقیقہ ۹ ثانیہ طول بلد مشرقی ہے۔ اِس کی بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں رکھی گئی اور اُس وقت سے خلافت عباسیہ کے خاتمے تک یہ برابر دارالخلافہ اور صدہا سال تک عالم اسلام کا ثقافتی مرکز رہا۔ ۱۲۵۸ء کے بعد یہ ایک صوبے کا صدر مقام اور عثمانی ترکوں کے تحت ولایت بغداد کا مرکز رہا۔ ۱۹۲۱ء میں یہ جدید مملکت عراق کا دارالحکومت ہو گیا۔ بغداد کے حدود بلدیہ کے اندر کی آبادی ۱۹۴۷ء میں ۳۳۷۳۶۶۴ تھی جو ۱۹۵۷ء میں بڑھ کر سات لاکھ پینتیس ہزار تک پہنچ گئی۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۶۳۸۔۶۷۵)

بکسر:

ہندوستان کے صوبہ بہار کی قسمت پٹنہ کے ضلع شاہ آباد میں ایک شہر جو گنگا کے جنوبی کنارے واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ ایک بڑا مقدس شہر تھا اور لوگوں میں اپنے اصلی نام ویدگربھ (ویدوں کا بطن مادر) سے معروف تھا۔ بکسر وہی مقام ہے جہاں میجر ہیکٹر منرو (Hector Munro) نے ۲۳، اکتوبر ۱۷۶۴ء کو بنگال کے سابق نواب میر قاسم اور اودھ کے نواب وزیر شجاع الدولہ کو شکست دی اِس طرح بکسر انگریزی کمپنی کے تصرف میں آ گیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۷۱۴۔۷۱۵)

بلخ:

ایک قدیم شہر، جس کے آثار افغانستان میں شہر مزار شریف کے قریب ایک گاؤں کے اطراف میں اب بھی موجود ہیں۔ طول بلد شرقی ۶۷ درجہ عرض بلد شمالی ۳۶ درجہ ۴۰ دقیقہ ہے۔ اسلامی عہد سے پہلے یہ شہر ترکستان اور ہندوستان کی باہمی تجارت کا مرکز تھا۔ سطح سمندر سے اِس کی بلندی گیارہ سو پچاس میٹر ہے۔ ۱۹۰۱ء سے لے کر اب تک مزار شریف اور بلخ

افغانستان کی ایک ولایت ہیں۔ بلخ میں بہت سے قدیم بزرگان اسلام کے مزارات موجود ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۷۵۷۔۷۶۷)

بلاساغون:

ساتویں اور تیرہویں صدی کے مابین بلاساغون وسط ایشیا کے ترکی خاقانوں کا ایک صدر مقام تھا۔ البیرونی کے مطابق بلاساغون کا محل وقوع طراز سے ۱۰ درجے جانب مشرق، برسگان (برسکون جو ایسیک کول جھیل کے جنوب مشرقی ساحل پر واقع ہے) سے ۷ درجے مغرب اور قوچقار باشی (موجودہ قوچقار اتا) سے صرف ۲۰ دقیقے جانب شمال بتایا گیا ہے۔ بلاساغون، قوز اُردو، قوز اولوش اور قوز بالیق کے ناموں سے بھی معروف تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۷۲۵۔۷۲۷)

بلند شہر:

ہندوستان کا ایک قدیم شہر، ۲۸۔۱۵ فٹ شمال اور ۷۷۔۵۲ درجے مشرق میں آگرے اور علی گڑھ میں میرٹھ جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ اِسے بلند شہر اِس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ کالی ندی کے کنارے جو شہر کے قریب سے گزرتی ہے ایک اونچی جگہ پر واقع ہے۔ مغلیہ عہد میں یہاں امن و امان قائم رہا۔ ۱۸۰۳ء میں بلند شہر انگریزوں کے تسلط میں آ گیا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران میں یہ شہر بہت ہیجان کی حالت میں رہا۔ یہاں قدیم مسجدیں اور مقبرے ہیں جن میں درگاہ خواجہ لال برنی بھی شامل ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۸۵۶۔۸۵۷)

بلوچستان:

بلوچستان کا محل وقوع ایرانی سطح مرتفع کا جنوب مشرقی حصہ ہے، جو مشرق میں دشت کرمان اور کوہستان باشگرد سے سندھ اور پنجاب کی جنوبی حدوں تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ خشک اور کوہستانی علاقہ جس کے باشندے زیادہ تر خانہ بدوش ہیں۔ پاکستان اور ایران کے درمیان بٹا ہوا ہے۔ تیز، پسنی اور گوادر اِس کی مشہور بندرگاہیں ہیں۔ سارے بلوچستان کا کل رقبہ ایک لاکھ اکتیس ہزار آٹھ سو پچپن مربع میل ہے۔ درّہ بولان اور درّہ مولد بلوچستان کے دو مشہور درّے ہیں۔ اِس کا صدر مقام کوئٹہ ہے، جو وادی شال کے وسط میں ہے۔ کوئٹہ، چمن، قلات، سبّی، لورالائی، پشین، خضدار اور مستونگ کوئٹہ و قلات، ڈویژنوں کے مشہور شہر ہیں۔ سارا بلوچستان کوہستانی ہے۔

(پروفیسر انور رومان، مترجم: ''بلوچستان''، کوئٹہ، گوشۂ ادب، ۱۹۸۸ء، متعدد صفحات)

بمبئی:

آج کل اِسے ممبئی (Mumbai) کہا جاتا ہے۔ یہ بھارت کی دوسری بڑی بندرگاہ اور ریاست مہاراشٹر کا صدر مقام ہے۔ ایک معروف تجارتی، ثقافتی، صنعتی اور تعلیمی مرکز ہے۔ یہ جزیرہ نما بھارت کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ اِس کے شمال میں ریاست گجرات ہے۔ شروع میں یہ ایک مچھیروں کی بستی تھی جسے ۱۶۶۱ء میں شاہ پرتگال نے اپنی بہن کو جہیز میں دے

دیا بعد ازاں اِسے ایسٹ انڈیا کمپنی نے پٹے پر لے لیا۔ اُس وقت اس کی آبادی بہت تھی اِس میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۲۴۶۔۲۴۷)

بنگال (بنگالہ):

بنگالہ یا بنگال، برطانوی ہند کا ایک صوبہ جو برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے بعد تقسیم ہو کر بھارت کی ریاست مغربی بنگال اور پاکستان کے صوبہ مشرقی پاکستان میں شامل رہا۔ آج کل بنگلہ دیش کا ایک صوبہ ہے۔ گنگا، برہم پتر، میگھنا، کروتیا، مہاندا، کوسی اور اِن کی معاون ندیوں کا بنگالیوں کی زندگی بنانے اور بگاڑنے میں ایک خاص حصہ ہے۔ بنگالہ کی تمدنی و معاشی ترقی کا انحصار انہیں کے رحم و کرم پر ہے۔ ۱۱۹۹ء میں قطب الدین ایبک کے ایک ترک سپہ سالار اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی نے اِسے فتح کیا۔ اِس کے بعد خاندان غلاماں، خلجی، تغلق، الیاس شاہی، حبشی، حسین شاہی، افغان اور مغلیہ خاندان کے زیر تسلط رہا بنگال پر انگریزوں کا بھی قبضہ رہا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۹۲۸۔۹۴۴)

بنیر:

بنیر کے مشرق میں دریائے سندھ، شمال کی جانب ملک سوانہہ اور مغرب میں علاقہ یوسف زئے سے اس کی حدود ملتی ہیں۔ اِس کے چاروں طرف اونچے پہاڑ ہیں جن کے شمال کے جانب کوہ ایلم وغیرہ ہے۔ اس کی سطح دریائے شور سے دس ہزار ایک سو بائیس فٹ اونچی ہے۔ بعض مقامات میں زرعی زمینیں تیار کی گئی ہیں۔ اکثر درے ہیں جو ناہموار اور دشوار گزار ہیں۔ آب و ہوا معتدل ہے اونچے پہاڑوں پر برف جمی رہتی ہے جس کی وجہ سے یہاں سردی رہتی ہے۔

(رائے بہادر گوپال داس، ''تاریخ پشاور''، لاہور: مطبع کوہ نور، (در ۱۸۶۹ء لغائیت ۱۸۷۴ء)، ص ۱۲۔۱۳)

بوڈلین لائبریری:

آکسفورڈ یونیورسٹی لائبریری اور کتب خانہ، اس کا نام انگریز مدبر سر تھامس بوڈلے کے نام پر رکھا گیا تھا۔ برطانیہ کے قانون کاپی رائٹ مجریہ ۱۹۱۱ء کے تحت یہ لائبریری ہر نئی کتاب یا اشاعت کی ایک جلد بلا قیمت حاصل کرنے کا حق رکھتی ہے۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۲۴۱)

بہار:

ہندوستان (بھارت) کا ایک صوبہ جو ۲۳ درجے ۴۸ دقیقے اور ۲۷ درجے ۳۱ دقیقے عرض بلد شمال اور ۸۳ درجے ۲۰ دقیقے اور ۸۸ درجے ۳۲ دقیقے طول بلد شرقی کے درمیان واقع ہے اِس کے مغرب میں اتر پردیش، شمال میں نیپال، مشرق میں بنگال اور مشرقی پاکستان اور جنوب میں اڑیسہ ہے۔ اِس کا رقبہ چوٹا ناگ پور کو ملا کر ۶۷۱۶۴ مربع میل اور آبادی تین کروڑ ستاسی لاکھ چوراسی ہزار ہے۔ آج کل اِس علاقے کی اقتصادی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ اِس میں کوئلے کی کانیں اور لوہے کے بڑے بڑے صنعتی کارخانے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۱۱۰۔۱۱۱)

بہاول پور:

بہاول پور؛ پاکستان کا ایک شہر جو کراچی سے کوئی پانچ سو میل جانب شمال واقع اور ریلوے کے ذریعے اِس سے ملا ہوا ہے۔ پہلے یہ شہر ریاست بہاولپور کا صدر مقام تھا جس کی بنیاد سندھ کے داؤد پوتا خاندان نے رکھی تھی۔ خود اِس شہر کی بنیاد اِس خاندان کے دوسرے حکمران محمد بہاول خان نے ۱۷۴۸ء میں رکھی تھی۔ یہ حکمران خاندان اٹھارہویں صدی کے اواخر میں افغان بادشاہوں کی سیادت سے آزاد ہوا اور ۱۸۳۸ء میں انگریزوں سے معاہدہ کر لیا اس ریاست کا رقبہ پندرہ ہزار نو سو اٹھارہ مربع میل تھا جو دریائے ستلج، پنج ند اور سندھ کے بائیں کنارے پر تین سو میل تک پھیلی ہوئی تھی اور جس کا عرض اوسطاً چالیس میل تک صحرا میں پھیلا ہوا تھا۔ ریاست بہاولپور کا جداگانہ سیاسی وجود ۱۹۵۵ء میں ختم ہو گیا اور اُسے مغربی پاکستان میں مدغم کر لیا گیا۔ یہاں کی اہم فصلیں گندم، چاول، کپاس اور باجرا ہیں۔ باشندوں کی اکثریت جاٹ، راجپوت اور بلوچ اقوام کے مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ معروف تعلیمی ادارہ ''بہاولپور یونیورسٹی'' ہے جہاں سے سینکڑوں طلباء و طالبات علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔

(ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی، ''بہاولپور کی سرزمین''، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۳ء، متعدد صفحات)

بھرت پور:

بھارت کی ایک سابق ریاست، آج کل راجستھان کا ایک حصہ ۲۶ درجے ۴۳ دقیقے اور ۲۷ درجے ۵۰ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۶ درجے ۵۳ دقیقے اور ۷۷ درجے ۴۶ دقیقے طول بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ ریاست کا صدر مقام بھرت پور شہر ہے، جو ۲۷ درجے ۱۳ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۷ درجے ۳۰ دقیقے طول بلد مشرقی پر آگرے سے چونتیس میل کے فاصلے پر ہے اِس شہر کی آبادی ۱۹۵۱ء میں ۳۷۳۲۱ تھی۔ اُن کی ایک مقامی روایت کے مطابق اِس کے فتح کرنے میں تین گھنٹے کے قریب لگے تھے۔ اِس وجہ سے اِس کا نام پہر (۳ گھنٹے) سر (فتح کیا ہوا) پڑ گیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۳۳۴)

بھڑوچ:

گجرات کا ایک ضلع جو آج کل صوبہ ممبئی (بھارت) میں شامل ہے اور جس کا رقبہ تقریباً چودہ سو پچاس مربع میل اور آبادی تین لاکھ ہے۔ مسلمانوں کی آبادی تقسیم ہند سے پہلے کی آبادی کا بیس فی صد تھی۔ اِس ضلع کے صدر مقام کا نام بھی بھڑوچ ہے عرض بلد شمالی ۲۱ درجے ۴۲ دقیقے طول بلد شرقی ۷۳ درجے، ۲ دقیقے ہے یہاں ایک اہم بندرگاہ تھی اور اندرونی ہندوستان کے ایک اہم تجارتی شاہراہ کے سرے پر واقع تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۳۳۵۔۳۳۶)

بھکر:

بھکر یا بکّر پاکستان میں دریائے سندھ کا ایک قلعہ بند جزیرہ جو سکھر اور روہڑی کے شہروں کے درمیان واقع ہے۔ ۱۵۲۲ء میں ارغون خاندان کے بانی شاہ بیگ نے اِس جزیرے کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ ۱۵۴۰ء میں جب شاہ بیگ کے بیٹے شاہ

حسین نے شہنشاہ ہمایوں کو جب وہ ہندوستان سے بھاگ رہا تھا۔ پناہ دینے سے انکار کر دیا۔۱۵۷۴ء میں اکبر کے عہد میں اِسے مغلیہ سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ ۱۷۳۶ء میں سندھ کے کلہورا حکمران نے بھکر پر قبضہ کر لیا تھا بعد ازاں یہ جزیرہ افغانوں، خیر پور کے حکمرانوں اور ۱۸۳۹ء میں انگریزوں کے قبضے میں آیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص ۱۷)

بھمبر:

بھمبر ایک چھوٹا سا شہر جو گجرات (پاکستان) سے نو میل کے فاصلے پر شمال کی سمت اِس نام کی ایک ندی کے کنارے کشمیر کے قدیم مغل راستے پر واقع ہے۔ اِس پر خود مختار راجہ اور فرمانروا حکومت کرتے رہے۔ جن میں سے آخری سلطان خاں تھا، جس نے کشمیر پر سکھوں کے منصوبوں پر مزاحمت کی راجا گلاب سنگھ نے جو کشمیر میں ڈوگرا راج کا بانی اور سلطان خاں کا سابق ملازم تھا اُسے گرفتار کر کے رنجیت سنگھ کے پاس بھیج دیا یہاں مغلوں کے آثار میں باؤلی سرائے اور ایک خوبصورت مسجد ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۵، ص ۳۳۷۔۳۳۸)

بھوانی:

بھوانی ضلع حصار کی ایک معروف منڈی ہے اس گاؤں کو ایک ہندو منیم جی ایک راجپوت نے بنام مسمات بہیانی کو آباد کر کے بہیانی نام رکھا۔ یہ شہر علاقہ باگڑ یعنی بیکانیر و جلسمیر کا ایک دروازہ سمجھا جاتا ہے۔ مسٹر فریزر نے یہاں ایک منڈی قائم کی اور محصول معاف کر دیا، جس کی بدولت اِس کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا۔ یہاں ہندوؤں کی کثرت ہے اور مندروں کی تعداد ۸۰ کے قریب ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۶۰)

بھوپال:

برعظیم پاک و ہند میں حیدر آباد (دکن) کے بعد سب سے اہم ریاست جو ۲۲ درجے ۲۹ دقیقے اور ۲۳ درجے ۵۴ دقیقے عرض بلد شمال اور ۷۶ درجے ۲۸ دقیقے اور ۲۸ درجے ۵۱ دقیقے طول بلد مشرقی کے درمیان واقع ہے۔ اِس کا رقبہ ۶۸۷۸ مربع میل ہے اور آبادی ۱۹۵۱ء میں ۸۳۸،۳۷۴ تھی۔ ریاست بھوپال کی بنیاد ایک سپاہی پیشہ بخت آزما دوست محمد خاں (۱۱۵۳ء) نے رکھی تھی۔ جو تیراہ (جو آج کل پاکستان کے قبائلی علاقے میں ہے) کا باشندہ اور آفریدی پٹھانوں کے قبیلہ مرزیٔ خیل سے تھا۔ ۱۹۴۷ء میں بھوپال ابتدا میں تو مرکزی حکومت کے زیر اہتمام رہا لیکن ۱۹۴۹ء میں بھارت میں مدغم کر دیا گیا۔ بھوپال (شہر) ریاست بھوپال اور اب مدھیا پردیش (بھارت) کا صدر مقام ۲۳ درجے ۱۶ دقیقے عرض بلد شمال اور ۷۷ درجے ۲۵ دقیقے طول بلد مشرقی میں ایک ریتلے پتھر کی پہاڑی پر دو خوشنما جھیلوں ''پختہ پل تلاؤ اور بڑے تلاؤ'' کے کنارے واقع ہے۔ یہ شہر ہندوستان بھر میں اپنی طبعی دلکشی کی وجہ سے مشہور ہے۔

(ڈاکٹر رضا حامد و رفعت سلطان، مرتبین: ''نقوش بھوپال''، دہلی، باب علم پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)

بھیرا/بھیرے:

مغربی پاکستان کا ایک قدیم شہر جو دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر برُاری کی پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے۔ یہاں تین ٹیلے ہیں جنہیں بھیراری یا ''بھیرہ دہ'' یا ''بھیرے کا ٹیلہ'' کہتے ہیں۔ شروع میں اس کا نام راجہ بھدراسین کے نام پر بھدروی نگر تھا۔ موجودہ شہر پاکستان کے ضلع شاہ پور کی ایک تحصیل ہے محل وقوع ۳۱ درجے، ۵۴ دقیقے، ۵۰ ثانیے اور ۳۳ درجے ۳۵ دقیقے ۴۵ ثانیے عرض بلد اور ۲۷ درجے ۴۵ دقیقے ۴۵ ثانیے اور ۳۷ درجے، ۲۵ دقیقے، ۱۵ ثانیے طول بلد کے درمیان ہے۔ موجودہ بھیرہ شہر شیر شاہ سوری نے ۱۵۴۰ء میں دریا کے بائیں کنارے پر ایک مسجد اور ایک ولی اللہ کے مزار کے گرد تعمیر کیا تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۳۴۵۔۳۴۶)

بیانہ:

ہسپانیہ میں بینہ Baena قرطبہ کے صوبے میں ایک چھوٹا سا شہر جو دارالحکومت سے انسٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مسلمانوں کے عہد میں یہ ضلع قبرہ میں تھا۔ یہ قرطبہ کے صوبے میں ایک پہاڑی پر واقع ہے اور اِسے وادی الجوز کا ایک معاون دریا مربلہ سیراب کرتا ہے۔ بنواُمیہ کے عہد میں اِس نے بڑی خوشحالی کا زمانہ دیکھا ہے۔ اِس شہر کی سب سے زیادہ نامور شخصیت قاسم بن اصبغ بن محمد بن یوسف بن ناصح ابن عطا (م ۳۴۰ھ/۹۵۱ء) کی تھی جو بیانہ میں پیدا ہوا اور قرطبہ میں فوت ہوا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۳۲۱۔۳۲۲)

بیت المقدس:

دنیا کا ایک قدیم ترین شہر ہے۔ یہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں یکساں طور پر متبرک ہے قدیم ترین تاریخی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں مصریوں کی علمداری تھی۔ ایک عرصے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی اور اِس کی وجہ سے بیت المقدس کی آبادی وجود میں آئی۔ ایک ہزار برس قبل از مسیح میں حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کو فتح کیا اور اُن کے جانشین حضرت سلیمان کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر کی تجدید کی گئی۔ عہد رسالت میں بیت المقدس کی عظمت و تقدیس قائم رہی بلکہ آنحضرت ﷺ کے سفرِ معراج کا تعلق بھی بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ سے ہے، جو حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے تعمیر کی گئی۔[۱] امام غزالیؒ نے احیاء العلوم الدین کی تصنیف کا آغاز بھی بیت المقدس کی سکون پرور فضاؤں میں کیا تھا۔ عہد حاضر میں بیت المقدس اسرائیلی مملکت کا دارالحکومت ہے اور اِس کی آبادی کافی بڑھ چکی ہے۔ مشرقی یورپ اور روس سے یہودیوں کی آمد تا حال جاری ہے، جس کی وجہ سے نئے محلے اور آبادیاں قائم ہو رہی ہیں۔[۲]

[۱] (عبدالحلیم شرر، ''تاریخ ارض مقدس''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۹ء، متعدد صفحات)

[۲] (ممتاز لیاقت، ''تاریخ بیت المقدس''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، متعدد صفحات)

بیجاپور:

بھارت میں ریاست/صوبہ میسور کے ضلع بیجاپور کا صدر مقام اور شہر جو ۱۶ درجے ۴۹ دقیقے شمال اور ۷۵ درجے ۴۳

دقیقے مشرق میں بمبئی سے ساڑھے تین سو میل جنوب میں واقع ہے۔ ۶۹۴ھ / ۱۲۹۴ء میں اِسے علاؤ الدین خلجی نے اپنے چچا کے لئے فتح کیا۔ ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء میں ایک شخص یوسف نے بیجاپور میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی جس نے عادل شاہ کا لقب اختیار کیا جو خاندانی لقب بن گیا۔ اِس خاندان نے ۸۹۵ھ تا ۱۰۹۷ھ تک حکومت کی۔ اورنگ زیب بیجاپور کو زیر کرنے میں کامیاب ہوا۔

۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء میں بیجاپور حیدر آباد کی قلمرو میں شامل تھا، لیکن ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۰ء میں بیجاپور ساٹھ لاکھ کے عوض مرہٹوں کے حوالے کر دیا گیا۔ ۱۲۳۴ھ / ۱۸۱۸ء میں انگریزوں نے بیجاپور پر قبضہ کر لیا کچھ عرصہ بعد اِسے ایک ضلع بنا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۸ء کا ہے۔

(بشیر الدین احمد دہلوی، ''واقعات مملکت بیجاپور''، آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۹۱۵ء، متعدد صفحات)

بیدر:

بیدر (محمد آباد) کا محل وقوع عرض البلد ۵۵۔ ۱۷ شمال اور طول البلد ۲۵۔ ۷۷ مشرق میں ہے۔ یہ آج کل ریاست حیدر آباد (دکن) کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے اور کسی زمانے میں بہمنی اور بریدی سلاطین کا پایۂ تخت رہا ہے۔ ۸۲۵ھ / ۱۴۲۲ء میں شہاب الدین احمد شاہ اوّل نے بہمنی سلطنت کا پایۂ تخت احسن آباد گلبرگہ سے بیدر منتقل کر دیا اور اپنے بیٹے شہزادہ محمد کے نام پر بیدر کا نام محمد آباد رکھ دیا۔ یہ سطح سمندر سے ۲۳۳۰ فٹ بلند سطح مرتفع پر واقع ہے۔ اس لئے فوجی اعتبار سے اس کا محل وقوع ہمیشہ سے اہم رہا۔ اس شہر کو علما و فضلا کا مرکز بنانے میں خواجہ عماد الدین محمود گاواں کا نام بہت ممتاز ہے۔ چونکہ بیدر (محمد آباد) میں یکے بعد دیگرے بہمنیوں، بریدیوں، مغلوں اور آصف جاہیوں کے پرچم لہرائے اِس لئے یہ شہر دکن کے مختلف تمدنوں کا گہوارہ رہا ہے۔ اورنگ زیب نے اِسے ظفر آباد کا نام دیا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۵، ص ۲۲۸۔ ۲۳۱)

پاک پٹن (اجودھن):

پاکستان کا مشہور قصبہ جسے زمانہ قدیم سے تاریخی حیثیت حاصل رہی، زمانہ سلف میں اس کا نام اجودھن تھا۔ جو چالوکیا خاندان کی راجدھانی تھا۔ بابا فرید کی خانقاہ کے سبب اِسے اکبر بادشاہ کے حکم سے پاک پٹن کہا جانے لگا۔ پاک پٹن دریائے ستلج کے دائیں کنارے سے آٹھ میل دور ۲۱ء۳۰ شمالی عرض بلد اور ۲۵ء۷۳ مشرقی عرض بلد پر واقع ہے۔ پاک پٹن کو حقیقی شہرت حضرت بابا فرید کے نام کی وجہ سے حاصل ہوئی اُن کی تبلیغ سے بہت سے قبائل حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۵، ص ۳۶۰۔ ۳۶۱)

پاکستان (مشرقی، مغربی):

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آیا۔ انگریزی دور ختم ہونے پر ہندوستان کو دو آزاد ریاستوں میں تقسیم کیا گیا۔ پاکستان کے حصے میں برطانوی ہند کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقے آئے جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ مغربی حصے میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کے صوبہ جات آئے ریاست بہاولپور، خیر پور اور صوبہ سرحد کی

ریاستیں بھی شامل ہوئیں، جب کہ مشرقی حصے میں مشرقی بنگال اور سہلٹ کا ضلع، پاکستان دو حصوں پر مشتمل تھا۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان اِن دونوں کے درمیان بھارت کا علاقہ حائل تھا اور اِن کا باہمی فاصلہ تقریباً ایک ہزار میل تھا۔ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو کر بنگلہ دیش کے نام سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) ۲۰ درجے ۳۰ دقیقے و ۲۶ درجے، ۴۵ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۸۸ درجے و ۹۲ درجے، ۵۰ دقیقے طول بلد شرقی کے درمیان واقع ہے اور پاکستان ۲۳ درجے، ۳۰ دقیقے و ۲۶ درجے، ۴۵ دقیقے طول بلد شرقی کے درمیان واقع ہے۔ پاکستان کے مشرق اور جنوب مشرق میں بھارت ہے۔ شمال اور شمال مغرب میں افغانستان، مغرب میں ایران اور جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے۔ گلگت ایجنسی میں اِس کی سرحد چین سے ملتی ہے روس اور پاکستان کی سرحدوں کے درمیان افغانستان کے علاقہ دخان کی تنگ سی پٹی واقع ہے۔ گویا پاکستان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے نہ صرف ایشیائی تین بڑی طاقتوں روس، چین اور بھارت کا ہمسایہ ہے بلکہ اِس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اس کا شمار بیک وقت مشرق وسطہ اور مشرق بعید میں کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کا رقبہ ۳۱۰،۴۰۳ مربع میل ہے۔ پاکستان میں میدانی و پہاڑی علاقے پائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ۲.۵ فی رقبے پر جنگلات ہیں۔ کوئلہ، نمک، قدرتی گیس، جپسم، گندھک، چونے کا پتھر، لوہا جیسے قدرتی وسائل بھی پاکستان میں پائے جاتے ہیں۔ مدارس، کالج اور یونیورسٹیاں پاکستان کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۵، ص ۳۶۲۔۵۲۲)

پالن پور:

غیر منقسم ہندوستان کی ایک مسلم ریاست جو بعد ازاں ریاستہائے مغربی ہندوستان کی ایجنسی میں شامل کر دی گئی یعنی ۱۰ جون ۱۹۴۸ء کو یہ ریاست انڈین یونین (موجودہ بھارت) کی ریاست بمبئی میں مدغم کر دی گئی اُس وقت پالن پور کا رقبہ ۱۷۹۴ مربع میل تھا اور مجموعی آبادی ۳۱۵۸۵۵ تھی جس میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی لیکن غالب اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ اِن کے علاوہ کچھ جینی بھی رہتے تھے۔ اکثر و بیشتر لوگ گجراتی زبان بولتے تھے۔ اِس ایجنسی کا حدود اربعہ حسب ذیل تھا۔ شمالی جانب راجپوتانے کی دو ریاستیں اودھے پور اور سروہی مشرقی سمت مہی کانٹھا ایجنسی، جنوبی سمت ریاست بڑودہ اور کاٹھیاوار اور مغرب کی طرف رَن کچھ کا علاقہ تھا۔

(عبدالحلیم شرر، ''ہمارا سفر پالن پور''، لکھنو: مطبع نول کشور، س۔ن، متعدد صفحات)

پانی پت:

غیر منقسم پنجاب کے ضلع کرنال کی ایک تحصیل اور قصبہ جو اب بھارت میں ہے۔ پانی پت کے میدان میں تین بار ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ ہوا۔ پانی پت کی پہلی لڑائی ۱۵۲۶ء میں جب بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دی جس میں لودھی خاندان کا خاتمہ ہوا۔ پانی پت کی دوسری لڑائی ۱۵۵۶ء میں لڑی گئی جس میں اکبر نے ھیمو کو شکست دی یہ ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اکبر سے پہلے دراصل کوئی سلطنت مغلیہ نہ تھی بلکہ اُسے قائم کرنے کا صرف اقدام کیا گیا تھا۔ پانی پت کی تیسری لڑائی (۱۷۶۱ء) میں احمد شاہ درّانی نے مرہٹوں کو شکست دی اور واپس افغانستان چلا گیا۔ ۱۷۷۱ء میں

مرہٹوں نے دوبارہ عروج حاصل کرلیا۔ اِس لڑائی کی اہمیت یہ ہے کہ اِس نے برطانوی اقتدار کے بڑھنے میں سہولت پیدا کی۔
(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۵، ص ۵۷۶۔۵۷۷)

پٹن:

پٹن ایک قدیم شہر ہے، جو کبھی سلاطین گجرات کا دارالحکومت تھا۔ یہاں دو مضبوط قلعے ہیں ایک سنگین دوسرا خشتی، صوبہ گجرات میں واقع اس شہر کی آب و ہوا اچھی ہے۔ اِس صوبے کا طول برہان پور سے دوار کا تک تین سو دو کوس، عرض جالور سے ڈمن بندر تک دو سو ساٹھ کوس ہے۔ مشرق میں خاندیش، مغرب میں ساحل بحر پر دوار کا لیکن کوہ جنوبی کی ایک شاخ بھی سراسر آئی ہے۔ شمال میں جالور اور ایدر، جنوب میں ڈمن بندر اور کھمبایت ہیں۔ یہ شہر ۲۱ درجہ ۵۸ دقیقہ عرض بلد شمالی اور ۷۰ درجہ ۳۱ دقیقہ طول البلد شرقی پر واقع ہے۔ مشہور مقامات میں لنگر ولی شاہ کی قبر ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔
(پروفیسر مولانا سید ابوظفر ندوی (مرحوم)، ''تاریخ گجرات''، دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۳۷۸ھ، متعدد صفحات)

پٹنہ:

بھارت کے صوبہ بہار کا سب سے بڑا شہر اور صدر مقام یہ دریائے گنگا کے دائیں کنارے پر آباد ہے۔ خاص شہر دریا کے کنارے نو میل تک پھیلا ہوا ہے۔ پرانے شہر کے مغرب میں بانکی پور ہے جو نئی طرز میں تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ شہر ایک قدیم تاریخی مقام پاٹلی پتر کی جگہ آباد ہوا جس کے کھنڈر شہر کے جنوب مغربی حصے میں دریافت ہوئے ہیں اور اِن میں سو ستونوں کا وہ ایوان بھی شامل ہے جو مہاراجہ اشوک نے بنوایا تھا۔ قدیم ترین تاریخی عمارتوں میں مسجد اور ایک گوردوارہ بھی قائم ہے جہاں ۱۶۷۵ء میں گورو گوبند سنگھ کی پیدائش ہوئی تھی۔ یہاں ''خدا بخش'' کتب خانہ بھی موجود ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایشیا کے بڑے کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔ ضلع کا رقبہ ۲۰۶۸ مربع میل ہے۔ زمین زرخیز اور پیداوار کے لئے موزوں ہے۔
(سید بدر الحسن، ''تذکرہ کاملان پٹنہ یادگار روزگار''، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، طبع دوم ۱۹۹۱ء، متعدد صفحات)

پٹیالہ:

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم سے پہلے صوبہ پنجاب میں سکھوں کی سب سے بڑی ریاست تھی۔ جب یہ ریاست نئی ریاستی یونین دو پیپسو (Pepsu) میں شامل ہوئی تو اس کا افتتاح ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء کو سردار پٹیل نے پٹیالے کے مقام پر کیا تھا۔ مقامی زبان پنجابی ہے۔ پٹیالے کا علاقہ مشرقی پنجاب کے وسط میں دریائے جمنا اور ستلج کے درمیان واقع ہے۔ اِس کی لمبائی شرقاً غرباً ۱۴۰ میل کے قریب اور چوڑائی شمالاً جنوباً ۱۲۵ میل ہے۔ جنوب کی طرف ایک چھوٹا سا ٹکڑا دریائے گھاگھرا کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ قدیم ریاست کا رقبہ ۵۹۴۲ مربع میل ہے پیشہ زیادہ تر کاشتکاری ہے۔ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے مطابق پٹیالہ شہر کی آبادی سوا لاکھ کے قریب تھی۔ مقامی زبان پنجابی ہے۔ یہاں زیادہ تعداد کاشتکاروں کی ہے۔
(سید محمد حسین، ''تاریخ پٹیالہ''، امرتسر: سفیر ہندوستان پریس، ۱۸۷۷ء، متعدد صفحات)

پرتگال:

جنوب مغربی یورپ کا ایک ملک جس کے شمال مشرق میں سپین، مغرب میں بحر اوقیانوس اور جنوب میں خلیج کیڈز واقع

ہے۔ یہ ایک مستطیل شکل کا ہے۔ یہ عرض بلد ۳۶ درجے شمال سے ۴۳ درجے ۵۰ فٹ شمال تک اور طول بلد ۳ درجے ۱۰ منٹ مشرق سے ۹ درجے ۲۲ فٹ مغرب تک پھیلا ہے۔ اِس کا رقبہ ۱۹۵،۰۰۰ مربع میل ہے۔ اِس کا صدر مقام مزین ہے جو دریائے ٹیکس کے دھانے پر واقع ہے۔ ملک میں کافی دریا بہتے ہیں اور اِس کی مشرقی سرحد سپین کے ساتھ نو دریاؤں ہی سے بنی ہیں۔ ملک کی زبان پرتگالی ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۲۷۷)

پشاور:

پشاور کو مختلف مؤرخین اور سیاحوں نے اِسے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے۔ مثلاً پسکا پورس، فولیوشا، پولوشاہ پولو، پرشاور، پیش آور، پیشہ ور، پرشور، پرشیور، باگرام اور پشاور، پشاور ۱۷ درجے ۲۵ دقیے اور ۲۷ درجے ۱۵ دقیقے طول بلد مشرق میں اور ۳۳ درجے ۴۰ دقیقے اور ۳۴ درجے ۲۵ دقیقے عرض بلد شمال میں واقع ہے۔ بہ لحاظ حدود اربعہ مشرق میں ضلع مردان، دریائے سندھ، جنوب مشرقی گوشے میں کوہ نیلاب غاشے، جنوب میں حسن خیل آفریدی اور درے کے آدم آفریدی، مغرب میں خیبر کے آفریدی اور ملا گوری واقع ہیں۔ شمال میں دریائے کابل اور مہمند قبائل نیز مالاکنڈ ایجنسی، شمال مشرق میں مردان سے ضلع پشاور کا کل رقبہ ۱۶۶۴ مربع میل ہے اور پشاور شہر اور چھاونی کا مجموعی رقبہ تقریباً ۹ مربع میل ہے۔ پشاور میں آٹھ نو مہینے آب و ہوا خوشگوار اور فرحت بخش رہتی ہے۔ ضلع میں جنگلات کا کل رقبہ ۱۱۹۶۸۶ ایکڑ ہے۔ فصلوں میں گیہوں، مکئی، گنا، چاول، دالیں، سرسوں، مرچ تمباکو اور کپاس پیدا ہوتی ہے۔ دیہی آبادی کے نوے فی صد لوگوں کی مادری زبان پشتو ہے۔ ضلع پشاور میں زیادہ تر مہمند، محمد زئی، خلیل داؤدزئی اور خٹک آباد ہیں۔ شہر میں قصہ خوانی اور چھاؤنی میں صدر بازار بارونق ہیں۔

(رائے بہادر گوپال داس، ''تاریخ پشاور''، متعدد صفحات)

پنجاب:

پنجاب (پانچ دریاؤں کی سرزمین) اِس نام کا اطلاق برصغیر پاک و ہند کے اس علاقے پر ہوتا ہے جو دریائے ستلج، بیاس، راوی، چناب جہلم اور سندھ کے درمیان واقع ہے۔ اِس کی حدود مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں۔ آج کل اِس کا مغربی حصہ پاکستان میں موجود صوبہ پنجاب پر مشتمل ہے اور مشرقی حصہ بھارت کے تین صوبوں ہماچل پردیش (شملہ، کلو، کانگڑہ، بہاول، سپٹی، ہوشیارپور، انبالہ کے کچھ اضلاع) پنجابی صوبہ (گورداسپور، امرتسر، کپورتھلہ، جالندھر، فیروزپور، بٹھنڈہ، پٹیالہ کے علاوہ سنگرور کی تحصیل کے کچھ حصے) اور صوبہ ہریانہ (اضلاع حصار، مہندرڑھ، گوڑگاؤں، رہتک، اور کرنال کے علاوہ اضلاع سنگرور اور انبالہ کی تحصیل کھرڑ وغیرہ) میں منقسم ہو چکا ہے۔ پاکستان میں صوبہ پنجاب قسمت راولپنڈی، سرگودھا، لاہور، ملتان اور بہاولپور پر مشتمل ہے، جس کا رقبہ ۷۹۵۴۲ مربع میل ہے۔ مجموعی طور پر پاکستان کا صوبہ پنجاب ملک کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ راولپنڈی میں مری اور اس کے مضافات صحت افزا مقامات میں شمار ہوتے ہیں۔ (پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد بھی راولپنڈی کے قریب ہے۔)

(کنہیالال، ''تاریخ پنجاب''، لاہور: تخلیقات، س۔ن، متعدد صفحات)

پنجند:

پانچ دریا یعنی جہلم، چناب، راوی، بیاس اور ستلج یہ سب دریائے سندھ کے معاون ہیں اور پاکستان کو سیراب کرتے ہیں۔ اِس بڑے دریا میں گرنے سے پہلے یہ پانچوں دریا پنجاب (پاکستان) میں پہلا دپور (موجودہ پنج ند) کے مقام پر باہم مل جاتے ہیں۔ یہاں سے اِس دریا کو پنج ند کہا جاتا ہے۔ (یعنی پانچ دریاؤں کا ایک دریا) پنج ند مٹھن کوٹ کے مقام پر دریائے سندھ سے ملتا ہے۔ پنج ند کے مقام پر ''پنج ند ہیڈ ورکس'' ہے، وہاں سے متعدد نہریں نکالی گئی ہیں جو پاکستان کے جنوب مغربی علاقے کو سیراب کرتی ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۵، ص ۶۹۷)

پولینڈ:

پولینڈ ایک شمال مشرقی یورپی ملک جس کے شمال مغرب میں بحیرہ بالٹک، شمال مشرقی اور مشرق میں نو آزاد روسی ریاستیں مالڈوا اور یوکرائن جنوب میں چیکوسلواکیہ اور مغرب میں مشرقی جرمنی واقع ہے یہ عرض بلد ۴۹ درجے شمال سے عرض بلد ۵۴ درجے ۵۱ منٹ شمال تک اور طول بلد ۱۵ درجے مشرق سے طول بلد ۲۴ درجے ۷ منٹ مشرقی تک واقع ہے۔ اِس کا رقبہ ۱۲۰،۲۷۵ مربع میل ہے۔ اِس کا شمالی ساحلی علاقہ ۳۲۸ میل لمبا ہے۔ ملک کا سب سے بڑا دریا وسٹولا ہے یہ ملک خوراک میں خود کفیل نہیں بلکہ اپنی ضروریات درآمدات سے پوری کرتا ہے۔ ملک کا صدر مقام وارسا ہے جو ملک کے وسطی مشرق حصے میں واقع ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات'' ص ۲۹۱، ۲۹۹)

پونا:

ایک شہر اور ضلع، بھارت کے صوبہ مہاراشٹر میں واقع ہے۔ اِس ضلع کا رقبہ ۵۳۳۲ مربع میل ہے۔ یہ دکن کی طاقتور اندھرا حکومت میں شامل تھا، جو تقریباً تیسری صدی عیسوی کے وسط میں ختم ہوئی۔ پونا شہر، مٹھا اور مُولا ندیوں کے سنگم پر واقع ہے۔ پیشواؤں کا مستحکم قصر جو شانا واری کہلاتا تھا۔ ۱۸۲۸ء میں جل کر تباہ ہو گیا تھا۔ ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگرس کا پہلا اجلاس پونا ہی میں منعقد ہوا تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۵، ص ۷۲۸۔۷۲۹)

پیرس:

یورپ کا پانچواں بڑا شہر اور فرانس کا دارالحکومت جو پوری دنیا میں اپنی خوبصورتی کی بنا پر مشہور ہے۔ ہزار سال پہلے رومن عہد میں اِس کا نام ''لوتلیشیا'' تھا۔ یہ شہر دریائے سین کے وسط میں ایک چھوٹے سے جزیرے پر واقع ہے۔ جو اپنے قدیم تہذیب وتمدن اور قابلِ ذکر عمارات کی بنا پر آج بھی شہرت کی بلندیوں پر ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران ۱۹۴۰ء میں جرمنی نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ پیرس کو ۱۹۴۰ء میں آزادی ملی۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، فیروز سنز، ص ۳۰۳)

ترکستان:

ترکستان فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہیں ترکوں کا ملک۔ روسیوں نے ۱۸۷۸ء میں ترکستان میں گورنر جنرل کا عہدہ قائم کیا اور تاشقند کو صدر مقام بنایا۔ بیشتر اقتصادی مسائل اِس وقت بھی تاشقند ہی میں طے پاتے ہیں۔ لیکن اِس صورت میں ترکستان کے لفظ کی جگہ ''وسط ایشیاء'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ اِس شہر کو ولی اللہ احمد یسوی کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل ہے۔

(ابراہیم کیفس اوغلو و دیگر، ''ترک اسلامی ریاستوں کی ایک مختصر تاریخ'' (ماسوائے سلطنت عثمانیہ)، مترجم: منور علی خاں، اسلام آباد: قائداعظم یونیورسٹی، ۲۰۰۲ء، ص ۳۶۸۔۳۶۹)

ترکی:

دورِ حاضر میں ترکی ایک خودمختار جمہوری سلطنت ہے، جو دو حصوں میں منقسم ہے۔ قسمت یورپی (تراقیہ) اور قسمت ایشیائی (اناضولو) صدر مقام انقرہ ہے۔ جمہوریہ ترکیہ کا رقبہ ۱۱۹،۶۷،۷ کلومیٹر ہے جس میں ننانوے فی صد مسلمان ہیں۔ ابتدائی تعلیم جبری اور مفت ہے۔ مارچ ۱۹۲۴ء میں ''خلافت'' توڑ دینے کے بعد مملکت کے نئے حکمرانوں نے دیدہ دانستہ لوگوں کو غیر روحانی طریق زندگی پر لگا دیا۔ استنبول انقرہ اور ازمیر میں یونیورسٹیاں قائم ہیں۔

(ولیم سپنسر، ''ترکی: سرزمین اور باشندے''، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

تہامہ:

تہامہ (یعنی ساحلی میدان) اور غور (یعنی نشیبی زمین) کے بالمقابل عرب کی بلند زمین، ملک عرب ایک وسیع سطح مرتفع ہے نجد اور حجازِ مقدس مل کر مملکت سعودیہ بنی ہے۔ جنگ عظیم اوّل سے پہلے یہ علاقہ خلافت ترکی کے زیر اثر تھا۔ ۱۹۰۲ء میں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود امیر بحر تھا۔ ۱۹۰۳ء میں ریاض فتح کیا اور ۱۹۲۱ء کے موسم گرما میں وہ ''سلطان نجد'' منتخب ہوا ۱۰ جنوری ۱۹۲۶ء کو اُس نے حجاز فتح کیا اور ۱۹ جنوری ۱۹۲۷ء کو ایک اعلان کے ذریعے ریاض میں اُسے ''ملک نجد، ملحقات'' قرار دیا گیا مگر اب یہ مملکت ''العربیہ السعودیہ'' کہلاتی ہے، جس کے مشرق میں خلیج فارس، مغرب میں بحر قلزم ہیں دارالسلطنت الریاض ہے۔ الریاض زمینی اور فضائی راستوں سے باقی اہم مقامات سے ملا ہوا ہے۔ تیل کی دریافت نے ملک کی معاشی، اقتصادی اور معاشرتی حالت میں انقلاب عظیم برپا کر دیا ہے۔ باشندے خوشحال اور فارغ البال ہیں۔ نجد کے گوشے گوشے میں مدارس اور شفاخانے قائم ہو گئے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۲، ص ۱۲۶۔۱۳۲)

تھانیسر:

شہاب الدین شاہجہان کے آباد کردہ شاہجہان آباد (دہلی) (۱۰۴۸) کے صوبے کا ایک قدیم شہر جو سہرند (سرہند) سے تیس کوس جنوب کی جانب واقع ہے۔ اس کے نزدیک کورکھیت کا بڑا تالاب ہے۔ ہندو اس جگہ کو مقدس مانتے ہیں۔

(سجان رائے بٹالوی، ''خلاصۃ التواریخ''، مترجم: ڈاکٹر ناظر حسن زیدی، لاہور، مرکزی اُردو بورڈ، باراوّل ۱۹۶۶ء، ص ۵۱۔۵۸)

ٹونک:

ہندوستان کی تقسیم سے پہلے راجپوتانے اور وسط ہند میں ایک ریاست تھی اور اِس ریاست کے چھ ضلعے تھے، جو ایک دوسرے سے جدا تھے اور جن کا درمیانی فاصلہ ۲۰ میل سے اڑھائی سو میل تھا۔ اِن ضلعوں مین سے تین راجپوتانے میں تھے (یعنی ٹونک، علی گڑھ (سابق رام پور) اور نیمباہڑہ) اور تین وسط ہند میں چھبڑہ، پڑاوہ اور سرونج ریاست کا مجموعی رقبہ دو ہزار پانچ سو تریپن مربع میل تھا۔ اضلاع کی طبعی حالت یکساں نہ تھی بعض حصے ہموار اور میدانی تھے بعض پہاڑی، بناس اور پار بیتی دو مشہور ندیاں تھیں۔ ٹونک کی ابتدائی آبادی ایک نوکدار پہاڑی کے دامن میں ہوئی جسے ''رسیا کی ٹیکری'' کہتے ہیں۔ ہندی میں نوکدار پہاڑی کو ٹونک کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آبادی کا نام ''ٹونکوا'' رکھا گیا۔ رفتہ رفتہ عام زبانوں پر صرف ٹونک نام رہ گیا۔ تقسیم ہند کے بعد ٹونک ہندوستان میں ضم ہوگئی اور آج کل بائیس ریاستوں کی اُس یونین میں شامل ہے جس کا نام ''راجستھان یونین'' ہے۔

("The Imperial Gazetteer of India", Vol. XXIII, 1908, p. 410)

ٹھٹھہ:

پاکستان کے اِس شہر ٹھٹھہ کا عرض بلد ۴۴، ۲۴ اور طول بلد ۶۸ ہے یہ شہر کوہ مکلی کے دامن میں قدیم شہر کے کھنڈر پر آباد ہے۔ آج کل دریائے سندھ ٹھٹھہ سے تقریباً چھ میل مشرق میں بہتا ہے۔ ٹھٹھہ ایک پُر رونق شہر ہے، دور سے کھجوروں اور ببول کے جھنڈ سے شہر کی اُٹھتی ہوئی عمارتوں کا منظر بہت دلکش ہے۔ یہ علاقہ سلطنت امویہ وعباسیہ کے زیر تسلط بھی رہا۔ محمد بن قاسم اور غزنوی خاندان نے بھی یہاں حکومت کی۔ خاندان تغلق کے عہد میں سندھ کی ہندو رعایا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگی۔ ۱۳۶۱ء میں فیروز تغلق نے ٹھٹھہ کا محاصرہ کیا اور کامیاب رہا۔ شاہان تغلق کے بعد ٹھٹھے کے خودمختار حکمرانوں کا دور شروع ہوا یہ حکمران جام کہلاتے تھے عہد اکبر (۱۵۹۰ء) میں ٹھٹھہ پر مغلوں کا قبضہ ہوا۔ تقسیم ہند کے بعد ٹھٹھہ پاکستان کا حصہ بنا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۶، ص ۹۷۳۔۹۷۷)

جالندھر:

یہ ایک قدیم شہر ہے جو کئی بار اجڑا۔ ۱۴ بکر ماجیتی میں جالندھر نام کے جوگی نے اِسے دوبارہ آباد کیا مگر سکندری حملے میں پھر تباہ ہوا۔ ۷۹۱ھ میں ابوبکر شاہ بن ظفر خاں، بہلول لودھی، شیر شاہ واسلام شاہ کے ادوار میں اِس شہر کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ پورے پنجاب میں ریشم کی تجارت گاہ بھی رہا ہے۔ شہر کے گرد ونواح میں خوبصورت باغات تھے۔ دریائے بیاس یہاں سے بیس کوس اور ستلج پچیس کوس بہتا ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۱۸۶۔۱۸۷)

جالور:

جالور ہندوستان کی ریاست راجستھان کا ایک قصبہ ہے جو جودھ پور سے ۷۵ میل دور جنوب کی جانب دریائے سکری کے بائیں کنارے واقع ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۳۸)

جدہ:

بحر احمر پر سعودی عرب کی ایک بندرگاہ جو ۲۱ درجہ ۲۹ دقیقہ شمال، ۳۹ درجہ ۱۱ دقیقہ مشرق میں واقع ہے۔ اس کی آب و ہوا اپنی ناخوش گواری کے لئے مشہور ہے۔ اِس شہر کے شمال مغرب کی جانب ساحلی جھیل واقع ہے اور جنوب مشرق کی جانب شور قطعات زمین ہیں۔ اس کے بالمقابل مغرب کی جانب ایک خلیج ہے جس میں اس قدر چٹانیں ہیں کہ داخل ہونے کے لئے تنگ گزرگاہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ پختہ سڑک کے ذریعے جدے سے مکہ شریف ۷۲ کلومیٹر اور مدینہ منورہ سے ۴۱۹ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۱۹۲۸ء تک یہاں حضرت مائی حوا کا مقبرہ تھا، جو شہر سے زیادہ دور نہ تھا۔ جدہ حاجیوں کے لئے سرکاری ہوائی اور بحری اڈہ ہے۔

(Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, 15th Edition, 1985, p.549)

جرمنی:

وسطی یورپ کا ایک مشہور ملک جس کے مشرق میں پولینڈ جنوب میں چیکوسلوا کیہ اور مغرب میں مغربی جرمنی ہے۔ رقبہ ۱۰۸۳۳۳ مربع کلومیٹر اور صدر مقام مشرقی برلن ہے۔ ملکی زبان جرمن ہے۔ صنعتی ملک ہے سیر و سیاحت یہاں خوب ہوتی ہے تقریباً پچھتر لاکھ سے زائد سیاح آتے ہیں۔ اگست ۱۹۹۱ء میں مشرقی اور مغربی برلن نے مشترکہ ریاست بنالی۔ ۱۳، اکتوبر کو دونوں جرمنیاں با قاعدہ طور پر متحد ہوگئیں اور اب متحدہ جرمنی ناٹو کی رُکن بن گئی ہے۔

(پروفیسر اے ایم خسرو، چیئر مین: ''جامع انسائیکلوپیڈیا''، جلد ۴، نئی دہلی:
قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، حکومت ہند ۲۰۰۰ء، ص ۱۶۴۔۱۶۶)

جزائر الشرق الہند:

جزائر الشرق الہند کا علاقہ جزیروں اور جزیرہ نماؤں پر مشتمل سمندر میں کافی دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ برما سے شروع ہوتا ہے اور اِس میں تھائی لینڈ، لاؤس، کمپوچیا، ویت نام، ملائیشیا، سنگاپور، انڈونیشیا اور فلپائن شامل ہیں۔ اس میں جزیروں کی تعداد ہزاروں میں ہے جیسے انڈونیشیا کے تین ہزار جزیرے، ملائیشیا کے گیارہ اور فلپائن کے سات ہزار جزیرے ہیں۔ زیادہ تر آتش فشانی جزائر ہیں۔ یہ استوائی جزائر ہیں۔ چاول کی پیداوار بہت ہوتی ہے۔ اِن علاقوں میں بے شمار مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔ ملائیشیا اور انڈونیشیا مسلم ممالک ہیں مگر زیادہ تر ممالک کے لوگ بدھ مت اور ہندو ہیں۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۶۷۹)

جلال آباد:

افغانستان کا ایک بڑا شہر تورخم (سرحد پاکستان و افغانستان) سے تقریباً پچاس میل آگے بہ سمت کابل، دریائے کابل کے کنارے واقع ہے۔ موجودہ شہر شہنشاہ ہند جلال الدین اکبر نے ۱۵۶۰ء کے قریب آباد کیا۔ پہلی اور دوسری جنگ افغانستان میں اِسے نقصان پہنچا۔ آج کل اِس کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ شہر ملک کی اندرونی تجارت کا مرکز بھی ہے۔

(''اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، ص ۴۷۰)

جون پور:

جونپور اتر پردیش (شمالی ہندوستان) میں دریائے گمتی کے کنارے ایک شہر اور نواحی ضلع جو ۲۵ درجے ۲۸ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۸۲ درجے ۴۲ دقیقے طول بلد مشرقی میں واقع ہے۔ اِس شہر کی بنیاد فیروز شاہ تغلق نے ۷۶۰ھ/۱۳۵۹ء میں رکھی۔ جونپور کا نام جونا شاہ سے مشتق ہے۔ محمود غزنوی اور بابر نے اِسے فتح کیا۔ بارہویں/اٹھارہویں صدی کے اوائل میں نوابان اودھ اور ۱۷۷۵ء میں انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا۔ فیروز شاہ کا قلعہ اٹالا مسجد اور منعم خاں کا عظیم پل جونپور کی عظیم یادگاریں ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۵۱۷۔۵۲۰)

جہانگیر پورہ/شیخو پورہ:

ایک پُرانا قصبہ اور پختہ مکان مع قلعہ آباد ہے۔ شہزادہ شیخو نے شکار کھیلنے کی غرض سے اِس ویران جنگل میں آبادی آباد کی۔ جب قلعہ بن چکا تو قصبہ سے دو کوس بجانب شرق ایک تالاب پختہ، ایک چاہ اور ایک مینار جس کا نام ہرن مینار ہے، بنوایا۔ اصل میں یہ ہرن مینار نہیں بلکہ ہرن مزارہ شیخو (جہانگیر) کا ایک ہرن جسے وہ بہت پیارا تھا۔ اِس جنگل میں مر گیا اسے اسی جگہ دفنا کر مینار تعمیر کروایا گیا۔ شیخو نے قصبہ وقلعہ اور دولت بنا کر اِس کا نام شیخو پورہ رکھا۔ جب اکبر فوت ہوا تو شیخو بادشاہ بنا تو چودھویں سال جلوس کے اِس کی آبادی کی طرف توجہ دی اور اِس کا پرگنہ الگ کر کے شیخو پورہ کا نام جہانگیر آباد رکھا۔ سکھوں کے عہد میں اِس شہر کو ویران کر دیا گیا۔ انگریزوں کے عہد میں اِس شہر کو ضلع قرار دیا گیا۔

(ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، ''تاریخ شیخو پورہ''، لاہور: اظہار سنز، ۱۹۹۹ء، متعدد صفحات)

جھجھر:

یہ ایک بڑی آبادی کا شہر ہے جو ہانسی سے سات سو میل جنوب مشرق اور دہلی سے مغرب کو بفاصلہ پینتیس میل آباد ہے۔ اِس شہر کی بنیاد راجہ جوجن نے رکھی تھی اور اِس کا نام جوجن نگر رکھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جھجھر مشہور ہو گیا۔ یہ شہر کئی مرتبہ اجڑا اور کئی دفعہ آباد ہوا۔ چغتائی سلطنت (مغل دور) کے آخر میں اِس شہر کا نام مبارک آباد عرف مجر مقرر ہوا۔ شہزادہ عالمگیر ثانی نے وزیر نمک حرام کو شکست دے کر یہاں کچھ عرصہ قیام بھی کیا۔ اس کا رقبہ بارہ ہزار تیس میل ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی آٹھ سو بیس سے آٹھ سو چالیس فٹ ہے۔

(مرزا بشارت علی، ''تاریخ جھجر''، کراچی: علی سنز، ۱۹۹۷ء، متعدد صفحات)

جلیسمیر:

اِس شمال مغربی ریاست راجپوتانہ کے شمال میں بہاولپور، شمال مشرق میں بیکانیر، جنوب مشرق اور جنوب میں راج جودھ پور اور مغرب میں سندھ ہے۔ اِس کا رقبہ ۱۲۲۵۲ مربع میل، خطوط عرض بلد ۲۶ درجہ ۴ دقیقہ، ۲۸ درجہ ۲۸ دقیقہ اور طول بلد ۷۰ درجہ ۳ دقیقہ ۲۷ درجہ ۵۱ دقیقہ کے درمیان واقع ہے۔ اس علاقے میں کوئی ندی نہیں بارش کے پانی کا ذخیرہ کیا جاتا ہے یہاں قلعی کا پتھر عمدہ ہوتا ہے۔ جیسمیر کے زراعت پیشہ رعایا کی دولت صرف اونٹ، مویشی اور بکری ہے۔ جلیسمیر کو ۱۱۵۰ء میں

بھائی رئیس نے آباد کیا تھا۔

(بابو جوالا سہائے، ''وقائع راجپوتانہ''، (جلد دوم) آگرہ: مطبع مفید عام ۱۸۷۸ء، ص ۳۴۵۔۳۵۳)

جے پور:

بھارت کی ایک سابق ریاست، اب حکومت متحدہ بھارت کا ایک حصہ ہے۔ یہ ۲۵ درجے ۴۱ ثانیے اور ۲۸ درجے ۳۴ ثانیے عرض بلد شمالی اور ۷۴ درجے ۱۳ ثانیے طول بلد کے درمیان واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۱۵۵۷۹ مربع میل اور آبادی ۱۹۵۱ء میں ۱۶،۵۰،۰۰۰ تھی۔ موجودہ شہر جے پور کی بنیاد راجہ جے سنگھ دوم نے ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸ء میں رکھی تھی، جو تاریخ میں زیادہ تر جے سنگھ سوائی کے نام سے معروف ہے۔ اُس نے اُمیر کو چھوڑ کر جو سابق دارالحکومت تھا نئے شہر کو دارالحکومت بنایا۔ جے پور کے محافظ خانے میں تاریخی دستاویزات کا ایک نادر اور وافر ذخیرہ موجود ہے جس میں اختیارات اور روزنامچے وغیرہ شامل ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۵۶۷۔۵۶۸)

چمپانیر:

چمپانیر (محمود آباد) مغربی ہند میں گجرات کا ایک شہر جو اب کھنڈر ہے اور عرض بلد ۲۲۔۲۹ شمالی، طول بلد ۷۳۔۳۲ مشرقی پر احمد آباد کے جنوب مشرقی جانب تقریباً اُٹھہتر میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ گجرات کے سلطان محمود شاہ اول بیگڑہ نے ۸۸۹ھ / ۱۴۸۴ء میں اِس پر قبضہ کیا تو محمود نے اِس شہر کا نام بدل کر محمود آباد رکھا۔ مغلوں کے قبضے کے بعد اٹھارہویں صدی کے اواخر میں مرہٹوں کے قبضے میں آ گیا اور ۱۸۵۳ء میں اِسے انگریزوں نے فتح کرلیا۔ چونکہ اس وقت تک یہ ویران ہو چکا تھا اس لئے اِسے دوبارہ آباد نہیں کیا گیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۶۷۹)

چندیری:

شمالی وسط ہند کا شہر اور پرانا قلعہ جو ۲۴ درجے ۴۲ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۸ درجے ۹ دقیقے طول بلد مشرقی پر ایک سطح مرتفع پر واقع ہے اور اِس کے مشرق کے رُخ سامنے دریائے بیتوا کی وادی نظر آتی ہے۔ البیرونی اور ابن بطوطہ ایک بوڑھی چندیری کا ذکر کرتے ہیں جو موجودہ چندیری کے محل وقوع سے پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر اس کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہاں ہندو اور جین آثار قدیمہ کے درمیان مسلمانوں کے قلعوں کے کھنڈر بھی موجود ہیں۔ نیا چندیری غالباً مالوہ کے غوری بادشاہوں نے نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی کے آغاز میں بسایا۔ چونکہ یہ بندیل کھنڈ اور مالوہ کی سرحد پر واقع تھا اس لئے یکے بعد دیگرے مختلف حکمرانوں کے قبضے میں رہا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۶۸۵۔۶۸۶)

چین:

چین دنیا کے سب سے وسیع ملکوں میں سے ایک ہے۔ براعظم یورپ میں سے روس کو خارج کر دیا جائے تو اِس کا رقبہ چین کے مساوی ہوگا۔ اِس کا علاقہ شمال میں عرض البلد ۴۰ سے شروع ہو کر جنوب میں خطِ سرطان سے کچھ نیچے چلا گیا ہے،

جس کی لمبائی ۱۸ میل ہے۔ مشرق تا مغرب اس کا پھیلاؤ ۹۰ طول البلد تا ۱۲۰ طول البلد ہے۔ چین مختلف قسم کے موسموں اور فطری مناظر سے مالا مال ہے۔ یہاں گوبی جیسا وسیع ریگستان، بڑے بڑے دریا، زرخیز وادیاں، پہاڑ اور جنگل ہیں۔ کاغذ، طباعت، بارود اور پہیہ دار گاڑی چین ہی کی ایجادات ہیں۔ ۲

(Blij, H.j.de, / Peter of Muller, "Geography Realms:Region and Concepts", 10th Editioin, John wiky & Sons, inc, New york, P437-439)

۲ (پروفیسر فضل الرحمٰن، مدیرِ اعلیٰ: ''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد اوّل، نئی دہلی: قومی کونسل برائے ترقی اُردو، ۱۹۹۶ء، ص ۴۴۳۔۴۴۵)

حجاز:

جزیرۃ العرب کا شمال مغربی حصہ جہاں آفتاب اسلام طلوع ہوا یہ اب بھی اسلام کا روحانی مرکز ہے۔ یہیں کعبہ یعنی بیت اللہ شریف واقع ہے۔ نیز شروع زمانے میں اسلامی ریاست کے صدر ضلع کی حیثیت سے الحجاز مسلمانوں کے نزدیک ارض مقدس ہے۔ الحجاز سے مراد وہ علاقہ ہے جو بالعموم سعودی عرب کی موجودہ سلطنت کا مغربی صوبہ ہے۔ عام طور پر حجاز کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ شمالی، وسطی اور جنوبی حصہ، جنوب میں وہ علاقے جو الطائف، مکہ اور جدہ کے نواح میں ہیں۔ شمال میں وہ علاقے جو مدینہ اور ینبوع کے نزدیک ہیں۔ الحجاز کے وسطی حصے میں ہے۔ بنو سلیم، بنو ہلال اور بنو ہوازن کی ایک شاخ نے بدویوں کی اِس بڑے پیانے پر ہجرت نے حصہ لیا جو پانچویں صدی ہجری میں مصر اور اُس کے آگے المغرب کی طرف عمل میں آئی۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۷، ص ۹۰۰۔۹۰۴)

حرمین شریفین:

دو مقدس اور قابل عزت مقامات یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اِن مقامات کا خادم اپنے لئے ''خادم الحرمین'' کا لقب استعمال کرتا ہے۔ حرمین شریفین کی حفاظت و نگہداشت کے لئے پہلے سفید فام خواجہ سرا اور بعد ازاں سیاہ فام خواجہ سراؤں کی تقرری عمل میں لائی جاتی ہے۔ مکہ معظمہ بیت اللہ اور مدینہ منورہ مسجد نبوی اور روضہ رسول کے سبب حرم نبوی کہلاتا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۸، ص ۱۱۱۔۱۱۲)

حصار:

شہر حصار ضلع ہریانہ میں شامل تھا۔ حصار دہلی سے مغرب کی طرف ایک سو چار میل اور لاہور سے بجانب گوشہ جنوب مشرق ایک سو ساٹھ میل دور آباد ہے۔ فیروز شاہ تغلق کی بنوائی ہوئی نہر اس شہر کے عین فیصل کے ساتھ سے گزرتی ہے۔ پہلے یہاں جنگل ہوا کرتا تھا اور ایک عابد بہلول نام کے اِس جنگل میں عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شہزادہ فیروز تغلق کا بیٹا جو یہاں شکار کی غرض سے آیا تھا۔ شیخ بہلول نے اُسے بادشاہت کی بشارت دی۔ جب وہ بادشاہ بنا تو وہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسی مقام پر شہر کی بنیاد رکھی اول ۷۵۵ھ میں ایک قلعہ بنوایا جس کا نام ''حصار فیروز'' رکھا گیا اور پختہ شہر تعمیر کروایا اس شہر میں پرانے مقبرے اور عمارتیں ہیں۔ ۱۸۴۰ء میں یہ شہر اجڑ گیا لیکن جارج طامس نے ۱۸۵۶ء کے ہنگامہ میں

یہاں قتل وغارت کا ہنگامہ برپا کیا۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص۵۴۔۵۶)

حیدرآباد:

بھارت کے دکن (دکھن (جنوب) میں ایک شہر کا نام جو ۱۷ درجے دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۸ درجے ۲۷ دقیقے طول بلد شرقی پر واقع ہے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۹۹۷ھ/۱۵۸۹ء میں ایک ہندو رقاصہ اور حرم بھاگ متی کے نام پر ''بھاگ نگر'' نام رکھا لیکن بعد میں اِس شہر کا نام حیدرآباد رکھ دیا گیا۔ یہ شہر گولکنڈہ کے قطب شاہی بادشاہوں، اورنگزیب کی فتح دکن کے بعد مغل صوبے داروں کا پھر نظام اور ہندوستان کی آزادی کے بعد ریاست حیدرآباد کا صدر مقام رہا ہے۔ یہ شہر بھارت کے صوبے آندھرا پردیش کا صدر مقام بھی تھا جسے اب مہاراشٹر اور میسور کے صوبوں میں مدغم کر دیا گیا ہے۔

(رئیس احمد جعفری، ''حیدرآباد۔ جو کبھی تھا''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۱ء، متعدد صفحات)

خان پور، گھاٹ:

ستلج پار جمنا کے گردونواح میں شامل خان پور گھاٹ ضلع گورگانوہ میں ایک گزرگاہ ہے جو اُن پہاڑوں کی نشیب میں ہے جو شمال مشرق سے جنوب مغرب کو پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ دریا کی گزرگاہ نہیں بلکہ ایک پہاڑی درہ ہے۔ یہاں سے ایک میل کے فاصلے پر مشرق کی جانب موضع پنگادہ آباد ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص۴۷)

خاندیش:

خاندیش جنوبی ہند کا ایک علاقہ جس کے شمال میں نربدا، مشرق میں صوبہ برار، جنوب میں اجنٹا کے پہاڑ اور مغرب میں صوبہ گجرات واقع ہے۔ خاندیش کو ۱۳۸۲ء میں آزادی حاصل ہوئی۔ احمد فاروقی الملقب بہ راجا احمد یا ملک راجہ نے دکن کے حاکم اوّل کے خلاف بغاوت کی تو خاندیش کو اپنا مستقر بنایا۔ احمد فاروقی اور اُس کے جانشین تمام شاہی القاب سے قطع نظر کر کے صرف خان کہلانے پر اکتفا کرتے تھے۔ اِس لئے اِس سرزمین کا نام بھی ''خاندیش'' پڑ گیا۔ خاندیش کے حکمران مالوے اور گجرات کی ماتحتی کا دم بھرتے تھے۔ انتظامی لحاظ سے برہان پور خاندیش کا صدر مقام تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۸، ص۸۴۱)

خراسان:

خور بمعنی خورشید و اسان بمعنی چڑھتا ہوا۔ یعنی چڑھتے سورج کا ملک، خراسان کے مشرق میں بجستان اور ہند، مغرب میں صحرائے غز اور جرجان، شمال میں بلد ماوراء النہر، جنوب مغرب میں صحرائے ایران واقع ہیں۔ بڑے شہروں میں نیشا پور، مرو، ہرات، بلخ، طوس، غرجستان اور طارستان شامل تھے۔ آج کل جو صوبہ خراسان کہلاتا ہے اِس میں قدیم خراسان کا نصف حصہ شامل نہیں۔ اِس کا دارالحکومت مشہد ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۸، ص۹۰۶۔۹۰۸)

خلیج بنگال:

خشکی میں کافی اندر تک گھسا ہوا سمندری حصہ جس کے تین اطراف خشکی اور چوتھی طرف سمندر ہے۔ خلیج بنگال، بحر ہند کی ایک مشرقی خلیج ہے جس کے شمال میں بنگلہ دیش، مشرق میں برما اور مغربی سرحد پر بھارت کا مشرقی کنارہ واقع ہے۔ شمالاً جنوباً اس کی کل لمبائی ۱۲۰۰ میل ہے۔ اس کے مشرقی ساحلوں پر بہترین بندرگاہ ہیں خلیج بنگال اکثر طوفانوں کی زد میں رہتا ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۵۷)

خوارزم:

خوارزم یا خیوہ ایک ملک جو آمو دریا کی زیریں گزرگاہ پر واقع ہے۔ اس ملک کی تاریخ میں اِسے جو ترقی نصیب ہوئی وہ اِس کے وسیع تجارتی تعلقات کی مرہون منت تھی۔ قتیبہ بن مسلم نے ۹۳ھ / ۷۱۲ء میں اِسے فتح کیا۔ چنگیز خاں نے یہاں بہت تباہی مچائی تھی۔ اشتراکی انقلاب کے بعد پورا ترکستان سوویٹ روس کے زیرِ اقتدار آیا۔ ۱۹۲۰ میں یہاں سوویٹ جمہوریہ خوارزم قائم کی گئی۔ اب یہ شہر ازبکستان میں واقع ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۲۲۔۳۰)

دائرہ:

ریاست جے پور میں کھنڈیلہ سے مشرق کی جانب ایک بستی ہے۔ جو ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء میں اکبر کے عہد میں آباد ہوئی تھی۔ اِس بستی میں سید محمود جونپوری کے پیرو مرشد میاں مصطفیٰ کے فرقہ مہدویہ کی اکثریت زیادہ ہے۔

(ڈاکٹر وحید قریشی (مدیرِ خصوصی)، ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، لاہور: پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۸ء، ص ۱۶۲)

دریائے جمنا:

بھارتی دریائے گنگا کا ایک معاون دریا جو شمال مغربی جو کہ شمال میں کوہ ہمالیہ سے نکل کر جنوب کی طرف آ کر الہ آباد کے قریب دریائے گنگا میں جا گرتا ہے۔ یہ دریا بھارتی صدر مقام دہلی کے بیچ میں سے گزرتا ہے۔ دہلی کا زیادہ حصہ اس دریا کے مغربی کنارے آباد ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۴۰۰)

دریائے راوی:

یہ دریا کوہ ہمالیہ کے پیر پنجال سلسلے درہ روہتنگ سے شروع ہوتا ہے اور بھارت کی ریاست ہماچل پردیش اور پنجاب میں شمال مشرق سے جنوب مغرب کی سمت بہتا ہے۔ شکر گڑھ کے قریب یہ پاکستان میں داخل ہو جاتا ہے اور کافی فاصلہ سرحد کے ساتھ ساتھ طے کر کے یہ لاہور شہر اور پانی صوبہ پنجاب کے میدان میں داخل ہو جاتا ہے اِس کی کل لمبائی ۴۶۰ میل ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۵۲۴)

دریائے ستلج:

دریائے سندھ کا ایک مشرقی معاون جو کوہ ہمالیہ میں تبت کے جنوب مغرب میں ۱۵۲۰۰ فٹ کی بلندی سے نکلتا ہے اور پہلے بھارتی علاقے میں بہتا ہے اِس میں دریائے بیاس شامل ہو جاتا ہے اور جنوب مغربی جانب پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دریا کل ۹۰۰ میل لمبا ہے اور پنجند کے قریب تین شمالی مشترکہ دریاؤں یعنی جہلم، چناب اور راوی سے مل جاتا ہے اور بعد میں دریائے سندھ کے ساتھ اور پنجاب کے صوبے کے جنوب مشرقی حصے کو جو جوبستان کا علاقہ ہے اِسے سیراب کرتا ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۵۸۸)

دریائے سندھ:

یہ پاکستان کا نہایت اہم دریا ہے جو جھیل مانسرور جو کوہ ہمالیہ کی بلندیوں میں واقع ہے، سے نکلتا ہے۔ یہ جھیل ۱۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ سب سے پہلے یہ شمال مغرب کی جانب کوہ ہمالیہ اور قراقرم کی تنگ اور بے حد گہرائی میں اپنا سفر شروع کرتا ہے اور بہت گہرا، ایک باریک سی پانی کی دھار نظر آتا ہے۔ گلگت کے قریب یہ جنوب مغرب کی جانب مڑ جاتا ہے اور پاکستانی علاقے میں آجاتا ہے اور کل ۱۸۰۰ میل کی لمبائی طے کرتے ہوئے جنوب بحرہ عرب میں جا گرتا ہے۔ دریائے سندھ اٹک کے مقام پر گیارہ سو فٹ کی بلندی سے پہاڑوں سے نمودار ہوتا ہے یہاں اِس میں دریائے کابل اور دریائے سوات شامل ہوتے ہیں میدانی علاقے میں مٹھن کوٹ کے مقام پر دریائے سندھ کے مشرقی معاون یعنی جہلم، چناب، راوی ستلج سب اِس میں شامل ہوتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی اہمیت کا دریا اور قدیم تہذیب کا گہوارہ ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۶۲۹)

دریائے گنگا:

بالائی ہند کا سب سے بڑا دریا جو گڑھوال کے ضلع میں کوہ ہمالیہ سے تقریباً ۳۱۰۰ میٹر کی بلندی سے نکلتا ہے اور اتر پردیش بہار اور بنگال سے گزرتا ہوا خلیج بنگال میں جا گرتا ہے۔ اِس کی لمبائی تقریباً ۲۵۰۰ کلومیٹر ہے آخری ۵۰۰ کلومیٹر بنگال کے ڈیلٹا میں ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک گنگا ایک مقدس دریا ہے۔ جس کا منبع بہشت میں بتایا جاتا ہے۔ جہاں سے یہ نکل کر سات ندیوں کے مرکز کی حیثیت سے زمین پر آیا ہے۔ سنگموں پر اور خاص طور پر الٰہ آباد میں جب سورج برج دلو میں ہوتا ہے اِس کے پانی سے نہانا مذہبی اعتبار سے بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۵۵۹۔۵۶۰)

دریائے والگا:

روس کا ایک بڑا دریا جو کوہ وولڈائی سے نکلتا ہے پہلے مشرقی جانب بہتا ہے اور کازان کو سیراب کرتا ہے اور بل کھاتا ہوا بحیرہ کیپسن میں جا گرتا ہے۔ یہ دریا تجارتی راستہ بھی ہے اور ذرائع آمد و رفت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کل لمبائی ۲۲۹۰ میل ہے۔ یہ دریا سردیوں کے موسم میں منجمد ہو جاتا ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۱۰۷۱)

دکن:

دکن سنسکرت کے لفظ ''ڈکشن'' (Dakshina) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں دائیں ہاتھ یعنی جنوب۔ اِس لئے کہ سمتوں کا تعین طلوع کے تعلق سے کی جاتی ہے۔ اِس کی تقسیم دو طرح سے کی جاتی ہے۔ (I) دکن خاص جنوبی ہند، وہ علاقہ جو تنگ بھدرہ کے جنوب میں واقع ہے۔ (II) جنوبی ہند اور بندرگاہ گوا کو چھوتا ہے۔

دکن خاص کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (I) مغربی حصہ جس کے اردگرد سمندر اور مغربی گھاٹ ہیں جسے ''دیش'' کہتے ہیں اِس کے بڑے شہر احمد نگر اور پونا ہیں (II) وہ علاقہ جسے قرون وسطیٰ میں ''برار'' کہتے ہیں۔ اس کا اہم شہر ''ناگپور'' ہے (III) مرتھ وادہ، قدیم ریاست حیدر آباد کا وہ حصہ جہاں مرہٹی بولی جاتی ہے جس کا مرکزی مقام ''اورنگ آباد'' ہے۔ (IV) تلنگانہ جہاں کی آبادی کے ایک بڑے حصے کی مادری زبان ''تلگو'' ہے اِس علاقے کا تاریخی اور ثقافتی مرکز حیدر آباد ہے۔ (V) جنوب مغربی علاقہ جس میں زیادہ تر ''کنڈگا'' آباد ہیں۔ اِس علاقے کا سب سے بڑا شہر ''بیجاپور'' ہے۔ پندرہویں صدری عیسوی کے آخر اور سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں بہمنی صوبوں کے والی پہلے خودمختار اور پھر آزاد ہو گئے۔ آخرکار دکن احمد نگر، بیجاپور، برار، بیدر اور گولکنڈہ کی پانچ حکومتوں میں تبدیل ہو گیا جہاں علی الترتیب نظام شاہی، عادل شاہی، عماد شاہی، برید شاہی اور قطب شاہی خاندان حکمران ہوئے۔ برار اور بیدر تو کچھ عرصے بعد احمد نگر میں شامل ہو گئے۔ پھر احمد نگر شاہجہان کے عہد میں (۱۰۴۲/ ۱۶۳۳) سلطنت دہلی کا حصہ بن گیا۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کے خاتمے کی باری ۱۰۹۷ھ/ ۱۶۸۶ء اور ۱۰۹۸ھ/ ۱۶۸۷ء میں آئی۔ جب کہ اورنگ زیب عالمگیر نے اِن دونوں حکومتوں کو اپنی وسیع سلطنت میں شامل کر لیا۔ مرہٹوں نے مغلیہ سلطنت کو مستحکم نہیں ہونے دیا۔ شیواجی نے ۱۰۸۵ھ/ ۱۶۷۴ء میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی۔ آخر کار نظام الملک آصف جاہ نے مبارز خاں کو شکست دے کر پورے دکن پر قبضہ کر لیا، ۱۹۴۸ء میں حکومت ہند نے دکن کو بھارت میں مدغم کر لیا اور نظام دکن سر میر عثمان علی خاں آصف جاہ ہفتم کو بھارت کے صدر نے ریاست کا آئینی سربراہ بنا دیا۔ آخرکار ۱۹۵۶ء میں حیدر آباد کو لسانی اعتبار سے تقسیم کر کے اندھرا، کمیٹی اور میسور کے صوبوں میں شامل کر دیا گیا۔ حیدر آباد دکن آج بھی تہذیب و ثقافت کا عظیم مرکز ہے۔[۲]

[۱] (''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۳۷۹۔۳۸۰)

[۲] (محمد نصیر الدین ہاشمی، ''دکنی کلچر''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء، متعدد صفحات)

دمشق:

شام کا سب سے بڑا شہر اور الجمہوریہ العربیۃ السعودیہ کا دارالحکومت جو ۳۶ درجے ۱۸ دقیقے طول بلد مشرقی ار ۳۳ درجے ۳۰ دقیقے عرض بلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً سات سو میٹر بلند ہے۔ صحرا کی حد پر اور لبنان شرقیہ کے سلسلہ مشرق اور شمال مشرق میں دریائے فرات تک ایک نیم صحرائی میدان پھیلا ہوا ہے جو جنوب کی جانب عرب میں مدغم ہو جاتا ہے۔ یہ ایک قدیم شہر ہے اِس کے شمال میں مقام برزہ کی مسجد ابراہیمؑ کو حضرت ابراہیمؑ کا مقام ولادت سمجھا جاتا ہے۔

(عبدالحلیم شرر، ''مضامین شرر: تاریخی وجغرافیائی'' (جلد دوم، حصہ اول)، لاہور: سید مبارک علی اینڈ سنز، س۔ن، ص ۱ تا ۲۰)

دولت آباد:

ایک پہاڑی قلعہ عرض بلد شمالی ۱۹ درجے ۵۷ دقیقے طول بلد مشرقی ۷۵ درجے ۱۵ دقیقے اورنگ آباد سے دس میل شمال مغرب کی جانب صوبہ مہاراشٹر میں واقع ہے دولت آباد پہلے دیوگری (صحیح دیوارگری) ''خدائی پہاڑی'' کہلاتا تھا۔ علاؤالدین نے اِسے ۶۹۳ھ/ ۱۲۹۴ء میں فتح کیا۔ سلطان قطب الدین مبارک خلجی نے دولت آباد کا الحاق دہلی سے کیا۔ ۷۲۷ھ/ ۱۳۲۷ء میں محمد بن تغلق نے دیوگری کا نام بدل کر دولت آباد رکھا اور ساتھ ہی اُسے سلطنت کا صدر مقام بنا دیا۔ دولت آباد ہی میں امیرانِ صدہ نے اسماعیل مخ کو اپنا سردار منتخب کیا۔لیکن ایک سال بعد ظفر خاں پہلا بہمنی سلطان بن گیا۔ اِس کے بعد علاقہ مغلوں اور مرہٹوں کے قبضے میں آیا۔ دولت آباد تاریخی عمارتوں میں ہندو مسلم فنکاری کے تراشے ہوئے نمونے دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۹/ ۲۰۰۴ء، ص ۴۶۸۔۴۶۹)

دوآبہ:

لفظی معنی ہیں دو دریا، برصغیر پاک و ہند میں اِس کا اطلاق اِس علاقے پر ہوتا ہے جو دو ساتھ ساتھ بہنے والے دریاؤں کے درمیان واقع ہو بالخصوص اِس ذرخیز علاقے پر جو اتر پردیش (بھارت) میں دریائے جمنا اور گنگا کے درمیان ہے۔ جنوبی ہند میں سب سے مشہور دوآب رائچور دوآب ہے جو دریائے کستنا (کرشنا) اور تنگبھدار کے درمیان واقع ہے یہ دونوں دریا وجیانگر کی ہندو ریاست اور دکن کی اسلامی ریاستوں کے درمیان ایک غیر مستقل سرحد کا کام دیتے ہیں۔ پنجاب کے پانچ دریاؤں کے درمیان لمبوتری شکل کے جو قطعات بن گئے ہیں، اُنہیں بھی دوآب کہتے ہیں۔ مثلاً ستلج اور بیاس کے درمیان بست دوآب (یا دوآبہ بست جالندھر)، بیاس اور راوی کے درمیان باری دوآب، راوی اور چناب کے درمیان رچنا دوآب، چناب اور جہلم کے درمیان چج (یا چج)، جہلم اور سندھ کے درمیان کو ساگر دوآب کہا جاتا ہے کہ اِن دوآبوں کے نام شہنشاہ اکبر نے رکھے تھے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۹، ص ۴۴۷)

دہلی (نئی و پرانی):

علوم وفنون اور تہذیب وثقافت کا یہ قدیم مرکز دریائے جمنا کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ اور آج کل ۲۸ درجے ۳۰ ثانیے اور ۲۸ درجے ۴۴ ثانیے طول بلد شمالی اور ۷۷ درجے ۵ ثانیے اور ۷۷ درجے ۱۵ ثانیے عرض بلد مشرقی کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ یہ ۶۰۸ھ/ ۱۲۱۱ء سے ہندوستان اوّلین مسلمان فرمانرواؤں کا دارالحکومت تھا اور چند مستثنیات (مثلاً دولت آباد، آگرہ اور لاہور جنہیں گاہے بگاہے۔ بعض حکمرانوں نے اپنا مرکز بنانا پسند کیا) سے قطع نظر ۶۰۸ھ/ ۱۲۱۱ء سے ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر کی معزولی تک شمالی ہندوستان کے شاہی خانوادوں کا پائے تخت رہا۔ ۱۹۱۱ میں یہ برطانوی ہند کا دارالسلطنت قرار پایا اور ۱۹۴۷ء کے بعد سے آزاد بھارت کا دارالحکومت ہے۔ قدیم ترین بستی اندرپت ایک ٹیلے پر تھی جہاں اب پرانا قلعہ ہے۔ دسویں صدی عیسوی میں چوہان راجپوتوں نے ایک شہر بسایا اِس کے بعد مختلف بادشاہ اِس شہر کی توسیع اور قلعے وغیرہ

بنانے میں مصروف رہے۔ انگریزوں نے غدر کے دوران میں اور بعد میں بہت سی یادگار عمارات کو تباہ کر ڈالا اور دارالحکومت کلکتہ منتقل کر دیا تو شہر دہلی کی اہمیت کم ہوگئی اور وہ مقامی فوج کی ایک چھوٹی سی چھاؤنی ہو کر رہ گیا۔ انگریزوں نے اِس شہر کو شاہجہان کے شمال میں وسعت دی جہاں سول لائن بنائی گئی اِسی جگہ ۱۹۱۱ء میں ہندوستان کا دارالحکومت منتقل ہوا اور نئے شہر کی تعمیر شروع ہوئی۔ جسے ابتدا میں رائے سینا کہتے تھے اور بعد میں نئی دہلی کہنے لگے۔ لال کوٹ اور رائے پتھورا کو تیمور کے زمانے تک ''پرانی دہلی'' کہتے تھے اور یہی نام برطانوی عہد کے اوّل میں باقاعدہ استعمال ہوتا تھا۔ جب سے نئی دہلی بنی ہے پرانی دہلی کے نام کا اطلاق غلطی سے شاہجہان پر گیا۔[۱] دہلی میں قدیم عمارتیں مسلم فنِ تعمیر کا عظیم شاہکار ہیں۔ موجودہ ہندوستان کا دارالحکومت بھی دہلی ہے جو آج بھی علم وادب اور مختلف علوم وفنون کا گہوارہ ہے۔[۲]

[۱] (مہشور دیال، ''اور عالم میں انتخاب دلّی''، دہلی، اُردو اکادمی، طبع دوم، ۱۹۹۳ء، متعدد صفحات)

[۲] (محمد حبیب، خلیق احمد نظامی، ''جامع تاریخ ہند''، لاہور، اُجالا پرنٹرز، س۔ن، ص ۱۷۶۔۲۱۸)

دیوبند:

اترپردیش کے ضلع سہارن پور میں ایک بڑا ہی پُرانا شہر ہے۔ اِس کی قدیم تاریخ اساطیری اور رومانوی افسانوں میں چھپی ہوئی ہے۔ یہاں درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان گھرا ہوا کسی دیوی کا مندر تھا، جس کے پیشِ نظر خیال کیا جاتا ہے کہ دیو بند کو دیوی بن (دیوی کا جنگل) کی بگڑی ہوئی شکل تصور کرنا چاہئے۔ دیو بند میں سکندر لودھی، اکبر، اورنگ زیب کے عہد میں تعمیر شدہ بعض مساجد اور عمارتیں ابھی تک موجود ہیں۔ آج کل دیو بند اسلامی علوم و معارف کی درس گاہ ''دارالعلوم'' کے باعث مشہور ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۹، ص ۶۲۰۔۶۲۱)

دیوگڑھ:

ریاست راجپوتانہ میں مارواڑ جسے جودھ پور بھی کہتے ہیں اُس کا ایک قصبہ ہے جو عرض بلد شمالی ۲۶ درجہ، ۲۵ دقیقہ اور جس کا طول بلد مشرقی ۷۳ درجہ، ۸ دقیقہ پر واقع ہے۔ دیوگڑھ جودھ پور سے ۷ میل شمال کی جانب واقع ہے۔

(بابو جوالا سہائے، ''وقائع راجپوتانہ''، (جلد دوم)، ص ۲۔۱۶)

راجپوتانہ:

راجپوتانہ بھارتی ریاست راجستھان کا تاریخی شمال مغربی علاقہ ہے۔ اِس ریاست کے مغرب میں پاکستان، شمال میں اترپردیش اور ہریانہ کی ریاستیں، مشرق میں ریاست مدھیہ پردیش اور جنوب میں ریاست گجرات ہے۔ یہ بھارت کا نہایت اہم صحرائی علاقہ ہے اِس کا کل رقبہ ۷۵۰۰ مربع میل ہے جو نہایت خشک بنجر، پتھریلی پہاڑیوں اور ریتلے ٹیلوں پر مشتمل ہے۔ ریت کے یہ ٹیلے ۵۰ فٹ سے تین سو فٹ تک بلند ہیں۔ مگر اِس علاقے میں آبپاشی کا مناسب بندوبست کر کے اِسے ترقی دی گئی ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۵۰۹)

راجستھان:

راجستھان بھارت کی ایک شمال مغربی ریاست جس کے مغرب میں پاکستان، شمال میں اتر پردیش اور ہریانہ کی ریاستیں مشرق میں ریاست مدھیہ پردیش اور جنوب میں ریاست گجرات ہے یہ بھارت کا نہایت اہم صحرائی علاقہ ہے جو دریائے گنگا کے بالائی حصہ سے شروع ہو کر شمالی اور مغربی جانب دریائے ستلج، سندھ اور دریائے نارا کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اِس کا کل رقبہ ۷۵۰۰ مربع میل ہے، جو نہایت خشک بنجر، پتھریلی پہاڑیوں اور ریتلے ٹیلوں کا علاقہ ہے جس کی ریت کے ٹیلے ۵۰ سے ۲۰۰ یا ۳۰۰ فٹ تک بلند ہیں اِس میں بڑے بڑے شہر آباد ہیں یہ سارا علاقہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ راجپوتانہ اِسی ریاست کا تاریخی شمال مغربی علاقہ ہے۔

(کپتان جیمس ٹاڈ، ''تاریخ راجستھان: حالات مَارواڑ''، کراچی: انڈس پبلی کیشنز، ۱۸۱۸ء، متعدد صفحات)

رادھن پور:

۱۶۹۳ میں شہزادہ مراد بخش کے عہد میں جعفر خان بابی کو رادھن پور و دیگر اضلاع کی فوجداری ملی۔ مرہٹوں کے عروج کے دور میں یہ صوبے سے نکل گیا۔ ۱۸۲۰ء میں نواب رادھن پور نے انگریزوں کی حمایت کا اعلان کیا۔ اِس ریاست کا رقبہ ایک ہزار ایک سو پچاس مربع میل ہے اور ۱۸۹۱ء میں اٹھانویں ہزار سترہ تھی۔

(پراگ نرائن بھارگو، ''صحیفۂ زریں''، ص۱۴۴)

رام پور:

برطانوی ہند کی ایک مسلم ریاست جو اب اتر پردیش بھارت میں ضم کی جا چکی ہے۔ رام پور کے شمال میں ضلع نینی تال، مشرق میں ضلع بریلی، جنوب میں ضلع بداؤن کی تحصیل بسولی اور مغرب میں ضلع مراد آباد ہے۔ رام پور کی ابتدائی تاریخ روہیل کھنڈ میں روہیلا طاقت کی نشو ونما کی تاریخ ہے۔ رام پور شہر میں ایک اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ بھی قائم کیا گیا تھا جس میں مخطوطات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ موجودہ ضلع رام پور کا رقبہ ۸۹۵ مربع میل ہے۔ یہ ہموار زرخیز میدانی علاقہ ہے۔ جسے دریائے کوسی، ناہل اور رام گنگا سیراب کرتے ہیں۔ صدر مقام رامپور دریائے کوسی کے بائیں کنارے پر دہلی سے ۱۱۵ میل مشرق میں واقع ہے۔

(The Imperial Gazetteer of India, 1908, Vol. XXI, P. 273)

راہون:

جالندھر کے دوآبہ قصبوں میں یہ ایک قدیم قصبہ ہے اِس میں عمارتیں پختہ اور پرانے کھنڈرات بھی موجود ہیں۔ یہاں مسلمان کثرت سے آباد ہیں۔ شہر سے باہر باغات کی کثرت ہے۔ دریائے ستلج یہاں سے تین کوس پر بجانب جنوب بہتا ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص۱۹۶)

روس:

براعظم ایشیا اور یورپ کے شمال میں پایا جانے والا رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک جو عرض بلد ۳۶

درجے شمال سے ۷۷ درجے ۴۸ فٹ شمال تک اور طول بلد ۱۹ درجے ۳۸ فٹ مشرق سے ۱۶۹ درجے ۴ فٹ مشرق تک اور اِس کا کل رقبہ ۸۶۴۹۵۱۰ مربع میل ہے۔ اِس کا صدر مقام ماسکو ہے ۱۹۱۷ سے ۱۹۹۲ تک اِس نے ایک یونین بنائی ہوئی تھی اور بہت سی سوشلسٹ ریاستیں اپنے ساتھ شامل کر کے ایک بہت بڑی سیاسی طاقت کہلاتا تھا مگر اب یہ یونین ٹوٹ چکی ہے اِس سے اِس کی مغربی اور جنوبی ۱۴ ریاستیں الگ ہو چکی ہیں الگ ہونے والی ریاستوں میں استونیا، لیٹوا، لیتھونیا، بیلو روس، مولڈیویا، یوکرین، جارجیا، آرمینیا، آذربائیجان، ترکمانستان، ازبکستان، تاجکستان، کزاکستان اور کرغستان، اِن نو آزاد ممالک میں سے پانچ سے زیادہ مسلم ممالک ہیں۔ اِس کے باوجود اِس کی سرحد بحیرہ کیپسن، بحیرہ اسود اور بحرہ بالٹک سے ملتی ہے جس سے اِس کا رابطہ ترکی اور بہت سے دوسرے یورپی اور ایشیائی ممالک سے بن جاتا ہے۔ اتنی بڑی سرزمین پر ہر قسم کی سطحی اشکال پائی جاتی ہیں۔ ایشیائی روس میں شمالی علاقہ سائبیریا کا میدان ہے۔ جنوب میں پہاڑی سلسلے ہیں۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص۵۳۱۔۵۳۲)

روم:

(I) فارسی اور ترکی زبانوں میں بوزنطی سلطنت کا نام، روم کے معنی ہیں بلد دالرومان یا بوزنطیوں کی سرزمین، وسط ایشیا میں روم کا لفظ سلطنت روما کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مرورِ زمانہ کی ساتھ ساتھ اِس کا اطلاق محدود ہوتا گیا ایک طرف تو روم اب تک قونیہ کا پرانا نام ہے دوسری طرف عثمانی سلطنت کے ابتدائی دور میں روم کو اماسیہ اور سیواس کے ضلعوں پر مشتمل سمجھا جاتا تھا (II) الروم قرآن پاک کی ایک سورت جو چھ رکوع اور ساٹھ آیات پر مشتمل ہے۔ (III) روم اپنی (یعنی رومیوں کی سرزمین) کا نام محدود معنی میں اِسی نام کے پورے صوبے کو دیا گیا تھا جو تراکیا اور مقدونیا پر مشتمل تھا۔

(Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, 15th Edition, 1985, p.980-997)

رہتک:

رہتک ہندوستان کے قدیم مشہور شہروں میں سے ایک ہے۔ یہ دہلی سے بیالیس میل دور شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ رہتک دہلی سے ہانسی جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ اس کی آبادی ۱۸۲۵ء کے آس پاس تیرہ ہزار دو سو سینتیس افراد پر مشتمل تھی، یہ شہر حاکم نشین شہر تھا، اِس علاقے میں زیادہ ہندو کاشتکار آباد تھے، ۱۸۵۲ء۔۱۸۵۳ء میں مسلمانوں کی آبادی ایک لاکھ بارہ ہزار تین سو اسی تھی۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص۴۹۔۵۰)

ریاست جیند:

ستلج پار کی ریاستوں میں یہ ایک مشہور ریاست ہے۔ اس ریاست کا مورثِ اعلیٰ بہلول زمیندار ہے، انگریز دور میں یہ علاقہ سکھوں کے قبضے میں تھا۔ یہ تین سو چھہتر (۳۷۶) مربع میل تک پھیلا ہوا تھا۔ آبادی چھپن ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں یہاں کے راجہ نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اِس ریاست کا علاقہ جنگلوں پر محیط ہے۔ کوسوں تک درخت ہی درخت نظر آتے ہیں۔ یہ زمین زرخیز اور لائق زراعت ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص۳۳۔۳۴)

ریاست ہائے نابھہ:

بھارت کے صدر مقام دہلی سے شمال مغرب میں ۱۳۰ میل کے فاصلے پر ایک شہر جو اپنی زرعی پیداوار کی وجہ سے بہت اہم ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۱۰۲۸)

ریواڑی:

ریواڑی، ضلع گورگانو کا ایک قصبہ ہے۔ یہ دہلی سے جے پور جانے والی سڑک پر واقع ہے جو دہلی سے پچاس میل جنوب مغرب کی سمت آباد ہے۔ اس شہر کی آبادی ضلع کے تمام شہروں سے زیادہ ہے۔ اس کی عمارت پختہ اور بازار بھی فراخ اور تجارت سے بھرپور ہیں۔ اِس قصبہ کے رہنے والے اکثر شریف لوگ ہیں۔ اِس کی آبادی چھتیس ہزار آٹھ سو چوالیس افراد پر مشتمل تھی۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۲۶-۲۸)

سانبھر:

راجستھان (بھارت) میں جے پور اور جودھ پور کی مشترک سرحد پر واقع ایک جھیل کا نام جس میں برسات کے دنوں میں اس کا طول تقریباً بیس میل اور عرض تقریباً آٹھ میل ہو جاتا ہے۔ جھیل کے مشرقی ساحل پر ایک قصبہ سانبھر کے نام سے آباد ہے۔ جس کی آبادی تقریباً پچیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔

(''اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا''، جلد اول، ص ۲۷۷)

سرسہ:

سرسہ ایک انگریزی ضلع بھیانہ کی سرزمین میں اُس سڑک پر جو ہانسی سے بھٹنیر کو جاتی ہے لودھیانہ سے ساٹھ میل سمت جنوب مغرب اور لاہور سے ڈیڑھ سو میل دکن کی طرف واقع ہے۔ اس ضلع میں تین تحصلیں ہیں۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۶۳)

سرہند:

برصغیر پاک و ہند کا قدیم شہر جو آج کل بھارت کے صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ ریاستہائے پنجاب کے Gazetteer ۱۹۰۴ء کے مطابق کرشن جی کی ایک سو چھیاسٹھویں نسل میں سے ساھر راؤیا تومان راؤ نے اِس کی بنیاد رکھی۔ ہندوؤں اور غزنویوں کے ممالک کے درمیان یہ سرحد کا کام دیتا تھا اور اِس سے آگے ''ہند'' شروع ہوتا تھا۔ اِس لئے اِس کا نام سرہند (ہند کا سر) مشہور ہو گیا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد سرہند کی تاریخ کا سیاہ دور شروع ہوتا ہے۔ سکھوں کے گرو تیغ بہادر کو بغاوت کے جرم میں اورنگ زیب نے ۱۶۷۵ء میں قتل کرا دیا۔ اِس کا انتقام لینے کے لئے بعد میں سکھوں نے سرہند میں بہت قتل و غارت کر کے وہاں کے لوگوں سے انتقام لیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ (م ۱۶۲۴ء) کا مقبرہ بھی اس شہر میں ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۰، ص ۸۳۹-۸۴۴)

سری لنکا: لنکا (سری):

بھارتی جزیرہ نما کے جنوب مشرق میں صرف ۲۲ میل کے فاصلے پر ایک ناشپاتی کی شکل کا جزیرہ ہے اور ایک زیر آب پہاڑی اِسے بھارت سے جوڑتی ہے۔ اِس کا نام آدم کا پل ہے۔ سری لنکا عرض بلد ٦ درجے شمال سے ۹ درجے ۴۵ فٹ تک اور طول بلد ۷۹ درجے ۴۰ فٹ مشرق سے ۸۱ درجے ۵۵ فٹ مشرق تک پھیلا ہے۔ اِس کا رقبہ ۲۵۳۳۵ مربع میل ہے اِس کا صدر مقام کولمبو ہے۔ جزیرے کی لمبائی ۲٦۹ میل اور چوڑائی ۱۴۱ میل ہے۔ جنوب میں چوڑا اور شمال میں آتے آتے ناشپاتی کی طرح باریک ہوتا جاتا ہے۔ یہاں کاشتکاری ہوتی ہے، چائے کے باغات لگائے جاتے ہیں۔ ناریل اور گرم مسالہ بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ سری لنکا کی خوبصورتی اِس کے دریاؤں، آبشاروں، سفید ساحلوں اور گھنے جنگلات سے بنتی ہے۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ٦۷۰۔٦۷۱)

سمرقند:

سمرقند، بخارا کا بڑا شہر، زمانہ حال میں روسی ترکستان میں اِسی نام کے صوبے کا صدر مقام جو دریائے سرحد کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ اِس کے محل وقوع کے متعلق مشرقی، روسی اور یورپی سیاحوں کا بیان ہے کہ وہ بلاشبہ جنت الفردوس ہے۔ ۱۸٦۸ء میں سمرقند روس کے قبضے میں آیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۲۸۹۔۲۹۳)

سنام:

سنام کے پار ریاستوں میں ریاست پٹیالہ ایک مشہور ریاست ہے۔ یہاں کے رئیس کو خطاب مہاراجگی کا گورنمنٹ سے عطا ہو چکا ہے۔ جب احمد شاہ درانی یہاں آیا تو یہاں کے سکھ خاندان کے حکمران آلا سنگھ نے اطاعت قبول کی۔ انگریزوں کے آنے پر یہ اُن کے تصرف میں چلا گیا۔ اُس دور میں اِس ریاست کا رقبہ چار ہزار چار سو بیالس مربع میل تھا۔ آبادی تیرہ لاکھ دس ہزار نو سو ساٹھ نفوس پر مشتمل تھی یہ علاقہ نہایت زرخیز ہے جہاں غلہ بکثر ہوتا ہے۔ سنام ریاست پٹیالہ کا ایک قصبہ ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۳۰۔۳۲)

سنبھل:

اتر پردیش (بھارت) کا ایک ضلع جس کا رقبہ ۲۳۰۰ مربع میل ہے اِس ضلع کا سب سے بڑا شہر سنبھل تھا۔ سنبھل ایک قدیم قصبہ ہے لیکن قرونِ وسطیٰ میں اِسے جو اہمیت حاصل تھی وہ اب باقی نہیں رہی۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۲۸۳)

سندھ:

پاکستان کا جنوب مشرقی صوبہ جو ۲۳ درجے ۳۵ دقیقے و ۲۸ درجے ۲۹ دقیقے عرض بلد شمالی اور ٦٦ درجے ۲۱ دقیقے و ۷۱ درجے ۱۰ دقیقے طول بلد شمال کے درمیان واقع ہے۔ رقبہ ۵۸۸۲۱ مربع میل ہے۔ اِس کے شمال و مغرب میں پنجاب اور

بلوچستان ہیں اور مشرق و جنوب میں یہ ہندوستانی علاقے سے گھرا ہوا ہے اِس کے جنوب مغرب میں بحیرہ عرب کا ۱۵۰ میل لمبا ساحل ہے۔[۱] دریائے سندھ اِس صوبے کی رگِ حیات ہے۔ سندھ درج ذیل اضلاع پر مشتمل ہے۔ کراچی، ٹھٹھہ، حیدر آباد، تھرپارکر، سانگھڑ، نواب شاہ، دادو، لاڑکانہ، خیر پور، سکھر اور جیکب آباد، محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء میں اِسے فتح کیا۔[۲]

[۱] (غلام رسول مہر، ''تاریخ سندھ''، کراچی: سندھی ادبی بورڈ، جلد اول، ۱۹۵۸ء، متعدد صفحات)

[۲] (اعجاز الحق قدوسی، ''تاریخ سندھ''، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، ۱۹۷۶ء طبع دوم، ص ۲۔۳)

سوات:

اگر چہ زمانہ قدیم سے لے کر موجودہ دور تک سوات کا حدود اربعہ اور رقبہ بدلتا رہا ہے لیکن موجودہ حالت میں اِس کے شمال میں چترال، مغرب میں دیر، جنوب میں ضلع مردان اور مشرق میں امب اور دریائے سندھ واقع ہیں۔ رقبہ چار ہزار مربع میل ہے۔ آبادی میں غالب اکثریت یوسف زئی پشتونوں کی ہے۔ جو بابوزئی، متوزی، ازی خیل، شامیزئی، نیکی خیل اور شموزئی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ سوات میں پہاڑی علاقہ زیادہ اور میدانی نسبتاً کم ہے پہاڑوں میں کوہ مانکیال سب سے اونچا ہے کوہستان سوات میں صنوبر، دیودار، چیل اور انندر وغیرہ کے بڑے گنجان اور گھنے جنگلات ہیں میدانی علاقوں میں توت، ناشپاتی، سیب، مالٹے، سنگترے، آلوچے، شفتالو اور پہاڑی دروں میں اخروٹ اور املوک بہت ہوتے ہیں۔ وادی کالام، بحرین، مدین، مرغزار اور میاندم، سیدو شریف، پاچا کلے کی عالیشان مسجدیں اور مرغزار کا سفید محل قابل دید مقامات و عمارات ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان پر پاکستانی ریاستوں میں سب سے پہلے حکمران سوات نے پاکستان سے اپنے الحاق کا اعلان کیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۴۱۵۔۴۲۰)

سوالک:

ہمالیہ سب یا سوالک سندھ، گنگا کے میدان کے بالکل شمال میں کوہ ہمالیہ کا سب سے جنوبی سلسلہ جو زیادہ بلند نہیں ہے اِس کی بلندی ۱۵۰۰ فٹ سے ۳۰۰۰ فٹ تک ہے اِن میں بہت سے دریا جنوب میں آتے ہوئے سیلابی پنکھے بناتے ہیں۔ دریائی وادیاں بھی کافی لمبی لمبی اور زرخیز ہیں۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات'' ص ۱۰۹۸)

سورت:

بھارت کا ایک شہر اور اِسی نام کے ضلع کا صدر مقام جو ۲۱ درجے ۱۱ ثانیے شمال ۷۲ درجے ۵۰ ثانیے مشرق میں دریائے تاپتی کے جنوبی کنارے پر اِس کے دہانے سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۱۳۷۳ء میں فیروز تغلق نے پھیلون سے اس شہر کی حفاظت کے لئے ایک قلعہ تعمیر کروایا تھا۔ موجودہ شہر کی بنیاد کی تاریخ سولہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں خیال کی جاتی ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۴۴۸)

سومنات:

سومنات (سومناتھ = چاند دیوتا) بھارت کا ایک قدیم شہر جو کاٹھیاواڑ کے جنوبی ساحل پر کی ایک خلیج کے مشرق

سرے پر ۲۰ درجے ۵۳ دقیقے طول بلد شمالی اور ۷۰ درجے ۲۸ دقیقے عرض بلد مشرقی پر واقع ہے۔ خلیج کی مغربی راس پر ویراول کی بندگاہ واقع ہے اور اِن دو شہروں کے درمیان سمندر کے کنارے ایک قدیم مندر واقع ہے۔ ہندوستان پر محمود غزنوی کے مشہور ترین حملے کا جو ۱۰۲۴ء میں ہوا ہدف یہی شہر تھا۔ محمود ۱۰۲۵ء کے اوائل میں سومنات پہنچ گیا۔ شہر کو فتح کیا۔ بت (لنگم) کو توڑا جس کے دو ٹکڑے غزنی اور وہاں سے ایک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو بھیج دیا گیا محمود نے اِسے فتح کرنے کے بعد یہاں مسلمان حاکم مقرر کیا مگر مسلم حکومت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ ۱۲۹۸ء میں علاؤ الدین خلجی کے عہد حکومت میں اسے اُلغ خان نے پھر فتح کیا۔ ۱۴۷۰ء میں گجرات کے محمود بیگرہ نے اِس ریاست کا خاتمہ کیا تو یہ ملک مسلمان بادشاہوں کے قبضے میں چلا گیا۔ بعد میں اِس پر مختلف اوقات میں مانگرول کے شیخ اور پوربندر کے رانا حکمران ہوتے رہے۔ اور بالآخر جونا گڑھ کے نوابوں نے اِسے فتح کر لیا جو ۱۹۴۸ء تک اِس پر قابض رہے۔ پھر بھارت کی فوجوں نے جونا گڑھ کی ریاست پر قبضہ جما کر وہاں کے نوابوں کو بے دخل کر دیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۴۶۱)

سویڈن:

شمال مغربی یورپ میں واقع جزیرہ نما سکینڈے نیویا کا مشرقی ملک اور یہ ناروے سے بڑا ملک ہے۔ اِس کے مشرق اور جنوب میں بحیرہ بالٹک اور خلیج بوتھنیا، شمال مشرق میں فن لینڈ، مغرب میں ناروے، جنوب مغرب میں کیٹی گاٹ کا آبی راستہ ہے۔ سویڈن عرض بلد ۵۵ درجے ۲۲ فٹ شمال سے ۶۹ درجے ۲ فٹ شمال تک اور طول بلد ۱۱ درجے مشرقی سے ۲۴ درجے ۹ فٹ مشرقی تک پھیلا ہوا ہے۔ اِس کا کل رقبہ ۱۷۳۶۵۰ مربع میل ہے اِس کا صدر مقام سٹاک ہوم ہے، جو ملک کے جنوب مغربی جانب ایک بندرگاہ ہے۔ جغرافیائی لحاظ سے سویڈن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، جسے نور لینڈ۔ شمال میں سوی لینڈ وسط میں اور گوٹا لینڈ جنوب میں ہے ملک کا جنوبی حصہ اپنی خوشگوار آب و ہوا کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ ساحلی علاقے بے حد خوبصورت ہیں۔

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۲۴۶)

سیالکوٹ:

پاکستان کے صوبہ پنجاب کا ایک اہم شہر جو اِسی نام کے ضلع کا صدر مقام ہے۔ یہ ۳۲ درجے ۳۰ دقیقے عرض بلد شمال اور ۷۴ درجے ۲۳ دقیقے طول بلد شرقی پر واقع ہے۔ ضلع کا کل رقبہ تقریباً ۲۰۶۷ مربع میل اور آبادی (۱۹۷۱ء) ۲۲۹۰۰۰۰ ہے۔ سیالکوٹ سطح سمندر سے ۸۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور اِس کی حد مشرق اور شمال میں بھارت اور کشمیر سے ملتی ہے۔ یہ رچنا دوآب میں (راوی اور چناب) کے درمیان واقع ہے۔ اِس کے بالکل متصل ایک فوجی چھاؤنی ہے۔[۱] یہ شہر صنعت و حرفت کا ایک اہم مرکز ہے۔ خصوصاً کھیلوں کا سامان اور آلات موسیقی و جراحی بیرونی ممالک کو بھی برآمد کیے جاتے ہیں۔ مغلوں کے عہد حکومت میں سیالکوٹ پاک و ہند کے علمی مراکز میں سے ایک تھا۔ علامہ اقبال کا تعلق اِس شہر سے تھا۔ سیالکوٹ میں مشہور صوفی بزرگ حضرت علی الحق (امام صاحب) کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔[۲]

[۱] (سید قاسم محمود، ''انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا''، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۵ء طبع پنجم، ص ۵۸۱-۵۸۲)

[۲] (رشید نیاز، ''تاریخ سیالکوٹ''، سیالکوٹ: مکتبہ نیاز، ۱۹۵۸ء، متعدد صفحات)

سیکری:

ضلع گورگانو میں شامل یہ قصبہ دہلی سے متھرا کو جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ انگریز دور میں یہ قصبہ مع دس دیگر مواضع کے ایک مسلمان نواب کو بطور جاگیر عطا ہوا تھا بعوض اُن خدمات کے جو وہ مرہٹوں کی لڑائی میں بجالا یا تھا۔ اُس جاگیردار نے اِس ملانے کی طرف خوب توجہ دی۔ اِس وجہ سے اِس کی رونق میں خوب اضافہ ہوا اور آبادی روز بروز بڑھتی گئی۔ یہ علاقہ زرخیز اور پیداوار خوب ہوتی ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۴۷)

شام:

شام یا سوریہ کا موجودہ رقبہ ۷۷۲ے۱ مربع میل ہے اِس کے مغرب میں بحیرہ روم اور لبنان، جنوب میں اسرائیل اور اردن، مشرق میں عراق اور شمال میں ترکیہ ہے۔ ملک کی آبادی ساٹھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ بیشتر آبادی مسلمانوں کی ہے جب کہ عیسائی بھی بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ دمشق، حلب، حمص اور حماۃ مشہور شہر ہیں، جو صدیوں سے اسلامی علوم و فنون کے مرکز رہے ہیں۔ قاہرہ کے بعد دمشق دنیائے عرب کا دوسرا بڑا علمی و ثقافتی مرکز ہے۔ شام بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے جس میں گندم اور جو کثرت سے پیدا ہوتی ہیں۔ شام صدیوں سے ریشمی مصنوعات اور کانچ کے کام کے لئے مشہور رہا ہے۔

(پروفیسر محمود بریلوی، ''تاریخ شام و فلسطین مع لبنان و شرق اُردن''، کراچی: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۵۲ء، متعدد صفحات)

شاہجہان آباد:

شہاب الدین شاہجہان نے بارہویں سال جلوس یعنی ۱۰۴۷ھ میں دہلی کے نزدیک شاہجہان آباد کا شہر آباد کیا۔ شاندار عمارتوں کے علاوہ شاہی قلعہ سنگ سرخ سے بنایا گیا۔ بازاروں میں کل عالم کی نادر و نایاب چیزیں اور ہر ملک اور ہر بندرگاہ کا سامان موجود ہے۔ شہر کے بیچوں بیچ جامع مسجد چوبیسویں سال جلوس ۱۰۶۰ء میں سنگ سرخ سے تعمیر ہوئی۔ صوبہ شاہجہان آباد کی آب و ہو بالعموم معتدل ہے۔ اِس کے مشرق میں صوبہ اکبر آباد، مغرب میں صوبہ لاہور، شمال میں کوہستان کمایوں اور جنوب میں اجمیر ہے۔ اِس کا طول پلول سے لودھیانہ ساحل دریائے ستلج تک ایک سو ساٹھ کوس اور عرض سرکار ریواڑی سے دامن کمایوں تک ایک سو چوالیس کوس ہے۔ آٹھ سرکاروں یعنی شاہجہان آباد، سرہند، حصار، فیروز، سہارنپور، سنبھل بدایوں، ریواڑی اور نارنول پر مشتمل ہے۔

(سجان رائے بٹالوی، ''خلاصۃ التواریخ''، ص ۵۰۔۶۲)

شاہجہان پور:

یہ ایک بڑا قصبہ ضلع گورگانو میں ہے۔ اِس کی عمارتیں قدیم اور پختہ ہیں اور آبادی کثرت سے ہے۔ شاہجہان پور دہلی سے جنوب مغرب کی جانب باسٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۴۷)

شیراز:

ایران کے صوبہ فارس کا دارالحکومت جو اصفہان کے جنوب کی طرف ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ اِسے حضرت عمرؓ کی خلافت کے اختتام پر ابو موسیٰ الاشعری اور عثمان بن ابی العاصیؓ نے فتح کیا۔ اِس میں پارسیوں کے تین آتشکدے کارنیان، ھرمزا اور مسوبان بھی موجود تھے۔ شیراز شراب، شہد اور چکی کے پتھروں کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ یہاں بہت سے اولیا کے مزار بھی ہیں۔ جن کی وجہ سے شہر کا نام ''برج اولیاء'' اولیا کا قلعہ پڑ گیا ہے۔ خصوصاً علوی احمد بن محمد بن موسیٰ الکاظم اور سعدی و حافظ کے مزار جو شہر کے شمال کی طرف واقع ہیں۔ یہ شہر شعرا اثیر المعروف بہ شفیعا، اہلی بسحقؒ (ابو اسحاق حلاج)، حافظ، سعدی، عرفی، بابا فغانی، مجد الدین ہمگر، مانی اور مذہبی داعی علی محمد باب کا مولد تھا۔

اِسی نام کا ایک گاؤں بھی ہے جو سمر قند کے شمال میں وہاں سے سولہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۱، ص ۸۷۸)

طائف:

عرب کا ایک شہر جو مکے کے جنوب مشرق میں واقع ہے یہاں سے مکے تک جانے والی سڑک چونکہ کئی پیچیدہ گھاٹیوں سے گزرتی ہے اِس لئے موٹر کو تقریباً پچھتر میل طے کرنا پڑتے ہیں۔ یہ ایک سطح مرتفع میں واقع ہے جو سلسلہ کوہ سراۃ میں سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ سردیوں میں یہاں بعض اوقات پانی جم جاتا ہے۔ قبل از اسلام ہی سے مکہ اور طائف والوں کا آپس میں رابطہ تھا۔ نبی پاک ﷺ جب اہل مکہ سے مایوس ہوئے تو طائف کا رُخ کیا لیکن یہاں جسمانی اور روحانی تکلیف اور مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ اِسی سرزمین میں دفن ہیں۔ طائف میں انگور، بہی، رنجیر اور انار بکثرت پائے جاتے ہیں۔ موجودہ آبادی پچاس ہزار سے زیادہ ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۳۹۴۔۳۹۷)

طوس:

اصلی ایرانی شکل توس، خراسان کا ایک ضلع، تاریخی زمانے میں طوس ایک ضلع کا نام تھا۔ جس میں کئی شہر شامل تھے۔ خراسان کے شمال کی جانب پہاڑوں کے دو سلسلے پھیلے ہوئے ہیں۔ طوس کے علاقے میں قدیم ترین آبادی کے آثار کشف رود کے دائیں کنارے پر شہر طوس سے چار میل جنوب و مشرق میں مشہد سے دس میل شمال مغرب میں شہر بند کے کھنڈروں میں پائے جاتے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۵۷۱۔۵۷۲)

عجم:

غیر عرب ملک یا لوگ خصوصاً ایران، توران، لغوی معنی گنگ اور کند زبان، کیونکہ غیر ممالک کے لوگ عرب میں جا کر وہاں کی زبان نہیں بول سکتے تھے۔ اِس وجہ سے اہل عرب انہیں ''عجمی'' یعنی گونگے کہا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں کم شائستہ، اجنبی آدمی کے لئے بھی بولتے تھے۔ کھجور کی گٹھلی اور دوسرے پھلوں کے بیجوں کو بھی عجم کہتے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۳، ص ۱)

عظیم آباد:

بانکی پور جسے مسلم مؤرخین عظیم آباد لکھتے ہیں۔ یہ شہر پٹنہ کے مغرب میں ایک بستی ہے جو ۲۵ درجہ ۳۷ دقیقہ شمال اور ۸۵ درجہ ۸ دقیقہ مشرق میں دریائے گنگا کے کنارے پر واقع ہے۔ مستشرقین کے حلقوں میں یہ شہر اپنے عربی اور فارسی مخطوطات کے لئے مشہور ہے بانکی پور کے کتب خانے میں، جسے وقف نامے میں ''پٹنہ اورنٹیل پبلک لائبریری'' جو خدا بخش لائبریری کے نام سے بھی مشہور ہے اِس کتب خانے میں ادبیات اسلامی کی بہت سی بیش قیمت کتب موجود ہیں۔ اِس کتب خانے کے بانی مولوی خدا بخش (۱۹۰۸ء) میں وکیل اور ضلع چھپرہ (بہار) کے رہنے والے تھے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۱۰۱۴)

علی گڑھ:

شاہراہ اعظم پر دہلی اور آگرے کے درمیان ایک پرانا شہر جو بھارت کی ریاست اتر پردیش کے ضلع علی گڑھ کا صدر مقام ہے علی گڑھ کا پُرانا نام کول (کیول) تھا۔ ایک پرانی روایت کے مطابق علی گڑھ کے نام کو کشارب نامی ایک کھتری سے منسوب کیا جاتا ہے مگر ایک دوسری روایت کے مطابق یہ شہر کول نامی دیو سے منسوب ہے جسے کرشن کے بھائی بلرام نے قتل کیا تھا۔ گذشتہ ادوار میں اِس شہر کا نام کئی مرتبہ تبدیل ہوا چنانچہ سولھویں صدی میں اِس کا نام ''محمد گڑھ'' اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ''ستیش گڑھ'' اور اِس صدی کے وسط میں ''رام گڑھ'' ہو گیا آخر میں نجف خاں کے زمانے میں (۱۱۵۸ھ/ ۱۷۷۱ء۔۱۱۹۴ھ/ ۸۲-۱۷۸۲ء) اِس کا نام علی گڑھ ہو گیا۔ ۱۹۷۱ء میں علی گڑھ کی آبادی اڑھائی لاکھ تھی، جن میں نصف کے قریب مسلمان تھے۔ علی گڑھ کی ترقی کے تین خاص اسباب یہ ہیں۔ (I) ریلوے اور پختہ سڑکیں (II) صنعت و حرفت (III) مسلمانوں کا تعلیمی و تمدنی مرکز، علی گڑھ یونیورسٹی ہندو پاکستان مسلمانوں کا سب سے اہم مرکز رہی ہے۔

(Distt. Gazetteer of U.P (Alighar), H. R. Nevill, Vol. XI, Allahabad, 1908, p. 1)

غازی پور:

ہندوستانی ریاست اتر پردیش کی کشمنری بنارس میں ایک قطع، ضلع تحصیل اور شہر تینوں اِسی نام سے موسوم ہیں ضلع کا رقبہ ۱۳۹۲ مربع میل اور آبادی ۱۹۱۱ء میں ۸۴۷،۰۴،۱۱ تھی۔ دریائے گنگا اِس ضلع کے درمیان میں مغرب سے ہوتا ہوا مشرق کی طرف بہتا ہے اور یہ پورا ضلع ایک ہموار میدان ہے۔ شہر غازی پور دریائے گنگا کے بائیں کنارے ۳۵-۲۵ عرض بلد شمالی اور ۳۶-۸۳ طول بلد مشرقی پر بنارس سے ۴۴ میل جانب مشرق واقع ہے۔ شہر کا نام کسی سید (مسعود) ملک السعادت غازی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ شیر شاہ سوری نے ۱۵۳۹ء میں ہمایوں کو غازی پور کے ضلع میں ہی شکست دی تھی۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲/ ۱۴، ص ۴۲۳)

غزنی:

مشرقی افغانستان کا ایک شہر جو کابل سے ۹۰ میل/ ۱۴۵ کلو میٹر جنوب مغرب میں ۱۸-۶۸ درجے عرض بلد اور ۴۴-۳۳ درجے طول بلد پر ۷۲۸۰ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ مختلف ادوار میں اِسے، غزنہ اور غزنین کے نام سے بھی پکارا جاتا

تھا۔ اس کے شمال میں بامیان، مشرق میں پاکستان، جنوب میں زابل اور مغرب میں اوزگان کی ولایات ہیں، ولایات غزنی کا مغربی حصہ پہاڑی اور باقی علاقہ سطح مرتفع ہے۔ موسم سرما میں سخت سردی اور برف باری ہوتی ہے گرمی کے موسم میں اکثر آندھی آتی ہے۔ عام طور پر لوگ زراعت پیشہ ہیں اور زیادہ تر گندم، جو اور سبز چارے کی کاشت ہوتی ہے۔ آبادی ۱۲ لاکھ سے زیادہ ہے اور بیشتر ہزارہ اور ملزئی قبائل پر مشتمل ہیں۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۲/۱۴، ص ۵۱۱۔۵۱۶)

فارس:

پارس کی معرب شکل، جس کی اصل پرسا Persa ہے اور جو یونانی نام پرسیس Persis سے ماخوذ ہے فارس جو ایران کا ساتواں صوبہ ہے۔ مشرق میں ۵۰ درجے سے ۵۵ درجے طول بلد اور شمال میں ۲۷ درجے سے لے کر ۳۱ درجے ۴۵ دقیقے عرض بلد پر واقع ہے۔ زیادہ سے زیادہ لمبائی جنوب میں لنگہ سے لے کر شمال میں یزدخواست تک ۶۸۰ کلو میٹر ہے زیادہ سے زیادہ چوڑائی مغرب میں بندر دلم سے لے کر مشرق میں آبادہ تک ۵۲۰ کلو میٹر ہے صوبے کا مجموعی رقبہ تقریباً دو لاکھ کلو میٹر ہے۔ ۱۹۵۱ء میں صوبے کی آبادی بارہ لاکھ نوے ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ فارس کے شمال میں چھٹا صوبہ (اُستان) خوزستان، شمال مشرق میں دسواں صوبہ اصفہان، مشرق میں آٹھواں صوبہ کرمان اور مغرب جنوب میں خلیج فارس ہے۔ یہ صوبہ آٹھ اضلاع پر مشتمل ہے۔ یعنی شیراز، بوشہر، لار، فسا، کازرون، جہرم، فیروز آباد اور ابادہ، حضرت عثمانؓ کے عہد میں یہ علاقہ اسلامی سلطنت کا حصہ بنا۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۵، ص ۳۸)

فتح پور سیکری:

اتر پردیش بھارت کا ایک شہر جو ۲۷ درجے ۵ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۷ درجے ۴۰ دقیقے طول بلد مشرقی پر آگرہ سے ۲۳ میل مغرب میں واقع ہے۔ اِسے شہنشاہ اکبر نے سیکری کے تاریخی قصبے کے قریب ایک پہاڑی پر آباد کیا تھا جہاں اُس زمانے میں چشتیہ سلسلے کے ایک بزرگ شیخ سلیم فروکش تھے، ۱۵۶۹ء میں اِن کی دُعا سے اکبر کے ہاں جہانگیر پیدا ہوا۔ شہر کا کل رقبہ پونے دو مربع میل اور اُس کی فصیل کا طول پونے چار میل تھا۔ یہ فصیل اب تک موجود ہے۔ اِس شہر میں بہت سی تاریخی عمارتیں آج بھی موجود ہیں۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۵، ص ۱۵۹۔۱۶۰)

فتح پور:

یہ قصبہ پنجاب میں دریائے گھارا کے داہنے کنارے ملتان سے پچاس میل کے فاصلے پر واقع ہے، جو ضلع منٹگمری میں ہے اِس کے متصل ضلع گوگیرہ بھی ایک پُر رونق مقام ہے۔ فتح پور کی عمارت خام اور یہاں کے رہائشی مسلمان ہیں۔
(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، "تاریخ مخزنِ پنجاب"، ص ۲۳۹)

فتح آباد:

جب شاہ جہاں کے بیٹوں کے درمیان جنگ تخت نشینی جاری تھی تو اورنگ زیب اور مراد بخش کی فوجوں نے دھرمٹ کے مقام پر دارا شکوہ کی فوجوں کو شکست دی ۱۲ رجب ۱۰۶۸ھ / ۱۵، اپریل ۱۶۵۸ء کو شاہی فوج کے بہت سے سردار اور سپاہی مارے گئے۔ فتح کی یادگار میں اورنگ زیب نے اِسی میدان میں ایک قصبہ (باری دوآبہ کے علاقے میں دریائے بیاس کے کنارے) بسایا جو فتح آباد کے نام سے مشہور ہوا۔

فتح آباد یہ قصبہ فیروز شاہ کے عہد میں اُس کے بیٹے فتح خاں کے نام پر آباد ہوا۔ یہاں تین قلعے بھی بنوائے گئے جو بعد ازاں مسمار ہو گئے۔ یہ قصبہ حصار سے بائیس کوس عرب کی طرف سریسہ کی سڑک پر واقع ہے۔ ۱۸۵۷ء میں یہاں لوٹ مار اور قتل و غارت ہوئی۔ یہاں حضرت شاہ میر کا مزار بھی ہے۔ اس مزار کو فیروز شاہ کے پوتے ابوبکر نے بنوایا تھا۔ یہ قصبہ تحصیل کا مقام ہے۔ اس کے پرگنہ کی خانہ شماری آٹھ سو اٹھاون اور مردم شماری پچپن ہزار آٹھ سو ستر ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزنِ پنجاب''، ص ۶۱-۶۲)

فرانس:

جمہوریہ فرانس یورپ کے اہم ترین ملکوں میں سے ایک ہے جس کے مشرق میں سوئٹزرلینڈ اور جرمنی، مغرب میں بحر اوقیانوس، شمال میں انگلستان، جنوب میں بحرہ روم، جنوب مغرب میں اسپین اور جنوب مشرق میں اٹلی ہے۔ رقبہ ۵۴۷،۰۲۶ مربع کلومیٹر ہے۔ صدر مقام پیرس ہے۔ آبادی کی اکثریت رومن کتھولک ہے۔ فرانس زراعت اور صنعت کے لحاظ سے کافی ترقی یافتہ ہے۔ رائج سکہ فرانک ہے۔

(ایچ۔ او۔ ویکمن، ''عروج فرانس''، مترجم: مولوی سید فخر الحسن، حیدر آباد (دکن): جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۵ء، متعدد صفحات)

فراہ:

افغانستان کا ایک شہر جو صوبہ ہرات میں فراہ دریا کے کنارے واقع ہے۔ اگرچہ فراہ اجڑ چکا ہے۔ پھر بھی یہ شہر ایک حد تک اہم ہے۔ یہاں قافلوں کی متعدد شاہراہیں آ کر ملتی ہیں اور وہ ایک زرخیز ضلع کا صدر مقام بھی ہے۔ کبھی یہ درنگیانہ کا مرکز حکومت تھا اور ازمنہ وسطی کے صوبہ بجستان میں شامل تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۵، ص ۲۲۱-۲۲۲)

فرخ آباد:

اتر پردیش (بھارت) کی قسمت الٰہ آباد کے ایک ضلع و تحصیل اور شہر کا نام جو دریائے گنگا کے کھادر میں ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے اور ۲۷ درجے ۴۳ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۹ درجے ۸ دقیقے اور ۸۰ درجے دقیقہ طول بلد مشرق کے درمیان واقع ہے۔ ضلع کا رقبہ ۱۶۸۵ مربع میل ہے شہر فرخ آباد ۲۷ درجے ۲۴ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۹ درجے ۳۴ دقیقے طول بلد مشرقی پر دریائے گنگا کے قریب آباد ہے۔ اِس کے علاوہ فتح گڑھ کی چھاؤنی بھی اِس کے میونسپلٹی کے علاقے میں شامل ہے۔ یہ شہر نواب محمد خاں بنگش نے مغل شہنشاہ فرخ سید کے نام پر آباد کیا تھا۔ یہ ریلوں کا جنکشن ہے یہاں تانبے اور پیتل کے برتن

بنانے اور کپڑے کی چھپائی کی دستکاریاں مشہور ہیں۔ ضلع فرخ آباد میں قنوج اپنے عطروں کے لئے دنیا بھر میں مشہور ہے۔
("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۵، ص ۲۴۸۔۲۴۹)

فیروز پور:

بھارتی پنجاب کا ایک ضلع تحصیل اور شہر کا نام، ضلع کی جائے وقوع ۲۹ درجے ۵۵ دقیقے اور ۳۱ درجے ۹ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۳ درجے ۵۲ دقیقے اور ۷۵ درجے ۲۶ دقیقے مشرقی کے درمیان ہے۔ اس کا رقبہ ۴۳۰۲ مربع میل ہے۔ مغرب میں اس کے اور پاکستانی اضلاع کے درمیان دریائے ستلج بہتا ہے۔ فیروز پور شہر دریائے ستلج کے بائیں پر واقع ہے۔ بیشتر آبادی سکھوں پر مشتمل ہے، شہر کی بنیاد سلطان فیروز شاہ سوم کے عہد میں رکھی گئی تھی۔ اکبر کے عہد میں یہ صوبہ ملتان میں شامل تھا کیونکہ اس وقت دریا شہر کی بائیں جانب سے گزرتا تھا۔ احمد شاہ درانی کے بعد یہاں سکھوں کا راج قائم ہوا۔ سردارنی لچھمن کور کے بعد ۱۸۳۵ء میں یہاں انگریزوں کا قبضہ ہو گیا سارا ضلع ایک زرخیز میدان ہے۔
("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۵، ص ۱۰۷۲۔۱۰۷۳)

فیض آباد:

بھارت کا ایک شہر جو اتر پردیش کا ضلع اور تحصیل کا صدر مقام ہے۔ یہ شہر دریائے گھاگرا کے دائیں کنارے ۴۷ء۲۶ عرض بلد شمالی اور ۱۰ء۸۲ طول بلد مشرقی پر لکھنو سے ۸۷ میل مشرق میں واقع ہے۔ یہ صنعتی و تجارتی شہر ہے۔ شہر کی بنیاد نواب سعادت خان برھان الملک نے ۱۷۳۰ء میں رکھی تھی نواب صفدر جنگ کے بعد سے اودھ کے نوابوں کا پایہ تخت رہا ہے۔
(عبدالحلیم شرر، "گذشتہ لکھنؤ" (ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ)، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۵۴۔۵۵)

قراقرم:

(الف) قراقرم اُن پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو کہ پامیر سے متصل ہے اور کوہ کوئن لن اور ہمالیہ اِس کے شمال مغرب میں واقع ہے آج کل اِسے بلتوئی کہتے ہیں۔ (ب) قراقرم ایک شہر کا نام جو مغولستان میں کوہ مذبور کے دامن میں واقع ہے۔ یہ شہر چنگیز خاں کا پایۂ تخت تھا۔ (ج) کوہ ہمالیہ کے سلسلوں میں شمال مغربی حصہ کوہ قراقرم کہلاتا ہے۔ اِن کی اوسط بلندی ۲۰۰۰۰ فٹ ہے اور سلسلوں کی چوڑائی ایک سو میل ہے۔ بلند ترین چوٹی کے ٹو (K2) ہے۔
(منظوم علی، "قراقرم ہندوکش"، اسلام آباد: برق سنز لمیٹڈ، ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات)

قسطنطنیہ:

قسطنطنیہ الجزائر کا ایک شہر ہے۔ یہ شہر الجزائر سے ۳۳۰ میل جانب جنوب مشرق جو قسطنطنیہ کی بندگاہ ہے اور اس سے بذریعہ ریل ملایا گیا ہے اور ۳۶ درجے ۲۱ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۱۸ درجے ۵۶ دقیقے طول البلد مشرقی پر واقع ہے سب سے بلند حصہ سطح سمندر سے ۲۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں دریائے رُمّل ایک تنگ وادی کے ساتھ ساتھ بہتا ہے جو ڈیڑھ میل تک تین سرنگوں میں جا کر غائب ہو جاتا ہے پھر آبشاروں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد جولائی ۱۹۶۲ء میں الجزائر فرانسیسی تسلط سے بالکل آزاد ہو گیا تھا اور اب ایک آزاد جمہوریہ ہے جو الجمہوریہ الجزائر الایموبطہ الشعبیہ کے نام سے

موسوم ہے۔ قسطنطنیہ اِس کے بڑے شہروں میں آبادی کے لحاظ سے تیسرے نمبر پر ہے۔ ۱۹۶۷ کی مردم شماری کے مطابق باشندوں کی تعداد ۲ لاکھ پچپن ہزار ہے۔ یہ ایک بڑا تجارتی اور تعلیمی مرکز ہے۔

(ہیرلڈلیم، ''قسطنطنیہ''، مترجم: غلام رسول مہر، متعدد صفحات)

قصور:

قصور پنجاب کے ایک مشہور شہر کا نام ہے، جو تقسیم ہندوستان کے بعد سے پاکستان میں شامل ہے یہ شہر اِس وقت لاہور سے بجانب جنوب چونتیس میل واقع ہے۔ جس کے جنوب میں دریائے ستلج اور شمال میں دریائے راوی بہتا ہے۔ قصور پر قابض ہونے والی اقوام میں سب سے بڑی قوم خویشگی ہے جو افغانوں کی ایک شاخ ہے اور گیارہویں صدی عیسوی سے یہاں آباد ہے۔ قصور اپنی مردم خیزی کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ نامی گرامی علما و مشائخ یہاں پیدا ہوئے اور ارشاد و تلقین کے فرائض انجام دینے کے بعد یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ مثلاً شاہ کمال چشتی، بابا بلھے شاہ اور حاجی عبدالملک وغیرہ۔ قصور ریلوے اسٹیشن ہے اور لاہور تک بروقت لاریوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ صنعت وتجارت کے لحاظ سے بھی یہ شہر بہت مشہور ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۶/۲، ص ۲۷۹۔۲۸۴)

قندھار:

افغانستان کا ایک شہر (جس کے نام سے ایک صوبہ ہے۔) جو ۳۱ درجے ۲۷ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۶۵ درجے ۴۳ دقیقے طول بلد مشرقی اور ۳۴۶۲ فٹ کی بلندی پر دریائے ترنک اور دریائے ارغنب کے درمیان واقع ہے۔ قندھار تجارت و حکومت کا مرکز ہے۔ صوبہ قندھار درانی قبیلے کا سب سے بڑا علاقہ ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۶/۲، ص ۴۱۲)

کابل:

ایک اہم شہر اور آج کل افغانستان کا دارالحکومت جو ۳۴ درجے ۳۰ دقیقے طول بلد شمال اور ۶۹ درجے ۱۳ دقیقے عرض بلد مشرقی پر سطح سمندر سے ۵۷۸۰ فٹ بلند، ایک زرخیز سطح مرتفع پر واقع ہے جہاں آب پاشی خوب ہوتی ہے۔ غزنی پر بار بار تباہی آنے کے باعث کابل زیادہ آباد ہوتا گیا اور آخر اُسے عروج حاصل ہوا۔ بابر اور تیمور شاہ درانی کے مقبرے کابل کے نزدیک واقع ہیں۔ کابل اِس صوبے کا نام بھی ہے۔ جس میں دارالحکومت کابل واقع ہے۔ اس کے شمال میں افغانی ترکستان، مغرب میں ہرات، جنوب میں قندھار اور مشرق میں جلال آباد واقع ہیں۔ اِس کے شمال مغرب میں کوہستان نعمان اور جنوب مغرب میں ہزارہ جات شامل ہیں۔ کابل افغانستان کے ایک دریا کا نام بھی ہے۔ جو شہر کابل میں سے گزرتا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۔۴)

کاشغر:

عوامی جمہوریہ چین کے صوبہ سنکیانگ کا ایک شہر کاشغر دو الفاظ ''کاش'' بمعنی رنگا رنگ اور غر بمعنی خشتی مکان سے

مرکب ہے یہ دراصل دو شہروں کا مجموعہ ہے یعنی چینی شہر لائی ننگ (یعنی شولو) اور اس کے مغرب میں اس سے کہیں بڑا اور یغوری شہر شوفو (یا سوفو) ھن اور تانگ حکمرانوں کے ادوار میں یہاں شولو سلطنت قائم تھی۔ ۹۶ھ/۱۵ا۷ء میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے نامور سپہ سالار مسلم بن قتیبہ نے کاشغر فتح کیا۔ ۱۹۴۰ء میں شہر کے شمال مغرب میں واقع پہاڑوں میں تانبے کی کانیں دریافت ہوئی ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۸)

کالپی:

آگرہ پہلے پرگنہ بیانہ کا ایک گاؤں تھا۔ سکندر لودھی نے اسے اپنے عہد میں صدر مقام بنا کر شہر کی بنیاد رکھی جو بادل گڑھ کے نام سے مشہور ہوا۔ جلال الدین اکبر نے یہاں سنگین قلعہ بنوایا۔ تھوڑے عرصے میں یہ شہر اکبرآباد کے نام سے مشہور ہوگیا۔ کالپی صوبہ اکبرآباد کا ایک قدیم شہر ہے جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے۔ یہاں بہت سے اولیا کے مزار ہیں یہاں کی مصری مشہور ہے۔ صوبہ اکبرآباد کے مشرق میں گھاٹم پور، شمال میں دریائے گنگ، جنوب میں چندیری اور مغرب میں پلول تک صوبہ شاہجہان آباد کا پرگنہ ہے۔ طول ایک سو ستر کوس ہے اور عرض صنوج سے قنوج سے چندیری تک سو کوس ہے۔

(سجان رائے بٹالوی، ''خلاصۃ التواریخ''، ص ۶۳۔۶۵)

کراچی:

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر اور بہترین بندرگاہ جو دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے عین شمال مغرب میں بحیرہ عرب کے کنارے ۲۴ درجے ۵۱ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۶۷ درجے ۴ دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ یہ صوبہ سندھ کے اسی نام کے ضلع اور قسمت کا صدر مقام، ملک کا تجارتی و صنعتی مرکز اور بین الاقوامی فضائی مستقر ہے۔ خاص شہر کا رقبہ ۲۲۸ مربع میل اور عظیم کراچی کا رقبہ ۵۶۰ مربع میل کے قریب ہے۔ کراچی نام زیادہ قدیم نہیں دو سو سال پہلے کی بات ہے کہ یہاں صرف ماہی گیروں کی بستی آباد تھی جہاں کلاچی نامی ایک عورت حکمران تھی اور اب یہ بستی اُسی کے نام سے موسوم ہے اور یہ نام بعد میں ''کراچی'' کی صورت میں بدل گیا۔ لیکن اِس کے برعکس دراصل نام کی وجہ غالباً یہ ہے کہ یہاں بلوچوں کا ایک قبیلہ جسے کلاچی کہتے تھے آباد ہوگیا اور اِسی کی وجہ سے کراچی نام مشہور ہوا۔ قیام پاکستان کے بعد کراچی ملک کا دارالحکومت مقرر ہوا۔ لیکن ۱۹۵۹ء میں جب ملک کا دارالحکومت اسلام آباد مقرر ہوا تو کراچی صوبہ سندھ کا صدر مقام رہ گیا۔ کراچی ایک نہایت خوبصورت قدرتی بندرگاہ ہے، جو جزیرہ منوڑا، جزیرہ کیاڑی اور آئسٹر راکس کے باعث بحری طوفانوں اور حملوں سے محفوظ ہے۔ اِس شہر میں خشکی، تری اور ہوائی راستوں کے ذریعے آ جا سکتے ہیں۔ کراچی پاکستان کا آخری ریلوے اسٹیشن بھی ہے اور صنعت و تجارت کا مرکز بھی۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۳۳۔۱۳۸)

کربلائے معلّٰی:

کربلا معلّٰی عراق کا ایک مشہور شہر جو حضرت امام حسینؓ، حضرت عباسؓ، حُرؓ بن یزید الریاحی اور حبیبؓ بن مظاہر کے

مزاروں اور واقعہ عاشورہ کی وجہ سے زیارت گاہ اور مرکز عقیدت ہے۔ موجودہ شہر کربلا کے گرد پھیلے ہوئے ٹیلے ہزار دو ہزار صدی قبل مسیح کے برباد شدہ شہروں کے آثار ہیں۔ ٹیلوں کے نیچے آشوری، بابلی، ساسانی، اموی اور غزنوی عہد کی تہذیبیں دفن ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں یہاں کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۴۴۔۱۴۹)

کرمان:

ایران کے ایک صوبے اور اُس کے موجودہ صدر مقام کا نام۔ شہر کا نام بعد کے زمانے میں صوبے کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہ صوبہ ایران کے وسطیٰ صحرائے اعظم (دشت، لوط، یا ازمنہ وسطیٰ میں مغازۃ خراسان) کے جنوب مغرب میں واقع ہے اِس کے مشرق میں لق و دق میدان اور وہ پہاڑ ہیں جو اُسے مکران سے جدا کرتے ہیں۔ یزد کی جانب سے شمال مغرب کی طرف اور فارس سے مغرب کی طرف بھی یہ صحرا اور غیر مزروعہ اراضی سے گھرا ہوا ہے یہاں کی واحد اہم بندرگاہ ہرمز ہے اور اِسے کبھی فارس اور کبھی کرمان میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ کرمان میں وہ تمام جغرافیائی خصوصیات موجود ہیں جن کے لئے سارا ایران ممتاز ہے۔ شہر کرمان صوبے کے شمال مغربی حصّے میں (۳۰ درجے ۱۷ دقیقے عرض بلد شمالی ۵۶ درجے ۵۹ دقیقے طول بلد مشرقی) میں واقع ہے یہ شہر ۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۲۳۹۔۲۴۸)

کرناٹک:

کرناٹک وہ علاقہ جہاں کنیری زبان بولی جاتی ہے۔ لفظ ''کرناٹک'' اصل میں جہانگیری ہندو سلطنت کے لئے بولا جاتا تھا۔ بھارتی صوبوں کی تنظیم جدید کے بعد صوبہ کرناٹک سابق ریاست میسور اور حیدر آباد دکن اور صوبہ مدراس کے بعض اضلاع پر مشتمل ہے۔ مسلمان آبادی کا آٹھ فی صد ہیں۔ صوبے کا دارالحکومت بنگلور ہے، جہاں جہاز سازی اور بجلی کا سامان بنانے کے کارخانے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۲۵۵۔۲۵۶)

کرنال:

کرنال ہندوستان کا علاقہ، پنجاب کا ایک شہر اور ضلع ہے۔ شہر کا رقبہ ۲۶ مربع میل ہے اور ضلع کا ۳۱۵۳ مربع میل دریائے جمنا ضلع کی مشرقی حد بناتا ہے جس کے جنوب میں ضلع دہلی ہے اور شمال میں ضلع انبالہ، مغرب میں پٹیالہ اور سکھوں کی سابقہ ریاستیں جنید اور نابعہ ہیں سرسوتی دریا جو ہندوؤں کے نزدیک مقدس ہے کرنال شہر سے تیس میل شمال میں بہتا ہے۔ کورو کشمیر کا میدان جہاں کوروؤں اور پانڈوؤں کے درمیان جنگ مہابھارت لڑی گئی تھی ضلع کے شمال میں ہے۔ کرنال شہر راجہ کرن نے آباد کیا تھا جو جنگ مہابھارت میں کوروؤں کا جرنیل تھا۔ اِس شہر کا مشہور واقعہ ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء میں بادشاہ کے مقابلے میں محمد شاہ کی شکست ہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد شہر کی آبادی بڑھ گئی ہے اور کاروبار اور صنعت و حرفت نے فروغ پایا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۲۵۶۔۲۵۷)

کشمیر:

کشمیر کا نام زمانہ قدیم کی اِس وادی کی نام کے طور پر مستعمل رہا ہے، جو شمال مغربی ہمالیہ میں ۳۳ درجے ۳۰ دقیقے اور ۳۴ درجے ۴۰ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۷۴ درجے اور ۷۵ درجے ۳۰ دقیقے طول بلد مشرقی کے مابین واقع ہے۔ اِس وادی کی لمبائی شمال مغرب سے جنوب مشرق کی جانب تقریباً ۸۴ میل ہے اور چوڑائی شمال مشرق سے جنوب مغرب کی سمت ۲۰ سے ۲۵ میل تک اور رقبہ کم وبیش ۸۵۳۹ مربع میل ہے یہ وادی سطح سمندر سے پانچ سے چھ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اِس کی سطح کم وبیش ہموار اور زمین بہت زرخیز ہے۔ یہ وادی اپنی دور افتادگی اور دشوار گزار راستوں کے باعث شمالی ہند پر ہونے والے متعدد حملوں سے محفوظ رہی، رنجیت سنگھ کے عہد میں جموں کے ایک ڈوگرا خاندان کے تین بھائیوں دھیان سنگھ، گلاب سنگھ اور سچیت سنگھ نے خالصہ دربار کی ملازمت اختیار کی بعد ازاں جب کشمیر پر ڈوگرا حکومت قائم ہوئی تو مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم و ستم کیا گیا۔ عہدرواں میں کشمیر کے دو حصے ہیں۔ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر، آزاد کشمیر شمالی اور مغربی حصے پر مشتمل ہے اور پاکستان کے زیر اقتدار رہے۔ مظفرآباد اِس کا صدر مقام ہے۔ مقبوضہ کشمیر بھارت کے قبضے میں ہے۔ جو چار اضلاع پر مشتمل ہے اور صدر مقام سری نگر ہے۔

(قاضی ظہور الحسن، ''نگارستان کشمیر''، دہلی: حیدر برقی پریس بلی ماراں، ۱۹۳۴ء، متعدد صفحات)

کلانور:

ضلع گورداسپور میں یہ شہر دریائے راوی سے پانچ کوس دور آباد ہے۔ بہرام پور سے کلانو تک بہت سے چشمے ہیں۔ اکبر بادشاہ نے تیرہ برس کی عمر میں کلانور کے مقام پر شہنشاہی کا اجلاس کیا تھا۔ یہاں ایک شاہی باغ پختہ وسنگین عمارات اور حمام وغیرہ بھی تعمیر کروائے گئے جو سکھ دور میں حصول پتھر کے لئے گرادیئے گئے۔ سکھوں کے بعد یہ شہر انگریزوں کے تسلط میں آیا۔ یہاں تجارت کثرت سے ہوتی ہے۔ علاقہ سرسبز ہے۔ یہاں ہلدی کی فصل بکثرت بوئی جاتی ہے۔ شہر سے باہر جانب جنوب حضرت محمد افضل کلانوری کا مزار ہے جو سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۲۰۶۔۲۰۷)

کلکتہ:

صوبہ مغربی بنگال کا صدر مقام اور بھارت کا سب سے بڑا شہر جو خلیج بنگال سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر دریائے گنگا کی ایک شاخ ہگلی (جس میں بڑے بڑے جہاز بھی چل سکتے ہیں) کے بائیں یعنی مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ اِس کا شمار دنیا کی مصروف ترین بندرگاہوں میں سے ہے۔ ہندوستان کی سمندر پار کے ممالک سے تجارت کلکتہ سے ہوتی ہے۔ یہاں بہت بڑا بین الاقوامی ہوائی اڈہ ہے۔ خاص کلکتے کا رقبہ ۴۰ مربع میل ہے۔ ۱۶۹۶ء میں انگریزوں کو یہاں قلعہ بنانے کی اجازت ملی۔ ۱۷۵۶ء میں نواب سراج الدولہ نے اِس پر قبضہ کیا۔ اگرچہ کلکتہ برطانوی دور حکومت کی پیداوار ہے۔ لیکن مسلمانوں کی تہذیب ومعاشرت کا بھی ایک اہم مرکز ہے۔ یونیورسٹیوں کے علاوہ مختلف تنظیمیں تہذیبی وثقافتی زندگی میں آج بھی اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

(Smith, Benjamin E., "The Century Cyclopedia of Names", New York, 1894, p. 423)

کوفہ:

عربی لفظ کوفہ کے عام معنی ہیں ''ریت کا گول ٹیلا'' کوفہ عراق کا مشہور و معروف شہر ہے جو بابل کے کھنڈروں کے جنوب میں دریائے فرات کی مغربی شاخ کے کنارے جو آگے چل کر اِن دلدلوں میں غالب ہو جاتی ہے۔ جو وسط کے مغرب میں ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں یہاں ایک چھاؤنی قائم کی گئی۔ کوفیوں کی عسکری قابلیت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا مگر کردار کے اعتبار سے متلونِ مزاج اور نا قابلِ اعتبار تھے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۴۵۴۔۴۵۵)

کھابل:

کھابل بُسر کی ریاست کا ایک قصبہ ہے۔ جو ایک بلند گھاٹی پر واقع ہے۔ یہ ایک سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ جہاں مختلف قسم کے درخت اور میوہ جات ہوتے ہیں۔ ندی اور نالے اِس علاقے کو سیراب کرتے ہیں۔ کھابل سطح سمندر سے آٹھ ہزار چار سو فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۱۳۰)

کھنبائت / کمبایت / کھمبایت:

ہندوستان کے صوبہ گجرات کی ایک سابقہ ریاست جو خلیج کمبایت کے دہانے پر واقع ہے۔ رقبہ تین سو پچاس مربع میل ہے جس میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ نوابان کمبایت شیعہ ملک ہیں اور اپنا شجرہ نسب والئی گجرات مومن خاں سے ملاتے ہیں۔ جس نے ۱۷۴۲ء میں وفات پائی تھی۔ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ ریاست صوبہ گجرات میں مدغم ہو گئی ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۴۰۹)

کیمرج:

مشرقی انگلستان کی ایک کاؤنٹی کا نام کیمرج شائر ہے۔ اِس کا دارالحکومت کیمرج ہے اِسی جگہ کیمرج یونیورسٹی واقع ہے۔ یہ انگلستان کی قدیم دو یونیورسٹیوں (آکسفورڈ، کیمرج) میں سے ایک ہے۔ اِس کی ابتدا بارہویں صدی میں ہوئی اور تیرہویں صدی کے آخر تک اس کی اقامت گاہیں اور کالج کی عمارت تعمیر ہو چکی تھیں۔ یونیورسٹی کا کتب خانہ اور عجائب خانہ قابلِ دید ہیں۔ تعلیم و تحقیق اور ادب سائنس کے میدان میں یہ یونیورسٹی نہ صرف انگلستان بلکہ دنیا بھر میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔

(''اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا''، جلد دوم، ص ۱۲۵۸)

گجرات:

گجرات (بھارت) یہ لفظ اپنے وسیع معنوں میں اِس سارے ملک یا علاقے کے لئے استعمال ہوتا ہے جہاں گجراتی زبان بولی جاتی ہے۔ گجرات کے میدان کے شمال میں صحرائے مارواڑ ہے اور مشرق میں اِن بلوری پہاڑوں کا سلسلہ ہے جو کوہ آبو کے جنوب مشرق سے شروع ہو کر وندھیا چل کے مغربی بڑھے ہوئے حصوں سے جا ملتا ہے۔ تقسیم کے بعد گجرات بھارت

میں شامل ہوا اِس کی کچھ ریاستوں نے پاکستان سے الحاق کیا لیکن عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا۔صوفیائے کرام اور تاریخی مقامات کے حوالے سے بھی یہ شہر قابل ذکر ہے۔

(سید ابوظفر ندوی، ''گجرات کی تمدنی تاریخ (مسلمانوں کے عہد میں)''، اعظم گڑھ: مطبع معارف اعظم گڑھ،۱۹۶۲ء، متعدد صفحات)

گرجستان:

گرجستان (گردستان، کرج) وسیع تر مفہوم میں مغربی اور وسطی ماورائے قفقاز کا وہ علاقہ جس میں خرتویلی زبان بولنے والے لوگ بستے ہیں اور بحیرۂ اسود سے لے کر تفلس کے شمال مشرق میں ۶۰ میل سے زیادہ تک پھیلا ہوا ہے۔گرجستان کُتھیا کے صوبوں اور ضلعوں نیز تھشتھیا، پشویا، خوسریا، کرتھلیا، امیرتھیا، گریا، منگرلیا اور مشخیا کے کوہستانی اضلاع پر مشتمل ہے۔روس کے زیر تسلط تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۱۵۳۔۱۵۵)

گڑگانوہ:

دہلی کے جنوب مغرب میں مہروی کے راستے بفاصلہ بائیس میل، لاہور سے بگوشہ جنوب مشرق دو سو ساٹھ میل دور گڑگانوہ واقع ہے۔ اِس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ راجہ ہشٹر نے اپنے گورو مسمی دروناچارج کو جو ذات کا برہمن تھا گانو بخش دیا۔ اِس وجہ سے اِس کا نام گورو وکرم یعنی گرد کا گانو قرار پایا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نام بگڑ کر گورگانو مقرر ہو گیا۔ اِس مقام پر مستیلا کا ایک بڑا مندر ہے۔بعدازاں یہ ضلع قرار پایا۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۴۳۔۴۴)

گلبرگہ/احسن آباد:

احسن آباد گلبرگہ جسے محض گلبرگہ اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی نسبت سے گلبرگہ شریف بھی کہتے ہیں۔ پونا رائچور ریلوے لائن کا ایک اسٹیشن اور ریاست حیدر آباد کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے اور ۱۶ء۲۱ (۲۰ء۱۷) عرض بلد اور ۵۱ء۱۷ (۵۰ء۷۶) طول بلد پر واقع ہے۔یہ شہر بہمنی سلطنت کے قیام یعنی ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء سے ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ء تک اِس کا پایہ تخت رہا۔۱۵۰۴ء میں اِس پر بیجاپوری افواج کا قبضہ ہو گیا اور ۱۶۵۷ء میں سلطنت مغلیہ سے اِس کا الحاق ہو گیا۔نظام الملک آصف جاہ نے ۱۷۲۴ء میں اِس پر حکومت کی۔۱۸۷۴ء میں گلبرگہ کو ایک صوبے کا صدر مقام بنا دیا گیا لیکن جب یہ صوبے توڑے گئے تو یہ صرف ایک ضلع کا صدر مقام رہ گیا۔حضرت شیخ سراج الدین جنیدی اور حضرت خواجہ گیسو دراز کے مقبرے بھی اِسی خطہ زمین میں ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۴۳۔۴۴)

گنگا (دریا):

بالائی ہند کا سب سے بڑا دریا جو گڑھوال کے ضلع میں کوہ ہمالیہ سے تقریباً ۳۱۰۰ میٹر کی بلندی سے نکلتا ہے اور اتر پردیش بہار اور بنگال سے گزرتا ہوا خلیج بنگال میں جا گرتا ہے۔ اِس کی لمبائی تقریباً ۲۵۰۰ کلومیٹر ہے آخری ۵۰۰ کلومیٹر

بنگال کے ڈیلٹا میں ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک گنگا ایک مقدس دریا ہے۔ جس کا منبع بہشت میں بتایا جاتا ہے۔ جہاں سے یہ نکل کر سات ندیوں کے مرکز کی حیثیت سے زمین پر آیا ہے۔ سنگموں پر اور خاص طور پر الٰہ آباد میں جب سورج برج دلو میں ہوتا ہے اِس کے پانی سے نہانا مذہبی اعتبار سے بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۵۵۹۔۵۶۰)

گوا:

بھارتی جزیرہ نما کے مغربی ساحل پر بمبئی کے جنوب میں ایک ساحلی علاقہ جو ساحل کے ساتھ ساتھ تقریباً ۶۰ میل تک پھیلا ہوا ہے یہ جنگلات سے ڈھکا ہوا پہاڑی علاقہ ہے اور اپنے پھلوں، ناریل اور گرم مسالوں کی وجہ سے اہم ہے۔ گوا کا کل رقبہ ۱۵۰۰ مربع میل ہے۔ اِس کا صدر مقام دریائے مندیوں کے کنارے ایک بندرگاہ ہے

(پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، ''جغرافیائی معلومات''، ص ۸۹۷)

گوالیار:

پہلے وسط ہند میں یہ ایک مقامی ریاست تھی۔ اب اِسے مدھیا پردیش (بھارت) میں شامل کر دیا گیا ہے۔ گوالیار کوہ وندھیا چل کی ایک عریض اور مرتفع چٹان پر جو ریتلے پتھر کی بنی ہوئی ہے، واقع ہے۔ میدان سے یہ چٹان کوئی تین سو فٹ بلند ہے اور کوئی دو میل تک شمالاً پھیلتی چلی گئی ہے۔ اِس کی چوڑائی زیادہ سے زیادہ نصف میل کے قریب ہے۔ پرانا شہر قلعے کے دامن مین آباد ہے۔ لیکن اصلی پایہ تخت کوئی دو میل پرے جنوب میں واقع ہے۔ ۱۵۴۲ء میں شیر شاہ سوری کے زمانے میں یہ شہر ہندوستان کا پایہ تخت رہا۔ یہاں کے مشہور قلعے میں حضرت مجدد الف ثانی اور علاؤ الدین خلجی کے بڑے بیٹے خضر خاں کو قید رکھا گیا تھا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۵۶۱۔۵۶۲)

گوجرانوالہ:

پاکستان کے ایک ڈویژن، ضلع اور شہر کا نام، ضلع کا کل رقبہ ۲۳۰۱ مربع میل ہے یہ ضلع دریائے راوی اور دریائے چناب کے درمیان ایک ہموار میدان میں واقع ہے۔ گجرات کی طرح اِس کا نام بھی قبیلہ گوجر سے منسوب ہے۔ رنجیت سنگھ گوجرانوالہ میں پیدا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے باپ مہان سنگھ کی یاد میں یہاں ایک مڑھی بھی تعمیر کرائی گوجرانوالہ پاکستان کا ایک اہم شہر ہے۔ جو کئی قسم کی صنعت و حرفت کا مرکز ہے۔

(شفقت تنویر مرزا، ڈسٹرکٹ گزٹیرز، لاہور: مشعل بکس، ۲۰۰۵ء، متعدد صفحات)

گوڑ/ لکھنوتی:

بنگال کا پرانا پایہ تخت جو مالدا کے ضلع جنت آباد (مغربی بنگال) میں عرض البلد ۲۴ درجے ۵۴ دقیقے شمال اور طول البلد ۸۸ درجے ۸ دقیقے مشرق میں دریائے گنگا کے مشرق میں اِسی دریا کے ایک تنگ اور متروک دھارے کے کنارے واقع ہے اور مالدا کے شہر سے کوئی بارہ میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ گوڑ کا نام بہت قدیم ہے فرشتہ لکھتا ہے کہ صدیوں پہلے اِس شہر کی

بنیاد ایک ہندو شنکل نامی نے ڈالی تھی۔ بعد کے زمانے میں اِسے لکھنوتی کہنے لگے۔ ۱۱۹۷ء یا ۱۱۹۸ء میں مسلمانوں کا اِس پر قبضہ ہوا۔ ۱۵۳۸ء میں ہمایوں بھی یہاں مقیم رہا۔ اُس نے اِس شہر کا نام جنت آباد رکھ دیا۔ اکبر کے سپہ سالار منعم خاں نے اِس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب یہ شہر بالکل کھنڈر بن چکا ہے لیکن اِس میں ایک عالی شان تالاب ''ساگر دیگھی'' اور مسجدوں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۵۶۹۔۵۷۰)

گولکنڈہ:

گولکنڈہ ایک قدیم شہر اور قلعے کا نام جو کسی زمانے میں مسلمان بادشاہ کی سلطنت تلنگانہ کا صدر مقام تھا۔ ابتدا میں قلعہ کچا تھا جسے بعد میں دکن کے بہمنی خاندان کے بادشاہوں نے مستحکم کیا۔ سلطان محمود شاہ بہمنی نے ۱۴۹۵ء میں سلطان قلی قطب الملک کو مغربی تلنگانہ کا حاکم مقرر کیا جس نے پتھر سے مرمت کر کے اِس نئے شہر کا نام ''محمد نگر'' رکھا لیکن یہ نام مقبول نہ ہو سکا۔ ۱۶۵۶ء میں اورنگ زیب نے اِسے فتح کیا۔ جنوبی ہندوستان میں گولکنڈہ کا شہر ہیروں اور جواہرات کی منڈی ہونے کی وجہ سے مشہور تھا۔ کیونکہ جس ریاست کا یہ پایۂ تخت تھا اِس میں اِس قسم کی کانیں بہت تھیں۔

(علامہ محمد نجم الغنی خان، ''تاریخ ریاست حیدر آباد دکن''، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۳۵ء، ص ۶۲۔۶۳)

گیلان:

سلسلہ کوہ البرز کے شمال اور بحیرہ خذر کے جنوب میں ایلان کا ایک صوبہ جو صفویوں کے عہد میں ایران کا حصہ بنا۔ اِس کے مشرق کی جانب طبرستان یا مازندران ہے اور اِس کی شمالی حد دریائے کُر اور ارس (Araxes) کے مقامِ اتصال تک پھیلی ہوئی ہے۔ اِس کا صدر مقام رِشت ہے اِس کا اندرونی علاقہ دلدلی ہے جو جنگلوں اور شہتوت کے گھنے باغوں سے پٹا ہوا ہے۔ اِس کا پہاڑی علاقہ دیلم کی نام سے مشہور ہے۔ یہاں کے باشندے اپنے آپ کو گیلک کہتے ہیں۔ زراعت میں چاول کی فصل کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تالش جو شمال میں ہے۔ اِس سے الگ کر دیا گیا اور اِس کا بیشتر حصہ دو عہد نامۂ گلستان ۱۸۱۳ء کے تحت روس کے حوالے کر دیا گیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۷، ص ۵۸۸۔۵۸۹)

لاہور:

لاہور اِس وقت لاہور ڈویژن اور ضلع لاہور کا صدر مقام ہے۔ لاہور سطح سمندر سے ۷۰۲ فٹ بلند، دریائے راوی کے بائیں کنارے اور جرنیلی سڑک پر واقع ہے۔ قلعہ بلندی پر ہے۔ اب لاہور پرانی آبادی سے نکل کر اضافی آبادیوں کی صورت میں دور دور تک پھیل گیا ہے۔ لاہور علم و فن اور تہذیب و ثقافت کا ایک عظیم مرکز ہے۔ بزرگانِ دین کے مزارات، مغل بادشاہ کا مقبرہ اور تاریخی عمارتیں لاہور کی پہچان ہیں۔

(کنہیا لال، ''تاریخ لاہور''، لاہور: مطبع وکٹوریہ پریس، ۱۸۸۴ء، متعدد صفحات)

لکھنؤ:

ایک شہر اور ضلع کا نام جو بھارت کے صوبہ اتر پردیش کا دارالحکومت ہے۔ اِس کا رقبہ ۹۷۶ مربع میل ہے۔ یہ ضلع گنگا کی وادی اور نئی دہلی سے ۲۶۰ میل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع ہے پہلے یہ شہر نوابان اودھ کا پایہ تخت تھا اب صوبائی حکومت کا صدر مقام ہے۔ اُردو ثقافت کا مرکز ہونے کی وجہ سے یہ شہر دبستان دہلی کا حریف ہے۔

(ڈاکٹر سید صفدر حسین، ''لکھنؤ کی تہذیبی میراث''، لاہور: بارگاہِ ادب، طبع دوم ۱۹۷۸ء، متعدد صفحات)

لکھوکی:

یہ گاؤں فیروز پور سے بطرف جنوب بفاصلہ آٹھ کوس کے آباد ہے ایک صدی قبل مسمیان صالح وسلیم وحسن نے موضع الفو سے یہاں آ کر اِس گاؤں کو آباد کیا اور اِس کا نام اپنے بزرگ ابراہیم کے نام پر لکھوکی ابراہیم رکھا۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۹۳)

لوہارو:

ریاست لوہارو دراصل ایک مسلمان نواب کی ہے۔ اِس ریاست کے شمال میں ضلع ہریانہ، شرق میں جھجو (جھجھر)، جنوب مغرب میں شیخاوٹی، غرب میں بیکانیر و ہریانہ ہے۔ رقبہ اِس ریاست کا دو سو مربع میل اور آبادی تخمیناً اٹھارہ ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ جب لارڈ لیک نے مرہٹوں کو دہلی سے نکالا تو لوہارو ریاست امور میں منتقل ہو گیا۔ راجہ امور نے یہ علاقہ نواب احمد بخش خاں کو بخش دیا بلکہ انگریز سرکار نے اُس کی خدمات کے عوض فیروز پور کا علاقہ جو دہلی سے جنوب کی طرف تھا، بخش دیا۔ نواب احمد بخش خاں کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا شمش الدین جانشین ہوا۔ اُس وقت امین الدین وضیا الدین جو دونوں حقیقی بھائی تھے۔ یہ ریاست اُن کے حصے میں آئی۔ بعد ازاں امین الدین کا بیٹا جانشین ہوا اور ضیاء الدین کو پینشن کا حقدار قرار دیا گیا۔

(طاہرہ بانو حجاب، ''خاندان لوہارو''، اسلام آباد: فیروز سنز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۵۔۱۸)

لندن:

لندن جزیرہ برطانیہ کا صدر مقام ہے۔ صرف ملک کا ہی نہیں بلکہ مغربی یورپ کا معاشی اور سیاسی مرکز، یہ ایک بڑا شہر ہے۔ جو مذہبی، تاریخی، ثقافتی اور تعلیمی مرکز بھی ہے۔ یہ دریائے ٹیمز پر آباد بحیرہ شمالی پر دریا کے دہانے پر ۵۰ میل اندر کی جانب دنیا کی اہم بندرگاہوں میں سے ایک بندرگاہ ہے۔ یہ کامن ویلتھ ممالک کا مرکز بھی رہا ہے۔ اب بھی نہایت اہم اور صنعتی وتجارتی مرکز ہے۔

(Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, 15th Edition, p. 457-458)

مادھو پور:

یہ بہت آباد علاقہ ہے۔ آب وہوا نہایت عمدہ ومعتدل ہے۔ مسلمان اور ہندو دونوں قومیں یہاں آباد ہیں۔ انگریز

دور میں یہ آسودہ حال تھا۔ سکھوں کے زیرِ تسلط بھی رہا۔ نصف علاقہ گورداسپور بدری ناتھ مہنت کی جاگیر تھا اُس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ ۱۸۷۷ء کے دور میں ضلع گورداسپور کی چار تحصیلیں تھیں۔ اول گورداسپور، دوم تحصیل بٹالہ، سوم تحصیل شکرگڑھ، چہارم تحصیل پٹھان کوٹ، اس کے کل ضلع میں دو ہزار تین سو پانچ موضع ہیں۔ مادھوپور ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ مادھوپور میں لکڑی کا ایک بڑا کارخانہ تھا اور اُسی مقام پر نہریں نکال کر تمام علاقہ دوآبہ باری کا اور ایک ملک کا دیگر حصہ سیراب ہوتا ہے۔ اِس ضلع کی آبادی سات لاکھ چالیس ہزار ایک سو ستاسی نفوس پر مشتمل تھی۔ ضلع گورداسپور کی جانب مشرق دریائے بیاس اور سرحد کمشنری جالندھر ہے۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۲۰۳۔۲۰۵)

مارواڑ:

مارواڑ ''مارووار'' کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ یہاں قدیم زمانے سے راٹھور راجپوتوں کی حکومت رہی ہے۔ یہ علاقہ دریائے ستلج سے لے کر سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ اکبر اعظم نے اجمیر فتح کیا تو ۱۶۲۵ء میں مارواڑ کے راجہ نے خراج دینا قبول کیا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں بھی یہ صورت قائم رہی۔ اورنگ زیب کے بعد حکومت مغلیہ کی کمزوری کی وجہ سے مارواڑ کے راجہ جسونت سنگھ کے بیٹے اجیت سنگھ نے اجمیر پر قبضہ کر لیا۔ اِس طرح اجمیر مارواڑ کا حصہ بن گیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں کے زیرِ تسلط آیا تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۶ء میں ریاستوں کی نئی تنظیم کے عمل پذیر ہونے پر یہ علاقہ راجستھان میں شامل ہو گیا۔

(کپتان جیمس ٹاڈ، ''تاریخ راجستھان: حالات مارواڑ''، جلد دوم، متعدد صفحات)

مالوہ:

مالوہ ایک سطح مرتفع ہے جس کا رقبہ ۷۶۳۰ مربع میل کے قریب ہے یہ علاقہ ۲۳ درجہ ۳۰ دقیقہ اور ۲۴ درجہ ۳۰ دقیقہ شمال کے درمیان اور ۷۴ درجہ ۳۰ دقیقہ مشرق پر مغربی وسط ہند میں واقع ہے۔ اِس مرتفع کی اوسط بلندی ۱۶۰۰ فٹ کے قریب ہے۔ علاقے کی تقریباً نصف آبادی راجستھانی بولتی ہے جسے ''رنگری'' کہتے ہیں۔ یہ علاقہ بے حد زرخیز ہے۔ مالوہ بھارت کے صوبہ مدھیا پردیش میں شامل ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۸، ص ۴۰۱۔۴۰۳)

مانڈو:

مانڈو ایک تاریخی قلعے کا نام ہے۔ جو مدھیہ پردیش بھارت کے جنوب مغرب میں ۲۲ درجہ ۲۱ ثانیہ شمال اور ۷۵ درجہ ۲۶ ثانیہ مشرق میں سلسلہ کوہ وندھیاچل میں ایک ایسی پہاڑی پر واقع ہے جس کی چوٹی سطح مرتفع کی صورت میں ہے جو سطح سمندر سے ۲۰۷۹ فٹ کی بلندی پر ہے پہلے یہ قلعہ مالوہ کی ریاست دھار میں تھا۔ اِس قلعے کے گرد مستحکم فصیل ہے۔ اِس کا پورا گھیر ۲۳ میل کے قریب ہے۔ اِس قلعے میں کئی ایک مسجدیں، محل مقبرے اور رہائشی مکان ہیں، جو اب خستہ ہو چکے ہیں۔ اِس قلعے کے دس دروازے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۸، ص ۴۰۶۔۴۰۷)

متھرا:

متھرا جسے عام لوگ متھرا بولتے ہیں یہ ۲۷ درجے ۳۱ ثانیے عرض البلد شمالی اور ۷۷ درجے ۴۱ ثانیے طول بلد مشرقی پر اترپردیش (بھارت) میں واقع ہے۔ اس ضلع کا رقبہ ۱۴۴۵ مربع میل اور کل آبادی ۹۱۲۲۶۴ (۱۹۵۱ء) ہے۔ یہ علاقہ دریائے جمنا کے دونوں کناروں پر آباد ہے اور اس میں مختلف جگہوں سے ندی نالے آ کر بہتے ہیں۔ بدھ عہد میں یہ ایک اہم مرکزی شہر تھا۔ ہندو عہد میں بھی اسے تقدیس حاصل ہوا چونکہ یہ شہر سری کرشن کا مولد ہے۔ اس شہر کی بنیاد اکبر کے زمانے میں دوبارہ رکھی گئی ۱۶۶۹ء میں اورنگ زیب نے متھرا کا نام بدل کر اسلام آباد رکھ دیا۔ لیکن یہ نام اصلی نام کی جگہ نہ لے سکا۔ اورنگ زیب کے بعد یہ علاقہ کبھی جاٹوں کے قبضے میں رہا تو کبھی مرہٹوں کے، آخر کار ۱۸۰۳ء میں اس پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۱۸، ص ۵۲۰۔۵۲۱)

مٹھن کوٹ:

یہ قصبہ برلب دریائے سندھ تحصیل راجن پور میں آباد ہے۔ عرصہ ہوا کہ مسمی مٹھن خان بلوچ بسبب زرخیزی کے دریا کے کنارے سکونت پذیر ہوا۔ اس کے بعد مویشی رکھنے والے بھی یہاں آ کر آباد ہو گئے اور یہ رفتہ رفتہ ایک قصبہ بن گیا۔ پھر جب محمد شریف قریشی فقیر سلسلہ سہروردی یہاں آیا تو اُس کی وجہ سے اِس علاقے کی رونق میں بہت اضافہ ہوا۔ ۱۹۱۹ء میں دریائے سندھ نے اِس علاقے کی طرف اپنا رُخ کیا جس سے یہ شہر ویران ہو گیا بعد ازاں یہ شہر دوبارہ آباد ہوا۔ اُس دور میں اس شہر کی آبادی دو ہزار چودہ، نو سو گھر اور پانچ سو پچاس دکانوں پر مشتمل تھی۔ یہ علاقہ سرسبز و شاداب ہے اس وجہ سے غلہ کی پیداوار بہت ہوتی ہے۔ شکار بری و بحری دونوں قسم کا ملتا ہے۔ اُس عہد میں کوٹ مٹھن کا فاصلہ سمندر سے چار سو ساٹھ اور سطح سمندر سے بلندی دو سو بیس فٹ تھی۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، "تاریخ مخزن پنجاب"، ص ۳۳۳۔۳۳۴)

مدراس:

بھارت کے انتہائی جنوب میں ایک صوبہ اور شہر، صوبہ مدراس کی حدود میں جزیرہ نما کا پورا جنوبی حصہ آ جاتا ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۳۰۳۵۷ مربع کلومیٹر اور آبادی ۴۱۱۰۳۱۲۵ (۱۹۷۱ء) ہے جس کی اکثریت دراوڑی زبانیں بولتی ہے۔ مثلاً کلندہ، تامل اور ملایالم وغیرہ۔ مدراس انگریزی دور حکومت میں ایک مکمل احاطہ (پریڈنسی) تھا۔ پھر اِسے آندھرا اور مدراس دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو اِس کی مزید تقسیم ہوئی جب اِس کا ساحلی علاقہ مالا بار الگ کر کے صوبہ کیرالا سے ملا دیا گیا۔ اب موجودہ صوبہ مدراس میں تامل زبان بولی جاتی ہے اور یہ علاقہ تامل ناڈو میں شامل ہے۔ یہ شہر خلیج بنگال کے ساحل پر ۳۴ درجے شمالی اور ۸۰ درجے ۱۵ ثانیے مشرقی پر واقع ہے اِس کا سب سے اونچا مقام سطح سمندر سے ۲۲ فٹ بلند ہے۔

("اُردو دائرہ معارف اسلامیہ"، جلد ۲۰، ص ۱۹۹۔۲۰۱)

مدینہ منورہ:

عالم اسلام کا دینی و روحانی مرکز مدینہ منورہ جزیرہ نمائے عرب کے صوبہ حجاز کا مقدس شہر ہے۔ جس کا پہلا نام یثرب تھا۔ قرآن پاک میں مدینہ اور یثرب دونوں نام آئے ہیں۔ مدینہ منورہ ۳۹ درجے ۵۰ دقیقے طول بلد مشرقی اور ۲۴ درجے ۳۲ دقیقے عرض بلد شمالی میں خط استوا کے شمال میں واقع ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے تین سو میل کے فاصلے پر واقع ہے اور سطح سمندر سے چھ سو میٹر بلند ہے۔ اِس کے شمال میں جبل اُحد اور جنوب میں عیر ہیں اور یہ دونوں مدینہ منورہ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ شہر کے مشرق اور مغرب میں حرۃ الوبرۃ اور حرۃ الواقم واقع ہیں۔ مدینہ منورہ کی آب و ہوا گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہوتی ہے۔ مدینہ کی سب سے بڑی سوغات کھجور ہے۔ جو کئی قسم کی ہوتی ہے۔ اسلام سے پہلے عرب میں عام طور پر جہالت پائی جاتی تھی۔ اسلام آیا تو مدینہ منورہ میں گھر گھر فقہ، حدیث اور تفسیر کے چرچے ہونے لگے۔ مدینہ منورہ کی سب سے بڑی مسجد ''مسجد نبوی ﷺ'' ہے۔ اِس مسجد میں نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارک ہے۔ مدینہ منورہ میں بے شمار زیارتیں موجود ہیں۔

(عبدالحق محدث دہلوی، ''تاریخ مدینہ''، لاہور: پرنٹ پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

مرادآباد:

اتر پردیش (بھارت) کے ایک ضلع اور شہر کا نام جس کا رقبہ ۲۳۰۰ مربع میل اور آبادی ۲۷۲۳۵۵ (۱۹۷۱ء) ہے۔ اسلامی عہد میں اس پر سلاطین دہلی حکومت کرتے رہے کبھی کبھار سلاطین جونپور کے قبضے میں آجاتا۔ مغل اور روہیلے پٹھان اور نوابان اودھ بھی اس پر قابض رہے۔ یہاں تک کہ ۱۸۰۱ء میں یہ انگریزی حکومت میں شامل ہوگیا۔ اس شہر کی بنیاد مغلوں نے سترہویں صدی کے وسط میں ڈالی تھی۔ اس کا بانی ایک شخص رستم خان تھا۔ جس نے جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔ اس شہر کا نام شاہ جہان کے بیٹے شہزادہ مراد بخش کے نام پر رکھا گیا۔ یہ اتر پردیش کے اِن شہروں میں شامل ہے جہاں علم و ادب کا چرچا رہا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۲۸۲۔۲۸۳)

مرشدآباد:

مغربی بنگال (بھارت) کے ایک ضلع اور شہر کا نام ہے۔ ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق اِس کی آبادی ۹۶ ہزار تھی۔ بنگال کے ناظم نوابوں کی قیام گاہ ہونے کی وجہ سے اِسے تاریخی حیثیت حاصل تھی۔ اِس کا قدیمی نام مقصود آباد تھا جب مرشد قلی خاں نے اسلام قبول کیا تو اُس کی مناسبت سے اِس کا نام مرشد آباد ہوگیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۰، ص ۴۵۲۔۴۵۳)

مصر:

براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں ایک مستطیل شکل کا ملک ہے۔ اِس کے مغرب میں لیبیا، جنوب میں سوڈان، شمال مشرق میں اسرائیل اور شمال میں بحیرۂ روم ہے۔ مصر تقریباً تین ہزار برس سے تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ اِس کی تہذیب و ثقافت نے قدیم اسرائیل اور قدیم یونان پر اپنا اثر ڈالا ہے۔ اگرچہ اِس کا ذکر بائبل، قرآن مجید اور یونانی مورخ ہیرودوتوس کے ہاں آیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر کو فتح کیا۔ مصر میں عصر جدید کا آغاز نپولین کے حملے سے ہوتا

ہے۔ قاہرہ، اسکندریہ اِس کے بڑے شہر ہیں۔ مصر کا زیادہ تر حصہ ریگستانی علاقوں پر مشتمل ہے۔ ریگستانی اور بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے منصوبوں پر کام ہو رہا ہے۔ ۲

۱(نجلا عزالدین، ''عرب دنیا: ماضی حال مستقبل''، مترجم: ڈاکٹر محمود حسین، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۷ء، ص ۱۶۳)
۲(Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, 15th Edition, p.133-184)

مغرب اقصیٰ:

المغرب جو اقلیم سادس میں واقع ہے۔ کئی ایک علاقوں میں منقسم ہے۔ مثلاً مشرقی المغرب، مغربی المغرب، المغرب الاوسط اور مغرب الاقصیٰ، مغرب الاقصیٰ ملویہ سے اُسفی اور درن تک جس میں اسوس کو بھی شامل کر لینا چاہئے جو ایک جزیرے کی شکل میں ہے یا ایک ایسا علاقہ ہے جو باقی علاقوں سے الگ ہے، اور سمندر اور پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۱، ص ۳۹۰۔۳۹۱)

مکہ معظمہ:

مکہ معظمہ جزیرہ نمائے عرب کے صوبہ حجاز کا مرکزی شہر اور عالم اسلام کا دینی و روحانی مرکز ہے۔ مکہ مکرمہ ۲۱ درجے ۲۸ دقیقے عرض بلد شمالی اور ۳۷ درجے ۵۴ دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ یہ جدہ سے ۴۵ میل جانب مغرب واقع ہے اور سطح سمندر سے ۹۰۹ فٹ بلند ہے مکہ ایک تنگ وادی میں واقع ہے۔ جس کے دونوں طرف خشک اور پانی و سبزے سے محروم پہاڑوں کا دوہرا سلسلہ ہے۔ مسجد حرام شہر کے اندر ہے اور اِس میں خانہ کعبہ واقع ہے۔ جہاں اطراف عالم سے مسلمان حج و طواف کرنے آتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ مکہ مکرمہ ہی میں پیدا ہوئے۔

(غلام دستگیر نامی ہاشمی، ''تاریخ مکہ معظمہ''، لاہور: پروگریسو بکس سنٹر، س۔ن، متعدد صفحات)

ملتان:

زمانہ قبل از مسیح کا ایک شہر جس کی رونق روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ مہابھارت کی لڑائی ۲۵۴۵ ق م میں لڑی گئی یہ شہر اس سے بھی پہلے آباد ہوا تھا۔ ملتان شہر طول بلد ۴۷ مشرقی اور عرض بلد ۳۱ شمالی کے نقطہ انقطاع پر واقع ہے اور کراچی سے ۵۷۶ میل دور ہے۔ پانچ دریاؤں کا سنگھم اِس کے قریب مغرب میں ہے۔ مرکزی شہر ایک ٹیلے پر موجود ہے، جس کی گلیاں پیچ در پیچ ہیں۔ دریائے راوی شہر سے مغرب کی طرف تیس میل کے فاصلے پر بہتا ہے۔ سکندر اعظم، محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری نے ملتان پر حملے کیے علاوہ ازیں یہ شہر خاندان غلاماں، خلجی، تغلق، سادات، لودھیوں اور مغلوں کے زیر تسلط بھی رہا۔ احمد شاہ ابدالی، رنجیت سنگھ اور انگریزوں نے بھی اِسے فتح کیا۔ قیام پاکستان کے بعد سے آج تک اِس شہر میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔

(پروفیسر ڈاکٹر عاشق محمد خاں درّانی، ''تاریخ ملتان''، ملتان: بزم ثقافت، ۲۰۰۷ء، متعدد صفحات)

میرٹھ:

ہندوستان کے صوبہ یوپی (سابق صوبہ متحدہ، حال اتر پردیش) کا ایک مشہور شہر ہے اور اِس نام کی کمشنری اور ضلع کا صدر مقام ہے۔ دہلی سے اِس کا فاصلہ چالیس میل ہے۔ یہ شہر بہت قدیم ہے اور بودھ شہنشاہ اَشوک کے زمانے کا بتایا جاتا ہے۔ ۱۳۹۹ء میں یہاں کے قلعہ کو تیمور لنگ نے مسمار کر دیا تھا۔ جنگ آزادی کی ابتدا ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو اِسی شہر سے ہوئی تھی۔ اب بھی یہاں فوجی چھاؤنی ہے۔

(مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، ''علمائے سلف و نابینا علما''، تعارف: علامہ سید سلمان ندوی، کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، طبع اوّل ۱۹۶۱ء، ص ۴۴۳)

میسور:

بھارت میں ایک ریاست لیکن ۱۹۷۳ء سے اِس کا نام کرناٹک ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب لسانی بنیادوں پر بھارت میں ریاستوں کی نئی تنظیم عمل میں آئی تو اِس کے ساتھ جنوبی ہند کے کنٹری بولنے والے تمام علاقے اور بمبئی اور حیدرآباد کے کچھ حصے بھی اِس حدود میں شامل ہو گئے۔ میسور جنوبی ہند کی ایک قدیم ہندو ریاست تھی، جس کے مغل شہنشاہوں کے ساتھ بڑے اچھے مراسم تھے۔ ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۹ء کے قریب جب مہاراجہ میسور کے وفادار اور جری سپہ سالار حیدر علی نے نظام دکن کی فوجی امداد کر کے مرہٹوں کو شکست دی اور مغل شہنشاہ نے خوش ہو کر اُسے صوبہ سرا کی صوبیداری عطا کی تو مہاراجہ میسور نے اپنے وزیرِ اعظم کھنڈے راؤ کے بہکانے پر حیدر علی کو بے دخل کرنا چاہا تو حیدر علی نے اُنہیں شکست دے کر ریاست کے تمام اختیارات خود سنبھال لیے اور مہاراجہ کے مصارف کا انتظام کر دیا۔ ۱۷۸۲ء میں حیدر علی کی وفات پر اُس کا بہادر بیٹا ٹیپو سلطان جانشین ہوا۔ اِن دونوں کے عہد میں میسور کی سلطنت میں بہت اضافہ ہوا، اور اُس کی سرحدیں مغرب میں بحیرہ عرب کو چھونے لگیں۔ برصغیر کے نئے برطانوی حکمران پسند نہیں کرتے تھے کہ یہاں اتنی مضبوط سلطنت قائم ہو چنانچہ انہوں نے ۱۷۹۹ء میں اِسے ختم کر دیا وار لارڈ ولزلی وائسرائے ہند نے ریاست کی ابتدائی حدود قائم رکھ کر اُسے پرانے ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔ میسور شہر موجودہ ریاست کرناٹک کے صدر مقام بنگلور سے تقریباً اسی میل یا ۱۳۰ کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ریاست میسور کا تاریخی شہر سرنگاپٹم جو دریائے کاویری کی دو شاخوں کے درمیان ایک جزیرے پر واقع ہے۔ ۱۷۹۹ء یعنی ٹیپو سلطان کی شہادت تک سلطنت میسور کا پایہ تخت تھا۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا مقبرہ اِسی شہر میں ہے۔

(The Imperial Gazetteer of India, Vol. XVIII, P. 180)

نارنول:

جھجھر کے علاقہ میں نارنول ایک پرانا وقدیم شہر ہے۔ یہ ہانسی سے چھیاسی میل جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس کی عمارت پختہ، بازار کشادہ اور تجارت بکثرت ہوتی ہے۔ ہر قسم کا اناج پیدا ہوتا ہے۔ پہلے یہ شہر سلطنت دہلی کی کمزوری کے وقت جارج طامس کی ریاست میں شامل ہوا بعد ازاں مہاراجہ پٹالہ کی جاگیر میں بھی شامل رہا۔ قدیم مقبرے اور مکانات اِس شہر میں بہت ہیں۔ شاہانِ اسلام کے عہد میں یہ شہر علم و ہنر میں مشہور تھا۔

(مفتی غلام سرور قریشی لاہوری، ''تاریخ مخزن پنجاب''، ص ۵۲)

ناگور:

ریاست راجپوتانہ میں شامل مارواڑ جسے جودھ پور بھی کہتے ہیں۔ اُس کا قصبہ ناگور ہے۔ جس کا عرض بلد شمالی ۲۷ درجہ، ۱۰ دقیقہ اور طول بلد مشرقی ۷۲ درجہ اور ۵۰ دقیقہ ہے۔ وسیع جنگی میدان میں چہار دیواری سے محروم ایک قصبہ ہے۔ جس میں چار تالات اور پچاس کنوئیں ہیں۔ یہاں عمدہ نسل کی گائے بیل پائے جاتے ہیں۔ قصبہ ناگو جودھ پور سے ۷۵ میل شمال مشرق میں ہے۔

(بابو جوالا سہائے، ''وقائع راجپوتانہ''، جلد دوم، ص ۲۔۲۸)

نصرت آباد:

سرکار سگر عرف نصرت آباد، صوبہ بیجاپور دکن میں واقع ہے۔ مشہور صوفی بزرگ قاضی محمود بحری (م ۱۷۱۸ء) کا مزار اِسی شہر میں ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد اُردو ادب (اوّل)، ص ۲۱۷)

نوابان اودھ:

اودھ کا شمار ہندوستان کے سرسبز و شاداب علاقوں میں ہوتا تھا۔ مسلمانوں کی آمد سے اِس علاقے کی رونق میں مزید اضافہ ہوا۔ عہد اکبری میں شیخ عبدالرحیم کو یہاں کا صوبے دار مقرر کیا گیا۔ اِن کی اولاد میں شیخ زادے بہت مشہور ہوئے۔ جب محمد امین نیشاپوری اودھ کے اقتدار میں آیا تو سب سے پہلے اُس نے شیخ زادوں کا زور توڑا۔ برہان الملک کے بعد یکے بعد دیگرے دس نواب اودھ کے تخت پر بیٹھے اِن تمام نوابوں کا دورانیہ حکومت درج ذیل ہے۔ (۱) برہان الملک ۱۷۲۰ء۔۱۷۳۹ء (۲) صفدر جنگ ۱۷۳۰ء۔۱۷۵۳ء (۳) شجاع الدولہ ۱۷۵۳ء۔۱۷۷۵ء (۴) آصف الدولہ ۱۷۷۵ء۔۱۷۷۹ء (۵) وزیر علی چار ماہ (۶) سعادت علی خاں ۱۷۹۷ء۔۱۸۱۴ء (۷) غازی الدین حیدر ۱۷۱۴ء۔۱۸۲۸ء (۸) نصیر الدین حیدر ۱۸۲۸ء۔۱۸۳۷ء (۹) محمد علی شاہ ۱۸۳۷ء۔۱۸۴۲ء (۱۰) امجد علی شاہ ۱۸۴۲ء۔۱۸۴۷ء (۱۱) واجد علی شاہ ۱۸۴۷ء۔۱۸۵۶ء نوابانِ اودھ میں نواب شجاع الدولہ کا زمانہ ''عہد زریں'' کہلاتا ہے۔ اِن کے بعد آصف الدولہ تخت نشین ہوئے اِن کے دور میں انگریزوں کی مداخلت بڑھ گئی نیز خوشحالی نے ایک لاپروا اور عیش پسند معاشرے کو جنم دیا۔ اِن کے بعد غازی الدین حیدر، نصیر الدین حیدر، محمد علی شاہ اور امجد علی شاہ کے بعد یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے۔ نوابانِ اودھ شیعہ مسلک کے حامی تھے اور اِسے فروغ دیا گیا رقص و سرود اور طوائفوں کو اِسی دور میں عروج نصیب ہوا۔ جب واجد علی شاہ کا عہد آیا تو انہوں نے شاعری، ڈرامہ، رقص اور موسیقی جیسے فنون کی خوب سرپرستی کی۔ نوابانِ اودھ کی اِن عیاشیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۵۶ء میں اِس ریاست پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا اور نوابی دور کا خاتمہ ہوا۔

(ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ''نئے پرانے خیالات''، لاہور: لاہور اکیڈمی ۱۹۷۰ء، ص ۲۲۱۔۲۴۰)

نیشاپور:

قرونِ وسطیٰ میں ایران کا ایک بڑا شہر، یہ شہر خراسان کے چار بڑے شہروں میں اہم ترین ہے۔ اِس کی بنیاد شاہ پور

اوّل ابن اردشیر اوّل نے رکھی۔ اِس شہر نے بہت سے نشیب و فراز دیکھے۔ موجودہ نیشاپور پہاڑوں سے گھرے ہوئے ایک میدان کے مشرق میں واقع ہے۔ شہر کے گردونواح میں ندیاں ہیں۔ جنوب مشرق میں اِس شہر کے دو شہرہ آفاق فرزندوں یعنی عمر خیام اور فرید الدین عطار کے مقابر ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲۲، ص۵۳۴۔۵۳۵)

نیمروز:

سیستان یا سجستان جسے نیمروز بھی کہا جاتا ہے۔ افغانستان اور ایران کے درمیان سرحدی ضلع، اِس کا رقبہ کم و بیش ۷۰۰۶ مربع میل ہے جس میں سے ۲۸۴۷ مربع میل ایرانی علاقے میں اور ۴۱۵۹ مربع میل افغانی علاقے میں شامل ہے۔ اِس کی آبادی تقریباً ۲۰۵۰۰۰ ہے۔ سیستان ایران کا بہت مشہور علاقہ ہے، جس کے جنوب اور مغرب میں نیزار اور ہامون ہیں۔ مشرق میں ہلمند کی قدیم گزرگاہ ہے اور جنوب کی طرف ایک سلسلہ ہے جس میں وہ حصہ شامل ہے جس کی آب پاشی سیستان کی بڑی نہر سے ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ سیستان تینوں اطراف سے پانی میں گھرا ہوا ہے اور ایک حد تک اِسے جزیرہ نما کہا جا سکتا ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۱۱، ص۵۱۷۔۵۱۸)

واسط:

عراق کے مرکزی علاقے کا ایک شہر جسے حجاج بن یوسف نے تعمیر کرایا تھا۔ اِس شہر کا نام بھی خود حجاج نے تجویز کیا تھا۔ کیونکہ یہ عراق کے دو بڑے شہروں کوفہ اور بصرہ کے علاوہ خوزستان کے صدر مقام اہواز سے تقریباً برابر فاصلے پر واقع تھا۔ واسط (بمعنی درمیانہ) دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر بسایا یا۔ اِس کے بالمقابل مشرقی کنارے پر کسکر کا شہر آباد تھا۔ حجاج نے واسط میں اپنے لئے جو محل بنوایا اِس پر اونچا ایک سبز رنگ کا گنبد بھی تعمیر کیا گیا۔ جس کا نام القبۃ الخضر اشہور ہوگیا۔ عہد بنی عباس میں واسط نام کے بیس سے زیادہ شہر تھے۔ لیکن سب سے اہم یہی واسط تھا۔ حجاج نے یہیں ۹۵ھ/۷۱۴ء میں وفات پائی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ واسط اور کسکر جڑواں شہر بن گئے۔ عباسیوں نے برسرِ اقتدار آ کر اِس کی سربلندی کا خاتمہ کر دیا تاہم حربی تدابیر کے لئے اِس کی اہمیت برقرار رہی۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲۲، ص۵۷۷۔۵۷۸)

ہانسی:

ہریانہ پردیش (بھارت) ضلع حصار کا ایک قدیم قصبہ جو ۲۹ درجے ۷۰ دقیقے شمال اور ۷۵ درجے ۵۸ دقیقے مشرق میں واقع ہے۔ اِس کے علاقے کا یہ پرانا صدر مقام تھا۔ دہلی کے راجہ ماہی پال، پرتھوی راج اور محمد غوری نے ہانسی کو فتح کیا۔ انگریزوں نے ۱۸۰۳ء میں یہاں ایک فوجی قلعہ تعمیر کیا۔ ۱۸۱۸ء میں انگریزوں کے براہِ راست تسلط ہونے سے یہاں امن و امان قائم ہوا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۲۳، ص۱۰۱۔۱۰۲)

ہرات:

ہرات پہلے خراسان میں تھا مگر آج کل یہ شمال مغربی افغانستان کا ایک صوبہ ہے۔ یہ شہر محلات، مساجد اور مقابر کی وجہ سے مشہور ہے، جن میں سے بعض شکستہ حالت میں ہیں۔ صدیوں سے یہ شہر تجارتی مرکز رہا ہے۔ موجودہ دور میں بھی یہ شہر متعدد انقلابات کا ہدف بنا رہا۔ ارتفاع ۳۰۲۰ فٹ ہے اور ۳۴ درجے ۲۲ ثانیے شمال، ۶۲ درجے ۹ ثانیے مشرق پر واقع ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۳، ص ۱۳۱۔۱۳۴۔)

ہزارہ:

پاکستان میں شامل شمال مغربی سرحدی صوبے میں پہاڑی سلسلوں کی وادی میں پایا جانے والا ایک ضلع جس کے مغرب میں دریائے سندھ بہتا ہے، تقریباً چار ہزار مربع میل رقبے کو گھیرے ہوئے یہ اپنی صنعتوں کی وجہ سے مشہور ہے۔

(ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی، ''تاریخ ہزارہ''، ایبٹ آباد: دار الشفاء، ۱۹۶۹ء، ص ۱۵۔۱۹)

ہندوستان:

زمانہ قدیم میں ہند اور سندھ مل کر ہندوستان کو ظاہر کرتے تھے۔ ہندوستان کے قدیم مذاہب میں ہندومت، جین مت اور بدھ مت شامل ہیں۔ لوگ ذات پات کے پابند تھے۔ ان کی ذاتیں چار تھیں۔ برہمن، کھشتری، دیش اور شودر، محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے (۷۱۲) ساتھ ہی تبلیغ اسلام کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں نے ساڑھے سات سو سال تک ہندوستان پر حکومت کی۔ ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء تک ہندوستان انگریزوں کے زیر تسلط رہا۔

(ڈاکٹر مبارک علی، ''قدیم ہندوستان''، لاہور: ایکشن ایڈ انٹرنیشنل پاکستان، ۲۰۰۷ء، متعدد صفحات)

یمن:

جزیرۃ العرب میں سابقہ ایک صوبہ اور آج کل ایک خود مختار مملکت۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۴، ص ۴۸۸)

یورپ:

یورپ تمام براعظموں سے زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ ہے۔ قدرت نے اسے بڑی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کے ساحلوں پر مچھلیوں کی شکارگاہوں نے انہیں بڑے جہاز راں اور ماہی گیر بنا دیا ہے۔ یہاں کی آب و ہوا نہایت خوشگوار ہے۔ معدنیات کی کثرت ہے۔ زراعت، ڈیری فارمنگ کی صنعتیں صف اول میں شامل ہیں۔[۱] سطح کے لحاظ سے یورپ کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) سکینڈے نیویا کے پہاڑ (۲) شمالی میدان (۳) جنوبی سلسلہ ہائے کوہ۔

[۱] (اے۔ ایچ۔ جانسن، ''یورپ سولھویں صدی عیسوی میں''، مترجم: مولوی رحیم الدین، حیدر آباد (دکن): مطبع جامع عثمانیہ، ۱۹۳۸ء، متعدد صفحات)

(Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, 15th Edition, p.602-605)

یونان:

یونان کو یونانی زبان میں ہیلاس یا ایلدس کہتے ہیں۔ یہ ملک جنوب مشرقی یورپ میں ہے۔ یہ ۵۰۱۴۷ مربع میل وسیع ہے۔ ایتھنز دارالحکومت ہے یونان درحقیقت ایک بے قاعدہ شکل کا جزیرہ ہے۔ چاروں طرف سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ یونان کی تہذیب و تاریخ بہت قدیم ہے۔ حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے یہاں تمدن کی ابتدا ہوئی۔ مختلف ممالک سے برسرپیکار رہا۔ سکندر اعظم کا تعلق اِسی سرزمین سے تھا۔[1] یونانیوں نے کئی سو سال تک اپنی فتوحات اور جہاں بانی کے لحاظ سے دنیا بھر کو متاثر کیا۔ کوئی علم ایسا نہیں جس کی ابتدا یونان سے نہ ہوئی ہو۔ دارالحکومت ایتھنز زبان یونانی اور مذہب آرتھوڈاکس ہے۔[2]

[1] (مولوی سید ہاشمی، ''تاریخ یونان''، حیدرآباد (دکن): مطبع دارالطبع، ۱۹۱۹ء، متعدد صفحات)
[2] (عقیل احمد روبی، ''یونان کا ادبی ورثہ''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، متعدد صفحات)

باب چہارم

کتب / رسائل و جرائد

آبِ حیات:

آبِ حیات اُردو شاعروں کا پہلا تذکرہ ہے جس میں مصنف (مولانا محمد حسین آزاد) نے اُردو کی کل شاعری پر نظر کر کے اُسے کئی عہدوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر عہد کی زبان اور شاعری کی خصوصیات بیان کرنے کے بعد اُس عہد کے نامی شاعروں کا حال اِس تفصیل اور خوبی سے بیان کیا ہے کہ اُن کی چلتی پھرتی بولتی چالتی تصویریں سامنے آجاتی ہیں اور ساتھ ہی وہ ماحول اور زمانہ بھی نظروں میں پھر جاتا ہے جس میں اُن کی شاعری نے نشوونما پائی تھی۔[۱] اس تصنیف کا باقاعدہ آغاز ۱۸۷۶ء میں ہوا اور ۱۸۸۱ء میں شائع ہوئی۔ آبِ حیات نے ہمارے ممتاز شعرا کو حیاتِ جاودانی بخشی ہے۔[۲]

۱۔(محمد حسین آزاد، ''آبحیات'' یعنی مشاہیر شعرائے اُردو کے سوانح عمری اور زبان مذکور کی عہد بہ عہد ترقیوں اور اصلاحوں کا بیان، لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ، ۱۹۵۴ء، متعدد صفحات)

۲۔(پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید، مرتبہ: ''نقدِ آزاد''، لاہور: شعبہ اُردو جی۔سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۵۔۵۶)

آثار الصنادید:

سرسید احمد خاں نے ''آثار الصنادید'' ۱۸۴۶ء میں لکھنا شروع کی تھی جو ۱۸۴۷ء میں مکمل ہوئی۔ اس کتاب میں دہلی کی عمارتوں کے ایک سو اٹھائیس خاکے ہیں۔ اِس کے علاوہ دہلی کی مختلف آبادیوں، مشائخ، مجذوبوں، حافظوں، شعرا اور موسیقاروں کے حالات لکھے ہیں۔

(سرسید احمد خاں، ''آثار الصنادید''، جلد اوّل، مرتبہ: خلیق انجم، دلی: اُردو اکیڈمی، اشاعت دوم ۱۹۹۲ء، ص متعدد صفحات)

اخبار الاخیار فی اسرار الابرار:

عبدالحق حقی (۱۵۵۱ء۔۱۶۴۲ء) کا مشہور تذکرہ ہے جو ۹۹۰ھ/۱۵۹۰ء میں مکمل ہوا۔ اس میں ہر شیخ و صوفی کی تاریخ ولادت و تاریخ وفات و مدفن کا نام دیا گیا ہے۔ بعض کے ملفوظات و مکتوبات اور رسائل و کتب کے اقتباسات بھی درج ہیں۔ اِس تذکرے میں اولیا کی کل تعداد ۲۵۵ تک پہنچتی ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۲، ص ۸۳۰۔۸۳۲)

اختیاراتِ بدیعی:

''اختیارات بدیعی'' علی بن الحسین انصاری حاجی زین العطار (۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء) کی تالیف ہے جس کی شرح ''اختیارات قطب شاہی'' کے نام سے میر محمد مومن بن الحسینی نے لکھی۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، ص ۱۷)

اختیارات قطب شاہی:

اختیارات قطب شاہی، میر محمد مومن بن الحسینی کی تصنیف ہے جو سلطان محمد قلی قطب شاہ (م ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲ء) کے عہد میں ۹۸۲ھ/ ۱۵۶۴ء میں تالیف ہوئی۔ اِس کتاب کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شیرانی کلیکشن میں ہے۔ اِس کے صفحہ اوّل پر سلطان قطب شاہ کی مہر اور عبارت بھی ہے۔ اصل میں یہ ''اختیارات بدیعی'' کی شرح ہے جس میں اغلاط و اسقام کی تصحیح کی گئی ہے۔ پہلے اصل کتاب کی عبارت نقل کی گئی ہے پھر ''ملحق'' کے عنوان سے تصحیح کی گئی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۱۷ـ۱۸)

اداتِ الفضلا:

قاضی خان بدر محمد دہلوی جو دھاروال کے لقب سے معروف ہیں، قاضی برہان الدین اور شیخ زادہ عاشق کی صحبت میں فارسی شعرا کے کلام کا مطالعہ کیا۔ اِن کی مشہور تصنیف ''ادات الفضلا'' ہے جس کا سنِ تالیف ۸۲۲ھ/ ۱۴۱۹ء ہے۔ دور اوّل کے ممتاز ترین فرہنگ ناموں میں سے ہے۔ ''ادات الفضلا'' کی بنیاد ہی زبان شعر پر ہے اور اِس میں فارسی کے ممتاز شعرا کے دواوین سے الفاظ اخذ کیے گئے ہیں۔

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، تیسری جلد فارسی ادب اوّل، ص ۳۹۰ـ۳۹۱)

اُردو اخبار (دہلی):

جام جہاں نما (کلکتہ ۱۸۲۲ء) کے بعد دہلی اُردو اخبار اُردو کا دوسرا ہفتے وار اخبار تھا جو بیس سال تک مسلسل مختلف ناموں سے جاری رہا۔ اِس کا پہلا نام ''اخبارِ دہلی'' تھا۔ جو ۱۰ رمئی ۱۸۴۰ء کو تبدیل ہو کر ''دہلی اُردو اخبار'' ہو گیا اور پھر ۱۲ رجولائی ۱۸۵۷ء کو اِس کا نام بدل کر ''اخبار الظفر'' رکھا گیا۔ اِس نام سے اخبار کے صرف دس شمارے نکلے۔ اخبار کے بانی و مالک مولوی محمد باقر تھے۔ لیکن اِن کا نام کبھی کسی حیثیت سے بھی اخبار میں نہیں چھپتا تھا۔ ۱۸۴۰ء کے ابتدائی شماروں میں معین الدین اور پھر اِس کے ساتھ امداد بیگ کے نام کا اضافہ ہوا۔ اخبار کی آخری زندگی کے دور میں مولوی محمد حسین آزاد کا نام بھی پرنٹر و پبلشر کی حیثیت سے چھپتا رہا۔

(محمد عتیق صدیقی، ''صوبہ شمالی و مغربی کے اخبارات و مطبوعات''، علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، اشاعت اوّل ۱۹۶۲ء، ص ۱۰۰)

اُردو زبان کی تاریخ:

منشی چرنجی لال کی مشہور تصنیف ''اُردو زبان کی تاریخ'' ہے جو ستمبر ۱۸۸۴ء کو مکمل ہوئی۔ دراصل یہ کتاب اُردو کی تاریخی لسانیات کے موضوع پر مشتمل ہے۔

(محمد یحییٰ تنہا، ''سیر المصنفین''، لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، سن ندارد، ص ۲۲۹)

اُردوئے قدیم:

حکیم سید شمس اللہ قادری (۱۸۷۷ء۔۱۹۵۳ء) کی اہم ترین تحقیقی کتاب ''اُردوئے قدیم'' ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ زبان اُردو اور اِس کی نظم و نثر کی ابتدائی تاریخ خاص طور پر دکنی ادب سے متعلق یہ پہلی تحقیقی کتاب ہے جو اُردو

میں لکھی گئی۔ کتاب کے آخر میں مشہور شعرا کا کلام بطور نمونہ دیا گیا ہے۔
(حکیم شمس اللہ قادری، ''اردوئے قدیم''، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۲۵ء، متعدد صفحات)

اسامی:

رسالہ ''کتاب اسامی'' جس کی تالیف و نام مولف سے ہم بے خبر ہیں۔ اِس میں کل تیرہ ابواب ہیں۔ عنوان یا سرخی کی زبان حسب دستور قدیم عربی ہے۔ مسجد کا ترجمہ ''مزگت'' طلیعہ کا ''دیدبان'' دیا ہے۔
(شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۸۵ء، ص ۱۱۵۔۱۱۶)

افضل الفوائد:

ملفوظات حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا مرتبہ حضرت امیر خسرو (م ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۴ء) کی گونا گوں تصانیف میں مرشد کے ملفوظات موسوم بہ ''افضل الفوائد'' بھی شامل ہے، جن میں ۱۱/اپریل ۱۳۱۴ء سے فروری ۱۳۱۶ء تک ۳۴ مجالس کا حال لکھا گیا ہے۔ سنن کی اغلاط اِس میں کافی ہیں۔
(''اردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲۲، ص ۳۵۴)

الف لیلیٰ:

عربی ادب کی کہانیوں کا مجموعہ، قدیم ترین تصنیف، سکندر اعظم سے پہلے ایران میں فارسی قدیم میں اِس کا ترجمہ ہوا۔ تیسری صدی ہجری میں بغداد میں عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ دسویں صدی ہجری میں جمع ہو کر مدون ہوئی۔ اٹھارویں صدی عیسوی میں فرانسیسی میں اِس کا پہلی بار ترجمہ ہوا۔ (بحوالہ)
(ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، ''تعلیقات خطبات گارساں دتاسی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، طبع اوّل ۱۹۸۷ء، ص ۵۵)

اللہ باری:

''اللہ باری'' کا مصنف اُمید ہے۔ زبان اگرچہ پنجابی ہے لیکن اُردو اثر سے بھی خالی نہیں۔ سن تالیف ۱۱۹۶ھ ہے۔ یہ بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ کاتب نے تاریخ کتابت ۱۲۲۲ھ لکھی ہے۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۹۷)

اللہ خدائی:

''اللہ خدائی'' کا مصنف تجلی ہے۔ مطبوعہ مثنوی ۱۶ مثنویوں کا مجموعہ ہے جو ۱۰۶۶ھ میں اور پروفیسر مسعود حسن رضوی کے قول کے مطابق ۱۰۶۰ھ میں بعہد شاہجہان تالیف ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب ایک ایسے خطے میں لکھی گئی جو گوالیاری بالفاظ دیگر برج بھاشا کے زیر اثر ہے۔ شروع میں تین صفحات کا ایک دیباچہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ہندی و فارسی الفاظ کی شناخت کے لئے بپاس خاطر گھنور پسر شیر شاہ قانون گوئی میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ مصنف طبقہ صوفیا کا دلدادہ ہے۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۳۹۔۸۰)

امواجِ خوبی:

خوب محمد چشتی (م۱۶۱۴ء) نے اپنی تصنیف "خوب ترنگ" کی شرح بھی فارسی نثر میں لکھی تھی۔ شرح کا نام "امواجِ خوبی" ہے اِس کا موضوع دقیق اور باریک ہے۔

("تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند"، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص۲۲۱۔۲۲۵)

انجیل:

نصاریٰ (عیسائیوں) کی کتابِ مقدس جس کا قرآن مجید میں بھی متعدد مرتبہ ذکر آیا ہے۔ یہ مقدس کتاب حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ عیسائیوں کے لئے جو معاشرتی و مذہبی قوانین وضع کیے گئے تھے، اُن سب کا ذکر اِس مقدس کتاب میں آیا ہے۔

(مولانا اکبر علی، مترجم: "بائبل سے قرآن تک"، جلد اوّل، کراچی: مکتبہ دار العلوم، ۲۰۰۲ء، ص۳۰۵۔۳۲۳)

انشائے یوسفی:

یوسف بن محمد یوسفی المعروف بہ حکیم یوسفی کی تصنیف "انشائے یوسفی" کا موضوع "فن انشا" ہے۔

("تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند"، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص۷۱۴۔۷۱۵)

انوار العیون:

شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۸۶۰ھ/۱۴۵۵ء۔۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) کی شہرت یافتہ تصنیف ہے جس میں شیخ عبدالحق کے ہندوی دوہے، مناقب، کرامات اور خوارق کا بیان ہے۔

(عبدالقدوس گنگوہی، "انوار العیون"، دہلی: مطبع مجتبائے واضح، ۱۳۱۱ھ، متعدد صفحات)

انوار المجالس:

خواجہ محمد بن بدر الدین اسحاق (نواسۂ بابا فرید گنج شکرؒ) نے حضرت خواجہ محمد حضرت بابا فریدؒ کے ملفوظات پر مشتمل ایک کتاب "انوار المجالس" کے نام سے لکھی تھی جس میں حضرت صاحب کے اقوال و افعال اور واقعات درج ہیں۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی، "سیر الاولیا"، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ایڈیشن پنجم ۲۰۰۴ء، ص۳۳۹۔۳۴۱)

ایزد باری:

"ایزد باری" (ہندوی فارسی) کھرمل پسر سائیں داس ساکن نے ۱۱۰۵ھ میں لکھی۔ کتاب کی زبان اگرچہ پنجابی ہے لیکن کہیں کہیں اُردو کا اثر بھی نمایاں ہے۔ آٹھ آٹھ نو نو اشعار کے بعد بحر بدل جاتی ہے اور دونوں بحروں کے مابین فارسی شعر لایا جاتا ہے۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: مقالات حافظ محمود شیرانی، جلد ہشتم، ص۸۷)

بادسہل:

فارسی اور پنجابی کا رسالہ ہے۔ نہ مصنف کا نام ہے نہ کوئی دیباچہ اور خاتمہ، البتہ کاتب کا خاتمہ اِس طرح ہے۔

''بادسہل برای خواندن برخوردار کرم داد ولد چوہدری اللہ دین تحریر یافت بروز دوشنبہ

بوقت چاشت ماہ ساون سن ۱۲۳۴ھ سمت ۱۸۷۴، صفحات ۱۵، سطریں چودہ۔''

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: مقالات حافظ محمود شیرانی، جلد ہشتم، ص ۹۲)

بادشاہ نامہ:

عبدالمجید لاہور کا رہنے والا اور ابوالفضل کا شاگرد تھا۔ زمانے کی نامساعدت سے ٹھٹھہ میں گوشہ نشین ہوگیا تھا۔ جب شاہ جہان کو اِس کی عمدہ طرز نگارش کا علم ہوا تو اُسے دربار میں طلب کیا گیا اور ابوالفضل کے انداز میں اپنے عہد کی تاریخ لکھنے پر معمور کیا۔ شاہجہان کے عہد کے پہلے بیس سالوں کی تاریخ ہے۔ ضعف کے باعث جب عبدالمجید یہ کام پورا نہ کر سکا تو بقیہ دس سالوں کی تاریخ اُس کے شاگرد محمد وارث نے مکمل کی۔ اس تاریخ میں شاہی خاندان کے افراد، امرا، صوفیا ادبا، شعرا، عمارتوں اور شاہ جہان کی درباری زندگی کے کوائف ملتے ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۱۷۔۵۱۸)

باغ اُردو:

گلستان سعدی کا اُردو ترجمہ جو ڈاکٹر جان گلکرائسٹ کی فرمائش پر میر شیر علی افسوس نے ۱۸۰۰ء میں شروع کیا اور ۱۸۰۲ء میں مکمل ہوا۔ باغ اُردو کی ایک خوبی یہ ہے کہ اِس میں نثر کا نثر اور نظم کا نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ باغ اُردو کا پہلا ایڈیشن ۱۸۰۲ء میں خود میر شیر علی افسوس کے اہتمام سے کلکتے میں طبع ہوا۔

(میر شیر علی افسوس، ''باغ اُردو''، مرتبہ: احمد رضا، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء، ص ۲۲۔۲۷)

باغ و بہار:

میر امن دہلوی کی ''باغ و بہار'' کا ماخذ تحسین کی ''نوطرز مرصع'' ہے۔ باغ و بہار کا سن تالیف ۱۸۰۲ء/ ۱۲۱۷ھ ہے۔ باغ و بہار میں میر امن کی شخصیت اور دہلوی تہذیب وتمدن کا گہرا عکس اور رچاؤ ملتا ہے۔

(ڈاکٹر مرزا حامد بیگ، مرتبہ: ''باغ و بہار''، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء، متعدد صفحات)

بحر الفضائل فی منافع الافاضل:

اِس قدیم لغات کا مرتب فضل الدین محمد بن قوام بن رستم بن احمد بن محمود بدر خزانۂ البلخی معروف بہ کری یا کڑی ہے۔ سال تالیف ۷۹۵ھ / ۱۳۹۳ء ہے جو ہمیں مصنف کی شرح ''مخزن الاسرار'' میں ملتا ہے۔ ''بحر الفضائل'' کا ایک نامکمل قلمی نسخہ کتاب خانہ آصفیہ، حیدر آباد میں موجود ہے جو ۲۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ ''بحر الفضائل'' کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں الفاظ کی تشریح ہے، دوسرے حصے میں عام معلومات سے متعلق مضامین ہیں۔ یہ حصہ غیر متعلق مگر مفید ہے۔ بدقسمتی سے یہ

حصہ کسی موجود نسخے میں نہیں ملتا۔

("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، تیسری جلد، فارسی ادب (اوّل) ص ۳۹۰ تا ۳۹۱)

برہان قاطع:

محمد حسین تبریزی المتخلص بہ برہان؛ حیدرآباد اور گولکنڈہ کے فرمانروا سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ۔۱۰۸۳ھ) کے عہد کا نامور فرہنگ نویس تھا۔ اِس کا مشہور لسانی کارنامہ "برہان قاطع" ہے جو ۱۰۶۲ھ/۱۶۵۲ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ یہ کتاب اِسی بادشاہ کے نام معنون کی گئی۔ اِس کے الفاظ کی تعداد ۲۰۲۱۱ تک ہے۔ سراج الدین علی خاں آرزو نے "سراج اللغات" میں اِس پر اعتراضات کیے اور اغلاط پر تبصرہ کیا۔ ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۲ء میں میرزا غالب نے "قاطع برہان" کے نام سے اپنی کتاب میں "برہان قاطع" پر تنقید کی۔ اِس کے بعد ایک عرصے تک ادبی نزاع کا سلسلہ جاری رہا۔

("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۴۹۔۸۵۱)

بوستان:

"بوستان" شیخ سعدی شیرازی کی مشہور زمانہ تخلیق ہے جو ۶۵۵ھ/ ۱۲۵۷ء میں لکھی گئی۔ یہ اخلاقی موضوعات پر نظموں کا ایک مجموعہ ہے جس میں جگہ جگہ پند و نصائح سے کام لیا گیا ہے۔

(ڈاکٹر ظہور الدین احمد، مرتبہ: "بوستان سعدی"، مترجم: سید سبط الحسن ضیغم، لاہور: پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۹۶ء، متعدد صفحات)

بوستان خیال:

اِس بے حد طولانی داستان کا مصنف سید محمد تقی جعفری المتخلص بہ خیال ہے جو بنگال میں ۱۱۷۳ھ/ ۱۷۶۰ء میں فوت ہوا۔ اِس داستان کے طولانی دفتروں میں تین فرضی بادشاہوں کی مہم جوئی کے قصے لکھے گئے ہیں۔ اِن بادشاہوں کے نام (۱) صاحبقران اعظم (۲) صاحبقران اکبر (۳) صاحبقران اصغر ہیں جنھیں بالترتیب شاہزادہ خورشید تاج بخش، شاہزادہ معز الدین ابوتمیم اور شاہزادہ بدر منیر کا خطاب ملا ہے۔ اِسی مناسبت سے اِس کتاب کے تینوں دفتروں کو (جن میں ہر ایک دفتر کئی جلدوں پر مشتمل ہے) خورشید نامہ، معز نامہ اور جمشید نامہ کا نام دیا گیا ہے۔ "بوستان خیال" کے نام کی مناسبت سے اِن دفتروں کو بہار اوّل، بہار دوم، بہار سوم بھی کہتے ہیں۔

("تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۴۰۳۔۴۰۴)

بہارستان جامی:

مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی کی مشہور و معروف تصنیف ہے جو ۱۴۸۶ء میں تالیف ہوئی۔ جامی نے اپنی یہ تصنیف "گلستان سعدی" کی طرز پر لکھی۔ اِس طرح بہارستان جامی بھی آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب میں حکایات کے علاوہ جا بجا اشعار بھی ملتے ہیں۔

(اُردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز، ص ۲۴۷)

بہارِ عجم:

ٹیک چند نام اور بہار تخلص کا اہم کارنامہ اِس کی لغت ''بہارِ عجم'' ہے جو بیس سال کی محنت شاقہ کے بعد تیار ہوئی۔ یہ خاصی ضخیم ہے۔ اِس کی بڑی خصوصیت جامعیت ہے۔

(تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، پانچویں جلد فارسی ادب سوم، ص ۳۹۵۔۳۹۶)

پدماوت:

ملک محمد جائسی کی تصنیف۔ ملک محمد نام، محمد تخلص، سولہویں صدی عیسوی میں بھاشا کے مشہور شاعر تھے۔ نظم پدماوت سے ملک محمد جائسی کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔ ہندی ادب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پدماوت سلطان ابراہیم لودھی (۹۶۳ھ/۱۵۱۷ء۔۹۳۰ھ/۱۵۲۶ء) کے عہد میں ۹۲۷ھ/۲۱۔۱۵۲۰ء میں شروع ہوئی اور سلطان دہلی شیر شاہ سوری کے عہد میں مکمل ہوئی۔ یہ ایک حسین و جمیل راجکماری پدماوت کی المیہ داستان ہے جو پُرسوز لہجے میں بیان کی گئی ہے۔ اِس میں تصوف کے نکات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اِس داستان کا چوتھا حصہ ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء میں سید غلام مشہدی عشرت نے ریختہ میں نظم کیا۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۱۹، ص ۴۰۶۔۴۰۷)

پُران:

پُران سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی پُرانا، قدیمی اور ابتدائی کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد (ہندو روایت کے مطابق) قدیم ہندوستان کی تاریخ اور واقعات ہیں۔ یہ تعداد میں اٹھارہ ہیں اور انہیں مقدس کتب کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ تمام پُران مذہب اور علم الاصنام سے متعلق ہیں۔

(ابن حنیف، ''بھولی بسری کہانیاں'' (بھارت)، دوسری جلد، ملتان: مطبع ندارد، س۔ن، ص ۲۹۰۔۲۹۲)

پیسہ اخبار:

پیسہ اخبار ۱۸۸۷ء میں فیروز والا (ضلع گوجرانوالہ) سے ہفت روزہ کی صورت میں جاری ہوا۔ اِس کے مالک و منتظم منشی محبوب عالم تھے۔ پیسہ اخبار اپنے اجراء کے چند سال بعد لاہور منتقل ہوگیا اور صدی کے آخری سالوں میں روزنامہ بن گیا اور بہت مقبولیت و شہرت حاصل کی۔ یہ اخبار متین اور سنجیدہ تھا۔ مسلمانوں کے حقوق کا علمبردار تھا۔ یہ پہلا اخبار تھا جسے کاروباری بنیادوں پر کامیابی سے چلایا گیا لیکن جب ''زمیندار'' مولانا ظفر علی خاں کی آتش بار تحریروں سے مسلح ہو کر میدان صحافت میں آیا تو پیسہ اخبار ماند پڑ گیا اور آخر ۱۹۲۴ء میں بند ہوگیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، نویں جلد، اُردو ادب (چہارم)، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، طبع اوّل ۱۹۷۲ء، ص ۵۴۱)

تاج الحقائق:

''تاج الحقائق''، جو ملا وجہی (م ۱۶۵۹ء) سے منسوب کی جاتی ہے، اصل میں یہ وجہی کی تصنیف نہیں بلکہ وجیہہ الدین

محمد کی تصنیف ہے جس میں صوفیانہ خیالات بیان کیے گئے ہیں۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ اُردو ادب، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء، ص ۴۳۲۔۴۳۳)

تاریخ بناکتی:

فخر الدین ابو سلیماں داؤد ابن ابی الفضل محمد کی معروف تاریخ ''تاریخ بناکتی'' (۷۱۷ھ/۱۳۱۷ء) دراصل ''جامع التواریخ'' کا خلاصہ ہے جسے رشید الدین فضل اللہ ہمدانی نے ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء میں لکھا۔ اس کتاب میں انبیائے سلف، عہد غازان اور منگولوں سے متعلق بیش بہا معلومات کا خزانہ موجزن ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۴، ص ۹۱۰)

تاریخ بیجانگر:

بشیر الدین احمد (۴/اگست ۱۸۶۱ء۔ ۱۹۲۸ء) کی تصنیف ''تاریخ بیجانگر'' ۲۹ دسمبر ۱۹۱۰ء کو مکمل ہوئی۔ اِس میں ۱۳۳۶ء سے ۱۶۲۰ء تک تقریباً تین سو سال کی تاریخ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سترہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ''واقعات مملکت بیجاپور'' تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل ۳۸۵ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سات ابواب ہیں۔ اِس میں بیجاپور کی تاریخ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ جلد دوم میں بیجاپور شہر میں موجود تاریخی عمارات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ تیسری جلد میں مختلف مقامات کی ۳۱ تصاویر اور مختلف اشخاص کے قطعات اور بشیر الدین احمد کی معروف تصنیف تقاریظ درج ہیں۔

(ڈاکٹر نجم الاسلام، مدیر: تحقیق (شعبہ جاتی تحقیقی مجلّہ)، جام شورو: شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، شمارہ نمبر ۵، متعدد صفحات)

تاریخ بیہقی:

ابوالفضل محمد بن حسین کاتب بیہقی ۴۵۱ھ میں اِس کتاب کی تالیف میں مشغول ہوا۔ تاریخ بیہقی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایک بلند اور معیاری کتاب ہے۔ بیہقی فارسی کا ایک نامور ادیب تھا۔ اُنیس سال دیوان رسالت غزنہ کا منشی رہا۔ اُس نے آل سبکتگین کے حالات تیس جلدوں میں ''تاریخ آل ناصر'' کے نام سے فارسی میں لکھے۔ اب اِس کتاب کے فقط چند ناقص حصے جو سلطنت مسعود کے حالات پر مشتمل ہیں اور ''تاریخ مسعوی'' یا ''تاریخ بیہقی'' کے نام سے مشہور ہیں، ملتے ہیں۔ بیہقی فارسی انشا میں استاد تھا۔

(منہاج سراج، ''طبقات ناصری''، جلد دوم، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، طبع اوّل ۱۹۷۵ء، ص ۳۴۱)

تاریخ جہاں کشا:

علاؤ الدین عطا محمد جوینی نے اپنی معروف تصنیف ''تاریخ جہاں کشا'' (تاریخ جہانگشائے جوینی) تین جلدوں میں لکھی۔ پہلی جلد میں چنگیز خاں کے خاندان اور اولاد کے حالات درج ہیں۔ دوسری جلد میں شاہان خوارزم بالخصوص قطب الدین محمود جلال الدین کا ذکر ہے۔ تیسری جلد میں اسمٰعیلی فرقے، خصوصاً حسن بن صباح اور اُس کے جانشینوں کے حالات درج کیے گئے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۳، ص ۶۸۴۔۶۸۵))

تاریخ رشیدی:

اپنی حکومت کشمیر کے دوران مرزا محمد حیدر دوغلت (۹۵۸ھ۔۱۵۵۱ھ) نے تاریخ کے موضوع پر ایک شاندار کتاب ''تاریخ رشیدی'' لکھی۔ اِس کے پہلے حصے میں منگول حکمرانوں تغلق کیمور سے عبدالرشید تک کے واقعات درج ہیں۔ دوسرے حصے میں اپنی زندگی اور عہد کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۵۰)

تاریخ شعرائے اُردو:

فیلن اور کریم الدین نے تاریخ ادب اُردو کی پہلی جلد کے شعرا والے حصے کو اُردو کے قالب میں ڈھال دیا جو ''طبقات شعرائے ہند'' کے نام سے مشہور ہے۔ ''تاریخ شعرائے اُردو'' دتاسی کی تصنیف ہے۔

(ڈاکٹر رضیہ نور محمد، '' اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''،

لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۸۵ء، ص ۱۶۵)

تاریخ شیر شاہی:

کتاب کا اصل نام ''تحفہ اکبر شاہی'' ہے۔ تاریخ شیر شاہی اِس کا تیسرا ''طبقہ'' ہے۔ یہ کتاب اکبر کے ایما پر ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۹ء میں لکھی گئی اِس میں مولف نے زیادہ تر اپنے بزرگوں اور اِن منصب داروں کے بیانات پر اکتفا کیا ہے، جنہوں نے شیر شاہ کی ملازمت کی تھی یا کسی طرح اُس کے ساتھ رہے تھے۔ اِس لحاظ سے یہ ایک قابل قدر تاریخ ہے۔ اِس میں سیاسی واقعات کے علاوہ اس دور کے تہذیبی و معاشرتی حالات کے بارے میں بھی کچھ اشارات آ گئے ہیں۔ ''تاریخ شیر شاہی'' کا مولف عباس خاں ہے۔

(مرزا مقبول بیگ بدخشانی، ''ادب نامہ ایران''، لاہور: نگارشات، س۔ن، ص ۷۵۵)

تاریخ فرشتہ:

محمد قاسم ہندو شاہ کی ابراہیم عادل شاہ ثانی (۱۵۸۰ء۔۱۶۲۷ء) کے دربار میں رسائی حاصل ہوئی تو بادشاہ نے تاریخ لکھنے کو کہا۔ ''گلشن ابراہیم'' المعروف بہ ''تاریخ فرشتہ'' برصغیر کی ایک عمومی تاریخ ہے جو ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء میں مکمل ہوئی۔ اِس کتاب میں سلاطین لاہور، شاہان دہلی اور شاہان دکن، گجرات، مالوہ، خاندیش، بنگالہ، ملتان، سندھ، کشمیر، ملیبار اور برصغیر کے مشائخ اکرام کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

(محمد قاسم فرشتہ، ''تاریخ فرشتہ''، جلد اوّل، مترجم: عبدالحیٔ خواجہ ایم اے،

لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز، س۔ن، ص ۳۵۔۴۴)

تاریخ فیروز شاہی:

ضیاء الدین برنی (۱۲۸۵ء۔۱۳۶۰ء) کی مشہور تصنیف ''تاریخ فیروز شاہی'' (۷۵۸ھ/۱۳۵۷ء) میں مکمل ہوئی۔ یہ تاریخ بلبن کے دور حکومت (۶۶۴ھ/۶۸۶ھ) کے آغاز سے لے کر فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت کے پہلے چھ برس کے

سیاسی و معاشرتی حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ اِس کتاب میں دہلی اور اُس کے علما و مشائخ کے حالات بھی درج ہیں۔
(ضیاء الدین برنی، ''تاریخ فیروز شاہی''، کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ، ۱۸۶۲ء، ص ۶۰۱-۶۰۲)

تاریخ فیروز شاہی (عفیف):

''تاریخ فیروز شاہی'' کا مصنف شمس سراج عفیف (پ ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء) ہے یہ کتاب ۸۰۱ھ/۱۳۹۹ء کے فوراً بعد لکھی گئی کیونکہ اِس میں تیمور کے حملے کا ذکر ہے جو اِسی سال وقوع پذیر ہوا۔ یہ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ کے ہندوستان کی عمومی تاریخ ہے۔ آغاز میں چند مقامات دیئے ہیں جن میں عام بادشاہوں بالخصوص فیروز تغلق کی خوبیاں گنوائی گئی ہیں مثلاً شغف، عدل وعفو وغیرہ۔ فیروز شاہ کی مختلف مہمات، نظم ونسق کے علاوہ بہت سے عجیب وغریب واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد فارسی ادب اوّل، متعدد صفحات)

تاریخ مبارک شاہی:

تاریخ مبارک شاہی کے دیباچے میں مصنف نے اپنا نام یحییٰ بن احمد بن عبداللہ السرہندی لکھا ہے۔ یہ کتاب ۸۵۸ھ/ ۱۴۳۴ء کے قریب لکھی گئی اور محمد بن سام غوری سے لے کر سلطان سید محمد (سید خاندان) تک کے زمانے کے مختصر حالات پر مشتمل ہے۔ سید خاندان کے بارے میں اِس کتاب کو سند کی حیثیت حاصل ہے۔
(یحییٰ بن احمد سرہندی، ''تاریخ مبارک شاہی''، مترجم: ڈاکٹر آفتاب اصغر، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۲۰۰۴ء، متعدد صفحات)

تاریخ محمدی:

عماد الدین پادری (جس نے ۱۸۶۶ء میں عیسائیت قبول کر لی تھی) کی ''تاریخ محمدی'' میں معجزات اور احادیث کے متعلق مضحکہ خیز باتیں کی گئی ہیں۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، نویں جلد، اُردو ادب چہارم، ص ۵۹۳-۵۹۴)

تاریخ مظفری:

''تاریخ مظفری'' از محمد علی خاں انصاری کی کتاب کا پہلا حصہ جو ۱۲۰۲ھ/ ۸۷-۱۷۸۸ء میں مکمل ہوا۔ معین الدین مبارز الملک خان محمد رضا خاں بہادر نائب ناظم بنگال و بہار کے پاسِ خاطر کے لئے لکھا گیا تھا اور اسی مناسبت سے اس کا نام ''تاریخ مظفری'' رکھا گیا۔ بعد ازاں مصنف نے مزید اضافہ کر کے ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء تک کے حالات و واقعات شامل کر دیئے...... یہ تاریخ محمد شاہ اور اُس کے جانشینوں کے دورِ حکومت کے سلسلے میں بہت بیش قیمت خزانہ ہے۔ اِس میں متعدد جغرافیائی معلومات ہیں اور فارسی شعرا کا تذکرہ بھی شامل ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۱۵۰)

تاریخ وصاف:

خواجہ رشید الدین فضل اللہ کی یہ تاریخ پانچ حصوں پر مشتمل ہے جس میں (۶۵۶ھ/ ۱۲۵۸ء- ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) تک

کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے یہ کتاب بہت اہم ہے کیونکہ اِس میں جتنے واقعات بیان کیے ہیں، مصنف اِن کا خود شاہد تھا۔ مصنف نے پہلے اِسے غازان خاں کے حضور اور پھر الجائتو کے دربار میں پیش کیا۔ یہ کتاب تہران اور لاہور سے شائع ہوئی۔

(''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، جلد اوّل، ص ۳۷۲)

تحفۃ الابرار:

خواجہ عزیز الدین صوفی (نواسۂ بابا فرید گنج شکر) نے حضرت سلطان المشائخ بابا فرید گنج شکرؒ کے روح افزاء ملفوظات پر ایک کتاب ''تحفۃ الابرار، کرامات الاخیار'' کے نام سے لکھی تھی جس کا بیشتر حصہ حضرت بابا فرید کی نظر سے گزرا تھا۔

(سید محمد مبارک علوی کرمانی، ''سیر الاولیا''، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، ص ۳۴۲۔۳۴۳)

تحفۃ السعادت:

یہ فرہنگ محمود بن ضیاء الدین محمد نے سکندر لودھی (۸۹۴ھ/۱۴۸۹ء۔۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء) کے عہد میں ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء میں تالیف کی۔ اِس کتاب میں الفاظ کی تعداد محدود ہے۔ ہر باب دو فصلوں میں منقسم ہے۔ پہلے میں مفردات اور دوسرے میں ترکیبات و اصطلاحات درج ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۳۹۴)

تحفۃ الکرام:

غلام علی شیر نام اور قانع تخلص کرتے تھے۔ میر عزت اللہ کے بیٹے تھے۔ ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۷۸۸ء میں فوت ہوئے۔ ان کی تصنیف ''تحفۃ الکرام'' تین جلدوں میں ایک عمومی تاریخ ہے۔ تیسری جلد میں سندھ کے حالات و واقعات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد حکمرانوں کے زمانے کے احوال، اولیا، شعرا اور خوشنویسوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، پانچویں جلد، فارسی ادب سوم، ص ۱۳۶۔۱۳۷)

تحفۃ الہند:

''تحفۃ الہند''، علم موسیقی، عروض، بدیع، قیافہ اور معرفت زن وغیرہ سے متعلق یہ مفصل کتاب کسی سنسکرت اصل پر مبنی ہے۔ جسے مرزا محمد فخر الدین متولد ۱۰۷۱ھ/۱۶۶۰ء نے عالمگیر کے شہزادہ معز الدین (جہاندار شاہ) کے لئے ترجمہ کیا۔''[۱]

''تاریخ کی یہ کتاب (تحفۃ الہند) ۱۱۴۵ھ/۱۷۳۵ء میں مرتب ہو کر محمد شاہ کے دربار میں پیش کی گئی۔ اِس کے مصنف لالہ رام تھے۔ جو لالہ ولہ رام رائے کے بیٹے اور کنچن رام کے پوتے تھے۔ رائے کنچن رام عالمگیر کی سرکار میں ملازم تھے اور لالہ رام محمد شاہی ملازموں میں شامل تھا۔''[۲]

[۱] (''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۷۹۹)

[۲] (چوہدری نبی بخش احمد سندھلوی، تذکرۂ مورخین، کراچی: اقبال پبلشرز، جولائی ۱۹۶۸ء، ص ۱۴۷)

تذکرہ بہارستانِ ناز:

حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی کا تذکرہ بہارستان ناز ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں مکمل ہوا اور اِسی سال پہلی بار مطبع دارالعلوم میرٹھ سے شائع ہوا۔ یہ اُردو شاعرات کا پہلا تذکرہ ہے اور اُردو زبان میں ہے۔ آخری اور مکمل صورت میں یہ ۱۷۴ شاعرات کا تذکرہ ہے جس میں ۴۶ فارسی کی ۳ اُردو فارسی دونوں کی اور ۱۲۵ صرف اُردو کی شاعرات میں شامل ہیں۔

(حکیم فصیح الدین رنج، ''بہارستانِ ناز''، مرتبہ: خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء، متعدد صفحات)

تذکرہ چمنستان الشعرا:

شفیق اورنگ آبادی کا تذکرہ ''چمنستان الشعرا'' جن کا پورا نام رائے لچھمی نرائن شفیق ہے۔ اُردو میں صاحب اور فارسی میں شفیق تخلص کرتے تھے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۱۳۹-۱۴۱)

تذکرہ روزِ روشن:

تذکرۂ ''روز روشن'' صبا نے ۱۸۷۸ء میں ۱۷ سال کی عمر میں شروع کر کے ایک سال میں مکمل کیا۔ اِس کتاب میں ۳۴۱ شعرائے متقدم و متاخر کا ذکر ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں مطبع شاہ جہانی بھوپال میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

(مظفر حسین صبا، ''تذکرہ روز روشن''، مرتبہ: عطا کاکوی، پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۶۸ء، متعدد صفحات)

تذکرہ ریختہ گویان:

فتح علی حسینی کا مشہور کارنامہ ''تذکرہ ریختہ گویاں'' ہے جو ۱۱۵۶ھ میں شروع کیا اور ۱۱۶۶ھ میں مکمل ہوا۔ اِس میں ۱۰۸ اُردو ہندی شعرا کا احوال درج کیا گیا ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب کے مقدمے کے ساتھ ۱۹۳۳ء میں یہ تذکرہ انجمن ترقی اُردو کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

(فتح علی حسینی گردیزی، ''تذکرہ ریختہ گویاں''، مرتبہ: مولوی عبدالحق، دکن: انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، ۱۹۳۳ء، متعدد صفحات)

تذکرہ شعرائے اُردو:

تذکرہ شعرائے اُردو کے مصنف میر حسن دہلوی ہیں۔ اُنھوں نے یہ تذکرہ ۱۱۸۴ھ کے قریب شروع کیا اور خاتمہ ۱۱۹۱ھ میں کیا۔ تذکرہ فارسی زبان میں ہے اور اِس میں ۳۰۴ اُردو شعرا کا ذکر آیا ہے۔ اگرچہ شعرا کے تخلص، تلفظ حروف تہجی دیے گئے ہیں لیکن ہر ردیف کے شعرا کے تین طبقے متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے نام سے قائم کیے گئے ہیں۔ یہ تذکرہ پہلی بار ۱۹۲۱ء میں اور دوسری بار ۱۹۴۰ء میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوا۔

(میر حسن دہلوی، ''تذکرہ شعرائے اُردو''، تصحیح و تنقید: محمد حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۴۰ء، متعدد صفحات)

تذکرۂ عشقی:

''تذکرہ عشقی''، شیخ محمد وجیہہ الدین عشقی کی مشہور یادگار ہے جسے کلیم الدین احمد نے ''تذکرہ شورش'' کے ساتھ ملا کر دو جلدوں میں شائع کیا۔ پہلی جلد میں ۱۹۲ اور دوسری جلد میں ۲۲۵ شعرا کا ذکر بلحاظ حروف تہجی ہے۔ اِس تذکرے میں نہ صرف

حالات بلکہ انتخاب میں اختصار کوملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔
(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''،ص ۲۰۹)

تذکرہ نفاس المآثر:

میر علاؤ الدین قزوینی کا ''تذکرہ نفاس المآثر'' ۔ میر علاؤ الدین قزوینی اکبر کے استاد عبداللطیف کا بھائی اور میر غیاث الدین نقیب خان (م ۱۰۲۳ھ/ ۱۶۱۴ء) کا بیٹا تھا۔ میر علاؤ الدین قزوینی اپنا مشہور تذکرہ ''نفاس المآثر'' ۱۵۷۵ء میں لکھا۔ اس تذکرے میں مصنف نے اپنے اشعار بھی دیئے ہیں۔ تصوف وعرفان سے بھی لگاؤ تھا۔ اس تذکرے میں ۳۵۰ شاعروں کا ذکر ہے جن میں سے اکثر اکبر بادشاہ کے زمانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اِس میں نہ صرف شعرا کا بلکہ سلاطین، امرا اور فضلا کا حال بھی درج ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۶۰۳۔۶۰۴)

تذکرۂ ہندی:

مؤلفہ غلام ہمدانی مصحفی (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) مرقومہ ۱۲۰۹ھ/ ۹۴۔۱۷۹۵ء میر مستحسن خلیق کی فرمائش پر آغاز ۱۲۰۱ھ/ ۱۷۸۶ء سے قبل ہو چکا تھا۔ اِس تذکرے میں یوں تو قدما کا ذکر بھی آیا ہے لیکن مصنف نے خصوصی توجہ معاصرین پر دی ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہے شعرا کی سیرت پر خاصی روشنی ڈالی ہے۔ اِس تذکرے میں کل ۱۹۱ شاعروں کا ذکر ہے۔ جن میں آخری پانچ نام شاعرات کے ہیں۔ اِس میں چند مفید باتیں بھی ملتی ہیں۔ مولوی عبدالحق نے ۱۹۳۳ء میں مقدمے کے ساتھ شائع کیا۔
(غلام ہمدانی مصحفی، ''تذکرہ ہندی''، مرتبہ: مولوی عبدالحق، دکن: انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، ۱۹۳۳ء، متعدد صفحات)

تذکرۂ شورش یا رموز الشعرا:

سید غلام حسین شورش نے اپنا مشہور تذکرہ یادگار کے طور پر چھوڑا ہے جسے کلیم الدین احمد نے پٹنہ سے ۱۹۵۹ء میں ''تذکرہ عشقی'' کے ساتھ ملا کر دو جلدوں میں شائع کیا۔ مرتب نے پہلی جلد ردیف الف سے س تک میں ۱۳۹ شعرا کا ذکر کیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں ۱۸۳ شاعروں کا جس میں ہر شاعر کے متعلق بعض ضروری باتیں درج کر دی گئی ہیں۔
(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۱۵۹۔۱۶۴)

ترجمہ طبقاتِ ناصری:

میجر ہنری جارج راورٹی (مشہور مستشرق) نے ''طبقات ناصری'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ۱۸۶۵ء سے راورٹی نے طبقات ناصری کا مطالعہ کیا اور ۱۸۸۱ء میں اُس نے اس کا انگریزی ترجمہ شائع کروایا۔ اِس کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد میں مصنف کا حال، مقدمہ اور شروع کے چھ طبقات کا خلاصہ دیا ہے۔ دوسری جلد میں طبقہ ۲۳ سے ۳۲ تک کا حال ہے۔
(منہاج سراج، ''طبقاتِ ناصری''، جلد دوم، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، ص ۳۹۷۔۴۰۰)

تغلق نامہ:

مثنوی ''تغلق نامہ'' امیر خسرو کی سب سے آخری تصنیف ہے جو انہوں نے اپنی وفات (۷۲۵ھ/ ۱۳۲۴ء) سے کچھ عرصہ قبل سلطان غیاث الدین تغلق کی فرمائش پر لکھی۔ اِس میں قطب الدین مبارک شاہ کی عیش کوشی، خسرو خاں پر بے جا عنایات، خسرو خان کے ہاتھوں بادشاہ کا دردناک قتل، پھر غیاث الدین کی لشکر کشی، خسرو خاں کی شکست اور تغلق شاہ کی دہلی میں فاتحانہ آمد اور تخت نشینی کا ذکر ہے۔ اگرچہ یہ مثنوی مکمل طور پر دستیاب نہیں ہے تاہم اپنے عہد کی نہایت مفید اور دلچسپ منظوم تاریخ ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۲۱۸)

تفسیر حسینی:

فارسی زبان میں مشہور واعظ حسین بن علی کاشفی متوفی ۹۰۰ھ کی تفسیر ہے اِس کا اصلی نام ''المواہب العلیۃ'' ہے جیسا کہ اِس کے بیٹے نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے۔ ابوالفضل محمد بن اویس بدلیسی نے ترکی زبان میں اِس کا ترجمہ کیا ہے۔

(مولوی محبوب عالم، مرتبہ: اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ترتیب وتدوین: سید عاصم محمود،
لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۳ء، ص ۲۰۲)

توریت:

یہ کتاب موجودہ ''بائبل'' (کتاب مقدس) کا ایک حصہ ہے۔ کتاب مقدس کے دو اہم حصے ہیں۔ (۱) عہد قدیم (۲) عہد جدید۔ عہد قدیم بمقابلہ عہد جدید زیادہ ضخیم ہے۔ کل بائبل تمام عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے، لیکن یہودیوں کی بنیادی کتاب عہد قدیم ہے۔ یہود عہد جدید کو نہیں مانتے کیونکہ یہ صحائف ''انجیل'' و دیگر صحائف پر جو عیسائیوں کے نزدیک مقدس ہیں، مشتمل ہے۔ قرآن پاک سے واضح ہوتا ہے کہ ''توریت'' حضرت موسیٰ پر چالیس روز میں کوہ طور پر نازل ہوئی اور اُنہوں نے اِسے الواح پر لکھ لیا۔ ''توریت'' میں بنی نوع بشر کی آفرینش سے لے کر بنی اسرائیل کی تاریخ تک اور بعدازاں حضرت موسیٰ کی وفات تک بحث کی گئی ہے۔ اِس تاریخی خاکے میں بنی اسرائیل کے لئے جو معاشرتی اور مذہبی قوانین وضع کیے گئے تھے، وہ سب مندرج ہیں۔

(مولانا اکبر علی (مترجم)، ''بائبل سے قرآن تک''، جلد اوّل، متعدد صفحات)

توزکِ بابری / تزکِ بابری:

''توزکِ بابری'' (بابر نامہ) کا مصنف مرزا ظہیر الدین بابر (پ ۱۴۸۳ء) ہے۔ اِس میں بابر نے اپنے حالات زندگی ترکی زبان میں لکھے تھے۔ اس کا فارسی ترجمہ اکبر کے عہد میں عبدالرحیم خان خاناں نے کیا۔ بابر نے واقعات بیان کرتے ہوئے کہیں بھی پردہ پوشی سے کام نہیں لیا۔ یہ پاکستان و ہند کی جغرافیائی، حیوانی اور نباتاتی زندگی کے متعلق معلومات، معاشرتی زندگی پر تبصرہ، ملک کے نقائص وفوائد اور بابر کی شراب نوشی کے بارے میں نہایت دلچسپ اور صداقت سے پُر کتاب ہے۔

(ظہیر الدین بابر، ''تزکِ بابری''، مترجم: رشید اختر ندوی، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء، متعدد مقامات)

توزکِ جہانگیری/ تزکِ جہانگیری:

''توزکِ جہانگیری'' کا مصنف، نور الدین جہانگیر (۹۷۷ھ /۱۵۶۹ء۔ ۱۰۳۷ھ /۱۶۲۸ء) ہے۔ ''توزکِ جہانگیری''، جہانگیر کی خودنوشت سوانح عمری ہے جس میں اُس نے اپنے عہدِ حکومت کے سترہویں سال وسط تک کے حالات لکھے ہیں۔ بعد کے حالات اُس کے حکم پر معتمد خاں نے لکھے۔ توزک میں اُس دور کے جشنوں، بعض شہروں کی تاریخ، لوگوں کے رسم ورواج، پھلوں، پھولوں، پرندوں اور جانوروں کی تفصیلات فراہم کیں ہیں۔

(نورالدین جہانگیر، ''تزکِ جہانگیری''، مترجم: مولوی احمد علی رامپوری، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، متعدد مقامات)

جامِ جہاں نما:

''جامِ جہاں نما ''(عمومی تاریخ) از مظفرحسین الملقب بہ مہارت خاں ابن حکیم غلام محمد خاں نے ۱۱۸۰ھ/۶۷۔۱۷۶۶ء میں شاہ عالم کے دور میں مکمل کی۔ کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں آداب گفتگو اور عالم مجلس وغیرہ کا ذکر ہے۔ دوسرے حصے میں تاریخی حالات و واقعات اور بادشاہوں کا ذکر ہے۔ تیسرے حصے میں جغرافیہ عالم، مختلف ممالک کے مشاہیر اور ہندوستان کے شعرا کے بارے میں معلومات ہیں۔ چوتھا ملائکہ، عناصر، حیوانات وغیرہ سے متعلق ہے۔ پانچواں زبان دانی، صرف ونحو اور بلاغت و بدیع سے تعلق ہے۔ ''جامِ جہاں نما'' از قدرت اللہ شوق صدیقی ساکن روہیل کھنڈ (م۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء) عمومی تاریخ عالم جو کل ۳۹، ابواب پر مشتمل ہے۔ مصنف نے ابتدائے آفرینش سے شروع کر کے ۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء تک کے واقعات تحریر کیے ہیں۔ یہ تاریخ ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء میں مکمل ہوئی۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۱۳۷۔۱۴۰)

جامع التواریخ:

رشید الدین فضل اللہ ہمدانی (۶۴۵ھ/ ۱۲۴۷ء۔۷۱۸ھ/ ۱۳۱۸ء) عہد غازان (۶۹۴ھ/ ۱۲۹۴ء۔۷۰۳ھ/ ۱۳۰۳ء) میں وزارت کے منصب پر فائز تھا۔ جامع التواریخ (۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء) میں لکھی۔ اِس میں شاہان قدیم اور انبیائے سلف سے لے کر عہد غازان تک کے حالات درج ہیں۔ تاریخ کا آخری حصہ منگولوں سے متعلق ہے۔ تاریخی اعتبار سے یہ ایلخانی عہد کا عظیم تاریخی کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ جامع التواریخ کا مصنف رشید الدین فضل اللہ ہمدانی ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۳، ص۶۸۵)

جلوۂ خضر:

سید فرزند احمد صفیر بلگرامی (۱۸۳۴ء۔۱۸۹۰ء) کی مشہور تصانیف میں سے سب سے زیادہ شہرت ''جلوۂ خضر'' کو حاصل ہوئی جس کے حصہ اوّل میں نظم اور حصہ دوم میں نثر پر بحث کرتے ہوئے اُردو زبان کی تاریخ وارتقاء اور آزاد کی ''آبِ حیات'' کی غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے۔

(سید صفیر بلگرامی، ''جلوہ خضر، جلد دوم، آگرہ: مطبع نور الانوار، ۱۸۸۵ء، متعدد صفحات)

جوگ وششٹ:

ہندو تصوف پرمبنی ''والمیکا یا والمیکی'' کی اِس سنسکرت کتاب کے متعدد ترجمے ہوئے جن میں سے ایک ترجمہ دارا شکوہ کی زیرِ نگرانی حبیب اللہ نے کیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص۷۸۳۔۷۹۳)

چہار درویش:

شمالی ہند کی مختصر داستانوں میں یہ تصنیف بے حد مقبول رہی ہے۔ اِس کا پلاٹ نہایت مرتب، واقعات نہایت دلکش اور قصے کی تعمیر بہت دل آویز ہے۔ یہ چار آفت زدہ درویشوں کی الگ الگ داستان ہے جو جوانی میں مختلف ملکوں کے شہزادے تھے اور عشق خانہ خراب کے ہاتھوں دربدر خاک بسر پھرتے پھراتے روم میں ایک جگہ جمع ہو گئے تھے۔ روم کے بادشاہ آزاد بخت نے اِن کی رام کہانیاں سُنیں اور پھر اپنا واقعہ بیان کیا۔ مصنف نے اِن پانچوں داستانوں کو ایک لڑی میں پروکر اختصار و تفصیل کا بہت دلچسپ امتزاج کیا ہے۔

میر حسین عطا خاں تحسین نے ''چہار درویش'' کا ترجمہ نوطرز مرصع کے نام سے کیا۔ یہ داستان گذشتہ دوصدیوں سے بہت مقبول رہی ہے۔ اِس کے بے شمار اُردو ترجمے شائع ہوئے۔ یورپ میں میر امن والا اُردو ترجمہ بہت مقبول ہوا۔ اِن تراجم میں مغلیہ عہد کی معاشرت کی تصویریں بہت واضح ملتی ہیں۔

(ڈاکٹر گیان چند، ''اردو کی نثری داستانیں''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۹ء، ص۱۶۴۔۲۰۰)

چھند چھنداں:

میاں خوب محمد چشتی (م۱۶۱۴ء) کا ''چھند چھنداں'' دراصل ایک رسالہ ہے جس کے پہلے حصے میں صرف عروضِ ہندی کا ذکر ہے جب کہ دوسرے حصے میں عروض کی باتیں ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص۲۲۱۔۲۲۵)

حبیبُ السیر:

غیاث الدین بن ہمام الدین شیرازی المعروف خواندمیر کی تصنیف ''حبیب السیر''، تاریخ نگاری میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ ''حبیب السیر'' (۹۲۷ھ) تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں قبل از اسلام تا ظہور اسلام اور خلفائے راشدین کا ذکر ہے۔ دوسری جلد میں فضائل ائمہ اکرام و بنواُمیہ، بنوعباس کا بیان ہے جب کہ تیسری جلد میں منگول حکمرانوں، سلاطین تیمور وصفوی کا تذکرہ ہے۔

(غیاث الدین بن ھمام الدین المعروف خواندمیر، ''حبیب السیر''، جلد اوّل، خیابان: جمہوری اسلام، تلفن ۱۳۶۳ شمسی، متعدد صفحات)

حجت البقاء:

سید برہان الدین جانم (م۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء) نے اپنی معروف تصنیف ''حجت البقاء'' کا نفس مضمون ایک ولی اور اُس

کے معتقد کے درمیان مکالمہ کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند'' چھٹی جلد اُردو ادب اوّل، ص ۲۶۳۔۲۶۴)

خاور نامہ:

کمال خاں رستمی (بیجاپور کے سلطان محمد عادل شاہ کے دربار کا شاعر) کی مثنوی ''خاور نامہ'' چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ایک منظوم داستان ہے جو ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء میں لکھی گئی۔ اِس مثنوی میں حضرت علیؓ اور آپ کے ساتھیوں کی مختلف بادشاہوں، دیووں، جادوگروں اور آدم خوروں سے لڑائیوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ فرضی اور خیالی داستان دکنی زبان کی سب سے طویل رزمیہ مثنوی ہے۔
(ڈاکٹر وحید قریشی، مدیرِ خصوصی: ''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ۱۹۷۱ء، ص ۴۶۷۔۴۶۸)

خزائن الفتوح:

علاؤ الدین محمد شاہ خلجی کی تخت نشینی ۶۹۵ھ/۱۲۹۵ء۔۷۱۱ھ/۱۳۱۱ء تک کے واقعات پر مبنی مختصر مگر قابل اعتماد اور اہم تاریخ ہے۔ امیر خسرو نے اِسے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اِس کتاب میں سلطان علاؤ الدین خلجی کے نظم و نسق، فتوحات، اجتماعی اور عمرانی و سیاسی حالات وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔
(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۸، ص ۹۳۲۔۹۳۳)

خزینۃ الاصفیا:

مفتی غلام سرور فنِ سندو تاریخ یا نظم و تذکرہ نگاری پر دسترس رکھتے تھے۔ اُن کی تصنیف ''خزینۃ الاصفیا'' ایک مبسوط اور جامع تذکرہ اولیا ہے جو ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء میں مکمل ہوا۔ اس میں تمام سلسلہ ہائے تصوف کے برگزیدہ اولیا کے حالات و کوائف اختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اِس طرح ۱۰۶۵ شخصیتوں کے احوال و کوائف محفوظ ہو گئے ہیں۔
(تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، پانچویں جلد، فارسی ادب سوم، ص ۲۳۴۔۲۳۵)

خزینۃ العلوم:

منشی درگاہ پرشاد کا معروف تذکرہ ''خزینۃ العلوم'' پہلی بار ۱۸۷۹ء میں چھپا جس میں (۶۵۶) اُردو گو شعرا کا مختصر حال و مقال مع قواعد و ضوابط ضروریہ، علم عروض و قافیہ بدیع و معنی و بیان وغیرہ درج ہیں۔
(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۴۷۸۔۴۸۲)

خزینۃ الامثال:

سید حسین شاہ حقیقت کی مشہور تصنیف ''خزینۃ الامثال'' جو ۱۲۱۵ء میں لکھی گئی۔ اِس میں عربی، فارسی اور اُردو کی ضرب الامثال جمع کی گئی ہیں۔ اِس کے دوسرے ایڈیشن ۱۸۷۲ء مطبع منشی نول کشور میں چند لطائف، اشعار، لغات اور آداب مجلس سے متعلق ضرب الامثال کا اضافہ کیا گیا ہے۔
(شاہ حسین حقیقت، ''خزینۃ الامثال''، ترتیب و تعارف: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، س۔ن، متعدد صفحات)

خلاصۃ الاشعار:

تقی الدین محمد ذکری نے یہ تذکرہ پہلے چار جلدوں (۹۸۵ھ/۷۷-۱۵۷۷ء) میں لکھا۔ بعد میں ۹۹۴ھ/۱۵۸۵ء میں پانچویں جلد کا اضافہ کر دیا اور پھر ۱۰۱۶ھ/ ۷-۱۶۰۷ء میں چھٹی جلد بڑھا کر اسے مکمل کیا۔ اِسے پہلے شاہ عباس صفوی (۹۹۷ھ/۱۵۸۸ء۔ ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء) کے نام اور بعد میں ہندوستان آ کر ابراہیم عادل شاہ سلطان بیجا پور کے نام معنون کیا۔ مقدمہ میں شاعری کا جواز قرآن و حدیث سے دیا ہے اور ابتدائی شعرا پر بحث اور مختصر تاریخ شعر فارسی میں بھی دی ہے۔ یہ تذکرہ مقدمہ، فصل، رکن، خاتمہ، اصل دیگر اور ذیل پر مشتمل ہے۔ یہ فارسی کا مفصل ترین تذکرہ ہے۔

(تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، چوتھی جلد، فارسی ادب دوم، ص ۶۰۷)

خلاصۃ التواریخ:

سجان رائے بٹالوی کی تصنیف جو شہنشاہ اورنگ عالمگیر کے عہد کا مورخ تھا۔ ۱۱۱۰ھ تک شاہی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا۔ ''خلاصۃ التواریخ'' ۱۱۰۷ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی یہ تاریخ قدیم زمانے سے لے کر اورنگ زیب کی تخت نشینی تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ سجان رائے بٹالوی نے ''خلاصۃ التواریخ'' کے پُرمغز دیباچے میں ہندوؤں کے مذہبی اعتقادات اور رسم و رواج کا ذکر ہے۔

(سجان رائے بٹالوی، ''خلاصۃ التواریخ''، مترجم: ڈاکٹر ناظر حسن زیدی، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۶ء، متعدد صفحات)

خمخانۂ جاوید:

تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ ''خمخانۂ جاوید'' لالہ سری رام کا مشہور تذکرہ ہے۔ دراصل یہ اُردو نظم کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اِس کے ذریعے سینکڑوں گمنام شاعر روشناس ہوئے۔[۱] مصنف نے ہر شاعر کے مشہور اشعار منتخب کیے ہیں۔ پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔[۲]

[۱] (لالہ سری رام، ''تذکرہ ہزار داستاں'' المعروف بہ خمخانۂ جاوید، دہلی: مخزن پریس، بار اوّل، ۱۹۰۸ء، متعدد صفحات)

[۲] (آغا محمد باقر، ''تاریخ نظم و نثر اُردو''، لاہور، شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۹۶۰ء، ص ۲۱۸۔۲۱۹)

خوب ترنگ:

میاں خوب محمد چشتی (م ۱۶۱۴ء) کی تصنیف ''خوب ترنگ'' مثنوی کی طرز پر ہے اور اِس کا موضوع تصوف و عرفان ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل) ص ۲۲۱۔۲۲۵)

خوش معرکہ زیبا:

اِس تذکرے کے مصنف سعادت خاں ناصر ہیں۔ تذکرے کے دیباچہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اِس کی ابتداء ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۴۴ء میں اور تکمیل ۱۲۶۲ھ /۱۸۴۵ء میں کی۔ اُردو میں اِس سے قبل اتنا ضخیم تذکرہ نہیں لکھا گیا۔ اِس میں نہ صرف شعرا کی تعداد زیادہ ہے بلکہ اِن کے حالات و انتخاب کلام میں بھی تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ اِس میں کل ۷۱۳ شعرا کا ذکر ہے۔ اِس تذکرے کی ایک خوبی یہ ہے کہ مصنف نے ہر شاعر کے ساتھ اُس کے شاگردوں کا بھی ذکر اِسی جگہ کر دیا ہے۔ اِس

طرح اِس کی ترتیب حروف تہجی کی بجائے زمانی ہوگئی ہے۔

(سعادت خاں ناصر، ''تذکرہ جوش معرکہ زیبا''، مرتبہ: مشفق خواجہ، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل، ۱۹۷۰ء، ص ۱۷۔۱۱۰)

دبستان المذاہب:

یہ مذہب پر عمومی کتاب ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ محسن فانی کو بھی اِس کا مصنف کہا گیا ہے اور ذوالفقار اردستانی کو بھی۔ کتاب کا سال تصنیف ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۲ء ہے۔ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب کی کئی فصلیں ہیں۔ باب کو مصنف ''تعلیم'' کہتا ہے اور فصل کو ''نظر'' اِن ابواب میں اُس نے علی الترتیب پارسیوں، ہندوؤں، تبتیوں، یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں، صادقیہ، واحدیہ، روشنیہ، الٰہیہ حکما اور صوفیہ کے عقائد بیان کیے ہیں۔ صوفیہ کے باب میں ایک فصل متاخرین اولیا اور توابع صوفیہ کے لئے قائم کی گئی ہے۔[۱]

سرمد (عہد عالمگیری کا برہنہ مجذوب) کی ملاقات ''دبستان المذاہب'' کے مصنف سے پہلی مرتبہ ۱۶۴۷ میں ہوئی۔ ''دبستان المذاہب'' اپنے عہد کی ایک معرکتہ الارا تصنیف ہے۔ اِس کے مصنف نے اپنی کتاب میں ایشیاء کے تمام مشہور مذاہب (پارسی، ہندو، نانک پنتھی و دیگر) کے خیالات و عقائد جمع کیے ہیں۔ آخر میں جن بزرگوں سے ملاقات ہوئی تھی (داراشکوہ، ملا شاہ بدخشی) کا ذکر بھی ملتا ہے۔[۲]

۱؎ (کیخسر وو اسفندیار، ''دبستانِ مذاہب''، ترجمہ و تعلیقات: رشید احمد (جالندھری)،
لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع اوّل، ۲۰۰۲ء، متعدد صفحات)

۲؎ (شیخ محمد اکرام، ''رودِ کوثر''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع چہارم، ۱۹۹۲ء، ص ۴۵)

دریائے لطافت:

اُردو صرف و نحو، منطق و معانی، عروض و قوافی اور زبان و بیان پر یہ پہلی کتاب ہے جو ایک ہندوستانی نے لکھی ہے۔ یہ سید انشا اور مرزا محمد حسن قتیل دونوں کی جودت طبع کا نتیجہ ہے۔ اِس کا پہلا حصہ جو اُردو صرف و نحو سے متعلق ہے، انشا کا لکھا ہوا ہے اور منطق و عروج والا حصہ قتیل کی تصنیف ہے۔ اصل متن فارسی زبان میں ہے۔ یہ کتاب نواب سعادت علی خاں کے ایما پر لکھی گئی اور ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء میں مکمل ہوئی۔ اِس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف و نحو بہ لحاظ زبان پہلی بار فارسی و عربی کی تقلید کیے بغیر پیش کی گئی ہے۔ انجمن ترقی اُردو نے اس کا اُردو ترجمہ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی سے کرا کر ۱۹۳۵ء میں اورنگ آباد دکن سے شائع کیا۔

(انشاء اللہ خاں انشاء ''دریائے لطافت''، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۳۵ء، متعدد صفحات)

دساتیر (تالیف):

تقریباً ۵۹۰ء میں خسرو پرویز کا زمانہ تھا، صولت عرب دولت فارس کو آنکھیں دکھا رہی تھی کہ ساسان پنجم نے وہ نامے اپنی سلیس اور فصیح زبان میں ترجمہ کر کے ترتیب دیئے جو عہد قدیم میں سلاطین مہ آباد وغیرہ پر نازل ہوئے تھے۔ مجموعہ مذکور کا نام دساتیر ہے۔ یہ خورد استا سے بھی پہلے کی زبان معلوم ہوتی ہے۔

(شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد، ''سخندانِ فارس''، پیش لفظ: ڈاکٹر محمد صادق،
لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل جون ۱۹۹۰ء، ص ۱۵۶۔۱۵۷)

دستور الافاضل:

''فرہنگ قواسی'' کے بعد برصغیر میں فارسی کی قدیم ترین فرہنگ ''دستور الافاضل'' ہے۔ یہ تغلق دور کی یادگار ہے جس کے مولف مولانا رفیع دہلوی المعروف بہ حاجب خیرات (م ۷۴۷ھ/۱۳۴۶ء) ہیں کتاب سلطان محمد تغلق (۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء۔۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) کے عہد حکومت میں ۷۴۳ھ / ۱۳۴۲ء میں مکمل ہوئی۔ اصل نسخہ ایشاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ دستور الافاضل عربی اور فارسی دونوں زبانوں کے الفاظ پر مشتمل ہے۔

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۳۸۹۔۳۹۰)

دکن میں اُردو:

نصیر الدین ہاشمی کی مشہور تصنیف ''دکن میں اُردو'' ہے جو ۱۹۲۵ء میں لکھی گئی۔ یہ کتاب دکنی کلچر وادب اور اکابرین کو اُردو دان طبقے میں متعارف کرانے میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

(نصیر الدین ہاشمی، ''دکن میں اُردو''، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات)

دلائل فیروز شاہی:

سنسکرت کی جن کتب کا فارسی میں ترجمہ ہوا اُن میں ایک ''دلائل فیروز شاہی'' بھی شامل ہے۔ اصل میں یہ ترجمہ سنسکرت کتاب جو علم نجوم پر مشتمل تھی، کا کیا گیا اور فتح ٹھٹھہ کے موقع پر عز الدین (شاعر) نے فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء۔۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء) کو پیش کیا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۷۷۷)

دلائل نبض و رسالہ قارورہ:

حکیم یوسفی کی اِس تصنیف کا سال تصنیف ۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء ہے۔ جو دس صفحات پر مشتمل ہے۔ دلائل نبض میں نبض کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز پریس سے ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والا رسالہ قارورہ صرف گیارہ اشعار پر مشتمل ایک نظم ہے جس میں پیشاب کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۷۱۵)

دیول رانی خضر خاں:

''دیول رانی'' امیر خسرو کی تیسری تاریخی مثنوی ہے جو انہوں نے یکم فروری ۱۳۱۵ء/ ۶/ذوالقعدہ ۷۱۵ھ کو مکمل کی۔ خسرو نے اِس کا نام ''دیول رانی خضر خاں'' لکھا ہے۔ اِس میں علاؤ الدین خلجی کے بیٹے خضر خان اور والی گجرات راجہ کرن کی بیٹی دیول دیوی کی داستان محبت بیان کی ہے۔ خسرو نے شہزادہ مذکورہ کے ایماء پر اِسے نظم کیا اور مواد بھی شہزادے نے فراہم کیا۔ اِس میں کل ۴۲۰۰ اشعار تھے۔ ۳۱۹ اشعار کا اضافہ خضر خاں کے قتل کے بعد ہوا۔ کتاب کے آغاز میں حمد و نعت، ہندوستان، دہلی اور مختصر طور پر مسلم سلاطین کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ہندوستان پر حکومت کی۔ البتہ علاؤ الدین کی فتوحات کا ذکر تفصیل سے دیا گیا ہے۔

(اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، جلد ۸، ص ۹۳۲۔۹۳۳)

رازق باری :

''رازق باری'' مصطفیٰ نے ۱۰۸۵ھ میں ایمن آباد میں لکھی۔ اِس میں حسب ذیل ابواب ہیں۔ اسامی ہفتہ، اعضائے انسانی، عزیزی و خویشی، پیشہ وران، چرند پرند، درختاں، اسباب خانگی، اس میں اشعار کی تعداد دوسو ہے۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۹۵۔۹۶)

رامائن:

''رامائن کے ترجمے کے لئے اکبر نے اپنے درباری علما عبدالقادر بدایونی، نقیب خان اور شیخ سلطان تھانیسری کو حکم دیا۔ اِن علما نے یہ ترجمہ ۱۵۹۰ء/۹۹۹ھ میں مکمل کر کے شاہ کو پیش کیا۔ اس ترجمے میں زیادہ حصہ بدایونی کا تھا۔ ہندو مذہبی فلسفے پر مشتمل یہ رزمیہ داستان ایک سو بیس حصوں پر مشتمل تھی۔ عہد جہانگیر میں گرو ہرداس کایستھ نے ۱۶۲۳ء/۱۰۳۳ھ۔ ۱۶۲۶ء/ ۱۰۳۶ھ میں فارسی مثنوی کا جامہ پہنا کر جہانگیر کے نام معنون کیا۔''

(والمیکی، ''رامائن''، مترجم: یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، س۔ن، متعدد صفحات)

رحمت باری:

مولوی رحمت اللہ کی تالیف ہے جو ۱۲۲۳ھ میں تالیف ہوئی۔ مولوی رحمت اللہ کوٹ بھائی ضلع فیروز پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۷۷ھ میں انتقال ہوا۔ اشعار کی تعداد تین سو تینتیس ہے۔ خاتمے پر مولانا محمد عبدالرحمٰن نے مصنف کی بعض حکایات لکھی ہیں جو اِن کو ایک کامیاب عامل اور سنیاسی ظاہر کرتی ہیں۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۹۶۔۹۷)

رزم نامہ:

اکبر نے اپنے وزیر ابوالفضل کی زیر نگرانی دربار کے چار علما یعنی عبدالقادر بدایونی، نقیب خاں، محمد سلطان تھانیسری اور ملا شیری کو ۱۵۸۲ء/۹۹۰ھ میں حکم دیا کہ ہندوؤں کی کتاب ''مہابھارت'' کا جو رزمیہ داستانوں اور اُن کے مذہبی معارف، مواعظ، اعتقادات، اخلاق، آداب اور عبادات پر مشتمل ہے، اِس کا فارسی نثر میں ترجمہ کریں۔ ترجمہ تیار ہونے پر ۱۵۸۶ء/۹۹۵ھ میں ابوالفضل نے اِس کا مقدمہ لکھا اور اکبر نے اِس کا نام ''رزم نامہ'' رکھا۔ مہابھارت کے ترجمے کا زیادہ حصہ نقیب خاں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۱۸۷۔۸۶۶)

رسالہ اخوان الصفاء:

چوتھی صدی ہجری/دسویں صدی عیسوی کے نصف آخر (۳۷۳ھ/۹۸۳ء) میں ایک ایسی مذہبی اور سیاسی جماعت تھی جس کے خیالات رجحانات پر شیعیت، اسماعیلیت، قرمطیت اور معتزلیت کا رنگ غالب تھا۔ اِس کے رکن اپنے آپ کو ''اہل الصفاء والایمان'' کہتے تھے۔ اِن کا مقصد ایک دوسرے کی مدد کرنا تھا۔ اِن کے رسائل کا ایک مجموعہ جو باقی رہ گیا ہے، اِس سے اُن کے عقائد کا پتہ چلتا ہے۔ اِن رسائل کی جمع و تدوین کا زمانہ چوتھی صدی ہجری/دسویں صدی عیسوی کا وسط بتایا

جاتا ہے۔ اِس میں جو لوگ شریک کار تھے، اُن کے نام یہ ہیں:
ابوسلیمان محمد بن مشیر البستی المعروف بہ المقدسی، ابوالحسن علی بن ہارون الزنجانی، محمد بن نہر جوزی العوفی اور زید بن رفاعۃ۔
فلسفیانہ اعتبار سے ''اخوان الصفاء'' کی حیثیت وہی ہے جو یونانی، ایرانی اور ہندی حکمت و دانش کے قدیم مترجمین کی تھی۔ یہ رسائل جو تعداد میں ۵۲ ہیں، اِن کے مشمولات نمایاں طور پر انتقادی نوعیت کے ہیں۔ اِن باون رسائل نے دائرہ المعارف کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ پہلا حصہ چودہ رسائل پر مشتمل ہے جن میں ریاضیات اور منطق کا ذکر ہے۔ دوسرا حصہ جو سترہ رسائل پر مشتمل ہے، اِس میں علوم طبیعت اور علم النفس کا ذکر ہے۔ تیسرے حصے میں مابعد الطبیعات پر بحث کی گئی ہے۔ آخری حصے کے گیارہ رسائل میں تصوف، نجوم اور سحر کا بیان ہے۔
(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد ۲، ص ۱۹۸۔۲۰۰)

رسالہ ''اُردو'' اورنگ آباد:

۱۹۲۱ء میں بابائے اُردو مولوی عبدالحق نے حیدر آباد دکن سے رسالہ ''اُردو'' جاری کیا جس نے اُردو زبان کی ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، دسویں جلد، اُردو ادب (پنجم)، ص ۲۴۱)

روضۃ الصفاء:

''روضۃ الصفاء'' میر محمد بن خاوند شاہ المعروف میر خواند کی مشہور تصنیف ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ چھ جلدیں میر خواند نے لکھیں، ساتویں جلد ''حبیب السیر'' کے مولف خواند میر نے مکمل کی۔ پہلی چھ جلدیں جو انبیائے سلف اور قبل از تاریخ شاہان ایران سے لے کر تیمور اور اُس کے جانشینوں تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ ساتویں جلد میں سلطان حسین بایقرا (۸۷۵ھ/۱۴۷۰ء۔۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) تک کی حالات کا اضافہ کیا۔
(ڈاکٹر ظہور الدین احمد، ''ایرانی ادب''، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان ۱۳۷۵شمسی، ص ۲۰۴)

ریاض الادویہ:

''ریاض الادویہ'' کا سالِ تصنیف ۹۴۶ھ/۱۵۴۰ء ہے۔ حکیم یوسفی نے اپنی اِس تصنیف کو شاہ ہمایوں کے نام معنون کیا۔ کتاب میں مفرد و مرکب ادویہ کا بیان دو بابوں میں بترتیب ابجدی ہے۔ مفردات کے افعال و خواص کے ساتھ ہندی (اُردو) مترادفات کا ذکر بالالتزام کیا ہے۔ ۱۸۷۳ء کو مطبع محمدی لاہور سے شائع ہوئی۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۷۱۵)

ریاض الشعرا:

علی قلی خاں والہ داغستانی نے اپنا مشہور تذکرہ ''ریاض الشعرا'' ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء میں شروع کر کے ایک سال بعد مکمل کیا۔ اِس تذکرے میں دو ہزار پانچ سو شعرائے متقدم، متوسط و متاخر کا ذکر الفبائی ترتیب سے دیا ہے۔ شعرا کے حالات کے ضمن میں اُس زمانے کے بعض اہم تاریخی وقائع بھی بیان کیے گئے ہیں۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۱۸۸)

رُشد نامہ:

شیخ عبدالقدوس گنگوہی (۸۶۰ھ/۱۴۵۵ء-۹۴۵ھ/۱۵۳۸ء) کی تصانیف میں سے ''رُشد نامہ'' کو نمایاں مقام حاصل ہے جس میں تصوف اور وحدت الوجود کے نکات بیان ہوئے ہیں۔

(ڈاکٹر ایس ایم اکرام و ڈاکٹر وحید قریشی، مرتبہ: ''دربارِ ملی''، لاہور: مجلس ترقی ادب کلب روڈ، طبع اوّل، ص ۷۹، ۸۰)

زفان گویا:

''زفان گویا'' کے مولف کا نام بدر ابراہیم ہے۔ سال تصنیف ۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء-۸۳۷ھ/۱۴۳۴ء کے درمیان ہے۔ زفان گویا کے ماخذ میں اسدی کی ''لغت فرس''، ''فرہنگ قواسی''، ''رسالہ نصر'' اور ''فرہنگ فردوس'' شامل ہیں۔ ''ادات الفضلا'' سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۳۹۲)

زیجِ شاہجہانی:

فرید ابراہیم دہلوی (م ۱۰۳۹ھ/۱۶۶۹ء) شاہجہان کا درباری منجم تھا۔ اُس نے شاہجہانی کا زائچہ بالتفصیل مرتب کیا تھا جو ''بادشاہ نامہ'' مولفہ عبدالحمید لاہوری میں مذکور ہے۔ مصنف دیباچہ میں لکھتا ہے کہ بادشاہ کی تاریخ تخت نشینی (۸ر جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ/۱۴ر فروری ۱۶۲۸ء) کے موقع پر وزیر آصف خاں نے اِس بات کا اظہار کیا کہ تاریخ جلالی کی طرح اِس سال نئے دور کا آغاز کیا جائے اور اس کا نام تاریخ الٰہی شاہجہانی رکھا جائے۔ بادشاہ نے تجویز منظور فرمائی اور یہ نئی ترتیب دینے کا کام مصنف کے سپرد ہوا۔ یہ کتاب مقدمہ اور چار مقالوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں زیج کی نوعیت کے ساتھ نئی زیج کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ پہلے مقالے کے نو ابواب میں ذیل کی تقابلی تاریخیں پیش کی گئی ہیں مثلاً الٰہی شاہجہانی جو تخت نشینی کے سال کے پہلے دن سے شروع ہوئی۔ ہجری، یونانی، ایرانی، ملکی یا جلالی، سمت، چینی اور ایغو۔ مقالہ دوم بائیس ابواب پر مشتمل ہے۔ اِن میں اوقات اور ارتفاع وقت کے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ مقالہ سوم میں سیاروں اور ستاروں کی گردش کا حال بیان کیا گیا ہے۔ چوتھے مقالے کی آخری تین فصلیں ہیں۔[1]

عہد محمد شاہی میں بھی ایک زیج بنائی گئی تھی۔ راجہ جے سنگھ نے مرزا خیر اللہ بیگ کے ذریعے سے جو علوم ریاضی میں بے نظیر عالم تھے۔ اُجین، جے پور، شاہجہاں آباد میں بیس بیس لاکھ روپے کے صرف سے اجرامِ فلکی کے مشاہدات کے واسطے رصد گاہیں بنوا کر ان کو ''زیج محمد شاہی'' کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔[2]

[1] (''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب دوم، ص ۶۹۵)

[2] (منشی محمد سعید مارہروی، ''امرائے ہنود''، کانپور: نامی پریس، ۱۹۱۰ء، ص متعدد مقامات)

ژند و پاژند:

لغات فارسی کی فرہنگیں اور ایشیائی تاریخیں اِس سے زیادہ نہیں کہہ سکتیں کہ گشتاسپ کے عہد میں ابراہیم زرتشت نے کسی علمی اور درباری زبان میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام ژند رکھا۔ ژند چقماق کے اُس جز کو کہتے ہیں جو آگ نکالتا ہے۔

کتاب مذکورہ بھی نورالٰہی کا جلوہ دکھاتی ہے۔ اِس لئے برجستہ نام بہت مناسب ہوا۔ ''ژند'' بہت مشکل تھی۔ اِس لئے شرح لکھنی پڑی اور اِس کا نام ''پاژند'' رکھا گیا۔ پاژند چقماق کے دوسرے حصے کو کہتے ہیں۔ جب ژند، پاژند سے ٹکرائے تو جلوہ حق روشن نظر آئے۔ یہ شرح متن سے مشکل ہوگئی، اِس لئے اُس کی بھی شرح لکھنی پڑی اور اُس کا نام ''اوستا'' رکھا۔ افسوس کہ اِن میں سے کوئی کتاب پوری نہیں رہی۔ ''ژند'' کے ۲۵ ابواب میں سے وندیداد اُنیسواں باب پورا ہے، باقی اوراقِ پریشان رہ گئے۔ زبان مذکورہ کے لئے کوئی صرف ونحو یا لغت کی کتاب عہد قدیم کی تصنیف نہیں ملی۔ اہل یورپ نے کتب موجودہ کو پڑھ کر اپنی طبیعت کے بموجب قواعد باندھے اور ڈکشنریاں بنائیں [1]۔

''ژند'' زرتشتیوں کی مقدس کتاب کا نام ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اصل کتاب ژند تھی اور ''اوستا'' اِس کی شرح لیکن اکثر ''اوستا'' کو اصل اور ''ژند'' کو اِس کی تفسیر بتاتے ہیں۔ یہ کتاب زرتشت نے لکھی لیکن ابھی اس کا ایک نا تمام حصہ باقی ہے۔ باقی سکندر کے حملوں کے وقت ضائع ہوگیا تھا۔ اِس کتاب کی زبان قدیم فارسی تھی۔ ژند کے معنی چقماق کے اس جزو کے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب یہ زبان مردہ ہوگئی تو اس وقت کی مروجہ زبان میں اس کی شرح لکھی گئی جس کا نام ''پاژند'' رکھا گیا۔ پاژند چقماق کے دوسرے حصے کو کہتے ہیں اور ژند کے پاژند کے ساتھ ٹکرانے سے گویا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔ جب ''پاژند'' بھی قابل فہم نہ رہی تو اس کی شرح لکھنی پڑھی جسے ''اوستا'' کا نام دیا گیا۔ زرتشتی یا پارسی ایران سے مفقود ہوچکے ہیں۔ اِن کی ایک نوآبادی بمبئی کے ساحل پر ہے۔ اِن لوگوں کے پاس جو اوستا ہے وہ صرف پرانے اوستا کا اکیسواں باب بتایا جاتا ہے۔ گویا ۲۰ (بیس) باب اس کے مفقود ہوچکے ہیں اور ایک باقی ہے جس میں ۱۴۱۰۰۰ الفاظ ہیں۔ موجودہ اوستا ساسانی عہد کی پیداوار ہے جب کہ اردشیر نے زرتشتی مذہب کی ازسرنو تجدید کی تھی اور ''اوستا'' کے پراگندہ اجزاء کو جمع کر کے کتابی شکل دی۔ پارسی لوگ اب بھی اِس کی تقدیس پر ایمان رکھتے ہیں [2]۔

[1] (شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد، ''سخندانِ فارس''، پیش لفظ: ڈاکٹر محمد صادق، ص ۱۵۲۔۱۵۴)

[2] (''اُردو انسائیکلوپیڈیا''، فیروز سنز، ص ۵۵۷)

ساقی نامہ:

شاعر کو جب بیان کا سوز نغمے پر اکستا تا ہے تو وہ ساقی کو طلبِ مے کے لئے پکارتا ہے لیکن یہ مے وہ نہیں جو خود فراموشی کی کیفیت طاری کردے بلکہ یہ احساس بیداری کی طلب ہے جو بھولی بسری باتوں کی یاد دلاتی اور قوتِ استدراک کو روشن کرتی ہے۔ اِس غرض کے لئے جن اشعار میں ساقی کو خطاب کیا جاتا ہے وہ ''ساقی نامہ'' سے موسوم ہے۔ نظامی گنجوی نے ''سکندرنامہ'' کے اصل مضمون کا آغاز ساقی نامہ ہی سے کیا ہے۔ امیر خسرو نے بھی ساقی نامہ کے اشعار لکھے۔ عبدالنبی نے ''میخانہ'' میں اِس سرزمین سے متعلق مشہور شعرا میں سے فیضی، عرفی، ظہوری، ملک قمی، حسین ثنائی اور نوعی خبوشانی وغیرہ کے ساقی نامے نقل کیے ہیں۔ نوعی کا ساقی نامہ ۷۰۰ ابیات پر اور ظہوری کا ساقی نامہ ساڑھے چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اِن میں اُس دور کی مے نوشی، عیش کوشی اور سرمستی کا انعکاس ہوتا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۲۴۵۔۲۴۶)

سب رس:

وجہی (م ۱۶۵۹ء) کی مشہور تصنیف ''سب رس'' ہے۔ یہ ایک تمثیلی قصہ ہے جس میں شہزادہ دل اور شہزادی حسن کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ اُردو ادب میں ادبی نثر کا پہلا نمونہ اور نثری داستان ہے جس میں اُس عہد کے تہذیبی و معاشرتی رسم و رواج کے بارے میں خاصی معلومات دی گئی ہیں۔ ''سب رس'' عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں لکھی گئی۔

(ڈاکٹر جمیل جالبی، ''تاریخ اُردو ادب''، جلد اول، ص ۴۳۲۔۴۳۳، ۴۹۴۔۴۹۶)

ستہ ضروریہ:

حکیم یوسفی کے رسالہ ''ستہ ضروریہ'' کا سن تصنیف ۹۴۴ھ / ۱۵۳۸ء ہے اور یہ پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔ اِس میں اسباب ستہ ضروریہ کا بیان ہے۔ ابتداء میں شاہ ہمایوں (م ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء) کی مدح میں چند اشعار کی ایک مثنوی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۱۵۷)

سخن دانِ فارس:

مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ''سخن دانِ فارس'' کا موضوع ایرانی ادب اور تہذیب و تمدن ہے۔ اِس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں دو لیکچر ہیں جن میں بہت سی مثالیں دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سنسکرت اور فارسی قدیم ایک ہی قدیم زبان کی بدلی ہوئی شکلیں ہیں۔ یہ حصہ ماہرین لسانیات کے لئے دلچسپی کا سبب بن سکتا ہے۔ دوسرا حصہ ایران کے سیاسی، ادبی، ثقافتی حالات، آثار قدیمہ، شہری، دیہی اور قبائلی زندگی اور طرز معاشرت اور فارسی نظم و نثر کے تنقیدی جائزے پر مشتمل ہے۔

(شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد، ''سخندانِ فارس''، پیش لفظ: ڈاکٹر محمد صادق، متعدد صفحات)

سخن شعرا:

''سخن شعرا'' کے مصنف عبدالغفور نساخ ہیں۔ ''سخن شعرا'' اُردو میں ہے اور اِس میں قدما سے لے کر معاصرین تک دو ہزار چار سو پچاسی شاعروں کا ذکر آیا ہے۔ اِن میں انتالیس شاعرات بھی شامل ہیں۔ اِس تذکرے میں نساخ نے سوانح کے مقابلے میں انتخاب اشعار کو زیادہ اہمیت دی۔ پورے دس سال بعد ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء مطبع نول کشور لکھنو سے شائع ہوا۔ اِس میں اوسط تقطیع کے ۵۸۲ صفحات ہیں۔

(عبدالغفور نساخ ''سخن الشعراء''، لکھنؤ: مطبع نولکشور، ۱۸۷۷ء، متعدد صفحات)

سراج اللغات:

''سراج اللغات'' کے دیباچے میں خاں آرزو نے لکھا ہے کہ ''فرہنگ رشیدی'' سے بہتر کوئی لغت نہیں اور ''برہان قاطع'' کی خوبی اس کی جامعیت ہے مگر اِن دونوں میں اغلاط بھی ہیں۔ اس لئے اِن کی اصلاح کی ضرورت تھی اور یہی ''سراج اللغات'' کی غرض و غایت ہے۔ اِس کا سال تصنیف ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء ہے۔ اِس کے ماخذ میں رسالہ مجد الدین قوسی اور

جملہ سابقہ لغات اور بعض شروح شامل ہیں۔ یہ تصنیف تین وجوہات کی بنا پر ممتاز ہے؛ جامعیت، تنقید، تحقیق۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۳۷۸)

سرورِ آزاد:

''سرورِ آزاد'' میر غلام علی آزاد بلگرامی کی تالیف ہے جو ۱۱۶۶/۱۷۵۲ میں لکھا گیا۔ یہ اصل میں آزاد کی کتاب ''ماثر الکرام'' کا دفتر ثانی ہے۔ اِس میں ۱۴۳ شعرا کا ذکر تاریخی اعتبار سے دیا گیا ہے۔ اِن میں سے ۳۰ شاعر بلگرام یعنی مولف کے وطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اِس لحاظ سے یہ کتاب معاصر شعرا کے لحاظ سے خاص طور پر اہم ہے۔ مولوی عبدالحق مرحوم نے اِسے ۱۹۱۳ء میں لاہور سے طبع کرا کے کتاب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سے شائع کیا۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۱۹۳۔۱۹۴)

سفینۂ ہندی:

''سفینۂ ہندی'' بھگوان داس ہندی نے ۱۲۱۹ھ / ۱۸۰۴ء میں لکھا۔ اِس میں شاہ عالم کی تخت نشینی (۱۷۵۹ء) سے تالیف کتاب کے وقت تک کے شعرا کا ذکر ہے۔ اِس میں چند معاصر ہندو شعرا کا بھی ذکر ہے۔ اکثر کے حالات مختصر ہیں۔ مولف نے شیخ حزیں سے غیر معمولی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اکثر شعراے مولف نے ملاقات کی لہٰذا ان کے متعلق اِس کے بیانات قابل اعتماد ہیں۔ یہ تذکرہ پٹنہ سے سید شاہ محمد عطاالرحمٰن کاکوی کی تصحیح سے ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۲۰۷۔۲۰۸)

سفینۂ خوشگو:

بندرابن داس خوشگو نے ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء میں شروع کر کے ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ کتاب کے تین دفتر ہیں۔ دفتر اوّل میں ۳۶۲، شعرای متقدم، دفتر دوم میں ۸۱۱ شعرای متوسط و متاخر اور دفتر سوم میں ۲۴۵ شعرائے معاصر کا ذکر ہے۔ مجموعی طور پر اس تذکرہ کا شمار فارسی کے بہترین اور اہم ترین تذکروں میں ہوتا ہے۔ اِس تذکرے کا دفتر سوم پٹنہ سے ۱۹۵۸ء میں پروفیسر سید شاہ عطا اللہ کی ترتیب و تصحیح کے ساتھ شائع ہوا ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۱۸۴)

سیر الاولیا:

یہ کتاب ۷۷۰ھ / ۱۳۶۸ء میں تالیف ہوئی۔ اس کے مولف سید محمد مبارک الکرمانی المعروف بہ امیر خواند ہیں۔ سرزمین پاک و ہند میں ملفوظات کے علاوہ یہ کتاب اولیائے چشت کے سوانحی حالات اور افکار و عقائد کے لئے معلومات کا مخزن ہے۔ اِس کتاب میں خواجہ حسن بصری سے لے کر برصغیر میں حضرت خواجہ معین الدین اور خواجہ بختیار کاکی تک کے صوفیا صوفیا کا مختصر تذکرہ ہے۔ اِس کے علاوہ حضرت بابا فرید گنج شکر اور اُن کی آل اولاد، حضرت نظام المشائخ اور اُن کے خلفاء کے حالات درج ہیں۔ اِس تذکرے میں نماز، طہارت، صبر و توکل، عشق، وجد و رقص جیسے موضوعات پر بھی بحث کی گئی ہے۔ یہ تذکرہ مستند ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اِس کے مولف بعض واقعات کے خود چشم دید گواہ تھے۔
(سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خواند، ''سیر الاولیا''، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، متعدد صفحات)

سیر المتاخرین:

سید غلام حسین بن علی خاں طباطبائی کی تصنیف ''سیر المتاخرین'' مصنفہ ۱۷۸۳ء تین جلدوں میں ایک ضخیم تاریخ ہے۔ پہلی جلد میں ہندوستان کی قدیم تاریخ بیان کی گئی ہے۔ تاریخ کا دوسرا حصہ (جلد ثانی وثالث) زیادہ اہم ہے۔ اس میں زیادہ تر آخری مغل بادشاہوں اور بنگال میں انگریزی حکومت (۱۷۰۰ء تا ۱۷۷۶ء) کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ تیسری جلد میں بنگالہ کے وہ واقعات جو ۱۱۵۱ھ سے ۱۱۹۵ھ تک ظہور پذیر ہوئے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۱۵۶)

شاہد صادق:

دراصل ''وفیات'' کی فہرست ہے۔ مولف نے مختلف تقویموں کا بیان کرنے کے بعد سن وار ترتیب سے اکابر و مشاہیر کی وفات اور خاص خاص بڑے واقعات کے نام لکھے ہیں۔ ''شاہد صادق'' کا مصنف محمد صادق ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۸۴)

شرف نامہ احمد منیری:

یا ''فرہنگ شرف نامہ ابراہیمی''، یا ''فرہنگ ابراہیمی''، ''شرف نامہ احمد منیری''۔

''شرف نامہ احمد منیری'' کا مصنف شیخ ابراہیم قوام فاروقی ہے جس نے اپنے پیرومرشد سید شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری (۷۸۱ھ/۱۳۶۸ء) کے نام پر اس کا نام ''شرف نامہ منیری'' رکھا۔ یہ لغت ابوالمظفر رُکن الدین باربک شاہ بن ناصر الدین محمود شاہ اوّل فرمانروائے بنگال (۸۶۴ھ/۱۴۶۰ء۔۸۷۹ھ/۱۴۷۴ء) کے عہد حکومت میں (۸۷۷ھ/۱۴۷۲ء) میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اِس میں الفاظ کے معنی کی توضیح فردوسی سے لے کر حافظ تک فارسی کے ممتاز شعرا کے کلام سے کی گئی ہے۔

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۳۹۲۔۳۹۴)

شعر العجم:

مولانا شبلی نعمانی کی مشہور تصنیف ''شعر العجم'' پانچ جلدوں میں ہے۔ آغاز تصنیف کا سال ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء ہے۔ تاریخ اختتام ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء ہے۔ پہلی جلد میں عباس مروزی سے نظامی تک شعرا کے کلام پر تنقید ہے۔ دوسری جلد میں فرید الدین عطار سے ابن یمین تک، تیسری میں فغانی شیرازی سے ابوطالب کلیم تک، چوتھی جلد تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں شاعری اور علم بیان پر بحث ہے، دوسرے باب میں فارسی شاعری کی تاریخ اور تمدن پر اِس کا اثر بیان کیا ہے۔ تیسرے باب میں فارسی شاعری پر تبصرہ، اصناف اور شاہ نامہ فردوسی پر بحث شامل ہے۔ پانچویں جلد میں قصیدہ گوئی، عشقیہ، صوفیانہ، اخلاقی اور فلسفیانہ شاعری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ شبلی نے خود کہا ہے کہ پہلی تینوں جلدیں آخری دو جلدوں کا دیباچہ ہیں اور تمہید کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شعرا کا تعارف کراتے ہوئے حالات زندگی اور ساتھ ساتھ اشعار کا حوالہ بھی دیا گیا۔

(مولانا شبلی نعمانی، ''شعر العجم، حصہ اوّل تا سوم وپنجم، لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۳۲۴۔۱۳۲۵ھ، متعدد صفحات)

صبحِ صادق:

''صبحِ صادق'' جو شاہجہان کے عہد تک آتی ہے اور شاہ شجاع بن شاہجہان کے نام معنون کی ہے، چار جلدیں ہیں جسے مختلف موضوعات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہئے۔ ''صبحِ صادق'' محمد صادق کی تحریر ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص۸۸۴)

صراح،صحاح:

اسماعیل بن حماد جوہری کی مشہور لغت ''صحاح'' ہے جو عربی میں لکھی گئی، بعدازاں اِس کا فارسی میں ترجمہ ''الصراح من الصحاح'' کے نام سے ہوا۔

(دکتر محمد معین، ''فرہنگِ فارسی''، جلد پنجم، تہران: موسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۵ش، ص۹۸۲)

صرفِ اُردو منظوم:

مولوی امانت اللہ فورٹ ولیم کالج میں عربی اور فارسی کتب کا ترجمہ کرنے پر معمور تھے۔ ''صرفِ اُردو'' مولوی امانت اللہ کی منظوم تصنیف ہے جس میں صرف ونحو کے ابتدائی مسائل کو نظم کردیا گیا ہے۔ اِس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۱۰ء میں کلکتہ سے چھپا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، آٹھویں جلد، اُردو ادب (سوم) ص۸۴-۸۵)

صمد باری:

''صمد باری'' یا ''نصاب سہ زبان'' از عبدالواسع ہانسوی، مصنف ''غرائب اللغات'' اس دور کے اہم لغت نگار اور شرح نگار تھے۔ اِس کتاب کی ترتیب میں یہ ندرت ہے کہ اِس میں الفاظ جدا جدا عنوانوں کے تحت آتے ہیں۔ مثلاً اعضائے جسم انسانی، غلہ، سبزیاں، میوے، اور ادویہ وغیرہ۔ آخر میں مصادر مشہورہ درج ہیں۔ اِسے ''صمد باری'' اِس لئے کہا جاتا ہے کہ اِس کا آغاز صمد پاک سے ہوتا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص۳۹۷)

صنعتِ باری:

گنیش داس بدہرہ قانون گوئے گجرات نے ۱۲۲۰ھ میں لکھی۔ لفظ صنعت کی تکرار سے اعداد ۱۲۲۰ پیدا ہوتے ہیں۔ کل پینتس صفحات پر مشتمل ہے۔ فی صفحہ ۱۲ سطریں ہیں۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص۸۸-۸۹)

طبقاتِ اکبری:

خواجہ نظام الدین احمد کی مشہور تصنیف ''طبقات اکبر شاہی'' جو زیادہ تر ''طبقات اکبری'' کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۰۰۱ھ/ ۱۵۹۳ء میں لکھی گئی۔ یہ کتاب سبکتگین کے دور (۹۷۷ء تا ۱۵۹۲ء/ ۳۶۷ھ تا ۱۰۰۱ھ) تک کے حالات وواقعات پر مشتمل ہندوستان کی نہایت اہم اور مستند تاریخ ہے جس میں دورِ اکبری کے حکماء، علماء، فضلا اور شعرا کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص۴۹۴)

طبقاتُ الارض:

مولانا الطاف حسین حالی ۱۲۸۹ھ/۷۲-۱۸۷۲ء میں جب لاہور آئے تو ''طبقاتُ الارض'' کا ترجمہ اُردو میں کیا۔ اصل میں یہ کتاب فرنچ میں تھی۔ اِس کا ترجمہ کسی مصری فاضل نے عربی میں کیا۔ مولانا حالی نے اِس کا عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔

(ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ''حالی کا ذہنی ارتقا''، کراچی: شہزاد، ۲۰۰۳ء، ص۲۴-۲۵)

طبقاتُ الشعرا:

قدرت اللہ شوق صدیقی سنبھلی نے ۱۱۸۸ھ/ ۷۴-۱۷۷۴ء میں تالیف کیا۔ اِس میں ۲۷۳ شعرائے اُردو گو کا ذکر چار طبقوں کے تحت دیا گیا ہے۔ اِس طرح ریختہ کے موجدین، دکنی شعرا، ایہام گو شعرا، شعرائے متاخرین اور نومشق شعرا کا ذکر آ گیا ہے۔ مولف نے شعرا کے کلام پر تبصرے میں نہایت انصاف سے کام لیا ہے اور بعض ایسی معلومات فراہم کی ہیں جو دوسرے تذکروں میں نظر نہیں آتیں۔ طبقات الشعرا سب سے کامل اور ضخیم تذکرہ ہے۔

(قدرت اللہ شوق، ''تذکرہ طبقات الشعراء''، مرتبہ: نثار احمد فاروقی لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء، متعدد صفحات)

طبقاتِ شاہجہانی:

یہ کتاب محمد صادق نے تقریباً ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء میں جیسا کہ طبقہ دوم میں اِس سال کو سال جاری لکھا گیا ہے، تصنیف کی۔ اِس میں تیمور، میرانشاہ، شاہ رخ، میرزا سلطان محمد والغ بیگ، ابوسعید، عمر شیخ کے زمانے کے شعرا کے علاوہ بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کے زمانے کے شعرا کا ۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء تک ذکر کیا گیا ہے۔ باب اوّل میں سادات و عرفا، باب دوم میں علما و حکما، فضلا اور باب سوم میں شعرا کا ذکر کیا گیا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص۶۱۴)

طبقاتِ شعرائے ہند:

نام کریم الدین اور والد کا نام شیخ سراج الدین تھا۔ کریم الدین نے اپنا سال پیدائش ۱۲۳۷ھ/۱۸۲۱ء بتایا ہے۔ دلی کالج میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور درس و تدریس کو ذریعہ معاش بنا کر ساری عمر تصنیف و تالیف میں گزار دی اور ۱۸۷۹ء میں وفات پائی۔ اِن کی تصانیف کی تعداد ۳۵ اور سنتالیس بتائی جاتی ہے جن میں سے اہم ترین تصنیف ''طبقات شعرائے ہند'' سمجھی جاتی ہے۔ اس میں ہندوستان کے اکثر شعرائے کے حالاتِ زندگی اور نمونہ کلام پیش کیا گیا ہے۔

(مولوی کریم الدین، ''طبقات الشعرائے ہند''، دہلی: مطبع العلوم، ۱۹۴۸ء، متعدد صفحات)

طبقاتِ ناصری:

قاضی منہاج سراج نے اپنی معروف تصنیف ''طبقات ناصری'' کو ۶۵۸ھ/ ۱۲۶۰ء میں مکمل کیا اور سلطان ناصر الدین کی خدمت میں پیش کر کے اِس نام سے منسوب کیا۔ اس کتاب میں ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر ۶۵۸ھ/۱۲۶۰ء تک کے واقعات ہیں۔ ۲۳ طبقوں پر مشتمل یہ کتاب دیگر تواریخ کے مقابلے میں ایک قیمتی اور مستند ماخذ سمجھی جاتی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد فارسی ادب اوّل، ص۲۶۲-۲۶۳)

طوطی نامہ:

اکبر کے حکم سے ابوالفضل نے طوطی نامہ کا ترجمہ آسان فارسی میں لکھا۔ طوطی نامے کا اصل ماخذ سنسکرت کی کتاب ''شک شبتی'' ہے یعنی طوطے کی کہانیاں۔ البتہ ''شک شبتی'' کی بعض کہانیاں ''پنچ تنتر'' اور بعض ''بیتال پچیسی'' سے ماخوذ ہیں۔ یہ کتاب فارسی میں پہلے بھی ترجمہ ہوئیں تھیں۔ اِس کے بعد ضیاء الدین نخشبی نے بھی طوطی نامہ لکھا۔ نخشبی نے طوطی نامہ براہ راست سنسکرت سے ترجمہ نہیں کیا بلکہ متقدم نسخے ہی کو نثر عبارت میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ نخشبی کا ''طوطی نامہ'' ۷۳۰ھ / ۱۳۳۰ء میں لکھا گیا۔ اِس میں ۵۲ کہانیاں ہیں۔ مقصود یہی تھا کہ قوم کی اخلاقی قدروں پر روشنی ڈالی جائے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۶۱۔۸۶۲)

عرفات العاشقین:

تقی الدین محمد الاحسینی الاوحدی متخلص بہ تقی اوحدی کی تالیف ہے۔ عرفات العاشقین کا آغاز آگرے میں ۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء میں کیا اور یہیں اِس کی تکمیل ہوئی۔ اِس تذکرے میں ۳۱۹۵ متقدم اور متاخر شعرا کا ذکر ہجائی ترتیب سے کیا ہے۔ جس میں صوفیانہ اور عاشقانہ اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۶۰۹)

عقدِ ثریا:

یہ تذکرہ شیخ غلام ہمدانی مصحفی امروہوی (م ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) نے ۱۷۸۴ء / ۱۱۹۹ھ میں لکھا۔ اِس مختصر سے تذکرے میں ۱۳۷ معاصر شعرا کا ذکر ہے جو محمد شاہ کے زمانے سے شاہ عالم تک ہندوستان میں رہے۔ یہ تذکرہ اِس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ اِس میں اُس زمانے کے بعض ایسے شعرا کے نام اور چند شعر محفوظ ہیں جو دوسرے تذکروں میں نہیں ملتے۔ یہ تذکرہ ۱۹۳۴ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوا۔

(غلام ہمدانی مصحفی، ''عقدِ ثریا'' (تذکرہ فارسی گویاں)، مرتبہ: ڈاکٹر مولوی عبدالحق،
کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۳۴ء، متعدد صفحات)

عملِ صالح:

عمل صالح دور شاہ جہانی کے احوال و واقعات پر مشتمل تین جلدوں میں ہے۔ یہ ایک اہم اور مستند کتاب ہے۔ عمل صالح کا مصنف محمد صالح کمبوہ (م ۱۰۸۵ھ / ۱۶۷۴ء) ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۵۲۰)

عیارُ الشعرا:

تذکرہ ''عیار الشعرا'' خوب چند ذکا کا تذکرہ ہے لیکن ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ اس کا ایک مخطوطہ علی گڑھ اور دوسرا انڈیا آفس لندن میں ہے۔ علی گڑھ والا نسخہ بوسیدہ ہے۔ انڈیا آفس کے نسخے کی مائیکروفلم مجلس ترقی اُردو بورڈ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اِس کے ۹۳۲ صفحات ہیں جن میں ۸۵۱ شعرا کا ذکر ہے۔ اِس میں شعرا کے سوانح حیات انتہائی مختصر طور پر

دیے ہیں۔ سال تصنیف ۱۲۱۳ـ۱۲۱۲ھ/۹۸ـ۱۷۹۷ء ہے۔
(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری'' ص ۲۰۳ـ۲۰۰)

فارسی نامہ:

''فارسی نامہ'' عبدالرحمٰن ابن محمد قاسم قصوری کی تالیف ہے۔ مصنف کا بیان ہے کہ یہ کتاب اپنے فرزند میاں محمد کے لئے لکھی ہے۔ اس کی پہلی اشاعت میں دس اور دوسری اشاعت میں تیرہ باب ہیں۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۹۱)

فارسی نامہ:

''فارسی نامہ'' شیخ محمد کی تصنیف ہے۔ شیخ محمد ایک دیوان اور انشا کے مالک بھی معلوم ہوتے ہیں۔ انشا میں وہ اپنے آپ کو شیخ محمد شیخ عصمت اللہ ابن شیخ عمر درراز انصاری بیان کرتے ہیں۔ اُن کا زمانہ تصنیف اوّل قرن سیزدہم ہے۔ دیوان میں کبھی شیخ محمد اور کبھی شیخ احمد تخلص کرتے ہیں۔ فارسی نامہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۹۸)

فرہنگِ آصفیہ:

ایک ضخیم کتاب اور مشہور فرہنگ ''فرہنگِ آصفیہ'' جس کے مصنف مولوی سید احمد دہلوی ہیں۔ ''ڈیڑھ لاکھ'' اندراجات والی اس ضخیم لغت کی جلد اوّل و دوم ۱۸۸۸ء میں جلد سوم ۱۸۹۸ء اور جلد چہارم ۱۹۰۱ء میں مکمل ہوئی۔ اِس لغت کی تشکیل میں جدید نظریات مثلاً (اصل ماخذ کی نشاندہی اور الفاظ کی تاریخی سرگذشت) کارفرما نظر آتے ہیں۔
(ڈاکٹر مسعود ہاشمی، ''اُردو لغت نویسی کا جائزہ''، نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، پہلا ایڈیشن ۲۰۰۰ء ص ۶۹ـ۸۲)

فرہنگِ آنند راج:

محمد بادشاہ نام اور تخلص شاد کی تالیف کردہ ''فرہنگ آنند راج'' اِس دور کی اہم ترین کتاب لغت ہے۔ یہ کتاب سر مہاراجہ مرزا آنند گجپتی راج والیٔ وجیانگر (ہند) کے لئے لکھی گئی تھی جو ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں ختم ہوئی۔ اِس میں لغات فارسی کی تشریح شواہد اشعار سے کی گئی ہے۔

(دکتر محمد معین، ''فرہنگ فارسی''، جلد ششم، ص ۱۳۵۵)

فرہنگِ جہانگیری:

''فرہنگ جہانگیری'' کے مصنف کا نام عضد الدولہ میر جمال الدین حسین انجو شیرازی ہے جو اکبر کے مقتدر امرا میں سے تھا اور ایک ہزاری منصب پر فائز تھا۔ فرہنگ جہانگیری بیس سال کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے اور اِس میں کچھ ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جو اِس سے پہلے کی کسی فرہنگ میں نہیں ملتے۔ انجو کا یہ کام اکبر کی زندگی میں مکمل نہ ہو سکا آخر جہانگیر کے عہد میں ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء میں مکمل ہو سکا اور جہانگیر ہی کے نام پر ''فرہنگ جہانگیری'' کتاب کا نام قرار پایا۔ اِس کتاب میں خالص فارسی الفاظ کی تالیف کا اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں عربی ترکی الفاظ بھی شامل ہیں۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم) ص ۸۴۸ـ۸۵۶)

فرہنگِ رشیدی:

عبدالرشید ٹھٹھوی (عہد شاہ جہانی کا شاعر و مشہور لغت نگار) کی مشہور تصنیف ''فرہنگِ رشیدی'' ہے۔ اِس کی تاریخ تالیف ۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۳ء ہے۔ یہ لغت فارسی کی محققانہ فرہنگوں میں سب سے اہم، مفصل اور معتبر ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص۸۵۲۔۸۵۳)

فرہنگِ قوسی:

(فرہنگ فارسی نویسی در ہندو پاکستان تالیف شہر یار نقوی از انتشارات ادارہ کل نگارش وزارت فرہنگ، سال اشاعت ۱۳۴۱ش کے صفحہ نمبر ۲۶۴ پر ''فرہنگِ قوسی'' کے ضمن میں فقط یہی لکھا ہے۔ ''فرہنگ قوسی، مجدالدین علی قوسی شعر شعری''۔ سال تصنیف یا سنِ اشاعت مذکورنہیں۔)

فسانۂ عجائب:

مرزا رجب علی بیگ سرور (۱۷۸۵ء۔ ۱۸۶۹ء) کی سب سے مشہور تصنیف ''فسانۂ عجائب'' (۱۲۴۰/ ۱۸۲۴) ہے۔ اِس قصے کا انحصار مافوق الفطرت اجزاء پر رکھا گیا ہے۔ اِس کتاب میں لکھنؤ کی تہذیبی اور معاشرتی جزئیات کی مصوری رنگین اور مرصع نثر میں کی گئی ہے۔

(رفیع الدین ہاشمی، ''سرور اور فسانۂ عجائب''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، متعدد صفحات)

فوائد الفواد:

ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیا مرتبہ امیر حسن سجزی (م۷۳۴ھ/ ۱۳۳۳ء)، بعض جگہ اُن کا نام خواجہ نجم الدین حسن سجزی درج ہے۔ ملفوظاتی ادب میں جو مقام ''فوائد الفواد'' کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ بڑے بڑے تاریخ نویسوں (برنی، فرشتہ، خسرو، عبدالرحمٰن چشتی) نے اِس کی تعریف کی ہے۔ امیر حسن سجزی ۷۰۷ھ/ ۱۳۰۷ء سے ۷۱۸ھ/ ۱۳۱۸ء تک گیارہ برس مسلسل مرشد کی صحبت میں رہے جو سنا اور دیکھا قلمبند کرتے گئے۔ یہی مجموعہ ''فوائد الفواد'' کہلاتا ہے۔ اِس کتاب میں شیخ کی تعلیمات ہی درج نہیں بلکہ بہت سے تاریخی اور سماجی مسائل سے متعلق معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ اِن میں ۳۳ مجالس کی روئداد بیان کی گئی ہے۔ جلد اوّل ۷۰۷ھ، جلد دوم ۲۵/ مارچ ۱۳۱۰ء سے ۲۲/ فروری ۱۳۱۲ء، جلد سوم ۷/ مارچ ۱۳۱۳ء سے اپریل ۱۳۱۴ء، جلد چہارم ۱۰/ مئی ۱۳۱۴ء سے ۹/ ستمبر ۱۳۱۹ء، جلد پنجم اکتوبر ۱۳۱۹ء سے ۲/ ستمبر ۱۳۲۲ء تک ہے۔ اِس سے چونکہ دردمندوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اِس لئے اس کا نام ''فوائد الفواد'' رکھا گیا۔

(خواجہ حسن سجزی، ''فوائد الفواد''، مترجم: پروفیسر محمد سرور، لاہور: علما اکیڈمی، ۱۹۸۰ء، متعدد صفحات)

قادرِ باری:

''قادرِ باری'' مظفر کی تالیف ہے۔ سن تالیف ۱۲۲۳ھ ہے۔ دیباچے میں کہا گیا ہے کہ میرا اصل وطن ''پانڈوکی'' ہے۔ منجر میں پیدا ہوا اور اب میں اندر کوٹ (نواں کوٹ) میں مقیم ہوں جو فیض پور (شرقپور روڈ) سے ایک کوس پر جانب جنوب واقع ہے۔ اشعار کی تعداد دوسو پینتیس ہے۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص۹۳۔۹۴)

قران السعدین:

''قران السعدین'' امیر خسرو کی پہلی مثنوی ہے جو اُنہوں نے ۶۸۸ھ/۱۶۸۹ء میں چھ مہینوں کی محنت کے بعد مکمل کی۔ کچھ اشعار کا بعد میں اضافہ کیا گیا۔ اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ ہے۔ یہ ایک تاریخی مثنوی ہے جس میں معزالدین کیقباد اور بغرا خاں کی ملاقات کا ذکر ہے۔ اِس میں کافی تعداد میں توضیحی اور توصیفی نظمیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ اگر چہ پوری مثنوی سراسر مرقع عیش ہے، تاہم اِس سے اُس زمانے کے بہت سے تمدنی و عمرانی حالات معلوم ہوتے ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۲۱۷)

قصہ امیر حمزہ:

فورٹ ولیم کالج میں خلیل علی خاں اشک کی تقرری ۹/اگست ۱۸۰۱ء کو عمل میں آئی لیکن اِس سے پہلے گلکرسٹ کی فرمائش پر ''داستان امیر حمزہ'' ۱۸۰۱ء میں تصنیف کی۔ داستان میں بہت سے رسم و رواج خالص ایرانی ہیں جو قصے کے فارسی الاصل ہونے کا مظہر ہیں لیکن اشک نے بہت سی باتیں ہندوستانی معاشرت کی بھی اِس میں بڑھادی ہیں۔

(ڈاکٹر سہیل بخاری، ''اردو داستان'' (تحقیقی وتنقیدی جائزہ)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء، ص ۱۰۲۔۱۰۹)

قصہ حاتم طائی:

یہ داستان بظاہر ایک قصہ ہے لیکن ساری داستان اخلاق آموزی، احترام آدمیت، قربانی و ایثار اور شرافت و نیکوکاری کی تعلیم سے لبریز ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے حیدر بخش حیدری نے (۱۷۶۷ء۔۱۸۲۳ء) جو دہلی کے رہنے والے تھے، اِس کا فارسی سے اُردو میں فصیح ترجمہ کیا جو کالج نے ۱۸۰۵ء میں شائع کیا۔ حیدری فورٹ ولیم کالج میں ۱۸۰۱ء میں بطور منشی بھرتی ہوئے تھے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب سوم، ص ۴۰۲۔۴۱۸)

قصیدہ درلغات ہندی:

حکیم یوسفی کی ایک دلچسپ تصنیف ''قصیدہ درلغات ہندی'' ہے جس میں انہوں نے مختلف اشیاء ادویہ کے فارسی و ہندی نام دیئے ہیں۔ اِس قصیدے میں چوالیس اشعار بھی شامل ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۷۱۴۔۷۱۵)

قطب مشتری:

ملاوجہی (م ۱۶۵۹ء) کی مشہور مثنوی ہے جو (۱۰۱۸ھ/۱۶۰۹ء) میں لکھی گئی۔ یہ مثنوی بارہ دن میں مکمل ہوئی جس میں مشتری اور محمد قلی قطب شاہ کی داستان عشق بیان کی گئی ہے۔

(ڈاکٹر سیدہ جعفر، ''کلیات محمد قلی قطب شاہ''، ص ۲۴۔۶۰)

کربل کتھا:

اُردو میں عورتوں کے لئے سب سے پہلی کتاب کربل کتھا ہے جو ۱۷۳۳ء میں طبع ہوئی۔ اِس کے مصنف فضل علی فضلی

تھے۔ انہوں نے یہ کتاب اِس لئے لکھی کہ مجالس میں جو شہدائے کربلا کا ذکر ہوا کرتا تھا۔ وہ فارسی زبان میں ہوتا تھا اور اُس کے سمجھنے میں عورتیں قاصر ہوتیں۔ فضلی نے آسان زبان میں لکھا تا کہ عورتیں بھی سمجھ سکیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب (سوم)، ص ۴۱۴)

کشف اللغات:

''کشف اللغات'' اصطلاحات لغت کے موضوع پر لکھی جانے والی نادر کتب میں سے ایک ہے۔ جس میں خصوصی طور پر الفاظ اور اصطلاحات کی شرح بیان کی گئی ہے۔ اِس لغت کا مصنف عبدالرحیم فرزند احمد سور بہاری (ہندوستان کے علاقہ بہار کا رہنے والا) ہے جو خود بھی صوفیہ و مشائخ میں سے ہے۔ مصنف نے لغت اور تصوف کی چند کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اِسے ۱۰۶۰ ہجری قمری میں تالیف کیا۔

(ڈاکٹر مسعود ہاشمی، ''اُردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ''، متعدد صفحات)

کلیاتِ سودا:

سودا اپنے عہد میں اُردو کا عظیم شاعر سمجھا جاتا تھا۔ سودا کا کلام پہلی بار ۱۸۱۰ء میں بطور انتخاب طبع ہوا اور اس کے بعد کئی دفعہ انتخاب اور کلیات کی شکل میں طبع ہو چکا ہے۔ زیر نظر ''کلیات سودا'' کے متن کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں سودا کا وہ کلام ہے بقول مرتب جو میرے خیال میں بلا کسی شک اور شبے کے سودا سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا حصہ جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ یہ کلام سودا ہی کا ہے۔ تیسرا حصہ ایسے کلام پر مشتمل ہے جس کے بارے میں کہنا مشکل ہے کہ آیا واقعی سودا کا ہی لکھا ہوا ہے۔ چوتھا حصہ بڑی حد تک مشکوک ہے۔ پانچواں حصہ جو کسی مخطوطے میں نہیں پایا گیا مگر مشہور محقق قاضی عبدالودود نے بعض نسخوں میں ہے۔

(مرزا محمد رفیع سودا، ''کلیات سودا''، جلد اوّل غزلیات، مرتبہ: ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی،
لاہور: مجلس ترقی ادب، سن ندارد، ص ا۔۸)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ:

ڈاکٹر زور نے کلیات محمد قطب قلی شاہ کو مرتب کر کے اُردو ادب کی ایک ناقابل فراموش خدمت سرانجام دی ہے۔ ڈاکٹر زور نے قدیم و جدید نسخوں سے پانچ ایسی نظموں کا انتخاب کیا ہے جن میں شاعر نے حمد کہی تھی۔ اس کے بعد پانچ نعتیہ نظمیں اور پھر چھ منقبت کی نظمیں ترتیب دی ہیں۔ مدح حضرت بی بی فاطمہؓ کے تحت دو نظمیں پیش کی گئی ہیں۔ 'شاعر کا مذہب' عنوان قائم کر کے اپنے عقائد کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ اِس کے بعد 'عیدوں' پر کہی گئی نظموں کا ذکر ہے۔ 'بسنت' پر محمد قلی قطب شاہ نے سات نظمیں پیش کی ہیں۔ 'دوسری عیدیں' کے زیر عنوان چار نظمیں موجود ہیں۔ 'لوازماتِ شاہی' کے عنوان سے چھ نظمیں ہیں۔ 'کھیل' کی سرخی کے تحت ۱۶ نظمیں ہیں۔ 'محلاتِ شاہی' کے تحت چار نظمیں ہیں۔ 'بارہ پیاریوں' کے تحت ذیلی سرخیاں محمد قلی کے محل کی حسیناؤں کے ناموں پر ترتیب دی گئی ہیں۔ اِس حصے میں بارہ پیاریوں پر کہی ہوئی کل اڑتیس نظمیں موجود ہیں۔ 'ناز' کے عنوان کے تحت (۹) نو نظمیں ہیں۔ آخری عنوان 'متفرق' ہے جس میں چار نظمیں موجود ہیں۔ حصہ دوم میں تین سو بارہ غزلیں ملتی ہیں۔ حصہ سوم میں قصائد، رباعیات، مرثیوں اور ایک چھوٹی سی نامکمل مثنوی کو شامل کیا گیا ہے۔

(ڈاکٹر سیدہ جعفر، ''کلیات محمد قلی قطب شاہ''، نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، سن ۱۹۸۵ء (شک ۱۹۰۶ء)، ص ۲۶۹۔۲۷۱)

کلیاتِ ممنون:

میر نظام الدین ممنون (م ۱۲۶۰ء) اپنے دور کے پُر گو، مشاق و قادر الکلام شاعر تھے۔ اُن کے کلام نے آنے والی نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ کلیاتِ ممنون میں تقریباً تمام اصناف مروجہ موجود ہیں جس کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے:

قصائد ۳۲، مثنویات ۱۰، مراثی ۳، غزلیات ۴۸۴، مستزاد و اسوخت ا، مخمسات ۱۹، قطعات ۴۹ اور رباعیات ۵۵ ہیں۔

(ڈاکٹر صدیقہ ارمان، مرتبہ: ''کلیات ممنون'' (میر نظام الدین ممنون دہلوی)،
لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص متعدد مقامات)

کلیاتِ ولی:

اُردو کے اولین رجحان ساز شاعر ولی محمد ولی کا نام اردو ادب میں بڑی اہمیت اور وقعت رکھتا ہے۔ پروفیسر نور الحسن ہاشمی کو ''کلیاتِ ولی'' کی تدوین و ترتیب پر لکھنؤ یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی ڈگری عطا کی۔ ''کلیاتِ ولی'' اُن کے اِسی عالمانہ متنی تحقیقی کام پر مبنی ہے۔ اِس کلیات کا نقش اوّل ۱۹۴۵ء میں چھپا۔ زیرِ نظر ایڈیشن پچھلی تمام اشاعتوں کا مجموعہ ہے اور اِس میں ولی اور کلام ولی پر اب تک ساری تحقیقی پیش رفت کا عکس موجود ہے۔ متن ''کلیات ولی'' میں درج ذیل اصناف کے تحت کلام ولی پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً غزلیات ۴۰۴، فردیات ۸۲، رباعیات ۲۶، مخمسات ۹، مستزاد ۳، قصائد ۶، ترجیع بند ۲، مثنویات ۲، قطعات ا۔ اس کے بعد ضمیمہ الف؛ مشتبہ غزلیات ولی، ضمیمہ ب؛ تصدیق طلب غزلیات ولی جب کہ آخری حصہ فرہنگ کلیات ولی پر مشتمل ہے۔

(نور الحسن ہاشمی، ''کلیات ولی''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص متعدد مقامات)

کلیلہ و دمنہ:

سلجوقی عہد کی مشہور تصنیف، مولف ابوالمعالی حمید الدین نصر اللہ بن محمد المتوفی ۱۱۶۰ھ ساسانیوں کے عہد میں اصل ہندی زبان سے پہلوی زبان میں منتقل ہوئی۔ عبداللہ بن مقفع نے پہلوی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ بعد میں ابوالمعالی نے ترجمہ کیا۔

(ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین: تعلیقات خطبات گارساں دتاسی، ص ۶۸)

گرنتھ صاحب:

سکھ مذہب کے پانچویں گرو، ''گرو ارجن'' سے قبل سکھ مذہب کی کوئی مذہبی کتاب نہیں تھی۔ گرو ارجن صاحب نے گرو نانک صاحب اور اپنے سے پہلے گروؤں اور بھگتوں کے کلام کو اکٹھا کیا اور اُسے سکھوں کی مذہبی کتاب قرار دیا۔ گرو گوبند سنگھ صاحب (۱۷۲۳ء۔۱۷۶۵ء) کا جب آخری وقت آیا تو تمام سکھوں کو جمع کر کے ایک جلسہ عام کیا جس میں گرو صاحب نے گوریائی ختم کرنے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ آئندہ یہ گرو ''گرنتھ صاحب'' تمہارے 'گرو' ہوں گے اور یہ تمہاری منشاء کے مطابق راہنمائی کریں گے۔ اِسی وقت سے ''گرنتھ صاحب'' سے پہلے گرو کا لفظ بڑھا دیا گیا۔ گرنتھ صاحب میں جو کلام ہے، اِس کا موضوع فلاح انسانیت ہے۔ گرنتھ صاحب میں سات گروؤں، گیارہ بھگتوں اور پانچ مسلمان صوفیا کا کلام ہے۔ گرنتھ صاحب میں ۵۸۶۷ شبد، شلوک اور پوڑی وغیرہ ہیں۔

(رابرٹ وین ڈی ویئر، ''سکھ مت: تاریخ، عقائد، فلسفہ''، مترجم: ملک اشفاق، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء، ص ۵۹۔۱۰۶)

گلِ رعنا:

لچھمی نرائن ماتھر متخلص بہ شفیق اورنگ آبادی (پ ۱۷۴۵) نے ''گلِ رعنا'' ۱۱۸۱ھ/۱۷۶۷ء میں تالیف کیا۔ ''گلِ رعنا'' ہندوستانی شعرا کا تذکرہ ہے۔ یہ دو فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اوّل میں مسلمان اور فصل دوم میں ہندو شعرا کا ذکر ہے۔ اکثر شعرا کے حالات مختصر لیکن کلام مفصل دیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ معاصر شعرا کے لحاظ سے اہم ہے کیونکہ مصنف کے اکثر ہم عصر شعرا سے گہرے مراسم تھے۔ ''گلِ رعنا'' کا قلمی نسخہ بانکی پور، انڈیا آفس، انجمن ترقی اُردو کراچی اور پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ فصل دوم انجمن ترقی اُردو حیدرآباد کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۱۹۹۔۲۰۰)

گلِ عجائب:

اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی نے ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں لکھا۔ اِس تذکرے میں سلطنت آصفیہ کے اُن ۵۱ ریختہ گو شعرا کا ذکر کیا ہے جو بارہویں صدی ہجری تک (اٹھارہویں صدی عیسوی) کے اواخر تک بقید حیات تھے۔ ۱۹۳۶ میں مولوی عبدالحق نے انجمن ترقی اُردو (حیدرآباد) سے شائع کیا۔ از مقدمہ مولوی عبدالحق)۔

(اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی، ''گل عجائب'' یعنی تذکرہ شاعراں،
دکن: انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، طبع اوّل، ۱۹۳۶ء، متعدد صفحات)

گلزارِ ابرار:

گلزار ابرار محمد غوثی (بن حسن بن موسیٰ، پ: ۱۱رجب ۹۶۲ء) کا مشہور تذکرہ ہے جو پاک و ہند کے ۶۱۲ علما و مشائخ کا عمومی تذکرہ ہے جس میں اُس دور کے مروجہ سلاسل کے صوفیہ کے حالات واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ تذکرہ جہانگیر بادشاہ کے نام معنون کیا گیا ہے۔ ۹۹۸ھ سے ۱۰۲۲ھ تک مصنف اِس کی تکمیل و تصحیح میں مصروف رہے۔

(محمد غوثی شطاری مانڈوی، ''اذکار ابرار'' ترجمہ ''گلزار ابرار''، مترجم: فضل احمد جیوری،
لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۳۹۵شمسی، متعدد صفحات)

گلزارِ ابراہیم:

علی ابراہیم خاں خلیل نے ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء میں اِسے ترتیب دیا۔ اِس تذکرے میں ۳۲۰ شعرائے متقدم و متاخر کا ذکر کیا گیا ہے۔ کلام پر رائے زنی کرتے ہوئے اعتدال و انصاف سے کام لیا ہے۔ شعرا کے کلام اور معاشرتی مقام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اِس تذکرے سے اُس زمانے کے معاشرتی اور ادبی حالات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اِس تذکرے کو عبداللہ خاں نے حیدرآباد دکن سے ۱۹۰۶ میں گلشن ہند کے ساتھ (جو اِس کا اُردو ترجمہ ہے) مع مقدمات مولوی عبدالحق محی الدین قادری شائع کیا۔ اِس تذکرے کا انداز نہایت سنجیدہ اور سلجھا ہوا ہے۔ شعرا کے حالات میں اُن کی شخصیت سیرت، معاشرتی و معاشی زندگی کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، ص ۱۹۴۔۱۹۵)

گلستان:

''گلستان''، ''بوستان'' کے ایک سال بعد (۶۵۶ھ۔۱۲۵۸ء) لکھی گئی یہ نثر میں ہے جس میں اہم اخلاقی مسائل کہانیوں کی صورت میں پیش کیے گئے ہیں جن میں اشعار، آیات قرانی و احادیث کا حوالہ بھی دیا گیا۔ شیخ شرف الدین سعدی شیرازی کی یہ تصنیف عالمگیر شہرت کی حامل ہے۔

(ڈاکٹر محمد عبداللطیف، مترجم: '' گلستانِ سعدیؒ''، لاہور: پیکجز لمیٹڈ، ۲۰۰۶ء، متعدد صفحات)

گلستانِ سخن:

مرزا قادر بخش (۱۲۲۳ھ۔۱۲۹۹ھ) نے اپنا مشہور تذکرہ ''گلستانِ سخن'' بطور یادگار چھوڑا۔ تذکرے کے شروع میں ایک فاضلانہ مقدمہ ہے جس میں زبان کے اُصولوں کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اِس میں کل پانچ سو چالیس شاعروں کا ذکر ہے۔

(مرزا قادر بخش صابری دہلوی، ''گلستانِ سخن''، حصہ اوّل، مرتبہ: خلیل الرحمان داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، متعدد صفحات)

گلشنِ بے خار:

محمد مصطفیٰ خاں نام تھا کا انھوں نے تذکرہ ''گلشنِ بے خار'' ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء میں شروع کر کے ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں مکمل کر لیا۔ اِس میں ۲۷۲ صفحات ہیں، تاہم اصل تذکرہ ۲۴۴ صفحات پر ختم ہو جاتا ہے۔ ۱۹۶۲ء میں محمد احسان الحق فاروقی نے اِس کا ترجمہ کیا اور اِس پر ایک مقدمہ بھی لکھا۔ ڈاکٹر احسن فاروقی صاحب کے تعارف کو ملا کر اِس میں ۵۴۶ صفحے ہیں۔ اِس میں بلحاظ حروف تہجی چھ سو شاعروں کے حالات و اشعار جمع کیے ہیں۔ یہ تذکرہ اُردو شاعری کے دو سو سالہ سرمائے کو اختصار کے ساتھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ کلب علی خاں فائق نے ۱۹۷۳ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع کیا۔

(نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ''گلشنِ بے خار''، مرتبہ: کلب علی خاں فائق، ص ۲۱۔۵۸)

گلشنِ ہند:

مرزا علی خاں متخلص بہ لطف کی (م ۱۸۱۳ء) دو کتابیں خصوصیت سے شہرت رکھتی ہیں۔ ایک اُن کی عشقیہ مثنوی دوسرا تذکرہ ''گلشنِ ہند'' جو ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۱ء میں مکمل ہوا۔ ''گلشنِ ہند'' اُردو شعرا کا پہلا تذکرہ ہے جو اُردو زبان میں لکھا گیا۔ ''گلشنِ ہند'' طبع زاد تذکرہ نہیں بلکہ ''گلزارِ ابراہیم'' مولفہ علی ابراہیم خلیل کا ترجمہ ہے۔ یہ ڈاکٹر گلکرائسٹ کی فرمائش پر لکھا گیا ہے۔ ''گلزارِ ابراہیم'' میں ۳۲۰ شعرا کا ذکر ہے جس میں ۶۸ شاعروں کے حالات کا ترجمہ مع اضافات کیا ہے جو قدیم تحقیقی اُردو کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

(مرزا علی لطف، ''گلشنِ ہند''، مرتبین: مولوی شبلی و مولوی عبدالحق، لاہور: رفاہ عام اسٹیم پریس، ۱۹۰۶ء، متعدد صفحات)

گیتا:

یہ کتاب دراصل ''مہابھارت'' کا چھٹا پرب ہے اور اِس میں ۱۱۸ دھیا ہیں۔ اِسی میں ارجن اور جرجودھن یا دریودھن کے درمیان لڑائی کا حال درج ہے۔ کرشن اور ارجن کا مکالمہ بھی اِسی میں ہے۔ دارا شکوہ نے اِسے فارسی میں ترجمہ کرایا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۲۔۷۷۔۹۱)

لغتِ فرس:

اسدی، فردوسی کے زمانے کا شاعر ہی نہ تھا بلکہ فارسی لغت کا سب سے پہلا مدون بھی تھا۔ اُس نے اپنی کتاب کا نام ''لغتِ فرس'' رکھا اور صرف نادر اور غریب الفاظ جمع کیے ہیں۔ اسدی نے لغت میں اشعار بھی پیش کیے ہیں۔ اِس کا فائدہ یہ ہوا کہ بہت سے قدیم شعرا کا کلام محفوظ رہ گیا۔

(مولانا سید سلیمان ندوی، مرتبہ: ''مقالاتِ شبلی'' (تنقیدی)، جلد چہارم، اعظم گڑھ: در مطبع اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۹۵۶ء، ص ۲۹۔۳۰)

لہراسپ نامہ:

ابو منصور محمد بن احمد دقیقی مشہور ایرانی شاعر (۳۱۸ھ/ ۹۳۰ء۔ ۳۳۹ھ/ ۹۴۰ء) امرائے چغانیاں کا قصیدہ گو تھا۔ ساسانی امیر منصور بن نوح (۳۵۰ھ/ ۹۶۱ء۔ ۳۶۶ھ/ ۹۷۶ء) کی فرمائش پر دقیقی نے ''لہراسپ نامہ'' (شاہنامہ) لکھنا شروع کیا۔ ایک ہزار اشعار لکھ کر فوت ہوا۔ بعد ازاں اُس کے جانشین فردوسی نے اِن اشعار کو اپنی نظم میں شامل کیا۔ دقیقی کے اِس منظوم قصے میں شاہ گشتاسپ کے عہدِ حکومت، زرتشت کے ظہور، اس کے کارناموں اور اِس کے تورانی دشمنوں کے خلاف جنگ کے حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ'': جلد ۹، ص ۳۷۶۔۳۷۷)

لیلاوتی:

''مراۃ العالم''، ''مآثر الامرا'' اور ''سرورِ آزاد'' کے مصنفین کا بیان ہے کہ شیخ ابوالفیض فیضی (۱۵۴۷ء۔۱۵۹۵ء) نے ۱۰۱ کتب تالیف و تصنیف کیں۔ ہندو ریاضیات پر پنڈت بھاسکر آچارہ کی کتاب ''لیلاوتی'' کا فارسی ترجمہ کیا جس میں فیضی نے اضافے بھی کیے ہیں۔ یہ کتاب طبع بھی ہو چکی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۲۸۳۔۲۸۴)

لیلیٰ مجنوں:

شیخ احمد گجراتی کی مثنوی لیلیٰ مجنوں، جس کے ۴۹ منتشر اوراق جن میں تقریباً پانچ سو چالیس اشعار ہیں محمود شیرانی کو دستیاب ہوئے جواب تک احمد کے کلام کا واحد نمونہ ہے۔ (مثنوی کا موضوع عنوان سے ظاہر ہے۔)

(ڈاکٹر جمیل جالبی: ''تاریخ ادب اُردو''، جلد اوّل، ص ۲۲۲۔۲۲۳)

مآثرِ عالمگیری:

محمد ساقی مستعد خاں (م ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۳ء) بہادر شاہ اوّل کے وزیر عنایت اللہ خاں کا منشی تھا اور اُس نے یہ تاریخ اُس کی فرمائش پر تصنیف کی تھی۔ وہ چالیس سال تک دربارِ شاہی سے وابستہ رہا۔ اِس لئے اُس نے جو تاریخی واقعات قلم بند کیے ہیں، وہ بیشتر اُس کے چشم دید ہیں۔ ''مآثرِ عالمگیری'' اورنگ زیب کی وفات کے تین سال بعد یعنی ۱۷۱۰ء میں مکمل ہوئی۔ یہ تاریخ دو جلدوں میں ہے جس کی پہلی جلد میں اورنگ زیب کے عہدِ سلطنت کے پہلے دس سالوں کے واقعات مذکور ہیں جو محمد

کاظم کے ''عالمگیر نامہ'' سے مقتبس ہیں۔ دوسری جلد میں اِس بادشاہ کے آخری چالیس سالوں کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب سوم، ص ۱۴۸۔۱۴۹)

مجمع الاولیا:

علی اکبر حسینی کا تعلق اردستان سے تھا۔ اِس لئے اردستانی کہلائے۔ ''مجمع الاولیا'' اپنے عہد کا ضخیم تذکرہ ہے۔ اِس کا پورا نام ''محفل الاصفیاء و مجمع الاولیا'' ہے۔ تاریخی نام ''مجمع فیض'' ہے جس سے سالِ تالیف ۱۰۴۳ھ / ۱۵۳۳ء نکلتا ہے۔ اِس تذکرہ میں ۱۵۱۱ اشخاص کا ذکر آیا ہے۔ اِس میں مشہور مشائخ اکرام کا ذکر ملتا ہے۔ یہ تذکرہ شاہجہان کے نام منسوب کیا گیا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۶۴۱۔۶۴۲)

مجمع النفائس:

سراج الدین علی خاں آرزو نے یہ تذکرہ ۵۰۔۱۷۴۹ء / ۶۴۔۱۱۶۳ھ میں تالیف کیا۔ اِس میں کل ۱۷۳۵ شعرائے متقدم و متوسط و متاخر کا ذکر الفبائی ترتیب سے دیا ہے اور اُن کے تقریباً چالیس ہزار اشعار دیئے ہیں۔ شعرا کے حالات نہایت مختصر ہیں۔ تقریباً ۱۵۰ شاعروں کے حالات نسبتاً مفصل دیئے ہیں۔ اِس تذکرے میں ہندوستانی شعرا کو سراہا گیا ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۱۹۱۔۱۸۹)

مجموعۂ نغز:

قدرت اللہ قاسم کا نام اُن کے تذکرے ''مجموعۂ نغز'' کی بدولت اُردو ادب میں زندہ و تابندہ ہے۔ اِس تذکرے کا ایک قلمی نسخہ مولانا محمد حسین آزاد کے ذخیرہ کتب مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ حافظ محمود شیرانی کی تحقیق کے مطابق یہ نسخہ قدیم ترین ہے اور خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اِس کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس لندن میں بھی ہے۔ شیرانی صاحب نے دونوں قلمی نسخوں کے متن کی مدد سے اس تذکرے کو مرتب کیا اور مقدمے کے ساتھ ۱۹۳۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کی جانب سے دو جلدوں میں شائع کیا۔ یہ تذکرہ فارسی میں ہے اور اس میں قدما سے لے کر معاصرین تک ۶۰۳ شاعروں کا ذکر ہے۔ اس تذکرے میں اُس دور کی ادبی اور سماجی فضا دونوں پر روشنی پڑتی ہے۔ محمد حسین آزاد نے ''آبِ حیات'' کی تالیف میں ''مجموعۂ نغز'' سے خاصی مدد لی ہے۔

(میر قدرت اللہ قاسم، ''مجموعۂ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو'' (دو جلدیں)، مرتبہ: محمود شیرانی، دہلی: نیشنل اکادمی انصاری مارکیٹ دریا گنج، ۱۹۷۳ء، متعدد صفحات)

محی الدین نامہ:

شاہ محمد افضل قادری نام اور افضل تخلص ہے۔ قطب شاہی دور کے آخری عہد کا شاعر ہے۔ اس نے ایک مثنوی ''محی الدین نامہ'' ۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۶ء میں لکھی۔ یہ مثنوی ۱۱۸۰ اشعار پر مشتمل ہے جس میں حضرت محبوب سبحانی کی کرامات اور حضرت بندہ نواز اور اپنے مرشد میراں شاہ کی مدح لکھی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چھٹی جلد، اُردو ادب (اوّل)، ص ۴۴۰۔۴۳۹)

مخزنُ الغرائب:

شیخ احمد علی ہاشمی سندیلوی نے ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں اِس تذکرے میں ۳۱۳۰ فارسی شعرای متقدم و متاخر کا ذکر کیا ہے۔ شعرا کے حالات اور کلام کا ماخذ مختلف تذکرے ہیں۔ شعرا کے حالات اور نمونہ کلام بھی مختصر دیئے گئے ہیں۔ قلمی نسخے بانکی پور، برٹش میوزیم، پنجاب یونیورسٹی لاہور اور دارالمصنفین اعظم گڑھ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۲۰۷)

مخزنِ نکات:

شیخ محمد قیام الدین قائم چاند پوری نے ''مخزنِ نکات'' ۱۱۶۸ھ/۱۷۵۵ء میں لکھا۔ اِس میں ۱۱۸ شعرائے متقدم، متوسط و متاخر کا ذکر تین طبقات کے تحت دیا گیا ہے۔ یہ مختصر تذکرہ شعرا کے حالات کے لحاظ سے مفید اور اہم ہے۔ اِس میں دکن کے شعرا کا حال تفصیل سے دیا گیا ہے۔ اس تذکرے میں اکثر ایسے شعرا کا ذکر بھی ملتا ہے جو اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ مولوی عبدالحق مرحوم نے ایک بسیط مقدمے کے ساتھ انجمن ترقی اُردو دکن سے ۱۹۲۹ء میں شائع کیا۔ ان کے بعد ڈاکٹر اقتدا حسن نے مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔

(قیام الدین قائم چاند پوری، ''تذکرہ مخزن نکات''، مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر اقتدا حسن، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء، متعدد صفحات)

مدار الفاضل:

اکبر کے عہد حکومت میں اللہ داد فیضی سرہندی نے یہ لغت ۱۰۰۱ھ/۱۵۹۳ء میں تالیف کی۔ ابوالفضل کی طرح مولف بھی علم لغت کی اہمیت کا معترف ہے۔ یہ لغت عربی فارسی اور ترکی کلمات پر مشتمل ہے۔ اس نے عربی کلمات سے عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں ''افضل اللغات'' سمجھ کر مقدم رکھا ہے۔ یہ جذبہ اسلامی تہذیب کے ایک مخصوص رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ ہر فصل میں عربی اور ترکی الفاظ کی علامات بالترتیب حروف ع، ف اور ت دی گئی ہیں۔ مولف نے اعراب کی طرف بھی توجہ دی ہے اور بطور شواہد اشعار بھی درج کیے ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد فارسی ادب (دوم)، ص ۸۴۶۔۸۴۵)

مراۃ احمدی:

صوبہ گجرات میں محمد شاہ کے دیوان علی محمد خاں کی تصنیف ''مراۃ احمدی'' جو ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء میں مکمل ہوئی۔ سلطنت گجرات کے قیام سے لے کر مرہٹوں کے شکست تک کے حالات و واقعات اس تاریخ میں درج ہیں۔ جیمز برڈ نے اِس کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد، فارسی ادب سوم، ص ۱۶۴)

مراۃ العالم:

بختاور خاں (اورنگ زیب کا منظور نظر خواجہ سرا اور خدمت گار خاص) کی تالیف ''مراۃ العالم'' جو ۱۰۷۸ھ/۱۶۶۷ء میں لکھی گئی۔ یہ ایک عمومی تاریخ ہے لیکن اورنگ زیب کے عادات و خصائل اور اُس کے عہد کے پہلے دس سال کے واقعات پر

مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔

(''اُردو دائرہ معارف اسلامیہ''، جلد۴، ص۱۲۶۔۱۲۷)

مراۃِ سکندری:

معروف مورخ سکندر بن محمد عرف منجھو کی تصنیف مراۃ سکندری ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں لکھی گئی۔ سلاطین گجرات یعنی مظفر شاہ اوّل سے لے کر مظفر شاہ ثالث کی وفات (۱۰۰۰ھ) تک کی تاریخ ہے۔ اِس کتاب میں سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور عمرانی حالات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم) ص۵۴۹)

مرگاوَتی:

قطبین کا عشقیہ افسانہ ''مرگاوَتی'' جو علاؤ الدین حسین شاہ والی بنگالہ (۸۹۹ھ/ ۱۴۹۳ء۔۹۲۵ھ/۱۵۱۸ء) کے عہد میں لکھا گیا۔ قطبین چشتیہ خاندان کے شیخ برہان کے شاگرد تھے اور جون پور کے بادشاہ حسین شاہ کے زیر سرپرستی تھے۔ انہوں نے ''مرگاوَتی'' نام کی ایک عشقیہ داستان کو شاعری میں دوہے اور چوپائی کے اسلوب میں لکھا ہے۔ اِس میں چندرنگر کے راجہ راج کمار اور کنچن پور کے راجہ روپ مرازی کی بیٹی مرگاوَتی کے عشق کا تذکرہ ہے۔ اِس کہانی کے ذریعے قطبین نے محبت کی راہ کی دشواریاں اور ایثار کی تفہیم کر کے عابد کے بھگوت پریم کی شکل دکھائی ہے۔ اِس کہانی میں راج کمار کی رانیوں کے ستی ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(وجندر سناتک، ''ہندی ادب کی تاریخ''، مترجم: خورشید عالم، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، پہلا ایڈیشن ۱۹۹۹ء، ص۷۰)

مصباح المساحت:

منشی چرنجی لال اللہ آباد کے رہنے والے تھے۔ فلسفہ و ریاضی میں کافی ذوق رکھتے تھے۔ ایک کتاب ''مصباح المساحت'' ۱۸۵۴ء میں لکھی۔

(محمد یحییٰ تنہا، ''سیر المصنفین''، لاہور: شیخ مبارک علی، س۔ن، ص۲۲۹)

مطلع السعدین:

سیالکوٹی مل متخلص بہ وارستہ (م۱۱۸۰ھ) کی تصنیف ''مطلع السعدین'' ۱۱۶۸ میں لکھی گئی۔ اس میں فن انشا و شعر کی مختلف شاخوں پر بحث کی گئی ہے۔

(ڈاکٹر سید عبداللہ، ''ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۶۷ء، ص۱۴۲۔۱۴۶)

مفتاح الافواہ:

''مفتاح الافواہ'' از حافظ احسن اللہ لاہوری (۱۱۹۶ھ/۱۷۸۱ء) کا سترہ ہزار اشعار پر مشتمل عربی، فارسی اور اُردو مترادفات کا منظوم نصاب، عربی کے لئے فارسی اور اُردو متبادل لائے گئے ہیں۔ ترتیب ابجدی ہے جس میں حرفِ اوّل کو بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ اور حروف آخر بہ ترتیب ابجدی باب بنایا گیا ہے۔ درمیانی حرف کے لئے کوئی اُصول نہیں۔ ابواب کی

سرخیاں مصرعوں میں دی گئی ہیں۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، پانچویں جلد فارسی ادب (سوم)، ص ۳۹۷)

مفتاح الفتوح:

امیر خسرو کی یہ مختصر سی مثنوی ۲/ جمادی الثانی ۶۹۰ھ/ ۲/ جون ۱۲۹۰ء میں مکمل ہوئی۔ اس میں ملک چھجو، منگولوں اور جھاین کے راجہ کے خلاف سلطان جلال الدین خلجی کی مہموں اور فتوحات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مثنوی خسرو کے دیوان ''غرۃ الکمال'' کا حصہ ہے لیکن اپنی اہمیت کے سبب اس کی اپنی الگ حیثیت ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد فارسی ادب (دوم)، ص ۲۶۶)

مفرح القلوب:

''مفرح القلوب'' اصل میں ''ہتوپدیس'' (جس کے ایک حصے کا نام ''پنچ تنتر'' ہے) کا ترجمہ ہے جسے تاج الدین مفتی اعلیٰ نے ہمایوں بادشاہ (جلوس ۹۳۷ھ/ ۱۵۳۰ء) کے لئے فارسی میں ترجمہ کیا۔ اصل کتاب سنسکرت میں تھی۔ اس کتاب میں اخلاقیات کے علاوہ بہت سے مفید پند و نصائح بھی درج ہیں۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۱۸۷)

من لگن (مثنوی):

گجرات میں لکھی جانے والی مثنویوں میں نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ قاضی محمود بحری نے اپنی اس مشہور مثنوی میں ''تصوف'' کا موضوع اپنایا ہے۔ عبدالقادر سروری ''تفصیلی فہرست اُردو مخطوطات حیدر آباد دکن'' میں لکھتے ہیں کہ قاضی محمود بحری نے من لگن کا ترجمہ فارسی میں ''عروس عرفان'' کے نام سے کیا تھا مگر سید سخاوت مرزا نے اپنے مضمون میں ''عروس عرفان'' کو قاضی محمود بحری کے ملفوظات کہا ہے۔
(اُردو مثنوی کا دکنی دور، اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری ۱۹۵۳ء، ص ۴)

منتخب التواریخ:

عبدالقادر قادری بن ملوک شاہ المعروف بہ ملا بدایونی (۱۵۴۰ء۔ ۱۶۱۵ء) کی ''منتخب التواریخ'' اپنے عہد کی معتبر تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ یہ ہندوستان کی عمومی تاریخ ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں سلاطین ہند کے حالات، دوسرے حصے میں اکبر کے ۴۰ سال جلوس تک کے واقعات اور تیسرے حصے میں اُس دور کے علما، شعرا اور فقرا کا ذکر ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۴۹۷)

منتخب اللباب:

محمد ہاشم خاں المعروف خافی خاں کی مشہور تصنیف ہے۔ یہ ہندوستان کی مشہور تاریخ ہے جس میں بابر سے لے کر محمد شاہ کی تخت نشینی تک کے حالات درج ہیں۔ محمد شاہ کے عہد میں ۱۷۳۲ء میں یہ کتاب شائع ہوئی۔
(نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء، ص ۲۰۷)

منتخب اللغات:

عبدالرشید ٹھٹھوی (عہد شاہ جہانی کا شاعر و مشہور لغت نگار) کی عربی، فارسی پر مشتمل فرہنگ ''منتخب اللغات'' جو انہوں نے ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء میں شاہ جہان کے نام معنون کی، برصغیر کی مقبول ترین فرہنگوں میں سے ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۵۲-۸۵۳)

موضح قرآن:

شاہ عبدالقادر (۱۷۵۳ء-۱۸۱۴ء) کی اصل شہرت اُردو ترجمہ قران اور مختصر تفسیر کی وجہ سے ہے۔ اِس ترجمہ کا تاریخی نام ''موضح قرآن'' ہے جو ۱۲۰۵ھ/۹۱-۱۷۹۰ء میں مکمل ہوا۔ یہ لفظی ترجمہ نہیں بلکہ وضاحتی ہے۔ دراصل یہ ترجمہ اُردو ہندی لغت کا ایک بڑا خزانہ ہے۔ اِس میں وہی زبان استعمال کی گئی ہے جو عوام میں رائج تھی۔

(شاہ عبدالقادر، ''موضح قرآن''، کلکتہ: مطبع ندارد، ۱۸۳۱ء، متعدد صفحات)

موید الفضلاء:

''موید الفضلا'' کے مولف محمد بن شیخ لاد دہلوی ہیں۔ یہ فرہنگ ۹۲۵ھ/۱۵۱۹ء میں تالیف ہوئی۔ یہ کتاب دو جلدوں میں چھپی ہے اور بالترتیب ۵۶۶ اور ۳۰۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اعراب گزاری اور صرف و نحو کی شمولیت سے اِس فرہنگ میں لسانی اور افادی اعتبار سے زیادہ وزن پیدا ہو گیا ہے۔ موید الفضلا فارسی ادب کی ایک مستند لغت سمجھی جاتی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند''، تیسری جلد، فارسی ادب اوّل، ص ۳۹۵)

مہذب الاسماء:

محمود بن عمر بن محمود بن منصور کی ''مہذب الاسماء'' کا مکمل نام ''مہذب الاسماء فی مراتب الحروف والاشیاء'' ہے۔ یہ عربی سے فارسی کی لغت ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ یعنی اسماء اور حروف اِس کتاب کے اٹھائیس باب ہیں اور ہر باب تین حصوں پر مشتمل ہے۔

(ڈکٹر محمد معین، ''فرہنگ فارسی''، جلد ششم، ص ۲۰۵۵-۲۰۵۶)

ناصر باری:

ناصر باری مفتی شمس الدین کی تصنیف ہے یہ ۱۲۰۸ھ میں لکھی گئی۔

افتتاحیہ:

ہست ناصر باری ای مرد جواں
در زبان فارسی ہندوی کہاں

سبب تالیف میں لکھتے ہیں:

شمس الدین مفتی فقیر مستمند
ساختہ تصنیف ایں اوراقِ چند

روز دو شنبہ بوقت نیمروز
شد تمام ایں نسخہ بس دلفروز
سن ہجری رابدان بی قیل و قال
یک ہزار و یک صد دهم هشت سال

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۸۸)

نسخۂ دلکشا:

''نسخۂ دلکشا'' راجہ جنم جی متر کا ایک ضخیم تذکرہ ہے جو ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱ء سے لے کر ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۴ء کے درمیان مکمل ہوا۔ ''نسخۂ دلکشا'' کا ایک حصہ مطبوعہ ہے اور ایک غیر مطبوعہ۔ غیر مطبوعہ حصہ میں شعرا کی تعداد ۲۱۰ اور شاعرات کی ۲۳ ہے۔ کل شعرا کی تعداد ۱۹۷ ہے۔ اِس تذکرے میں ۱۲۶۸ تک کے شعرا کے ذکر ہے۔ شعرا کا احوال اور کلام کی مثالیں بھی درج ہیں۔

(ڈاکٹر محمد ہارون قادر، مرتبہ: ''نسخہ دلکشا''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، متعدد صفحات)

نصاب الصبیان:

ابونصر فراہی (فارسی نصاب کے ابوالبشر مانے جاتے ہیں) کی منظوم تالیفات میں سب سے قدیم نصاب ''نصاب الصبیان'' ہے جو سنہ ۶۱۷ھ میں افغانستان کے شہر فراہ میں تصنیف ہوتی ہے۔ ابونصر فراہی اِس کے مصنف ہیں یہ تالیف مختلف الوزن قطعات میں مرتب ہے۔ نصاب کی وجہ تسمیہ میں کہا جا سکتا ہے کہ شرعی اعتبار سے دوسو درہم وہ رقم ہے جس پر زکوٰۃ لازم ہے اِس رقم کا مالک صاحب نصاب کہلاتا ہے چونکہ ''نصاب الصبیان'' کے اشعار کی تعداد دو سو ہے، اِس لئے اِس کا نام ''نصاب الصبیان'' رکھا گیا۔ گذشتہ سات صدیوں سے ہر نوآموز کو اِس سے سابقہ رہا ہے۔ توران، ایران، افغانستان، روم اور ہندوستان ہر زمانے میں داخل درس رہی ہے۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۱۹۔۱۱۶)

نصاب بدیعی:

نصاب بدیعی کو عام طور پر ہمارے ہاں امیر خسرو کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اصل میں اِس کے مصنف مولانا بدیعی ہیں جیسا کہ رسالہ کے آخری شعر سے جس میں بدیعی تخلص درج ہے ثابت ہوتا ہے۔ اس میں ایسے سہ حرفی ہم شکل الفاظ ہیں جن کا پہلا حرف بہ ہر سہ حرکات آتا ہے؛ پہلا مفتوح، دوسرا مکسور اور تیسرا مضموم۔ یہی ترتیب تمام کتاب میں ملحوظ خاطر رکھی گئی ہے۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۲۲۔۵۷)

نصاب ضروری:

یہ رسالہ مختلف ابواب میں منقسم ہے جن میں الفاظ متناسب درج ہیں۔ مثلاً باب در اجناس عالم، در حیوانات، لبنات، اسباب وغیرہ یہ کتاب پنجابی نصابوں میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۹۰)

نصاب ضیائی:

''نصاب ضیائی'' یا ''تجنیس اللغات'' مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کے لئے لکھا تھا۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۵۶)

نصاب کمال الدین:

بعض نصاب ایسے ہیں جن میں الفاظ مترادف کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اِن میں ''نصاب میراب'' اور ''نصاب کمال الدین'' شامل ہیں۔ ''نصاب میراب'' میں کل اسی اشعار ہیں۔ رسالہ ''نصاب کمال الدین'' میں اشعار کی تعداد تین سو ہے جو ۱۱۷۴ء میں ختم ہوا سید محمد شاہ میر شاہ میر مصنف کے مرشد روشن ضمیر ہیں۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، ص ۶۲۔۶۳)

نصاب مقلوب:

اِس نصاب میں انشا کی چلبلی طبیعت سے اُمید کی جا سکتی ہے۔ لفظ اوّل و ثانی ایک دوسرے کے مقلوب ہیں جیسے رب اور بر۔ نو سطریں فی صفحہ کل آٹھ صفحات کا رسالہ ہے۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' جلد ہشتم، ص ۶۳۔۶۴)

نکات الشعرا:

''نکات الشعرا'' میر تقی میر نے ۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۲ء میں تالیف کیا۔ اِس میں سو اُردو شعرا کا ذکر الفبائی ترتیب سے دیا گیا ہے۔ ریختہ (اُردو) کی اقسام، اِس کی خصوصیات، لب و لہجہ اور شعری محاسن وغیرہ پر اجمالی بحث، سب سے پہلے اِسی تذکرے میں آئی ہے۔ اِسی طرح مولف کے وہ بیانات جو خاتمہ کتاب میں ہیں اُردو شاعری کی تنقیدی تاریخ میں اہمیت رکھتے ہیں۔ مولوی عبدالحق مرحوم نے اپنے مفید مقدمے کے ساتھ ۱۹۳۵ء میں انجمن ترقی اُردو (دکن) سے شائع کیا ہے۔
(میر تقی میر، ''نکات الشعرا''، مرتبہ: ڈاکٹر مولوی عبدالحق، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء، متعدد مقامات)

نل دمن:

ہندو راجہ رانی کی عشقیہ داستان ''نل دمینتی'' کا منظوم فارسی ترجمہ ہے جسے فیضی متوفی ۱۵۹۵ء / ۱۰۰۴ھ نے اکبر کی فرمائش پر ۱۵۹۴ء / ۱۰۰۳ھ میں فارسی مثنوی کا لباس پہنایا۔ اصل سنسکرت کتاب میں جو تھا سکرا چارج متوطن بیدر (دکن) کی تالیف اور مہابھارت سے ماخوذ ہے۔ نل دمن فارسی ادب کا ایک عظیم کارنامہ ہے جس میں بڑی خوبی کے ساتھ ہندوستانی ماحول اور تمدن کی عکاسی کی گئی ہے۔
(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، چوتھی جلد، فارسی ادب (دوم)، ص ۸۴۷۔۸۶۳)

نوادر الالفاظ:

سراج الدین علی خاں آرزو نے عبدالواسع ہانسوی کی فارسی لغت ''غرائب اللغات'' کو ''نوادر الالفاظ'' کے نام سے (۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۰ء) تصحیح و ترمیم کے ساتھ مرتب کیا۔ اِس لغت میں ہندی الاصل اُردو الفاظ کو بنیادی اندراج کی حیثیت دے

کر فارسی زبان میں تشریح کی گئی ہے اور اُن کے عربی فارسی مترادفات بھی دیئے گئے ہیں۔
(ڈاکٹر مسعود ہاشمی، ''اُردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ''، ص۴۰)

نیرنگِ خیال:

مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ''نیرنگِ خیال'' تیرہ تمثیلی مضامین کا مجموعہ ہے جو ۱۸۷۶ء کے لگ بھگ لکھے گئے تھے اور جن کا پہلا حصہ ۱۸۸۰ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ دوسرا حصہ کچھ عرصہ بعد کی تصنیف ہے۔ نیرنگ خیال کے تمام مضامین اٹھارہویں صدی کے انگریز مصنفین ایڈیسن، جانسن اور سٹیل کے مضامین کے آزاد ترجمے ہیں۔ نیرنگ خیال کا سب سے کامیاب مضمون ''شہرت عام بقائے دوام کا دربار'' ہے۔
(مولانا محمد حسین آزاد، ''نیرنگِ خیال''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، متعدد صفحات)

واحد باری:

یہ رسالہ مختلف بحروں میں ''خالق باری'' کی طرز پر لکھا گیا ہے۔ فارسی پنجابی الفاظ درج ہیں۔ ہر نئی بحر کے عنوان میں ایک ایک فارسی شعر ترکیب بند کے طور پر لایا گیا ہے جو دونوں بحروں میں حد فاصل ہے۔ پنجابی زبان میں واحد باری کو وہی حیثیت حاصل ہے جو اُردو میں خالق باری کو حاصل ہے۔ متعدد قلمی و مطبوعہ نسخوں میں سمت ۱۶۷۹ء دیا گیا ہے جو سال ہجر کی ۱۰۳۲ھ یا ۱۰۲۸ھ کے مطابق ہے۔
(مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' ص۲۹۔۸۵)

واقعات دارالحکومت دہلی:

''واقعات دارالحکومت دہلی'' بشیر الدین احمد (۴راگست ۱۸۶۱ء۔ ۱۹۲۸ء) کی تصنیف، تین جلدوں پر مشتمل ہے جو انہوں نے حکومت آصفیہ کی ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ۱۹۱۷ میں شروع کی اور دو سال کے عرصے میں اِسے مکمل کیا۔ جلد اوّل میں دہلی کے بادشاہوں، امرا اور اہم شخصیات کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ یہ جلد ۱۰۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد دوم کے ۸۷۶ صفحات ہیں اور اِسے تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اِس میں اندرون و بیرون دہلی کی عمارتوں اور مقابر کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ جلد سوم کے ۵۲۷ صفحات ہیں جس میں آثار قدیم کی تفاصیل بیان کی گئی ہے۔
(ڈاکٹر نجم الاسلام، مدیر: تحقیق (شعبہ جاتی تحقیقی جملہ)، جام شورو: شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، شمارہ نمبر ۵، متعدد صفحات)

ہابسن جابسن:

ہنری یول کی مشہور فرہنگ ''ہابسن جابسن'' ۱۸۶۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ فرہنگ ۸۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یول نے اِسے اپنے بھائی کے نام منسوب کیا ہے۔ اِس فرہنگ سے پتہ چلتا ہے کہ بے شمار اُردو ہندی الفاظ انگریزی زبان میں شامل ہو چکے تھے اور اُس عہد میں استعمال بھی ہو رہے تھے۔
(ڈاکٹر رضیہ نور محمد، ''اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''، ص۲۰۴۔۲۰۷)

ہدایت المسلمین:

پادری عماد الدین (جس نے ۱۸۶۶ء میں عیسائیت قبول کر لی تھی) کی کتاب ''ہدایت المسلمین'' میں کتب مقدسہ ''توراۃ''، ''زبور''، ''انجیل'' کی صحت کی بڑی زور سے حمایت کی ہے۔

(''تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند''، نویں جلد، اُردو ادب چہارم، ص۵۹۳۔۵۹۴)

ہیر رانجھا:

سرزمین پنجاب کی یہ المیہ داستان معاشقہ پنجاب کی سب سے زیادہ مقبول و معروف کہانی ہے۔ اڑھائی صدی سے پنجاب کے طول و عرض میں وارث شاہ کی یہ لمبی بحر والی مثنوی پڑھی اور سنی جا رہی ہے۔ اِس قصے کو سب سے پہلے ایک ہندو دامودر نامی نے پنجابی میں نظم کیا تھا جو شاہجہان اور اورنگ زیب کے عہد میں تھا۔ بعد ازاں وارث شاہ نے بڑی آرائش، رچاؤ اور دلسوزی سے اس قصے کو مخصوص ولولہ انگیز، پنجابی بحر طویل میں نظم کیا۔ سعید سعیدی نے جو شاہجہانی عہد کا شاعر ہے، اِسے فارسی میں نظم کیا۔ ٹھٹھہ کے شاہ فقیر اللہ آفرین نے بھی مثنوی لکھی۔ فسا رام منشی نے بھی ۱۱۵۷ھ / ۱۷۴۴ء میں فارسی میں نظم کیا۔ پیر قمر الدین منت نے جو عہد اکبر شاہ (۱۸۰۶ء تا ۱۸۳۷ء) میں ملک الشعرا کہلاتے تھے، اِسے فارسی مثنوی کے قالب میں ڈھالا۔ اِن کے علاوہ لائق پنجابی، چنابی وغیرہ منظوم قصے بھی ہیں۔

(ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ''اردو کی منظوم داستانیں''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۱ء، ص ۴۵۷۔۴۵۸)

باب پنجم

اختتامیہ

''مقالات حافظ محمود شیرانی'' کی حواشی وتعلیقات کا کام کافی کٹھن، صبر آزما اور حوصلے سے کرنے کا ہے۔ اگر ''مقالاتِ شیرانی'' کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیرانی صاحب نے اپنی عملی تحقیق کے تمام تر نظریات سے کام لیتے ہوئے اپنے مقالات میں اردو زبان وادب سے متعلق مختلف مسائل، شخصیات، دواوین اور دیگر کتب کے حوالے سے بحث وتمحیص کی ہے۔ نہ صرف یہ کہ بحث وتمحیص کی ہے، بلکہ مدلل دلائل کی مدد سے بہت سی الجھنوں کو سلجھانے کے ساتھ ساتھ نوآموز محققین وناقدین کے لیے اصول وضوابط بھی وضع کیے ہیں۔ تاہم یہ تمام تر امور ریاضت کے متقاضی ہیں۔

حواشی وتعلیقات کی اصطلاح بعض اوقات الگ الگ اور بعض اوقات یکجا طور کسی مضمون سے متعلق معلومات اور تفصیلات فراہم کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اردو ادب کی یہ شاخ (حواشی وتعلیقات) ایک سائنس کا درجہ بھی رکھتی ہے، جس کے ذریعے کسی بھی قسم کے تخلیقی، تاریخی، تحقیقی، تنقیدی یا تدوینی (متنی تدوین سے متعلق) قسم کے مواد کی تشریح وتوضیح اور تفصیل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں موجود پیچ وخم کو ہموار کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر بڑی زبان وادب کے مواد پر حواشی وتعلیقات تحریر کیے جاتے ہیں تا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کو آسانی مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر تحقیق وتنقید کا ذوق بھی پیدا کیا جا سکے۔ مختلف مقالات یا کتب پر حواشی وتعلیقات لکھ کر نہ صرف قارئین اور طلبہ کے لئے آسانیاں فراہم کی جاسکتی ہیں بلکہ شخصیات، مقامات اور کتب کو بھی زندہ وتابندہ بنا سکتی ہیں۔ صرف زبان وادب ہی کیا، بڑے اور ترقی یافتہ ممالک میں علم کے ہر شعبے سے متعلق کتب، مضامین اور دیگر مواد کو ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر حواشی وتعلیقات بھی تحریر کی جاتی ہیں۔ یورپ، امریکہ، چین، جاپان کا شمار ایسے ہی ممالک میں ہوتا ہے اور وہاں ترقی کی رفتار کا معائنہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

ہائر ایجوکیشن کمیشن کے مراسلہ کے قوائد وضوابط کے مطابق مذکورہ مقالے کو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے یعنی ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' کی ابواب بندی ایسے کی گئی ہے جو نہ صرف ادب سے لگاؤ رکھنے والے ہر شخص کے لئے قابل فہم ہو سکتی ہے بلکہ عام قاری بھی اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔

اس مقالے کی ابواب بندی ذیل کی سطور میں پیش کی جاتی ہے:

شخصیات / افراد

مقامات / اماکن

کتب / رسائل وجرائد

ان ابواب کی بدولت ہم یہ جاننے میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ حافظ محمود شیرانی کا تحقیقی مقام و مرتبے کا سبب کیا ہے؟ وہ نہ صرف اپنے ہم عصر محققین، بلکہ اپنے سے بعد اور بہتر ماحول اور سہولیات پانے والے محققین کے لیے بھی چراغ راہ کا کام کیسے کرتے ہیں؟

حافظ محمود شیرانی صاحب کے اردو زبان و ادب سے متعلقہ چاروں مقالات سے ''شخصیات اور افراد'' کی فہرست بنائی گئی اور پھر اس پر کام کا آغاز کیا گیا۔ اس دوران یہ کوشش کی گئی کہ شخصیات کا تعارف مختصراً بیان کرتے ہوئے اس کی تاریخ پیدائش و وفات کو بھی بیان کیا جائے۔ تاہم جہاں ایسا ممکن نہ ہوسکا، وہاں اس عہد کے کسی مشہور معاصر کا ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ خاص و عام ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' سے واقفیت حاصل کرسکیں۔ اس ضمن میں یہ بتانا ضروری سمجھوں گا کہ مقالات شیرانی میں بے شمار شخصیات ایسی ہیں کہ اگر حافظ محمود شیرانی ان کا ذکر نہ کرتے تو شاید ایسی ہستیاں پردہ گمنامی میں ہی رہ جاتیں۔ مثلاً مراد شاہ یا شاہ مراد کی شخصیت جسے حافظ محمود شیرانی نے اپنے مقالات میں ذکر کر کے ہمیشہ کے لئے یادگار بنا دیا ہے۔ ان کے علاوہ ایسے بھی ایسے افراد کی فہرست تلاش کی جا سکتی ہے۔

یہی کیفیت ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' میں ہمیں مقامات / اماکن کا مطالعہ کرتے بھی نظر آتی ہے۔ گزشتہ کئی صدیوں کے پردوں میں پوشیدہ شہر اور مواضع (دیہات) کا حافظ محمود شیرانی نے ذکر کیا ہے، ان مقامات / اماکن کو حواشی و تعلیقات کے ذریعے متعارف کروا کر انہیں آج کے قاری کے لئے عجوبہ حیرت بنا دیا ہے۔ یہ بات بھی علم میں آتی ہے کہ ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' میں بعض مشہور شہروں کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور بے شمار اسلامی و یورپی ممالک کا ذکر بھی موجود ہے۔ حواشی وتعلیقات کی مدد سے ان کا مختصر تعارف پیش کر دیا گیا ہے، تاہم ان ممالک کے علم و ادب، جغرافیہ اور تہذیب و تمدن کو اچھی طرح جانچا جاسکتا ہے۔ بعض اماکن ایسے ہیں جن کے اب نام بھی تبدیل ہو چکے ہیں۔ شخصیتوں اور مقامات کے علاوہ ''مقالات حافظ محمود شیرانی'' میں حواشی وتعلیقات کے ذریعے نادر و نایاب کتب جن میں سے بعض اب دستیاب نہیں ہوسکتیں، مقالات شیرانی میں ان کے ذکر سے اردو دان طبقے کو متعارف کرایا ہے۔ ان میں نہ صرف برصغیر پاک و ہند کی قدیم کتب ہیں بلکہ وہ کتب و لغت جو عربی و فارسی ادب کا سرمایہ ہیں، زیر نظر مقالے میں حواشی وتعلیقات کی بدولت ہر کوئی ان کے تعارف سے مستفید ہوسکتا ہے۔ یوں مجموعی طور پر ''مقالاتِ شیرانی'' سے مدد حاصل کرنے کے لیے ایک معمولی کوشش کی گئی ہے۔ اس کوشش کی بنا پر شیرانی صاحب کی شخصیت کے مختلف ادبی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ادب کے نئے درِ وَا کرنے کا سامان بھی مہیا ہو گیا ہے۔

مآخذ و مصادر

کتابیات

آزاد، ابوالکلام، ''ترجمان القرآن''، جلد اوّل، لاہور: اسلامی اکادمی، س۔ن
آزاد، محمد حسین، ''آبحیات'' یعنی مشاہیر شعرائے اُردو کے سوانح عمری اور زبان مذکور کی عہد بہ عہد ترقیوں اور اصلاحوں کا بیان، لاہور، شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۹۵۴ء
آزاد، مولانا محمد حسین، ''نیرنگ خیال''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء
آزاد، شمس العلما مولوی محمد حسین، ''سخندانِ فارس''، پیش لفظ: ڈاکٹر محمد صادق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل جون ۱۹۹۰ء
ابن حنیف، ''بھولی بسری کہانیاں''، بھارت دوسری جلد، ملتان، س۔ن
ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر محمد، ''مصحفی اور اُن کا کلام''، لاہور: شیخ مبارک علی تاجران کتب اندورن لوہاری گیٹ، س۔ن
ابوسعید نورالدین، ڈاکٹر، ''تاریخ ادبیات اردو''، حصہ اول، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۷ء
ابوسعید نورالدین، ڈاکٹر، ''تاریخ ادبیات اردو''، حصہ اول، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۹۷ء
احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد، ''تاریخ ادب انگریزی''، کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ جامعہ کراچی، ۱۹۸۶ء
احسن، عبدالشکور، ''زندگی نامہ''، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب، طبع اوّل ۱۹۸۳ء
احمد یادگار، ''تاریخ شاہی'' تاریخ سلاطین افاغنہ، مترجم: سید نذیر نیازی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع اوّل ۱۹۸۵ء
اختر دہلوی، مرزا محمد، ''تذکرہ اولیائے برصغیر پاک و ہند''، لاہور: ملک اینڈ کمپنی، سن ندارد
ادریس بھوجیانی، محمد، ''خاندانِ نبوت''، ٹوبہ ٹیک سنگھ: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن
اسپرنگر، ''یادگار شعرائے لکھنؤ''، مترجم: طفیل احمد، الہ آباد: ہندوستانی اکیڈیمی، ۱۹۴۳ء
افسوس، میر شیر علی، ''باغِ اردو''، مرتبہ: احمد رضا، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸ء
اکرام، ڈاکٹر ایس۔ایم و ڈاکٹر وحید قریشی، ''دربارِ ملّی''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل
اکرام، شیخ محمد، ''حیات غالب''، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۹ء
اکبر علی، مولانا، مترجم: ''بائبل سے قرآن تک''، جلد اوّل، کراچی: مکتبہ دار العلوم، ۲۰۰۲ء
امجد حسین، سید، ''اودھ آئینہ ایام میں''، لکھنؤ: محکمہ اطلاعات ورابطہ عامہ اتر پردیش، ۱۹۹۶ء
انشاء، انشاء اللہ خاں، ''دریائے لطافت''، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۳۵ء
انور رومان پروفیسر، ، مترجم: ''بلوچستان''، کوئٹہ، گوشۂ ادب، ۱۹۸۸ء
اوغلو، ابراہیم کیفس و دیگر، ''ترک اسلامی ریاستوں کی ایک مختصر تاریخ'' ماسوائے سلطنت عثمانیہ، مترجم: منور علی خاں، اسلام آباد: قائد اعظم یونیورسٹی، ۲۰۰۲ء
بابر، ظہیر الدین، ''تزکِ بابری''، مترجم: رشید اختر ندوی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء
باری، کمپنی کی حکومت، لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۷۶ء

برنی، ضیاء الدین، ''تاریخ فیروز شاہی''، کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ، ۱۸۶۲ء
برنی، ضیاء الدین، ''تاریخ فیروز شاہی''، مترجم: ڈاکٹر سید معین الحق، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۱ء
بشارت علی، مرزا، ''تاریخ ججھر''، کراچی: علی سنز، ۱۹۹۷ء
بشریٰ افضال عباسی، پروفیسر، ''جغرافیائی معلومات'' انسائیکلوپیڈیا، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۲ء
بشیر الدین احمد دہلوی، ''واقعات مملکت بیجاپور''، آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۹۱۵ء
بشیر الدین احمد، ''واقعات دارالحکومت دہلی'' حصہ اوّل، آگرہ: محمد شمس الدین خاں کے اہتمام سے چھپی، ۱۹۱۹ء/۱۳۳۷ھ
بھارگو، پراگ نرائن، مرتبہ: ''صحیفۂ زریں''، لکھنو: طبع منشی نول کشور، ۱۹۰۲ء
تلمذ حسین، قاضی، ''مولانا جلال الدین رومی''، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۵ء
تمنا اورنگ آبادی، اسد علی خاں، ''گل عجائب'' یعنی تذکرہ شاعراں، دکن: انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، طبع اوّل ۱۹۳۶ء
تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، ''ذوق سوانح اور انتقاد''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۳ء
تنہا، محمد یحییٰ، ''سیر المصنفین''، لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، سن ندارد
تنہا، محمد یحییٰ، ''مرآۃ الشعر''، لاہور: عالمگیر الیکٹرک پریس، س۔ن
ثاقب، شہاب الدین، ''بابائے اردو مولوی عبدالحق: حیات اور علمی خدمات''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، س۔ن
ثریا حسین، ڈاکٹر، ''سرسید اور ان کا عہد''، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۳ء
ثریا ڈار، ڈاکٹر، ''شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۱ء
جارج گریفن، سر، ''رئیسانِ پنجاب''، مترجم: پنڈت موتی لال، لاہور: وکٹوریہ پریس، ۱۸۸۲ء
جعفر پھلواروی، مولانا شاہ محمد، ''اسلام اور موسیقی''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۷ء
جعفری، رئیس احمد، ''انوار اولیا''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۴ء
جعفری، رئیس احمد، ''تاریخ دولتِ فاطمیہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۴ء
جعفری، رئیس احمد، ''حیدر آباد۔ جو کبھی تھا''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۱ء
جمالی، حامد بن فضل اللہ، ''سیر العارفین''، مترجم: محمد ایوب قادری، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، ۱۹۷۶ء
جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''تاریخ ادب اُردو''، جلد اوّل، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۸۴ء
جمیل جالبی، ڈاکٹر، ''تاریخ ادب اُردو''، جلد دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ ۲۰۰۷ء
جوالا سہائے، بابو، ''وقائع راجپوتانہ''، جلد دوم، آگرہ: مطبع مفید عام ۱۸۷۸ء
جہانگیر، نورالدین محمد، ''توزک جہانگیری''، جلد اوّل، مترجم: اعجاز الحق قدوسی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء
جہانگیر، نورالدین، ''تزک جہانگیری''، مترجم: مولوی احمد علی رامپوری، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء
جیمس ٹاڈ، کپتان، ''تاریخ راجستھان: حالات ماروار''، کراچی: انڈس پبلی کیشنز، ۱۸۱۸ء
چراغ، محمد علی، ''انسائیکلوپیڈیا مسلم شخصیات''، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۲۰۰۵ء
حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، مرتبہ: ''باغ و بہار''، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء

حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، مرتبہ: ''باغ و بہار''، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء
حجاب، طاہرہ بانو، ''خاندان لوہارو''، اسلام آباد: فیروز سنز، طبع اوّل ۲۰۰۲ء
حفیظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد، ''قصص القرآن''، جلد دوم، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۲ء
حقیقت، شاہ حسین، ''خزینۃ الامثال''، تعارف: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۱۶ء
حنیف ندوی، محمد، ''سرگذشت غزالی''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء
خلیق انجم، مرتبہ: ''شبلی کی علمی و ادبی خدمات''، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۹۴ء
خواندمیر، غیاث الدین بن ہمام الدین، ''حبیب السیر''، جلد اوّل، خیابان: جمہوری اسلام، تلفن ۱۳۶۳ شمسی
داراشکوہ قادری، شہزادہ، ''سفینۃ الاولیا''، کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع ہفتم، ۱۹۸۶ء
داوٗدی، خلیل الرحمٰن، مرتبہ: ''بہارستان ناز'' (تذکرہ شاعرات)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۵ء
داوٗدی، خلیل الرحمٰن، ''دیوانِ درد'' (اُردو)، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۸۸ء
ذکاء اللہ دہلوی، مولوی، ''تاریخ ہندوستان''، جلد پنجم، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء
ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین، مرتبہ: ''تاریخ اورینٹل کالج لاہور''، لاہور: جدید اُردو ٹائپ پریس، ۱۹۶۲ء
ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین، ''شاہ حاتم حالات وکلام''، لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۶۴ء
رحمان، مولوی، ''تذکرہ علمائے ہند''، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، باراوّل ۱۹۶۱ء
رشید نیاز، ''تاریخ سیالکوٹ''، سیالکوٹ: مکتبہ نیاز، ۱۹۵۸ء
رضا حامد، ڈاکٹر، ''نقوشِ بھوپال''، مرتبہ: رفعت سلطان، دہلی: باب علم پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء
رضیہ نور محمد، ڈاکٹر، ''اُردو زبان و ادب میں مستشرقین علمی خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۸۵ء
رفیق دلاوری، ابوالقاسم، ''جھوٹے نبی''، لاہور: نگارشات، ۲۰۰۳ء
رنج، حکیم فصیح الدین، ''بہارستانِ ناز''، مرتبہ: خلیل الرحمٰن داوٗدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء
روبی، عقیل احمد، ''یونان کا ادبی ورثہ''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء
زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، ''اکبر الہ آبادی تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء
زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، ''انتخاب زریں اردو غزل''، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۹ء
زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد، ''نئے پرانے خیالات''، لاہور: لاہور اکیڈمی ۱۹۷۰ء
زیدی، علی ناصر، ''ایشیا سٹریٹ، انگلستان''، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۳ء
سجان رائے بٹالوی، ''خلاصۃ التواریخ''، مترجم: ڈاکٹر ناظر حسن زیدی، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، باراوّل ۱۹۶۶ء
سجزی، خواجہ حسن، ''فوائد الفواد''، مترجم: پروفیسر محمد سرور، لاہور: علما اکیڈمی، ۱۹۸۰ء
سرہندی، یحییٰ بن احمد، ''تاریخ مبارک شاہی''، مترجم: ڈاکٹر آفتاب اصغر، لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۲۰۰۴ء
سری رام، لالہ، ''تذکرہ ہزار داستان المعروف بہ خمخانۂ جاوید''، دہلی: مخزن پریس، باراوّل ۱۹۰۸ء
سعادت سعید، پروفیسر ڈاکٹر، مرتبہ: ''راوی آزاد نمبر۔ منتخب مضامین''، لاہور: شعبہ اُردو جی۔ سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء

سعادت سعید، پروفیسر ڈاکٹر، مرتبہ: ''نقدِ آزاد''، لاہور: شعبہ اُردو جی۔سی یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء
سعید احمد اکبر آبادی، مولانا، ''عثمان ذُوالنورینؓ''، فیصل آباد: الفیصل اکیڈمی، ۱۹۸۳ء
سعید احمد مارہروی، منشی محمد، ''امرائے ہنود''علی گڑھ: ایم۔اے۔او کالج بک ڈپو، ۱۹۱۰ء
سلطان محمود حسین، ڈاکٹر سید، تعلیقات خطبات گارساں دتاسی، لاہور: مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، طبع اوّل ۱۹۸۷ء
سلطان محمود حسین، ڈاکٹر سید، ''تاریخ شیخوپورہ''، لاہور: اظہار سنز، ۱۹۹۹ء
سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء
سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اُردو زبان کی مختصر ترین تاریخ''، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۲۰۰۲ء
سلیم اختر، ڈاکٹر، ''عابد علی عابد: شخصیت اور فن''، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۸ء،
سلیم گیلانی، ''بلالؓ''، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۱۹۹۴ء
سلیمان ندوی، سید، ''سیرت عائشہؓ''، لاہور: عوامی کتاب گھر، ۱۹۲۰ء
سندھلوی، چوہدری نبی بخش احمد، ''تذکرۂ مورخین''، کراچی: اقبال پبلشرز، جولائی ۱۹۶۸ء
سودا، مرزا محمد رفیع، ''کلیاتِ سودا''، جلد اوّل غزلیات، مرتبہ: ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، سن ندارد
سید احمد خاں، سر، ''آثار الصنادید''، جلد اوّل، مرتبہ: خلیق انجم، دِلی: اُردو اکیڈمی، اشاعت دوم ۱۹۹۲ء
سید احمد خاں، سر، ''آثار الصنادید''، جلد دوم، مرتبہ: خلیق انجم، دِلی: اُردو اکادمی، ۱۹۹۲ء
سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم ۱۹۶۷ء
سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''سخن ور نئے اور پرانے''، لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۷۶ء
سید عبداللہ، ڈاکٹر، ''سر سید احمد خاں اور اُن کے نامور رفقا کی اُردو نثر کا فنی و فکری جائزہ''، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء
سید معین الرحمٰن، ڈاکٹر، مرتبہ: ''بابائے اردو۔ خدمات اور فرمودات''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء
سید ہاشمی، مولوی، ''تاریخ یونان''، حیدر آباد دکن: مطبع دار الطبع، ۱۹۱۹ء
سیدہ جعفر، ڈاکٹر، ''کلیات محمد قلی قطب شاہ''، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، سن ۱۹۸۵ء شک ۱۹۰۶ء
شاہنواز خاں، صمصام الدولہ، ''مآثر الامرا''، جلد سوم، مترجم: پروفیسر محمد ایوب قادری، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع اوّل ۲۰۰۷ء
شبلی نعمانی، مولانا، ''شعر العجم، حصہ اوّل تا سوم، پنجم، لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۳۲۴۔۱۳۲۵ھ
شرر، عبد الحلیم، ''مضامین شرر: تاریخی و جغرافیائی'' جلد دوم، حصہ اول، لاہور: سید مبارک علی اینڈ سنز، س۔ن
شرر، عبد الحلیم، ''تاریخ ارض مقدس''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۱۹ء
شرر، عبد الحلیم، ''گذشتہ لکھنؤ'' (ہندوستان میں مشرقی تمدن کا آخری نمونہ)، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء
شرر، عبد الحلیم، ''ہمارا سفر پالن پور''، لکھنو: مطبع نول کشور، س۔ن
شرر، عبد الحلیم، ''ابو الحسنین حضرت علیؓ''، لکھنؤ: دلگداز پریس، س۔ن
شرر، عبد الحلیم، ''خواجہ معین الدین چشتی''، لکھنؤ: دلگداز پریس، ۱۹۲۳ء

شرر، عبدالحلیم، ''شمع حرم''، مرتبہ: ڈاکٹر عثمان فاروق، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۷ء
شرر، عبدالحلیم، ''عائشہ صدیقہؓ''، اورنگ آباد: مطبع دلگداز، طبع دوم ۱۹۳۵ء
شرر، عبدالحلیم، ''نگاہِ شوق''، مرتبہ: ڈاکٹر عثمان فاروق، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۷ء
شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد: سخندانِ فارس (پیش لفظ) ڈاکٹر محمد صادق، لاہور: مجلس ترقی اُردو ادب طبع اوّل، ۱۹۹۰ء
شمس اللہ قادری لاہوری، حکیم سید، ''اُردوئے قدیم''، لکھنؤ: مطبع منشی نول کشور، ۱۹۲۵ء
شوق، قدرت اللہ، ''تذکرہ طبقات الشعراء''، مرتبہ: نثار احمد فاروقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۸ء
شہاب، مسعود حسن، ''خطہ پاک اوچ''، بہاول پور: اردو اکیڈمی، ۱۹۶۷ء
شیر بہادر خان پنی، ڈاکٹر، ''تاریخ ہزارہ''، ایبٹ آباد: دارالشفاء، ۱۹۶۹ء
شیرانی، حافظ محمود ''پنجاب میں اُردو'' حصہ اوّل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء
شیرانی، ڈاکٹر مظہر محمود، ''حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۳ء
شیرانی، مظہر محمود شیرانی، مرتبہ: ''مقالاتِ حافظ محمود شیرانی''، جلد ہشتم، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۸۵ء
شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہفتم، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۸۵ء
شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد سوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۹ء
شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مکاتیب حافظ محمود شیرانی''، لاہور، ۱۹۸۱ء
شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد نہم، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۹۹ء
شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد ہفتم، لاہور: مجلس ترقی ادب کلب روڈ، ۱۹۷۶ء
شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد اول، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۶ء
شیرانی، مظہر محمود، مرتبہ: ''مقالات حافظ محمود شیرانی''، جلد دوم، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۶ء
شیروانی، مولانا حبیب الرحمٰن خاں، ''علمائے سلف و نابینا علما''، تعارف: علامہ سید سلمان ندوی، کراچی: اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، طبع اوّل ۱۹۶۱ء
شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں، ''گلشنِ بے خار''، مرتبہ: کلب علی خاں فائق، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۷۳ء
صابر دہلوی، قادر بخش، ''تذکرہ گلستانِ سخن''، جلد دوم، مرتبہ: خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۶ء
صابر دہلوی، مرزا قادر بخش، ''تذکرہ گلستان سخن''، جلد اوّل، مرتبہ: خلیل الرحمٰن داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۶ء
صابر علی خان، ڈاکٹر، ''سعادت یار خاں رنگین''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۲ء
صادق حسین نقوی، آغا، ''راگ رنگ''، کوئٹہ: پاکستان پریس ۱۹۷۲ء
صبا، مظفر حسین، ''تذکرہ روز روشن''، مرتبہ: عطا کاکوی، پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۶۸ء
صدیقہ ارمان، ڈاکٹر، مرتبہ: ''کلیات ممنون میر نظام الدین ممنون دہلوی''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء
صدیقی، احمد حسین، ''دبستانوں کا دبستان''، جلد اوّل، کراچی، مکتبہ دانیال، س۔ن
صغیر بلگرامی، سید، ''جلوہ خضر''، جلد دوم، آگرہ: مطبع نور الانوار، ۱۸۸۵ء

صفدر حسین، ڈاکٹر سید، ''لکھنؤ کی تہذیبی میراث''، لاہور: بارگاہِ ادب، طبع دوم ۱۹۷۸ء
طارق، پروفیسر، ''قدیم ریاستیں میدانِ جنگ میں''، لاہور: اظہار سنز، س۔ن
ظفر، حکیم محمود احمد، ''سیرت حضرت عثمان غنیؓ''، لاہور: تخلیقات، ۲۰۰۰ء
ظہور الحسن، قاضی، ''نگارستان کشمیر''، دہلی: حیدر برقی پریس بلی ماراں، ۱۹۳۴ء
ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، مرتبہ: ''بوستانِ سعدی''، مترجم، سید سبط الحسن ضیغم، لاہور: پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۹۶ء
ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، ''ایرانی ادب''، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۳۷۵ شمسی
عاشق محمد خان درانی، پروفیسر ڈاکٹر، ''تاریخ افغانستان''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء
عاشق محمد خاں درّانی، پروفیسر ڈاکٹر، ''تاریخ ملتان''، ملتان: بزم ثقافت، ۲۰۰۷ء
عالم فقری، علامہ، ''سیرت غوث اعظم''، لاہور: ادارہ پیغام القرآن، ۱۹۹۴ء
عامر، ڈاکٹر زاہد منیر، ''میر سوز: سوانح اور شخصیت''، لاہور: پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، ۲۰۰۰ء
عباسی، منظور احسن، ''تفصیل فہرست مخطوطات فارسیہ''، لاہور: پنجاب پبلک لائبریری، ۱۹۶۶ء
عبدالحق، مولوی، ''نصرتی''، نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، س۔ن
عبدالرحمٰن، مولوی، ''ابوالمظفر محی الدین محمود اورنگ زیب بہادر عالمگیر کے مفصّل حالات''، حصہ اوّل۔ دوم، لاہور: مطبوعہ مجتبائی پریس، س۔ن
عبدالرحمٰن، سید صباح الدین، مرتبہ: ''تذکرہ اولیائے کرام''، لاہور: ادبستان، ۱۹۷۳ء
عبدالرحمٰن، مولانا محمد، ''سیرت انبیائے کرام''، جلد ۱، لاہور: ادارہ اسلامیات، انارکلی، اکتوبر ۱۹۹۰ء
عبداللطیف، ڈاکٹر محمد، مترجم: ''گلستانِ سعدی''، لاہور: پیغمبر لمیٹڈ، ۲۰۰۶ء
عبدالجبار خاں، مولوی، ''تذکرہ شعرائے دکن''، حصہ دوم، گردید: مطبع رحمانی، س۔ن
عبدالحق محدث دہلوی، شیخ، ''اخبار الاخیار'' مترجمین: مولانا سبحان محمود، مولانا محمد فاضل، کراچی: مدینہ پبلشنگ، س۔ن
عبدالحق، ڈاکٹر مولوی، ''اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کردار''، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، طبع سوم ۱۹۵۳ء
عبدالحئ بریلوی، سید، ''نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر''، جلد سوم، مترجم: ابو یحییٰ خاں نوشہروی، لاہور: مقبول اکیڈمی، طبع اوّل ۱۹۶۷ء
عبدالحی بریلوی، سید، ''نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر''، جلد سوم، مترجم: ابو یحییٰ خاں نوشہروی (مشتمل بر سوانح علما و مشاہیر ہند)، لاہور: مقبول اکیڈمی، طبع اوّل ۱۹۶۷ء
عبدالقدوس گنگوہی، ''انوار العیون''، دہلی: مطبع مجتبائے مطبع، ۱۳۱۱ھ
عبدالقیوم، ''حالی کی اُردو نثر نگاری''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۴ء
عتیق صدیقی، محمد، ''گلکرائسٹ اور اُس کا عہد''، علی گڑھ، انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۰ء
عز الدین، نجلا، ''عرب دنیا: ماضی حال مستقبل''، مترجم: ڈاکٹر محمود حسین، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۷ء
عزیز، غلام ربانی، تصحیح: ''دیوان دلشاد پسروری''، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۰ء

عطار، فرید الدین، ''تذکرۃ الاولیا''، لاہور: الفیصل، س۔ن
علوی، ڈاکٹر تنویر احمد، ''ذوق: سوانح اور انتقاد''، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل ۱۹۶۳ء
علی لطف، میرزا، ''گلشن ہند''، لاہور: دارالاشاعت پنجاب، رفاہ عام اسٹیم پریس، ۱۹۰۶ء
عنایت اللہ، محمد، ''اندلس کا تاریخی جغرافیہ''، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء
غلام سرور قادری لاہوری، مفتی، ''خزینۃ الاصفیا''، مترجم: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۳ء
غلام سرور قریشی لاہوری، مفتی، ''تاریخ مخزن پنجاب''، لکھنؤ: مطبع نامی منشی نول کشور، ۱۸۷۷ء
غلام علی دہلوی، شاہ، مقاماتِ مظہری''، ترجمہ و تحقیق: محمد اقبال مجددی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء
غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر، ''حالی کا ذہنی ارتقا''، کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۳ء
غوثی شطاری مانڈوی، محمد، ''اذکار ابرار'' ترجمہ ''گلزار ابرار''، مترجم: فضل احمد جیوری، لاہور: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۳۹۵ھ
غیاث الدین بن ہمام الدین المعروف خواندمیر، ''حبیب السیر''، جلد اوّل، خیابان: جمہوری اسلام ایران، تلفن ۱۳۶۳ شمسی
فتح علی حسینی گردیزی، ''تذکرہ ریختہ گویاں''، مرتبہ: مولوی عبدالحق، دکن: انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، ۱۹۳۳ء
فرحت اللہ خاں، پروفیسر، ''نادر اٹلس''، لاہور: ایجوکیشنل پبلشرز، ۱۹۶۲ء ص ۹
فرشتہ، محمد قاسم، ''تاریخ فرشتہ''، جلد اول، مترجم: عبدالحیٔ خواجہ، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ پبلشرز، س۔ن
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ''اردو کی منظوم داستانیں''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۱ء
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۸ء
فضل حق، پروفیسر قاضی، ''سخنورانِ ایران''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء
فیاض محمود، سید، مرتبہ: ''تنقید غالب کے سو سال''، لاہور: مطبوعات مجلس یادگارِ غالب پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء
فیضی تبسم، پروفیسر، ''ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور: حیات، شخصیت اور کارنامے''، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۵ء
قادر بخش صابری دہلوی، مرزا، ''گلستانِ سخن''، حصہ اول، مرتبہ: خلیل الرحمان داؤدی، لاہور: مجلس ترقی ادب، س۔ن
قاسم، میر قدرت اللہ، ''مجموعہ نغز یعنی تذکرہ شعرائے اُردو''، دو جلدیں، مرتبہ: محمود شیرانی، دہلی: نیشنل اکادمی، ۱۹۷۳ء
قائم چاند پوری، قیام الدین، ''تذکرہ مخزن نکات''، مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر اقتدا احسن، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء
قدوسی، اعجاز الحق، ''تاریخ سندھ''، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، ۱۹۷۶ء طبع دوم
قدوسی، مولانا اعجاز الحق، ''تذکرہ اولیائے پنجاب''، لاہور: کتب خانہ شان اسلام، س۔ن
کاظم، ڈاکٹر ذوالفقار، ''ازواجِ مطہرات و صحابیات انسائیکلوپیڈیا''، لاہور: بیت العلوم، ۲۰۰۴ء
کالیر، ''وقائع نگار انگلستان''، لکھنؤ: منشی نول کشور، ۱۸۸۳ء
کریم الدین، مولوی، ''طبقات الشعرائے ہند''، دہلی: مطبع العلوم، ۱۹۴۸ء
کمال، ڈاکٹر رحیم الدین، ''چند ارباب کمال''، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جولائی ۱۹۹۹ء
کنہیا لال، ''تاریخ پنجاب''، لاہور: تخلیقات، س۔ن
کیخسرو اسفندیار، ''دبستانِ مذاہب''، تعلیقات و ترجمہ: رشید احمد جالندھری، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع اوّل، ۲۰۰۲ء

گریوال، شیر محمد، ''اسلامیانِ ہند کا شاندار ماضی''، لاہور: اسلامک بک سروس، ۱۹۸۹ء
گنڈا سنگھ، ڈاکٹر، ''احمد شاہ ابدالی''، مترجم: رئیس احمد جعفری، کراچی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، ۱۹۷۷ء
گوپال داس، رائے بہادر، ''تاریخ پشاور''، لاہور: مطبع کوہ نور، ۱۸۷۴ء
گیان چند، پروفیسر و ڈاکٹر سیدہ جعفر، ''تاریخ ادب اُردو''، جلد پنجم، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۱۹۹۸ء
گیان چند، ڈاکٹر، ''اردو کی نثری داستانیں''، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۹ء
گیان چند، ڈاکٹر، ''اُردو کی ادبی تاریخیں''، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۷ء
لاجونتی رام کرشن، ڈاکٹر، ''پنجابی کے صوفی شاعر''، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۴ء
مبارک علی، ڈاکٹر، ''برطانوی ہندوستان''، لاہور: ایکشن ایکٹ انٹرنیشنل پاکستان، ۲۰۰۷ء ص ۱۴۔۱۶
مبارک علی، ڈاکٹر، ''قدیم ہندوستان''، لاہور: ایکشن ایڈ انٹرنیشنل پاکستان، ۲۰۰۷ء
محمد اسحاق بھٹی، ''فقہائے ہند''، جلد سوم، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۶ء
محمد اسلام، خواجہ، ''قصص الانبیاء''، لاہور: خزینہ علم وادب، س۔ن
محمد اسلم، پروفیسر، ''سلاطین دہلی وشاہانِ مغلیہ کا ذوقِ موسیقی''، لاہور: شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، نومبر ۱۹۹۲ء
محمد اسلم، پروفیسر، ''ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت''، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، طبع اوّل ۱۹۹۵ء
محمد اکرام، شیخ، ''رودِ کوثر''، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۰ء
محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، ''اُردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع اوّل ۱۹۸۸ء
محمد باقر، آغا، ''تاریخ نظم ونثر اُردو''، لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، ۱۹۶۰ء
محمد حبیب و خلیق احمد نظامی، ''جامع تاریخ ہند''، لاہور: اُجالا پرنٹرز، س۔ن
محمد حسن، ''نظیر اکبرآبادی''، مترجم: یامین پرویز، نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۴ء
محمد حسن، ''ہندی ادب کی تاریخ''، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، اشاعت پنجم، ۲۰۰۲ء
محمد حسین، سید، ''تاریخ پٹیالہ''، امرتسر: سفیر ہندوستان پریس، ۱۸۷۷ء
محمد حفیظ سید، ڈاکٹر، ''گوتم بدھ: زندگی اور افکار''، لاہور: آزاد پبلشرز، س۔ن
محمد سرور، پروفیسر، ''ارمغانِ شاہ ولی اللہ''، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۸ء
محمد ہارون قادر، ڈاکٹر، مرتبہ: ''نسخہ دلکشا''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء
محمود بریلوی، پروفیسر، ''تاریخ شام وفلسطین مع لبنان وشرق اُردن''، کراچی: مسلم پرنٹنگ پریس، ۱۹۵۲ء
مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، ''اُردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ''، نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، پہلا ایڈیشن ۲۰۰۰ء
مصحفی، غلام ہمدانی، ''تذکرہ ہندی''، مرتبہ: مولوی عبدالحق، دکن: انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد، ۱۹۳۳ء
مصحفی، غلام ہمدانی، ''عقد ثریا'' (تذکرہ فارسی گویاں)، مرتبہ: ڈاکٹر مولوی عبدالحق کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۳۴ء
معین الدین احمد ندوی، شاہ، ''تاریخ اسلام''، حصہ سوم (خلافت عباسیہ جلد اوّل)، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، س۔ن

ملا وجہی، ''سب رس''یعنی قصہ حسن و دل، مقدمہ و فرہنگ: ڈاکٹر مولوی عبدالحق، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، اشاعت پنجم ۱۹۸۳ء

ممتاز لیاقت، ''تاریخ بیت المقدس''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء

منظر امام، ڈاکٹر، ''تاریخ ادبیات ایران'' حصہ نثر، جلد اوّل، بہار: کتابستان چندواڑہ مظفر پور، ۲۰۰۰ء

منہاج سراج، ''طبقات ناصری''، جلد اوّل، مرتبہ: غلام رسول مہر، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۱۹۸۵ء

منہاج سراج، ''طبقاتِ ناصری''، جلد دوم، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، طبع اوّل ۱۹۷۵ء

مولوی رحمان، ''تذکرہ علمائے ہند''، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بار اوّل ۱۹۶۱ء

مہاراج کشن، پنڈت، ''تواریخ اجمیر''، رہتک: مطبع انوار القمر، س۔ن

مہر عبدالحق، ڈاکٹر، ''ہندو صنمیات''، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۳ء

مہر، غلام رسول، ''تاریخ سندھ''، کراچی: سندھی ادبی بورڈ، جلد اول، ۱۹۵۸ء

مہشور دیال، ''اور عالم میں انتخاب دلّی''، دہلی: اُردو اکادمی، طبع دوم، ۱۹۹۳ء

میر حسن دہلوی، مولفہ: ''تذکرہ شعرائے اُردو''، بہ تصحیح و تنقید: محمد حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۴۰ء

میر حسن، ''سحر البیان''، مرتبہ: رشید حسن خاں، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء

نارنگ، پروفیسر گوپی چند، مرتبہ: ''انیس شناسی''، لاہور: کلاسیک، ۲۰۰۴ء

نارنگ، ڈاکٹر گوپی چند، ''ولی دکنی: تصوف و انسانیت اور محبت کا شاعر''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء

ناصر، سعادت خاں، ''تذکرہ جوش معرکہ زیبا''، مرتبہ: مشفق خواجہ، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اوّل، ۱۹۷۰ء

نامی، غلام دستگیر، ''تاریخ مکہ معظمہ''، لاہور: پروگریسو بکس سنٹر اُردو بازار، س۔ن

نبی بخش احمد سندھلوی، چوہدری، ''تذکرۂ مورخین''، کراچی: اقبال پبلشرز، جولائی ۱۹۶۸ء

نجم الغنی خان، علامہ محمد، ''تاریخ ریاست حیدر آباد دکن''، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۳۵ء

ندوی، سید ابوظفر، ''گجرات کی تمدنی تاریخ مسلمانوں کے عہد میں''، اعظم گڑھ: مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۶۲ء

ندوی، مولانا سید سلیمان، مرتبہ: ''مقالات شبلی تنقیدی''، جلد چہارم، اعظم گڑھ: در مطبع اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۹۵۶ء

نذیر احمد، ڈاکٹر سید، ''کلام بابا فرید گنج شکر''، لاہور: لائن آرٹ پریس، ۲۰۰۶ء

نساخ، عبدالغفور، ''سخن الشعراء''، لکھنؤ: مطبع نولکشور، ۱۸۷۷ء

نظام الدین احمد، خواجہ، مولفہ: ''طبقاتِ اکبری''، ترجمہ و ترتیب: محمد ایوب قادری، جلد اوّل، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۰ء

نظام الدین احمد، خواجہ، ''طبقات اکبری''، جلد اول، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم ۲۰۰۸ء

نظامی بدایونی، مرتبہ: ''قاموس المشاہیر''، جلد اوّل، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء

نظامی بدایونی، ''قاموس المشاہیر''، جلد دوم، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء

نقوی، جمال احمد، ''تاریخ سادات امروہہ''، حیدر آباد دکن: اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۳۴ء

نگہت نذیر، ''حیات انبیائے کرامؑ بزبان قرآن''، لاہور: فیروز سنز، ۲۰۰۰ء

واسطی، ڈاکٹر سید زاہد علی، ''بہاولپور کی سرزمین''، ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۳ء
والمیکی، ''رامائن''، مترجم: یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، س۔ن
وحید مرزا، ڈاکٹر، ''امیر خسروؒ''، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء
وسیم آرا، ڈاکٹر، ''سید مسعود حسن رضوی ادیب''، لکھنؤ: ۱۹ میر خاں لین نیا گاؤں، طبع اوّل ۱۹۹۹ء
ولیم سپنسر، ''ترکی: سرزمین اور باشندے''، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء
ویلمن، ایچ۔او، ''عروج فرانس''، مترجم: مولوی سید فخر الحسن، حیدر آباد دکن: جامعہ عثمانیہ، ۱۹۲۵ء
ویمبرے، آرمینیس، ''تاریخ بخارا''، مترجم: نفیس الدین احمد علیگ، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۵۹ء
وین ڈی ویئر، رابرٹ، ''سکھ مت: تاریخ، عقائد، فلسفہ''، مترجم: ملک اشفاق، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۷ء
ہاشمی، ڈاکٹر نور الحسن، ''دلی کا دبستان شاعری''، لکھنؤ: اتر پردیش اُردو اکادمی، چوتھا ایڈیشن ۱۹۹۷ء
ہاشمی، محمد نصیر الدین، ''دکنی کلچر''، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء
ہاشمی، نصیر الدین، ''دکن میں اُردو''، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، ۱۹۸۵ء
ہاشمی، نور الحسن، ''کلیاتِ ولی''، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء
ہاشمی، رفیع الدین، ''سرور اور افسانہ عجائب''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء
ہیرالڈلیم، ''تین عظیم فاتح: ظہیر الدین بابر، سلیمان علی شاہ، ھنری پال''، لاہور: ادب نما، ۱۹۹۰ء
ہیرالڈلیم، ''قسطنطنیہ یا استنبول''، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۳ء
یوسفی، خورشید احمد خاں، ''خمخانۂ جاوید''، جلد ششم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۰ء

Blig, H.j.de, / Peter of Muller, "Geography Realms-Region and Concepts, New York: John Wiky & Sons, inc.
Honan, Park, "Shakespeare: A Life", London: Oxford University Press 2000
Oubsy, Ian, "The Wordsworth Companion to Literature in English", London: Cambridge University Press, 1994
Smith, Benjamin E., "The Century Cyclopedia of Names", New York, 1894

تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند:

تیسری جلد (فارسی ادب اوّل)، مدیر خصوصی: ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر وحید مرزا، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
چوتھی جلد (فارسی ادب دوم)، مدیر خصوصی: مرزا مقبول بیگ بدخشانی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
پانچویں جلد (فارسی ادب سوم)، مدیر خصوصی: سید فیاض محمود، وزیر الحسن عابدی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
چھٹی جلد (اردو ادب اول)، مدیر خصوصی: ڈاکٹر وحید قریشی، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
ساتویں جلد (اردو ادب دوم)، مدیر خصوصی: سید وقار عظیم، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
آٹھویں جلد (اردو ادب سوم)، مدیر خصوصی: سید فیاض محمود، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
نویں جلد (اردو ادب چہارم)، مدیر خصوصی: ڈاکٹر عبادت بریلوی، سید فیاض محمود، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء
دسویں جلد (اردو ادب پنجم)، مدیر خصوصی: سید فیاض محمود، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء

انسائیکلو پیڈیا

اُردو انسائیکلو پیڈیا، جلد اوّل، مدیر اعلیٰ: پروفیسر فضل الرحمٰن، نئی دہلی: قومی کونسل برائے ترقی اُردو، ۱۹۹۶ء
اُردو انسائیکلو پیڈیا، لاہور: فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء
اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا، جلد اوّل، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۸ء
اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا، جلد دوم، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۸ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۳، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۴، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۵، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۶، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۷، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۸، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۹، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۰، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۱، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۲، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۳، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۴، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۵، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۶، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۷، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۸، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۹، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲۰، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲۱، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲۲، طبع اول ۱۹۶۴ء

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲۳، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲۴، طبع اول ۱۹۶۴ء
اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، جلد ۲۵، طبع اول ۱۹۶۴ء
ازواج مطہرات وصحابیات، انسائیکلوپیڈیا، ڈاکٹر ذوالفقار کاظم، لاہور، بیت العلوم، ۲۰ نابھہ روڈ، ۲۰۰۴ء
اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مرتبہ: مولوی، محبوب عالم، ترتیب وتدوین: سید عاصم محمود، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۰۳ء
انبیائے کرام، انسائیکلوپیڈیا، ڈاکٹر ذوالفقار کاظم، لاہور، بیت العلوم، ۲۰ نابھہ روڈ، ۲۰۰۴ء
انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، سید قاسم محمود، لاہور: الفیصل، ۲۰۰۵ء طبع پنجم
جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد ۴، خسرو، چیئرمین، پروفیسر اے ایم خسرو، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، حکومت ہند ۲۰۰۰ء
جغرافیائی معلومات انسائیکلوپیڈیا''، مرتبہ: پروفیسر بشریٰ افضال عباسی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع اول ۲۰۰۲ء
فرہنگ فارسی، جلد ششم، مرتبہ: محمد معین دکتر، تہران: موسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۵ شمسی
قاموس المشاہیر، جلد اوّل، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، اشاعت ثانی ۲۰۰۴ء
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:3, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:4, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:6, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:7, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:13, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:14, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:18, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985
Gwinn, Robert P. "The New Encydopaedia Britannica: A Dictionary of Arts, Science and General Literature", Vol:26, Montana (USA), Kiessinger Publishing, 15th Edition, 1985

لغات

ڈکشنری آف انڈین بائیوگرافی، لاہور: بک لینڈ، س۔ن

فرہنگ فارسی، مرتبہ: محمد معین، ڈاکٹر، جلد پنجم، تہران: موسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۵ شمسی
ہندو کلاسیکل ڈکشنری، مرتبہ: دیوی سہائے، سردار، لاہور: مطبع خادم التعلیم پنجاب، ۱۸۹۴ء

رسائل و جرائد

اورینٹل کالج میگزین، شیرانی نمبر، فروری ۱۹۴۷ء
اورینٹل کالج میگزین، لاہور، فروری ۱۹۵۳ء
اورینٹل کالج میگزین، لاہور، جلد ۴۴، شمارہ ۴، ۱۹۶۸ء
تحقیق، جام شورو، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، شمارہ نمبر ۵
نقوش، لاہور، لاہور نمبر جلد اول، شمارہ ۹۲، فروری ۱۹۶۲ء
نقوش، لاہور، میر تقی میر نمبر (۲)، شمارہ ۱۲۶، نومبر ۱۹۸۰ء
Benjamin E. Smith, The Century Cycolpedia of Names, New York, 1894
Distt. Gazetteer of U.P (Alighar), H. R. Nevill, Vol. XI, Allahabad, 1908
The Imperial Gazetteer of India, Vol. XVIII, 1908
The Imperial Gazetteer of India, Vol. XXI, 1908
The Imperial Gazetteer of India, Vol. XXIII, 1908

ویب سائٹس

(http:\\en.wikipedia.org\university-of-oxford. dated: 13th Sep. 2010.
(http:\\en.wikipedia.org\wiki\amber-india dated: 13th Sep. 2010.)